

سیرت علی المرتضیٰ سیدنا

تالیف: مولانا محمد نافع مدظلہ

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

باسمہ تعالیٰ شائدہ وجل مجہ

اولئک ہم المؤمنون حقاً لهم مغفرة وذوق ربهم
آخر سورة انفال پ ۱۰

وہی لوگ مومن برحق ہیں۔ ان کیلئے بخشش اور روزی نیک ہے

سیرت علی المرتضیٰ

خلفائے راشدین میں سے رابع خلیفہ راشد امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی سیرت کو چار مختلف ادوار میں تقسیم کر کے مختصر طور پر مدون کیا گیا ہے۔ ان جناب کی سیرت کے اہم پہلو نمایاں طریقے سے پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے جو جامع صفین کے مباحث ایک خاص انداز میں تحریر کیے گئے ہیں اور بعض مقامات میں بقدر ضرورت ازالہ شبہات بھی کر دیا گیا ہے۔ اور غایوں کے غلو پر سلیقہ سے نشانہ دہی کر دی گئی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ آنجناب کے احوال و سوانح اور فضائل و اخلاق کا ایک مرقع ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا ہے!

تالیف: مولانا محمد نافع مدظلہ

کتاب مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور 7235094

دارالکتاب

جملہ حقوق محفوظ!

سلسلہ مطبوعات / 142

نام کتاب :	سیرت علی الرضیؑ
تالیف :	مولانا محمد نافع مدظلہ
ناشر :	دارالکتاب
	غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
	042-7235094
طابع :	زابد بشیر پرنٹرز
اشاعت :	جنوری 2007ء
قیمت :	300/-

باہتمام

قانونی مشیر

حافظ محمد ندیم

مہر عطاء الرحمن ایڈووکیٹ ہائیکورٹس پاکستان

0300-8477008

فون: 0300-4356146, 042-7080020

کلماتِ شکر

بندہ کی تالیفات کی ترتیب و تدوین اور ان کی لباعت و اشاعت میں تعاون کرنے والے دوستوں اور عزیزوں کا شکریہ ادا کرنا۔ اخلاقی فرمن ہے۔

بنابریں اس کام میں عزیزِ مخدوم مقبول حسین صاحب جناب لیاقت علی جناب نصرت صاحب اثیر کی خصوصی نصرت کا بندہ بیحد شکر گزار اور احسان مند ہے۔

مالکِ کریم ان عزیزوں کے اس تعاون علیٰ الخیر کو مقبول و منظور فرمائے۔ اور آخرت میں باعثِ اجر و ثواب بنائے۔

محمد نافع عنا اللہ عنہ
دعاگو: محمدی شریف - ضلع جھنگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

33	تنبیہ (ولادت فی الکعبہ کا مسئلہ)	20	سیدنا علی المرتضیٰ کا نسب و خاندان
34	سن ولادت علوی	21	والد
34	صغریٰ کے ایام	22	تنبیہ (مسئلہ کفالت)
35	اسلام لانا (تطبیق بین الاقوال)	23	تنبیہ (ایمان ابو طالب کے متعلق)
37	تائید از شیعہ علماء	23	تاریخ وفات ابی طالب
37	واقعہ دعوتِ عشیرہ	24	والدہ
41	قرآن کے اعتبار سے	25	برادران
	دور دوم	26	طالب
		26	عقیلہ
43	واقعہ ہجرت	26	جعفر علیہ السلام
	ایک وضاحت (یعنی اہل و عیال نبوی صلی اللہ	28	خواہران
46	علیہ وسلم کی ہجرت کے متعلق)	30	ام ہانی بنت ابی طالب
47	مواخاۃ (مکہ میں پھر مدینہ میں)	30	جمانہ بنت ابی طالب
50	تقیر مسجد کے موقعہ پر رجز	32	
51	غزوہ بدر اور سیدنا علیؑ		دور اول
		32	ولادت مرتضویؑ

71	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	53	علم نبویؐ
71	(حضرت عمرؓ کا کمال ایمان و تصدیق بالرسالت)	54	غنائم بدر
	خیبر کے متعلقات		حضرت علی المرتضیٰؓ کا نکاح حضرت سیدہ فاطمہؓ
72	خیبر کا عمل وقوع	55	کے ساتھ
73	تاریخ واقعہ خیبر	55	نکاح اور زوجین کی عمر
73	نیابت مدینہ	55	مجلس نکاح
73	خیبر کی طرف پیش قدمی	56	جیز
74	پرچم دیئے گئے	56	حصول مکان اور رخصتی
75	حصون خیبر (خیبر کے قلعے)	58	دعوت ولیمہ
75	حصن ناعم	58	کلمات دعائیہ
76	حصن ابی	58	غزوہ احد اور سیدنا علیؓ
76	حصن النظاہ		ایک اشتباہ پھر اس کا ازالہ (یعنی حضرت عمرؓ
78	حصن الصعب		و حضرت طلحہؓ کا دین سے انحراف کا شبہ
78	حصن القمص	60	اور پھر اس کا جواب)
81	تنبیہ (دروازہ اکھاڑنے کی بحث)	64	واقعہ بنی نضیر
81	فدک	65	واقعہ خندق اور احزاب
82	خیبر میں اطلاعات	66	غزوہ بنی قریظہ
83	اموال خیبر کی تقسیم		تنبیہ (ازواج مطہراتؓ کے حق میں بدگوئی
84	خیبر کا ایک سرسری جائزہ	68	کرنے والی پہلی قوم)
	عمرۃ القضاء	68	سریہ بنی سعد (فدک)
86	تنبیہ (مقاتلہ الجن)	69	صلح حدیبیہ
87	واقعہ ہذا درایت کی روشنی میں	70	تنبیہ (صلح نامہ حدیبیہ کے شاہد)
88			

116	مکمل اور قائل دید جواب	واقعہ حاطب بن ابی بلتعہ میں حضرت علیؓ کا
	مرض الوفا (نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) کے	88 کردار
126	موقعہ پر علوی خدمات	90 قتل بروز فتح مکہ
	دور سوم	98 قتل کا ارادہ
131	عہد خلفاء ثلاثہ کے متعلق ایک گزارش	91 فتح مکہ میں اعلان اور انتم مقام کی وضاحت
131	انتقال نبویؐ اور مسئلہ بیعت خلافت	93 غزوہ حنین میں حضرت علیؓ کی ثابت قدمی
134	تجیل بیعت کی روایات	94 غزوہ تبوک
136	تأخیر بیعت کی روایت کا جواب	95 "انت منی بمنزلتہا وون" کی تشریح
138	شیعہ کی کتب میں بیعت کا ثبوت	افتحامی گزارش (روایت "بمنزلہ ہارون"
139	بیعت میں تجیل ہے تاخیر نہیں	98 میں اضافہ جات)
	انتقال نبویؐ کے بعد کے احوال	99 فرمان نبویؐ کا ابلاغ (ج 9)
141	صدیقی ہدایات اور مرتضوی خدمات	101 امیر اور مامور کی وضاحت
141	غسل نبویؐ	103 وفد اہل نجران اور واقعہ مباہلہ
142	کفن	105 واقعہ مباہلہ اور مسئلہ خلافت بلا فصل
142	جنازہ	107 فضیلت کا اقرار
143	دفن	107 حضرت علیؓ کی علاقہ یمن کی طرف روانگی
	ایک اشیاء (شیعین کی جنازہ نبویؐ صلعم میں	108 علاقہ یمن میں چند واقعات
144	عدم شمولیت)	111 یمن سے حج کے لیے پہنچنا
144	رفع اشیاء (اعتراض مذکور کا جواب)	112 موسم حج میں مرتضوی خدمات
	الزامیات - (شیعہ کتب سے جواب مذکور کی	113 قبۃ الوداع سے واپسی اور واقعہ غدیر خم
146	تائید)	متعلقہ غدیر خم
		شیعہ کا خلافت بلا فصل پر استدلال اور اس کا

خلافت صدیقیؒ اور سیدنا علیؑ

حضرت فاروقؓ اور حضرت علیؑ میں رشتہ داری

175 شورئی میں حضرت علیؑ کا انتخاب

177 شیعہ کی طرف سے تائید

178 سیدنا علیؑ کو سیدنا عمرؓ کا اراضی عطا کرنا

180 حضرت مرتضیٰؑ کا فاروقی اعمال نامے پر

181 اظہار شک

182 شیعہ کی طرف سے تائید

183 دفن فاروقیؓ میں حضرت علیؑ کا تعاون

183 خلافت فاروقیؓ کے حق میں حضرت علیؑ کا فیصلہ

184 عہد فاروقیؓ پر ایک نظر

خلافت عثمانیؓ اور

سیدنا علیؑ کرم اللہ وجہہ

186 نسبی تعلق

187 خلیفہ ثالثؓ کے ساتھ بیعت

189 اہم امور میں تعاون

189 قضایا میں مشاورت

191 اجرائے حدود (زنا، بد فعلی کے واقعات)

192 عثمانی فیصلہ میں حضرت علیؑ کا تعاون

193 جمع مصاحف میں حضرت علیؑ کا تعاون

198 عظیم کارنامہ

199 رفع اشباہ

206 حضرت علیؑ کا تراویح پڑھانا

150

151

152

154

154

155

156

158

161

162

165

167

169

171

172

172

174

صلوۃ خلف ابی بکرؓ

مرکز اسلام کی مگرانی اور حضرت علیؑ کا کردار

وادی ذی القصد کی طرف اقدام اور

حضرت علیؑ کا تعاون

خلیفہ اول کے ساتھ روابط

حضرت علیؑ کی تقسیم اموال فہم میں تولیت

دینی مسائل میں مشاورت

انتظامی امور میں مشاورت

تدوین قرآن مجید کا کارنامہ

تنبیہ (دین کے متعلق حضرت علیؑ کے ایک

قول کی تشریح)

حضرت علیؑ کی خاطر کنیزیں

عہد صدیقیؓ سیدنا علیؑ کی نظر میں

خلافت فاروقیؓ اور سیدنا علیؑ

فاروقی انتخاب پر حضرت علیؑ کی رضامندی اور

بیعت خلافت

شورئی کی رکنیت

فاروقی دور میں افتاء اور قضاء کا منصب

شیعہ کی طرف سے تائید

مختلف امور میں مشورے

حضرت علیؑ اور نیابت فاروقیؓ

233	مطالبہ قصاص سامنے تھا	207	حضرت علیؓ کا مالی عطیات اور وظائف قبول کرنا
234	حکام و اعمال میں تبدیلی کا مسئلہ	209	عہد عثمانی سیدنا علیؓ کی نظر میں
237	مکہ مکرمہ میں اجتماع		خلافت عثمانیہ کے آخری ایام اور
238	حضرت صدیقہؓ سے شمول سفر کا تقاضا		مرتضوی خلافت کا ابتدائی دور
238	حضرت عائشہؓ کا قصد صلح جوئی اور اصلاح تھا	210	شہادت حضرت سیدنا عثمانؓ
245	امیر المومنین علیؓ کا بصرہ کی طرف تشریف لے جانا	211	شہادت سیدنا عثمانؓ کے وجوہ
246	عبداللہ بن سلامؓ کا بطور نصیحت کلام کرنا	212	قاتلین حضرت عثمانؓ کیسے لوگ تھے
248	حضرت صدیقہؓ کا مقام و احترام	214	مسئلہ ہذا کی تائید
	واقعہ جمل	215	مطالبات قاتلین عثمانؓ
	فریقین میں مصالحت کی گفتگو اور مفسدین کی	218	قولہ: ”ظلم“ شہید کر ڈالا“ حاشیہ
250	طرف سے فساد کی کوششیں	218	جعلی خطوط سے حضرت علیؓ کی برات
	حضرت سیدنا علیؓ کا ایک اہم خطبہ (کل میرے	221	حضرت صدیقہؓ کی طرف سے برات
252	ساتھ قتل عثمانؓ میں ملوث افراد نہ چلیں)	222	قتل عثمانیہ سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی برات کاملہ
	مفسدین کی ایک اہم مذموم کوشش (حضرت علیؓ		دور چہارم
253	کو حضرت عثمانؓ کے ساتھ لاحق کر دو)		عہد علویؓ
254	تائید مسئلہ ہذا (از شیخ شعرائی)	228	خلیفہ رابع کے انتخاب کا مسئلہ
255	جانبین کی صلح پر آمادگی	229	سیدنا علیؓ کے ساتھ بیعت خلافت
	واقعہ جمل میں دفتار قتال کی تجویز اور	230	مطالبہ قصاص و دم عثمانؓ
256	معاذت کی تدبیر	232	حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کا قصد مکہ
261	حضرت زبیرؓ کی شہادت	232	بعض حضرات کی ملک شام کی طرف روانگی
262	حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ کی شہادت		ایک وضاحت (حضرت معاویہؓ نے دعویٰ

ایک شبہ اور اس کا ازالہ، یعنی حضرت معاویہؓ	(حاشیہ) ایک شبہ اور اس کا ازالہ یعنی حضرت
308 طلب قصاص کر سکتے ہیں یا نہیں؟	262 ملہ کا قاتل کون تھا مروان یا اس کا غیر؟
309 رفع نزاع کے لیے مساعی	264 مسئلہ ہذا کی تائید (درایت کے اعتبار سے)
311 عزلت نشینی (1)	265 جنگ جمل کا انتقام
314 عزلت نشینی (2)	267 بدگوئی کا ایک واقعہ
316 جنگی تفصیلات سے اجتناب	268 ایک اعلان عام
318 حکیم۔ پھر اس کی ناکامی	269 بصرہ سے روانگی اور رخصتی کا انتظام و اہتمام
319 خوارج کی ابتداء	واقعہ جمل کے بعد چند گزارشات
321 اجتماع فریقین	سیدنا علیؓ کے تاثرات و ارشادات (5 عدد)
323 ایک تشریح	271 واقعہ جمل کے متعلق صدیقہ تاثرات و
324 انتباہ	فرمودات (3 عدد)
324 سند پر کلام	282 بعض شبہات اور ان کا ازالہ (3 عدد)
326 حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ	288 بعض قرآن و شواہد
328 حضرت عمرو بن العاصؓ	294 حصول اقتدار کا مسئلہ
چند اہم مباحث اور ازالہ شبہات	296 انتقام بحث پر گزارش
334 سستی مراسلہ	297 واقعات بعد از جمل اور کوفہ کی طرف روانگی
336 اظہار تأسف	299 کوفہ میں اقامت اور انتظامات کی سرانجام دی
ایک شبہ اور اس کا ازالہ (قال ہذا دیرینہ	واقعہ صفین
338 عداوت اور اغراض دنیاوی کے لیے نہ تھا)	صفین کی طرف اقدام اور صورت واقعہ
340 مسئلہ ہذا پر شیعہ کی طرف سے تائید	303 صفین کا محل وقوع
فریق مقابل کے متعلق حضرت امیر معاویہؓ کے	303 صفین میں فریقین کا موقف
344 تاثرات	304 فریق مقابل
	305

379	قاعدین حضرات کا موقف	347	حاصل کلام
380	قاعدین کے بعض اسماء گرامی	349	لعن و سب اہل شام سے منع
382	افادہ	351	شیعہ کی طرف سے تائید
382	مسئلہ مشاجرات میں سلف صالحین کی ہدایات		ایک شبہ اور اس کا ازالہ (لعن و سب کی
	از جانب	352	روایات کا جواب اور رفع تعارض)
382	1- حضرت ابوسعید الخدریؓ	354	قاعدہ (1)
383	32- عمر بن عبد العزیزؓ	355	قاعدہ (2)
385	4- حسن بصریؓ	356	قرینہ
386	5- امام شافعیؒ	356	خلاصہ کلام
387	6- علامہ القرطبیؒ		ایک امشبہ اور پھر اس کا ازالہ (متعلق روایت
388	7- سیدنا حضرت شیخ جیلانیؒ	357	الفتنۃ الباغیہ)
388	8- علامہ ابن حجر العسقلانیؒ	357	الجواب
	بشارت اولیٰ	364	فائدہ
390	اہل صفین کے حق میں رویاء صالحہ		ایک شبہ اور اس کا ازالہ (جمل و صفین کے
390	عمر بن شرجیل ابو میسرہؓ کا خواب	366	واقعات اور صفت و حماء بینہم کے
391	9 عدد علماء کی تائید	370	درمیان رفع اشکال)
392	تنبیہ (علماء کی طرف سے صحت واقعہ کا اقرار)	371	جمل و صفین کے مقتولین سے حسن معاملہ
	بشارت ثانیہ		صفین کے مقتولین جفتی ہیں
393	حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا رویاء صالحہ		اہل جمل و صفین کے متعلق چند فقہی احکام۔
395	تنبیہ: خواب کی صحت پر قرآن اور دفع شبہات	373	سر دست نو عدد ذکر کیے ہیں جو ان واقعات سے
			مستبٹ ہیں
			جمل و صفین کے واقعات
		379	اکابرین امت کی نظروں میں

418	(12 عدد فضائل)	مسئلہ خوارج
418	5- تنبیہ: حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں	1- خروج الخوارج
	اکثر فضائل علویؑ یکجا درج کیے ہیں اور	2- خوارج کے ساتھ جنگ نروان
421	قابل نقد اشیاء پر نقد بھی کر دیا ہے	3- ایک واقعہ (مقتولین میں ایک خصوصی
422	6- کثرت فضائل کا سبب	فحص کا پایا جانا)
422	7- فضائل میں غلو	4- شریعت عناصر کی سرکوبی
423	8- شیعہ کی طرف سے تائید (غلو کے مسئلہ میں)	5- غالیوں کا خصوصی گروہ
	9- حضرت علیؑ کے ارشادات (بلسلسلہ افراط	6- بعض انتظامی امور
424	و تقریب در فضائل)	7- تنبیہ (الاشتر نغمی کے انتقال کا مسئلہ)
424	10- اہلسنت کے نزدیک	8- زیاد بن ابیہ پر اعتماد
425	11- شیعہ کے نزدیک	9- زیاد کو نائب بنانا
426	12- الحاصل	9- واقعہ احراق جاریہ بن قدامہ کی طرف سے
	افتاء و قضاء	409 (ودود)
428	1- دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	10- عبید اللہ بن عباسؓ کے فرزندوں پر ظلم
429	2- قضاء کے لیے ضوابط	کا واقعہ اور اس پر نقد
430	3- عہد نبوی میں قضاء و افتاء کا مسئلہ	11- اہم مصالحت یعنی 40ھ میں فریقین
431	4- خلافت راشدہ میں فقہی و علمی مذاکرات	کے درمیان امن و سلامتی کی صلح
	5- خلافت راشدہ میں اہم مناصب (افتاء	فضائل و مناقب علوی
433	علیؑ اقرعنا ابی بن کعبؓ)	1- آیات قرآنی
436	6- اجرائے حدود اور حضرت علی المرتضیٰؑ	2- احادیث نبویؐ
436	7- زنا پر سزا (2 عدد واقعات)	3- حضرت عمرؓ کا ایک قول
438	8- سرقہ پر سزا	4- فضائل و کمالات علویؑ کا اجمالی خاکہ

459	اہل السوق کے لیے مرتضوی ہدایات	439	9- شراب نوشی پر سزا (معد واقعہ عند فاروقی)
460	عمال کے لیے منصفانہ طریق عمل کی تلقین	440	10- اجرائے حدود میں انصاف کا تقاضا
	معاشرتی احوال		عہد علوی کا عملی نظم
463	جذبہ خیر خواہی	441	سابق خلفاء کے مطابق تھا
465	آداب مجلس	1- نصاریٰ نجران کے فاروقی فیصلہ کو تبدیل نہ کرنا	
	معاشی حالات	442	2- جزیہ کا مسئلہ
471	مخصوص صحیفہ کا مسئلہ	442	3- سابق قاضیوں کے ساتھ موافقت کی ہدایت
471	الجامعہ	443	4- اولاد مقتلہ کے وظائف کا مسئلہ
472	صحف فاطمہؑ	444	5- ابن حزم اندلسی کا بیان
473	مخصوص صحیفہ	446	معاملات میں عدل و انصاف
475	مسئلہ ہذا کی وضاحت		انصاف اور غم خواری پر ایک فرمان نبویؐ
475	حضرت علیؑ کے فرمودات (مسئلہ ہذا کے متعلق)	448	آزاد خاتون اور خادمہ کے درمیان مساوات
479	قابل غور	449	قاضی شریح کا منصفانہ فیصلہ
	خصوصی امامت کا مسئلہ	450	قرنفل کی تقسیم میں حضرت علیؑ کا انصاف
	اور ائمہ کا مقام	452	بیت المال کے لیمول کی منصفانہ تقسیم
483	مسئلہ ہذا کی وضاحت	453	شد کے معاملہ میں انصاف
	سیدنا علی المرتضیٰؑ کے فرمودات (مسئلہ ہذا کے متعلق)	454	ایک روٹی کی سات حصوں میں تقسیم
484		455	اہل بازار پر سلام کرنا
485	حضرت صدیقہؑ کا بیان	456	خرید اشیاء اور کمال تقویٰ
486	اکابر علماء کی تصریحات	457	حضرت علی المرتضیٰؑ کا علمانہ طرز عمل
		458	کار خویش بدست خویش

سیدنا علی المرتضیٰؑ کی شہادت کا واقعہ	بعض نصاب اور وصایا
520 قاتلانہ حملہ	تنبیہ: بعض روایات پر نقد اور شیخ صدوق کی ہرزہ سرائی 491
522 حضرت معاویہؓ پر حملہ	سیدنا علی المرتضیٰؑ اور
522 حضرت عمرو بن العاصؓ پر حملہ	بعض فقہی مسائل
523 استکلاف کا مسئلہ	1- غسل پاء میں حضرت علیؑ کا عمل 493
524 بعض وصایا	(مسئلہ ہذا شیعہ کتب میں) 494
غسل، کفن، دفن اور صلوٰۃ جنازہ (چار تکبیرات کے ساتھ) 525	2- کلمہ طیبہ 495
527 عمر مبارک و مدت عہد خلافت علویؑ	3- اذان (شیعہ کتب سے وضاحت) 497
527 حضرت سیدنا حسنؑ کے ساتھ بیعت	4- وضع الیدین وارسالہما (ہاتھ باندھنا اور کھولنا) 500
527 حضرت علی المرتضیٰؑ کے ازواج اور اولاد	شیعہ کتب سے تائید 501
نوٹ: عنوان ہذا مختصراً و اجمالاً ذکر کیا گیا ہے	5- جنازہ میں چار تکبیریں 502
528 ازواج	شیعہ کتب سے تائید 504
530 تنبیہ: مسئلہ رجعت	6- صلوٰۃ التراويح 505
531 فیصلہ: تردید مسئلہ رجعت	القاعدہ 508
532 اولاد ذکور	شیعہ کتب سے تائید 508
532 اولاد اناث	7- ماتم 510
533 اختتامی کلمات اور اعتراف کم مائیگی	8- متعہ 513
	عہدہ علوی 515
	شیعہ کتب سے تائید 516
	9- ایک فقہی مسئلہ 517





سیرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد
الاولين والاخرين امام الرسل وخاتم النبيين وعلى
ازواجه المطهرات وبناته الطاهرات وعلى اهل
بيته الطيبين وعلى الخلفاء الراشدين وعلى سائر
اصحابه للزكّين المنتخبين الذين جاهدوا في دين
الله حق جهاده ونصروه في هجرته وهاجروا في
نصرتة وعلى اتباعه باحسان الى يوم الدين وعلى
جميع عباد الله الصالحين

اللہ جل مجدہ کی حمد و ثناء اور اس کے تمام نیک بندوں پر سلام ذکر کرنے کے بعد عرض
ہے کہ خلفائے راشدین میں سے خلیفہ چہارم حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے
سوانح اور سیرت کے متعلق یہ چند چیزیں مرتب کی ہیں جن میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے احوال
کا بیان ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کے احوال کو ان کی شان کے شایان مرتب
کرنا بندہ ناچیز کی فکر و دانش سے بہت بالا ہے۔ تاہم اس دور کی ضرورت کے تحت یہ ایک حقیر
کوشش ہے جو پیش خدمت کی جا رہی ہے۔

سوانح میں افراط و تفریط جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات کے حق میں بعض لوگ افراط کئے ہوئے ہیں۔ یہ اپنے طبقہ کو

شیعہ ان علیؑ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کو دوافض کہا جاتا ہے۔ اور بعض لوگ تفریط اور کوتاہی کرتے ہیں ان کو نواصب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ پوری تاریخ میں برابر چلا آیا ہے۔ اس دور میں بھی ہمارے ملک میں یہ افراط و تفریط موجود ہے۔ اور خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بارے میں یہ دو طرح کے گروہ پیدا ہو جائیں گے اور صحیح لوگ ان میں سے درمیانے درجہ میں ہوں گے۔

ان احوال کے پیش نظر کوشش ہے کہ جادۂ اعتدال پر چل کر حتی المقدور صحیح چیزیں مرتب کی جائیں۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سوانح میں ایسی چیزیں مرتب کر لینا جو مسلمانوں کے تمام طبقوں میں بحیث قبولیت کا شرف حاصل کر سکے نہایت

مشکل امر ہے۔ اسی سلسلہ میں اس دور کے مشہور اہل قلم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بجا طور پر تحریر کیا ہے کہ "تاریخ اسلام کے کسی شخص کی سوانح عمری لکھنا غالباً اتنا دشوار نہیں ہے جتنا حضرت علیؑ کی کیونکہ اس میں تعلق بزمستی سے عقائد سے ہو گیا ہے اور سنی اور شیعہ، معتزلی اور باطنی (خارجی) مورخ بھی بے شعوری میں جذبات سے اتنے متاثر نظر آتے ہیں کہ آج

۱۔ قولہ تفریط: پاکستان میں "شہر علی" کے نام سے حال ہی میں ایک کتاب کراچی میں تیسرا ایڈیشن نکلا ہے شائع ہوئے جس میں سیدنا علی المرتضیٰؑ کی حدود درجہ توقیر و تہنیت کی گئی ہے اور انجائٹ کے مقام و مرتبہ کو گرائے کیلئے جی میاں کیا گیا تھا واقعات کی قطع و برید کی گئی ہے اور انہیں نہایت قبیح شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کی اولاد حضرت حسینؑ شریفینؑ کیسے تھ بھی انوکھی عمارت ہے جیسا کہ اس کے مندرجات سے ظاہر ہے۔ قیام پاکستان کے بعد لوگ کراچی میں نمودار ہوئے اور اب یہ دیگر شہروں میں بھی پھیلے جا رہے ہیں۔ ان ہر دو فرقوں "نواصب" اور "دوافض" (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

ساتھ سے تیرہ سو سال کے بعد بھی دامن سمیٹ کر کوئی ایسی چیز لکھنا آسان نہیں ہے
سب قبول کر سکیں ۱۷

کتاب کا اجمالی خاکہ کتاب ہذا ”سیرت سیدنا علی رضی“ کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی کی ولادت سے لے کر ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک دوسرے ہے۔ پھر ہجرت مدینہ سے انتقال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک دوسرا دور ہے اس کے بعد خلفائے ثلاثہ رضی کا عہد تیسرا دور ہے۔ اور آخر میں جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی کی ابتدا و خلافت سے لے کر جناب رضی کی شہادت تک یہ آخری دور ہے۔

کتاب ہذا میں جتنا مواد پیش کیا جا رہا ہے یہ سب اہلسنت والجماعت کے نظریات و عقائد کے مطابق مرتب کیا گیا ہے اور جن مقامات میں اشکال اور شبہات پیش ہوتے ہیں ان کے ازالہ کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ کہیں کہیں شیعہ کی معتر کتب سے بھی حوالہ جات ذکر کئے گئے ہیں۔ یہ صرف اپنے نقطہ نظر کی تائید اور قاری کے اطمینان قلب کی خاطر ہیں۔

کتاب ہذا کسی مناظرہ و مجادلہ کے ارادہ سے نہیں لکھی گئی فلہذا ہمیں کسی جوابی کاروائی کا انتظار نہ کرنا چاہیے۔ ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا صحیح مقام بیان کرنا اور ان کے اعمال و اخلاق اور کردار کو پیش کرنا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو منظور فرمائے۔ اور اہل اسلام کے لئے اس حقیر سی سعی کو مفید بنائے۔

اعتذار ”سیرت مرتضوی رضی“ کے اہم مسائل میں جن گوشوں کو قابل وضاحت سمجھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا تقابلی جائزہ ناک اور عبرتناک ہے۔ دونوں طبقے تغریظ و افراط کی راہ لے رہے ہیں جس کی وجہ سے اہل اسلام کو نقصان عظیم پہنچ رہا ہے۔

۱۷ ”سہ ماہی“ مجلہ فکر و نظر“ ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد۔ پاکستان۔ ماہ جولائی۔ ستمبر ۱۹۸۵ء

۱۸ تحت عنوان ”حضرت علی بن ابی طالب“

گیا ان کو پیش نظر رکھا گیا ہے اس کے تمام گوشے بیان نہیں ہو سکے۔ بندہ معذرت خواہ ہے کہ کتاب میں اس فن کے اہل قلم کی طرح عبارت آرائی عیسر نہیں۔ سیرت نویسوں جیسی اعلیٰ نگارشی نہیں پائی گئی، لیکن سادہ عبارت کے لباس میں ضروری مضامین کو زیرِ قلم کیا ہے۔ البتہ یہ گوشتش رہی ہے کہ اس مضمون کے طلب گاروں کے لئے اس مرحلہ کا علمی مواد پیش کیا جائے۔ اور عموماً اہل عبارت بھی ساتھ دے دی جلتے تاکہ اہل تحقیق حضرات مراجع کی طرف رجوع کر کے اطمینان حاصل کر سکیں اور اپنے ذوق کے مطابق مزید فوائد پر مطلع ہو سکیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ کا نسب و خاندان
امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ذکرہ اللہ وجہہ کا اسم شریف "علی بن ابی طالب" ہے۔ اور کنیت "ابو الحسن" اور "ابو تراب" ہے۔ اور "اسد اللہ" اور "حیدر" اور "المرتضیٰ" آپ کے مختلف القاب ہیں۔

خاندان
جناب کا خاندان بنی ہاشم ہے۔ قریش مکہ میں یہ حضرات اپنے گونا گوں اعزازات کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے حرم کعبہ کی خدمات اور سقایہ زمزم کے انتظامات ان کی نگرانی میں تمام ہوا کرتے تھے اور حجاج کلام کے ساتھ تعدادن و امداد اور راحت رسانی کے سامان فراہم کرنے میں یہ حضرات ممتاز تھے لہ

سب سے بڑا شرف جو بنو ہاشم کو اللہ رب العزت کی طرف سے نصیب ہوا وہ سرور کائنات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بخت شریف ہے جو تمام اعزازوں سے فائق تر ہے جناب کی ذات اقدس کی وجہ سے ان حضرات کو تمام قبائل پر وہ شرف و فضل حاصل ہوا جو قریش کے کسی دیگر خاندان کو نہیں حاصل ہو سکا۔ ذالک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔ پہلے بالا اختصار جناب المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد اور والدہ محترمہ، برادران

لے دیکھئے البدایہ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۴۔ باب ذکر نسب شریف۔

دخاہران ، کا ذکر خیر کیا جاتا ہے اس کے بعد سوانح علوی کا تذکرہ ہوگا۔ اور جناب رض کے ازواج گرامی اور اولاد شریف کے احوال انشاء اللہ تعالیٰ آخر کتاب میں اجمالاً ذکر کئے جائیں گے۔
بجودہ تعالیٰ ۔

والد جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام ”عبد مناف“ ہے۔ اور بعض نے عمران بھی لکھا ہے۔ لیکن آپ اپنی کنیت ابوطالب کے ساتھ مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے کہ

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب
بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر کنانہؓ
جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب اور زبیر بن عبد المطلب
ابوطالب کے حقیقی برادر تھے اور ان تینوں برادران کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عاذ مخزومیہ
تھیں۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ ابوطالب عمر میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پچیس برس بڑے
تھے۔ جب ان کے والد عبد المطلب کا انتقال ہوا تو اس وقت انہوں نے ابوطالب کو اپنے پوتے
(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی وصیت فرمائی تھی)۔

اسی بنا پر ابوطالب مدۃ العمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کرتے رہے اور مشکل مراحل
میں ان کا تعاون انجام دیا۔ انہوں نے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا اور قریش مکہ کے مظالم کے مواقع میں بھی آپ حضور

۱۔ البدایہ لابن کثیر ۱ ج ۱ ص ۲۲۲۔ تحت ترجمہ علی بن ابی طالب (ابتداء خلافت مرتضیٰ)۔

(۲) اسد الغابہ لابن اثیر الجہزی ۱ ج ۴ ص ۱۶۰۔ تحت ترجمہ علی المرتضیٰ رض ۔

۳۔ نسب قریش لمصعب الزہیری ۱ ص ۱۶۰۔ تحت ولد عبد المطلب بن ہاشم ۔

۴۔ البدایہ لابن کثیر ۱ ج ۲ ص ۲۸۲۔ تحت مضمون کفالت ۔ (۲) الاصابۃ

لابن حجر ۱ ج ۴ ص ۱۱۵۔ تحت کنیت ابی طالب ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی کرتے رہتے اور قوم کی ایذا رسانی کی صورت میں آپ مدافعت بھی کرتے تھے۔ ابو طالب کی زندگی میں جن مقامات میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے ٹھٹھا پیش آئے ان کے دفاع میں ابو طالب نے دست تعاون دراز رکھا اور آپ کی حمایت کرتے رہے۔

مسئلہ کفالت کے متعلق تنبیہ بعض لوگ مسئلہ کفالت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تجاوز کرتے ہوئے اس بات پر مصر ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفیل

ابو طالب نہیں تھے بلکہ زبیر بن عبد المطلب تھے۔ انہوں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کا ذمہ لے رکھا تھا۔ مگر یہ مسئلہ تحقیق کے مطابق نہیں اور علماء کرام نے زبیر بن عبد المطلب کے کفیل ہونے کی بجائے ابو طالب کی کفالت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اسی کو ترجیح دی ہے۔ اس مسئلہ میں مقامات ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو طالب کے تعاون کے واقعات سیرت کی کتابوں میں مفصل مذکور ہیں اور متعدد مقامات میں آپ نے قریش کی طرف سے ایذا رسانی کی حتی المقدور مدافعت کی ہے۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواہش کا متعدد بار اظہار فرمایا لیکن وہ ملت عبد المطلب پر قائم رہے اور آپ

۱۔ انساب الاشراف للبلاذری : ج ۱ : ص ۸۵۔ جلد اول تحت بحث کفالت۔

(۲) سیرۃ حلبیہ : ج ۱ : ص ۱۳۲ و ۱۳۵۔ تحت باب وفات عبد المطلب۔

(۳) تاریخ الخلیس : ج ۱ : ص ۲۵۳۔ تحت کفالت ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نظہ راہ البدایہ لابن کثیر : ج ۳ : ص ۱۲۲۔ فصل فی وفات ابی طالب۔

(۴) الاصابہ لابن حجر : ج ۲ : ص ۵۵۱ تحت کنیت ابی طالب۔

(۵) سیرت ابن ہشام : ص ۴۱۶۔ تحت طبع المشرکین فی الرسول بعد وفات ابی طالب۔

کا اسی پر خاتمہ ہوا اور ایمان نہیں لائے لہ

تنبیہ ایمان ابو طالب کے متعلق ابو طالب کے ایمان کی بحث میں جمہور علمائے مفسرین محدثین و فقہاء داہل بسیر اور اہل تاریخ نے تصریح کر

دی ہے کہ ابو طالب ملت عبد المطلب پر فوت ہوئے اور ایمان نہیں لاسکے۔ بحث ہذا کو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر ابن کثیر ص ۳۹۴ د ۳۹۵۔ تحت آیت انک لا تمہدی من احببت النخ میں۔ اور البدایہ : ج ۲۔ ص ۱۲۲ تا ۱۲۶ میں۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے الاصابہ : ج ۴ : ص ۱۱۵ تا ۱۱۹۔ میں پوری تفصیل اور دلائل کے ساتھ لکھا ہے۔ بعض لوگوں کی طرف سے جو بعض ضعیف روایات اثبات ایمان میں پیش کی گئی ہیں ان کا جواب بھی وہاں بطریق احسن دیا جا چکا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ صحیح روایات کے مقابلہ میں ضعیف روایات قبول نہیں کی جاتیں۔ ”القوی لا یوثر فیہ مخالفة الضعیف“ لہ فالضعیف لا یظہر فمقابلة القوی“ لہ

تاریخ وفات سیرت نگاروں نے یہاں بھی متعدد روایات درج کی ہیں تاہم مشہور اقوال کی روشنی میں اتنا جاننا کافی ہے کہ بعثت نبوی کے دس برس گزرنے کے بعد ابو طالب کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی عمر انسی سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ اور شعبانِ طالب

لہ (۱) البدایہ لابن کثیر : ج ۳ : ص ۴۱، ج ۴ : ص ۱۲۲ تا ۱۲۶۔ تحت فصل فی وفات ابی طالب عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) الاصابہ لابن حجر : ج ۴ : ص ۱۱۵ تا ۱۱۹۔ تحت کنیت ابی طالب۔ (۳) فتح الباری شرح بخاری : ص ۱۵۴۔ جلد سابع باب قصۃ ابی طالب۔

لہ بشرح نخبۃ العسکر : ص ۴۴۔ طبع مجتبائی دہلی۔ تحت تقسیم القبول۔

لہ کتاب اصول الشرعی : ج ۱ اقل : ص ۳۳۶۔ طبع اقل۔

میں محاصرہ و مقاطعہ کا واقعہ سابقہ گزر چکا تھا لیکن سال وہی تھا۔ پھر انہی ایام میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کا صدور عظمیٰ بھی پیش آیا۔ ان دونوں حضرات کا یکے بعد دیگرے انتقال آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہایت اندوہ گین تھا۔ اس بنا پر اس سال کو ”عام الحزن“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ہر دو صدیات واقعہ ہجرت سے تین برس قبل پیش آئے تھے۔ ان واقعات کے ”ماہ و ایام“ میں مختلف اقوال ہیں ہم نے ان کو ذکر نہیں کیا۔ صرف برسوں کی تعیین کو تحریر کر دینا کافی سمجھا گیا ہے۔

والدہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی ”فاطہ“ بنت اسد

بن ہاشم بن عبد مناف ہے۔ یہ پہلی ہاشمیہ خاتون ہیں جن کی شادی ہاشمی نژاد سے ہوئی اور ان سے نجیب الطرفین ہاشمی متولد ہوئے۔ آپ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں ہی وفات پائی۔ بعض لوگوں کے نزدیک انہوں نے ہجرت نہیں کی اور ان کی وفات ہجرت مدینہ سے قبل ہو گئی۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ وہ اسلام سے مشرف ہوئیں اور انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔

علماء کرام آنحضرتؐ کی مدینہ طیبہ میں سکونت کے عہد کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں گزارش کی کہ فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے خاکی امور مثلاً پانی لانا اور گھر سے باہر کے کاموں میں معاونت یہ میں نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اور اندرون خانہ کام کا ج مثلاً چکی پیسنا، آٹا گوندھنا وغیرہ میں وہ

ملہ (۱) سیرت ابن ہشام ۱ ص ۲۱۶، جلد اول - تحت وفات ابی طالب و خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما -

(۲) - اللہ ایہ لابن کثیر ۱ ج ۳ ص ۱۲۲ - فصل فی وفات ابی طالب - البدایہ لابن کثیر ۱ ج ۳

ص ۱۲۷ - فصل فی موت خدیجہ بنت نبت خویلد -

۳) تاریخ الخلفاء ۱ ج اول ۱ ص ۳۰۰، ۳۰۱ - تحت وفات ابی طالب، تحت وفات خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا -

آپ کی کفایت کریں گے۔ یعنی آپ کے لئے ان امور میں کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو۔

جب کچھ مدت کے بعد حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال فرمایا تو اس موقع پر سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن و دفن کے انتظامات فرمائے اور اپنا قمیص مبارک ان کے کفن میں شامل فرمایا اور قبر کے تیار ہونے پر پہلے خود اس میں داخل ہوئے اسے متبرک فرمایا، اور ان کے لئے دعا و مغفرت فرمائی گئی۔

اس موقع پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے آنحضرت مدینہ کی عزت افزائی اور قدر دانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوطالب کے بعد میری نگہداشت اور ضروریات پورا کر لیں ان کی بہت بڑی خدمت ہیں۔ اور میں نے ان کے حق میں اللہ کریم سے دعا کی ہے کہ ان پر قبر کے شدائد آسان ہوں۔ صاحب تاریخ انجیس نے لکھا ہے کہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال سکھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا تھا۔

برادران ابوطالب کے چار فرزند تھے۔ ان کے نام علی الترتیب ذکر کئے جاتے ہیں۔ سب سے بڑا بیٹا طالب تھا۔ اس کے بعد عقیل، اس کے بعد جعفر اور سب سے چھوٹے فرزند علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۱۔ راہ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۱۷۔ تحت فاطمہ بنت اسد۔

(۲) سیر اعلام النبلاء، فقہی، ج ۲، ص ۹۱ تحت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) الاصابہ لابن حجر، ص ۳۶۸ و ۳۶۹، جلد رابع تحت فاطمہ بنت اسد۔

۴۔ راہ اسد الغابہ، ج ۵، ص ۵۱۷۔ تحت فاطمہ بنت اسد۔

(۵) الاستیعاب، ج ۲، ص ۳۷۰۔ تحت ترجمہ فاطمہ بنت اسد۔ بمع الاصابہ۔

(۶) تاریخ انجیس، ص ۲۶۷ و ۲۶۸، جلد اول۔ تحت وفات فاطمہ ام علی بن ابی طالب۔

۷۔ تاریخ انجیس، جلد اول، ص ۲۶۷ و ۲۶۸۔ تحت وفات فاطمہ ام علی بن ابی طالب۔

یہ اسی طرح ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں میں سب سے چھوٹی محضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے یعنی اس مقام میں ایک تاریخی مجموعہ ذکر کیا کرتے ہیں کہ ان چاروں بھائیوں کی ولادت کے درمیان دس دس برس کا وقفہ ہے۔ یعنی چاروں بھائی ایک دوسرے سے دس دس سال بعد متولد ہوئے۔
طالب ان برادران میں سے طالب سب سے بڑا تھا۔ اور وہ غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے شامل ہوا تھا۔ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔

عقیل باقی تین بھائیوں میں عقیل سب سے بڑے تھے۔ ان کی کنیت ابو زید ہے۔ عقیل جو بھائی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان تینوں حضرات کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ جن کا تذکرہ قبل ازیں کیا گیا ہے۔

عقیل جنگ بدر میں مشرکین مکہ کی طرف سے شامل ہوئے تھے۔ پھر بدر کے قیدیوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح یہ بھی قید ہوئے تھے۔ بعد میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا فدیہ ادا کیا اور خلاصی کرائی تھی۔

بعض علماء کے نزدیک آپ صلح حدیبیہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور یہ بھی تذکرہ

۱۔ حسب قریش لمصعب الزبیری، ص ۳۹۔ تحت ولہ ابی طالب۔

۲۔ البدایہ، ج ۱، ص ۲۲۲۔ تحت ترجمہ علی بن ابی طالب۔

۳۔ الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۷۔ تحت علی بن ابی طالب۔

۴۔ تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۶۳۔ تحت ذکر ابی طالب و اولادہ۔

۵۔ تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۶۳۔ تحت ذکر ابی طالب و اولادہ۔

۶۔ ذخائر العقبین، للعلی بن ابی طالب، ص ۲۰۷۔ تحت الباب الاول فی ذکر اولاد ابی طالب۔

۷۔ طبقات لابن سعد، ج ۴، ص ۲۹۔ تحت عقیل بن ابی طالب۔

نویس لکھتے ہیں کہ فتح مکہ سے قبل آپ اسلام لائے تھے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے تھے۔ اپنے دور میں آپ انسپ قریش اور احوال قبائل کے بہت بڑے فاضل تھے اور مکالمات میں بڑے حاضر جواب تھے۔ اور لوگ ان کی طرف ان مسائل میں رجوع کرتے تھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بعض دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور کئی ایام ان کے ہاں قیام کیا۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بڑی قدر دانی فرمائی اور عزت افزائی کی تھی۔

واقعہ ہذا شہادت دیتا ہے کہ بنی ہاشم اور اولاد ابی طالب کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبائلی تعصب نہ تھا۔ ان کے درمیان خاندانی عداوتیں حاصل نہ تھیں۔ ان کے باہن سلسلہ آمد و رفت جاری و ساری رہتا تھا اور باہمی معاشرتی معاملات میں کشیدگی نہیں رکھتے تھے۔ حضرت عقیل کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے کہ آخری عمر میں ان کی بیٹائی جاتی رہی تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان کا انتقال ہوا۔ اور بعض کے نزدیک ان کا انتقال واقعہ حرہ سے قبل دو برس زید میں ہوا ہے۔

۱۔ طبقات ابن سعد : ج ۱ ص ۲۹، ۳۰۔ تحت عقیل بن ابی طالب -

(۲) ذخائر العقبیٰ لمحب الطبری : ص ۲۲۲۔ تحت ذکر اسلام -

۳۔ (۱) تاریخ الخمیس : ج ۱ ص ۱۴۳۔ تحت ذکر اولاد ابی طالب -

(۲) الاصابہ لابن حجر : ج ۱ ص ۸۴۔ تحت عقیل بن ابی طالب -

۴۔ (۱) الاصابہ لابن حجر : ج ۱ ص ۸۴۔ تحت عقیل بن ابی طالب -

(۲) طبقات ابن سعد : ج ۱ ص ۳۰۔ تحت عقیل بن ابی طالب -

(۳) تاریخ الخمیس : ج ۱ ص ۱۴۳۔ تحت ذکر ابی طالب و اولادہ -

جعفر الطیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا نام جعفر بن ابی طالب اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ان کے مشہور القاب ”الطیار“ اور ”ذو الجناحین“ ہیں۔ اور

تیسرا لقب ”ابو المساکین“ بھی ہے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی برادر ہیں۔ حقیق سے چھوٹے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑے ہیں۔ ان کی خصوصی صفت اہل سیرت لکھتے ہیں کہ لوگوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلق اور خلق کے اعتبار سے زیادہ مشابہ تھے۔ آپؐ قدیم الاسلام تھے اور پچیس یا تیس آدمیوں کے بعد شرف بہ اسلام ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں ہجرتوں کے ساتھ مشرف فرمایا۔ پہلی ہجرت جو اہل اسلام نے حبشہ کی طرف کی تھی وہ اپنی اہلیہ اسماء بنت عمیس کے ہمراہ تھی اور حبشہ سے واپسی کے بعد دوسری بار مدینہ شریف کی طرف ہجرت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔

قیام حبشہ کے دوران ان کا ایک نمایاں کارنامہ حدیث و سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ کئی شاہ حبشہ کے دربار میں آپ نے صداقت اسلام پر ایک نہایت اعلیٰ تقریر کی۔ جس میں توحید کا بیان، رسالت کے فضائل اور اسلام کے محاسن بیان کئے تھے۔

جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ سے واپس ہوئے تو اس وقت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ خیبر کے سلسلہ میں غیر تشریف لے گئے ہوئے تھے یہ سنہ ہجری کا واقعہ ہے۔

اسلام میں جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے شمار کارنامے ہیں۔ آپ بڑے عمدہ فضائل و خدمات کے حامل تھے۔ ہم نے یہاں اختصاراً چند ایک چیزیں عرض کی ہیں یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت غزوہ موتہ میں ہوئی۔ غزوہ موتہ اتحادی اللادی ستمہ میں پیش آیا تھا۔ اس غزوہ میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام رضہ شامل ہوئے اور انجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرِ حدیث زید بن حارثہ کو بنایا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیرِ حدیث ہوں گے۔ اور اگر جعفر رضہ بھی شہید

ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حیش ہوں گے۔ غزوہ ہذا میں ان ہر سہ حضرات کو شہادت نصیب ہوئی۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کی کمان کی۔ شدت قتال کے وقت حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار کی افواج کے اندر گھس کر حملہ آور ہوئے۔ آپ کے دونوں بازو قلم ہو گئے۔ اپنے بدن کے سلسنے والے حصہ پر پھوٹن زخم کھا کر شہید ہوئے۔ علمائے کھاسبہ کہ آپ کے بدن مبارک پر کل نوے زخم آئے تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو جنت میں دونوں بازوؤں کی جگہ دو پر عطار فرمائے گئے ہیں اور وہ جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ اسی بنا پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ”ذوالجناحین“ اور ”الطیّار“ کے القاب سے نوازا۔

ان حضرات کی شہادت کی اطلاع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بیان فرمائی۔ پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور اطلاع شہادت کے بعد ان کے اہل و عیال کو صبر کی تلقین فرمائی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شہادت کے وقت ایک قول کے مطابق اکتائیس برس تھی۔

واقعات بالا کے لئے مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔

- ۱ : بخاری شریف باب غزوہ موتہ۔ ۲ : بخاری شریف باب مناقب جعفر رضی اللہ عنہ
- ۳ : مسلم شریف باب فضائل جعفر رضی اللہ عنہ ۴ : اسد الغابہ (تحت جعفر بن ابی طالب،
- ۵ : اسد الغابہ (تحت اسماء بنت عمیس)۔
- ۶ : الاصابہ لابن حجر ج ۲ ص ۲۳۹ : جلد اول۔ تحت جعفر بن ابی طالب۔
- ۷ : مجمع الزوائد للہیثمی : جلد تاسع (۹) : ص ۲۴۳۔ مناقب جعفر بن ابی طالب۔
- ۸ : تاریخ الخلفاء : ص ۱۶۳ : جلد اول۔ تحت ذکر ابی طالب و اولادہ۔

نحوہ اہل ان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو حقیقی ہمیشہ گان "امّ بانی" اور "جائزہ" ہیں اور ان کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔
 سطور ذیل میں ان کے مختصر احوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

امّ بانی بنت ابی طالب امّ بانی ابوطالب کی لڑکی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سگی بہن ہیں اور آپ کی والدہ بھی فاطمہ بنت اسد تھیں۔
 یہ ہجرت مدینہ نہ کر سکی تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ مسلمان ہوئیں ان کا اپنا قول ہے کہ۔

"انی لہو اہاجر کنت منہ الطلقاء" ۱

یعنی میں نے ہجرت نہیں کی میں طلاقا سے ہوں۔

امّ بانی ان کی کنیت ہے اور ان کا نام فاختہ بنت ابی طالب تھا۔ اور بعض علما نے ان کا نام ہند بنت ابی طالب بھی لکھا ہے۔

نوٹ : امّ بانیؓ کی شادی ہبیرہ بن ابی وہب بن عمرو مخزومی سے ہوئی۔ اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ یہ شخص اسلام نہیں لایا تھا۔ اور فتح مکہ کے موقع پر نجران کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس کی موت شمرک پر واقع ہوئی۔ "وتزوجها ہبیرہ ابن ابی وہب بن عمرو الخزومی وولدت لہا اولاداً وھرب الی نجران ومات مشرکاً" ۲

۱ (۱) تاریخ الخیس : ج ۱، ص ۱۶۳۔ تحت اولاد ابی طالب۔

(۲) تاریخ الخیس : ج ۱، ص ۲۷۷ تحت ذکر من خطب علیہ السلام من النساء لم یقعد علیہن۔

۳ (۱) نسب قریش : ص ۳۹۔ تحت ولد ابی طالب بن عبد المطلب۔

(۲) تاریخ الخیس : ج ۱، ص ۱۶۳۔ تحت ذکر اولاد ابی طالب۔

(۳) الاصابہ : ج ۲، ص ۲۷۶۔ تحت امّ بانی بنت ابی طالب۔

(۴) المحبّر لابن جعفر بغدادی : ص ۳۹۶۔

ام ہانی کے متعلق علماء نے ذکر کیا ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو اس موقع پر ام ہانی کے خاوند کے دوست داروں کو کفر کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس پر ام ہانی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پردے کا انتظام کئے ہوئے تھیں جب آپ غسل سے فارغ ہوئے، غار ادا فرمائی تو اس کے بعد ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گزارش پیش کی کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے خاوند کے رشتہ داروں کو جو بنی مخزوم سے ہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور میں نے ان کو امان دی ہے۔ تو جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قد اجبنا من اجوبت یا ام ہانی؟ ہم نے اسے امان دی ہے تو نے امان دی؟ لہ

ام ہانی رضی کی یہ گزارش منظور فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو پناہ ادا امان دے دی۔ جیسا کہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نوج ابو العاص کو پناہ دی تھی۔ وہاں بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پناہ دینا منظور فرمایا تھا۔ واقعہ ہذا مؤلف کی کتاب (بناتِ اربعہ) ص ۱۱۴، ۱۱۸ پر مذکور ہے۔

لہ (۱) بخاری شریف : جلد اول : ص ۲۲۹ - باب امان النساء وجرانہن -

(۲) شرح مسلم شریف للنووی : ج ۲، ص ۱۰۳ - باب فتح مکہ -

(۳) المصنف لابن ابی شیبہ : ج ۱۲، ص ۲۹۸ - طبع کراچی -

(۴) البدایہ لابن کثیر : ج ۴، ص ۲۲۹ - ۳۰۰ - تحت صفۃ دخولہ علیہ السلام مکہ -

(۵) تاریخ الخیص : ج ۱، ص ۱۶۳ - تحت ذکر ابی طالب واولادہ -

(۶) سیرت ابن ہشام : ج ۲، ص ۴۱۱ - تحت حدیث الریحین الذین امسکوا ام ہانی

یہ بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی شہ
ہے اور اس کی والدہ بھی حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم

جمانہ بنت ابی طالب

تھیں۔ ان کا نکاح ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کے ساتھ ہوا اور اولاد بھی ہوئی ہے
ابوسفیان بن حارث فتح مکہ کے موقع پر سلمان ہوئے تھے۔

جمانہ بنت ابی طالب کا اسلام لانا اور ہجرت کرنا بعض علما نے ذکر کیا ہے۔ لیکن بیشتر علما
نے اس کی تائید نہیں کی۔ جو حضرات اس کی تفصیلات معلوم کرنا چاہیں ”اسد الغابہ“ ”الاصحابہ“ اور
”نسب قریش“ وغیرہ کی طرف مراجعت فرمائیں۔

دور اول ولادت لقنوی

قبل ازیں یہ چیز ذکر ہو چکی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے تمام برادران میں سے
سب سے خورد سال تھے۔ ان کی والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد میں اور مکہ شریف میں بنی ہاشم کی
ایک دادی مشہور تھی جسے ”شعب بنی ہاشم“ کہتے تھے۔ اس دادی میں آنجنابؐ کی ولادت ہوئی۔
”ولد علی رضی اللہ عنہ فی شعب بنی ہاشم“ ۵

جس طرح سابقہ لکھا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں اور اعلیٰ خانوادہ کے چشم و
چراغ ہیں۔ ان کی ولادت کو قبیح الفاظ سے تعبیر کرنا (جیسا کہ بعض نواصب کہ رہے ہیں) غیرہ چشتی اور
شہرہ چشتی ہے۔ اس طریقہ سے آنجناب رضی اللہ عنہ کے وقار کو گرایا نہیں جاسکتا۔ ہر ان کو قدرت کی طرف

۱۔ (۱)۔ نسب قریش ۱ ص ۴۰، تحت ولد ابی طالب بن عبد المطلب۔

(۲)۔ الاصحابہ لابن حجر ۱ ج ۴ ص ۲۵۲۔ تحت جمانہ بنت ابی طالب۔

(۳)۔ تاریخ الخیسی ۱ ج ۱ ص ۱۶۴۔ تحت ذکر ابی طالب واولادہ۔

۵۔ تاریخ خلیفہ ابن خلیط ۲ ص ۱۸۲، جلد اول۔ تحت سنۃ النبوت۔

سے نصیب ہے بلکہ یہ ان لوگوں کی اپنی نخست نفس اور فطری عناد ہے جو ان صاحبین کے بارے میں ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔

تنبیہ قوله : ولد علی بمكة فی شعب بنی ہاشم۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام ولادت کے لئے بعض روایات میں "داخل الکعبۃ" کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یہ بات علماء کے نزدیک سن روایت کی رو سے صحیح نہیں۔ "ولادة فی الکعبۃ" کی روایات کو اہل علم نے مرجوح قرار دیا ہے اور صیغہ قریض سے ذکر کیا ہے۔

۱۔ و یقال كانت ولادته فی داخل الکعبۃ ولعیث "۱۔

ب : وما روی ان علیاً ولد فیہا فضعیف عند العلماء "۲۔

۲۔ اگر "ولادة فی الکعبۃ" کو درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ ولادت کوئی نئی بات نہ تھی یہ اس دور کے ایک عام دستور کے تحت ہوئی ہوگی۔ جیسا کہ ایک مشہور صحابی حضرت خدیجہؓ الخیرنیؓ بنت خویلد بن اسد کے برادر زادہ حکیم بن حزام بن خویلد کی ولادت کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کعبہ شریف میں ہوئی تھی ۳۔

۳۔ نیز اسلام سے قبل دور جاہلیت کی مرد و عورت کو فضائل میں ذکر نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اسلام کی طرف سے ان کے صحیح ہونے کی تائید نہ ملے۔ اور یہ چیز یہاں مفقود ہے۔

۱۔ تاریخ الخیس لدیار البکری ۱ ص ۲۷۵، جلد ثانی۔ تحت ذکر خلافت علی رض۔

۲۔ سیرۃ حلبیۃ ۱ ص ۱۶۵، جلد اول۔ تحت باب تزویج معلم خدیجہؓ رض۔

۳۔ (۱) المحبر لأبی جعفر بغدادی ۱ ص ۱۷۶۔

(۲) الاصابہ لابن حجر المقلانی ۱ ص ۳۲۸، جلد اول۔ تحت حکیم بن حزام۔

(۳) سیر اعلام النبلاء للذہبی ۲ ص ۳۱، جلد ثالث۔ تحت حکیم بن حزام۔

۴ : کعبۃ اللہ شریف جائے عبادت ہے یہ جگہ برائے ولادت نہیں۔

۵ : بیت اللہ میں ولادت کو فضیلت قرار دینا زبان نبوت سے کہیں ثابت نہیں نہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت العمر کبھی اسے فضائل علی رضی اللہ عنہ میں ذکر فرمایا۔

سن ولادت علوی بعض اقوال کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت

مکہ شریف میں عام الفیل کے سات سال بعد ہوئی ہے اور بعض سیرت

نگار لکھتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف کے تیس سال بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ متولد

ہوئے۔ اور یہ بھی علماء فرماتے ہیں کہ آنجناب رضی اللہ عنہ کی ولادت بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

دس برس قبل ہوئی تھی۔ متعدد اقوال کے اس اختلاف کے پیش نظر آپ کے سن ولادت کے متعلق

کوئی صحیح فیصلہ نہیں دیا جاسکتا۔ اور جن ایام میں آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی بقول امام النووی آپ

کے والد ابوطالب کہیں باہر گئے ہوئے تھے اور اپنے دولت خانہ پر موجود نہ تھے۔ بعد از ولادت

آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے ان کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا۔ جب ابوطالب نے

سفر سے مراجعت کی تو انہوں نے اپنے فرزند کا نام ”علی“ تجویز کیا۔

اسی بنا پر مشہور نام علی المرتضیٰ ہے اور اسد بھی مستعمل ہے۔ اسد کا دوسرا نام حیدر ہے

بنابر این حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حیدر کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔ یہ اسماء و القاب

آپ کو والدہ کی طرف سے حاصل ہیں۔

صغیر سنی کے ایام اس دور کی کچھ ایسی صحیح تفصیلات دستیاب نہیں ہوئیں جن پر باہمہ وجہ

اعتماد کیا جاسکے تاہم بعض چیزیں اہل سیر سے نقل کی جاتی ہیں۔ ان میں یہ

۱۔ الاصابہ لابن حجر العسقلانی : ص ۵۰۱، جلد ثانی۔ تحت ترجمہ علی بن ابی طالب۔

۲۔ شرح مسند شریف للنووی : ج ۲، ص ۱۱۵۔ تحت قمری فرد و غیرا۔

(۳) تاریخ الخیس : ج ۲، ص ۲۷۵۔ تحت خلافت علی رضی اللہ عنہ۔

چیز بھی علماء نے ذکر کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوطالب پر ایک معاشی تنگدستی کا دور آیا تھا۔ اور اپنے خاندان کے افراد نے ان کے ساتھ اس موقع پر بہترین تعاون فرمایا۔ ان کے برادر محترم حضرت عباس بن عبد المطلب نے ان کے فرزند حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کی خورد و نوش کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ اور اسی طرح نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم محترم ابوطالب کے چھوٹے فرزند حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ تاکہ ابوطالب کے ساتھ ان کے معاشی حالات میں ایک قسم کی معاشرت ہو جائے۔ ان حضرات نے ابوطالب سے پرورش کا باز سبک کر دینے کے لئے اس حکمت عملی سے کام لیا اور بہترین تدبیر اختیار کی جس کی وجہ سے ان پر خانگی مصارف سہل ہو گئے۔

جعفر بن ابی طالب کی اپنے عم بزرگوار عباس بن عبد المطلب کے ساتھ بود و باش بری حتیٰ کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور ان سے مستغنی ہو گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش محبت میں تعلیم و تربیت نصیب ہوئی اور سن شعور سے محبت صالحہ سے منتفع ہونے کا سنہری موقع ملا۔ نیک طبائع پر فطرتی طور پر ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ اس بنا پر جناب رضی اللہ عنہ ابتداء سے ہی امور خیر کی طرف راغب رہتے تھے۔ اور جاہلانہ رسوم مثلاً احنام پرستی وغیرہ سے محبت نہ رہتے تھے حتیٰ کہ لعنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دور آیا ہے

اسلام لانا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس برس تمام ہوئے تو اللہ تعالیٰ

۱۔ (۱) سیرت ابن ہشام، ج ۱، اقل ۱، ص ۲۸۵، ۲۸۶۔ تحت نشأت فی حجر الرسول و سبب ذالک۔

(۲) البدایہ، ج ۱، ص ۲۲۲۔ تحت خلافت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ۔

(۳) طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹،

بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ احباب میں سے سب سے پہلے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوتِ حق پر لبیک کہا اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نیز اسی طرح نوخیز جوانوں میں سے علی بن ابی طالب اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سعادت حاصل کی گئی۔

لے اسلام لانے میں سبقت کرنے کا مسئلہ متعدد علماء نے اپنے اپنے مقام میں ذکر کیا ہے۔ بعض حضرات نے اسلام کو اولاً قبول کرنے کے مسئلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام ذکر کرتے ہیں اور بعض دیگر حضرات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت کا قول کرتے ہیں اور اس میں اکابرین کی ترجیح میں مختلف اقوال منقول ہیں لیکن مسئلہ ہائیں جو مشورۂ طیبین ذکر کیا جاتا ہے وہ حافظ ابن کثیرؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے بالفاظ ذیل نقل کی ہے ۔ - - - - - وقد اجاب ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ بالجعب بنی ہذہ الاقوال بان اول من اسلم من الرجال الاحرار ابو بکرؓ ومن النساء خدیجۃؓ ومن الموالی زید بن حارثہؓ ومن الفلمان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین ۔

(البدایہ لابن کثیر ج: ۳، ص ۲۹۔ تحت فصل فی ذکر اقل من اسم الخ)

بعض ان اقوال میں تطبیق کے لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں یہ فرمایا کہ ۔

” اگلا اور دہل میں سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان لائے ، اور خواتین میں سب سے قبل عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایمان لائیں ۔ اور غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ اور نوخیز جوانوں میں سے علی بن ابی طالب اسلام لائے۔“

تائید از شیعہ علماء حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا مسئلہ بیشمار اکابر شیعہ علماء نے بڑی وضاحت سے تحریر کیا ہے۔ اپنے نقطہ نظر سے یہ علماء ذکر کرتے ہیں کہ اوّل اوّل اسلام حضرت رضی اللہ عنہ تھے۔

شیعہ کے سید جمال الدین ابن حنبلہ نے ”عمدة الطالب فی النساب آل ابی طالب“ میں لکھا ہے۔

”..... انه لا خلاف فی ان اوّل من اسلم علی ابن ابی طالب“

(عمدة الطالب، ص ۵۹، طبع نجف اشرف، تحت الاصل الثالث بحق ابی المظفرؑ)

اسی طرح مشہور مجتہد شیعہ ملا باقر مجلسی نے ”حیات القلوب“ میں ذکر کیا ہے۔

”..... تا آنکہ مبعوث شد اوّل کسی کہ بہ آنحضرت ایمان آورد و ابود“

(حیات القلوب، ج ۱، ص ۲۴۴، در بیان مبعوث گردیدن بہ رسالت منقول و محقق)

مندرجات بالا کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے وہ شخص ہوا ایمان لائے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کو شیعہ کے مجتہدین نے واضح الفاظ میں درج کیا ہے یہ کوئی مختلف فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ چھ بعض شیعہوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں بلکہ وہ فطرتاً مسلمان تھے، صحیح نہیں ایسے نظریات ان کے اپنے مذہب کے خلاف ہیں۔

واقعہ دعوتِ عشرہ مکی زندگی کے دوران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کفار قریش کی طرف سے عروج پر تھی اور ہر مرحلہ میں مخالفین اسلام دعوت حق کو رد کرنے میں پیش پیش تھے۔ ان حالات میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے قریبی رشتہ داروں کے حق میں انذار و تنذیر کا حکم ہوا۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعزہ و اقرباء کو دعوت حق دینے کے لئے ایک اجتماع قائم کیا۔ اور اس میں دعوت اسلام پیش کی۔ اس موقع پر چند نوع کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان کے پیش نظر ذیل میں کچھ کلام پیش

خدمت ہے۔

۱۔ صحاح کی روایات میں اتنا واقعہ مذکور ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقارب کو دعوت دینی کے لئے مجتمع فرمایا۔ دعوت اسلام پیش کی اور انذار و تنذیر کا حق ادا فرمایا۔ بنی عبدالمطلب کے اکابر حاضر تھے۔ یہاں نہ دعوت طعام کا ذکر ہے نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تصریح مذکور ہے نہ کہیں یہ ذکر ہے کہ کوئی انتظامی کام آپ کے سپرد ہوا ہو۔

۲۔ بعض روایات (جو صحاح کی نہیں ہیں) ان میں ذکر پایا جاتا ہے کہ اقرار و اعزہ کو دعوت دینی پیش کرنے کے لئے دعوت طعام بھی دی گئی اور اس کا انتظام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوا یہ دعوت تین دن کی قائم کی گئی۔ مگر پہلے دو یوم تک دعوت دینی پیش کر کے کامو قہ میسر نہ آسکا۔ آخر تیسرے روز اس مجلس طعام کے اختتام پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت بنی عبدالمطلب سے خطاب فرمایا کہ

” میں تمہارے سامنے وہ چیز لایا ہوں جو دنیا و آخرت میں سب سے افضل

اور بہترین چیز ہے یعنی دعوت اسلام، اور اس سے قبل اس قسم کی بہترین دعوت تم لوگوں کے سامنے کسی نے پیش نہیں کی“

روایت ہذا ”ابن اسحاق“ نے ایک شیخ مبہم سے نقل کی ہے جس کا نام ذکر نہیں کیا۔ اس شیخ نے عبد اللہ بن احکاث سے یہ روایت نقل کی ہے۔

۱۔ (۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۳۸۵ : باب الوصایا۔

(۲) بخاری شریف ج ۲ ص ۷۰۲ : کتاب التفسیر تحت آیت واند عشیرتک الاقرابین۔

(۳) مسلم شریف ج ۱ ص ۱۱۴ : تحت ان من مات علی الجفر فہو فی النار ولا تملأ شفا عتہ

۲۔ (۱) دلائل النبوت للبیہقی ج ۱ ص ۱۸۰، ۱۷۹ : طبع بیروت۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ج ۳ ص ۳۹، ۴۰ : باب امر اللہ رسولہ بالارخ الرسالة۔

اس نوع کی روایات میں دعوتِ طعام کا ذکر ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بطور منظم پایا جاتا ہے۔ یکنگاہ سے متعلق دیگر فرماں نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً قضاۃ دین وصایا اور خلافت وغیرہ ان میں مذکور نہیں۔

۳ : نیز اس مرحلہ میں اس نوع کی بعض دیگر روایات اس طرح کی دستیاب ہوتی ہیں جن میں مذکور ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس واقعہ پر اپنے اقارب کو دعوتِ طعام دی گئی اور اس کے انتظام کرنے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مامور تھے۔ خورد و نوش کے اختتام پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ دینی پیش فرمائی۔ اور فرمایا کہ -

” میں تمہیں دینِ اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کے لئے جو بہتر چیز ہے وہ لایا ہوں اس چیز پر تم میں سے کون میرے معاہدت کرنے پر آمادہ ہے اور وہ میرا بھائی ہوگا، میرا قرض ادا کرے گا، میرا بھی اور میرا خلیفہ ہوگا “

تو اس وقت قوم خاموش ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”میں ان تمام حاضرین میں سے کم عمر تھا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں آپ کا وزیر ہوں گا۔ پس آپ نے میری گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا

” یہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے فاسمعوا له و

اطیعوا یعنی تم اس کی بات تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا “

حضرت کے اس فرمان پر حاضرین مجلس تسخر اڑاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابواب سے کھٹکے گئے کہ تجھے اپنی بیٹے کی اطاعت کرنے کا حکم ہوا ہے ۔

نوع سوم کی مرویات اس مفہوم پر مشتمل ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ” علیؑ میرے بھائی ہیں، میرے قرض ادا کرنے والے ہیں، میرے وصی ہیں، اور میرے خلیفہ ہیں “ وغیرہ۔ لیکن فن روایات کے اعتبار سے یہ چیزیں ناقابلِ اعتماد لوگوں سے مروی ہیں انکے

ناقلین ابو مریم عبدالغفار بن القاسم اور منہال بن عمرو وغیرہما سخت مجروح و متعذر ہیں۔ کذاب و ضلع شیعہ رواۃ ہیں۔ یہ لوگ روایات میں اختلاط و الحاق کرنے والے ہیں اور ان کے منقولات پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ واقعہ ”دعوتِ عشرہ“ میں جو محمد بن اسحاق سے روایات دستیاب ہوتی ہیں ان میں اس کے تفردات و الحاقات کا کچھ دخل ہو۔ اس بزرگ سے ثقہ لوگوں کے برخلاف اشیاء کا منقول ہونا اس کی مرویات کا عدم قبول کے لئے ایک مستقل قرینہ بن جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ اقاربِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دعوتِ دینی پیش کی گئی تھی اس کے متعلق صحاح میں جو مواقع مذکور ہیں ان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اور دعوتِ طعام کا ذکر نہیں ملتا۔ اور غیر صحاح کی روایات میں بعض مقامات میں دعوتِ طعام کا ذکر پایا جاتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی وہاں موجود ہے لیکن وصایت اور خلافت مذکور نہیں۔ البتہ تیسری نوع کی روایات کتبِ سیرت و تاریخ میں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں دعوتِ طعام کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وزیر ہونے، وصی ہونے، خلیفہ ہونے وغیرہ کے مسائل مذکور ہیں۔ یہی یہ آخری نوع کی روایات پر بہت سے علماء کبار نے کام کیا ہے اور ان پر کڑی تنقید کی ہے۔ فلہذا یہ آخری نوع کی روایات قابل قبول نہیں ہیں۔ ناظرین کرم مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کر کے تسلی فرما سکتے ہیں ۱۷

۱۷ (۱) تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۵۵۳۔ تحت الآیۃ واندعش ربک الخ

(۲) البہای لابن کثیر، ج ۱، ص ۴۰۔ تحت روایت ہذا۔

۱۸ (۱) تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۵۱۔ تحت آیت واندعش ربک الاقرین۔ پ ۱۹۔

(۲) البہای لابن کثیر، ج ۱، ص ۴۰۔ باب امر اللہ رسولہ بالبلغ الرسالۃ۔

(۳) البہای لابن کثیر، ج ۱، ص ۲۲۳۔ تحت خلافت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب۔

(۴) اللآلی المصنوعہ لجلال الدین السیوطی، ص ۱۹۷، ۱۹۸۔ تحت روایت ہذا (طبع قدیم گھنٹہ)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

قرآن کے اعتبار سے حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ چیز قابل توجہ ہے کہ ”دعوتِ عشرہ“

کا واقعہ سیرت نگاروں کی تصریحات کے مطابق بعثتِ نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم کے تقریباً تیسرے سال پیش آیا ہے۔ اس دور میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اکابر علماء نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کو سلسلہ نبوی میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایات میں تصریح بھی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقدب کے ساتھ اس اجتماع میں سے شریک تھے ۷۔

سو غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان اکابر بنی ہاشم کی موجودگی میں جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود ہوں اور وہ مشرف باسلام ہوں، ایک نوخیز جوان کے ذمہ اس نوع کی اہم ذمہ داریاں ڈالی جاسکتی ہیں؛ اولئے قرض، وراثت، وصایت اور خلافت جبکہ اہم امور کا اس کی طرف انتساب اس بڑی مجلس میں کس طرح ہوں تمہید طے پا گیا۔ اکابر کو چھوڑ کر اصغر کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (۵) الموضعات الجبر علی قادی، ص ۷۹ - تحت روایت ہذا طبع دہلی -

(۶) امیرۃ الکلبیہ، ج ۳، ص ۳۰۹ - تحت روایت غیر رحم -

(۷) الموضعات للشوکانی، ص ۱۲۵ - تحت روایت ہذا طبع قدیم لاہور -

(۸) قرۃ العین فی تفصیل اشغیث، از شاہ ولی اللہ دہلوی، ج ۱، ص ۲۷۹، طبع دہلی -

سہ (۱) اسد الغابہ، ج ۲، ص ۲۶ - تحت حمزہ بن عبد المطلب -

(۲) تہذیب الاسماء - للندوی، ج ۱، ص ۱۶۸ - تحت حمزہ بن عبد المطلب -

(۳) الاصابہ لابن حجر، ج ۱، ص ۳۵۳ - تحت حمزہ بن عبد المطلب -

سہ (۱) دلائل النبوة، ج ۲، ص ۱۷۹، ۱۸۰، طبع بیروت - (۲) البدایہ، ج ۱، ص ۳۹، ۴۰ -

(۳) فتح الباری، ج ۱، ص ۴۰ - تحت الآیۃ وانذر عشیرتک الاقریب -

طرف ان ذمہ داریوں کی سپرداری کہیں یہ عجیب ہے۔ اس سے بڑھ کر جو چیز یہاں غور طلب ہے یہ ہے کہ کیا سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت کوئی گزراں بار قرض تھا جس کی ادائیگی کی فکر آپ کو لاحق تھی؟ اور کیا اس دور میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایسے مالدار تھے جو اس بار کو اٹھا سکتے تھے۔ پھر وراثت تو جائیداد میں چلتی ہے یہاں اس مسئلہ کی کیا حاجت تھی؟ اشاعتِ دین کا کام سلسلہ ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صاحبزادیاں رضہ اور اعمام موجود ہیں ان کی موجودگی میں ایک صغیر السن وارث قائم کرنے کی کیا حاجت ہے؟ نیز انبیاءِ کرام علیہم السلام کی وراثت ہوتی ہی نہیں۔ پھر اس مسئلہ کے اہتمام کی کیا ضرورت تھی؟ نیز وصیت کا یہاں کیا موقع ہے؟ وصیت تو میراث کی خواہر ہے۔ الوصیۃ اخت السیراث۔ اس مجلس میں میراث اور وراثت کا اہتمام کرنا بالکل بے محل اور بے موقع ہے۔ پس وصایت بھی اسی طرح ہوگی جو رادیوں کے دخل سے اس مجلس میں آگئی ہوگی۔

اب خلافت کے مسئلہ پر غور فرمائیے۔ یہ بات پہلے سے کہ پہلے دین اسلام کا بعونہ تعالیٰ غلبہ ہوگا اور قبائل عرب سلمان ہو جائیں گے، جمیع بلادِ عرب و عجم زیرِ نگیں اسلام آجائیں گے۔ اسلام کا پرچم بلند ہو جائے گا۔ اسلام میں لوگ فوج در فوج داخل ہوں گے۔ غلبۂ اسلام کے بعد یہ مسئلہ سامنے آئے گا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داریوں کا کوئی تحمل ہو سکتا ہے؟ اور اس کی کون اہلیت رکھتا ہے؟

جن حالات میں دعوتِ ہذا کا انتظام کیا جا رہا ہے یہ اسلام کے ابتدائی مراحل ہیں۔ یہاں مسئلہ نیابت و خلافت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی عمل و موقعہ نظر نہیں آتا جس کے لئے اس قدر اہتمام کیا جا رہا ہو۔

ان امور پر نظرِ غائر کرنے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ ”دعوتِ عشرہ“ جس میں تبلیغ مقصود تھی وہ تو درست ہے اور ہو سکتا ہے کہ متعدد دہا پیش آیا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ یہ اضافہ حاجت و وصایت و خلافت وغیرہما ہو گا۔ لے گئے ہیں یہ رواد کی طرف سے طعنت

میں ان کو من و عن تسلیم کر لینا روایت و درایت کی روشنی میں بہت مشکل ہے۔ پھر خلافت بلا فصل جیسا مسئلہ جو شیعہ کے نزدیک واجبات اسلام میں سے ہے اور نص قطعی کا محتاج ہے وہ اس قسم کے ضعیف اور بے اصل مواد سے کس طرح پایہ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے ؟ کچھ تو غور کیجئے ؟

مختصر یہ کہ واقعہ ”دعوتِ عشرہ“ کے ساتھ مسئلہ خلافت بلا فصل کا انضمام یہ صرف دوستوں کی ایجاد ہے واقعات سے اس کا کوئی سرا نہیں ملتا۔ اور نہ ہی اس کا واقعہ ہذا کے ساتھ کوئی ارتباط نظر آتا ہے۔

دور دوم۔ واقعہ ہجرت

اہل اسلام کے لئے مکی زندگی کا دور بڑا مشکل ترین دور تھا اشاعت اسلام کو روکنے کے لئے کفار نے اپنے تمام حربے استعمال کئے لیکن خوش بخت لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ ادھر کفار نے معاندانہ مساعی تیز کر دی تھیں اور اہل اسلام پر مکہ میں زندگی گزارنا دشوار ہو گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات میں مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ ”مدینہ طیبہ کی طرف حسب موقعہ ہجرت کرنا شروع کر دیں۔“ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہجرت کے متعلق ارشاد خداوندی کے منتظر تھے۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً تیرہ سال بعد خداوند کریم کے حکم سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت الی المدینہ کا قصد فرمایا۔ یہ ان حالات میں تھا کہ ادھر قریش اپنی مخالفت مساعی کے سلسلہ میں آپس میں مشورہ کر رہے تھے اور اس میں بعض کی رائے یہ ہوتی کہ

۱۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر کے زیرِ حراست رکھا جائے۔

۲۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔ ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲۔ ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴۔ ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶۔ ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸۔ ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰۔ ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۳۔ ۱۴۹۴۔ ۱۴۹۵۔ ۱۴۹۶۔ ۱۴۹۷۔ ۱۴۹۸۔ ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰۔ ۱۵۰

۲ : اور بعض کی طرف سے یہ رائے تھی کہ ان کا مکہ سے اخراج کر دیا جائے تاکہ ان کے اثرات سے اہل مکہ محفوظ رہ جائیں ۔

۳ : اور بعض کا مشورہ یہ تھا کہ متعدد قبائل مل کر ان کو قتل کر دیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ان مشوروں کی اطلاع فرمادی اور آپ کو ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ صورت فرمائی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حقیقت حال سے مطلع فرما کر آپ کو سفر کے انتظامات کی تیاری کا حکم دے دیا ۔ اور وقت کی تعیین بھی فرمادی ۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ خانہ نبوت میں میرے فراش شبینہ پر آپ رات گزاریں ۔ چنانچہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس شب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر غار ثور میں تشریف لے گئے ۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فراش مبارک پر جناب کعبہ نیابت میں آرام فرما ہوئے ۔

اور کفار قریش اس شب میں عمل اقدام کرنے کے لئے کاشانہ نبوت کے ارد گرد محاصرہ کئے ہوئے تھے اور گمان کرتے تھے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر آرام فرما ہیں ۔ صبح اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے اقدام کرنے لگے تو دیکھتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مفقود ہیں اور علی ابن ابی طالب بستر پر موجود ہیں ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی باطل تدبیر کو رد کر دیا اور ان کے قصہ فاسد کو ناکام بنا دیا ۔

۱ : (۱) البدایہ لابن کثیر : ج ۳ : ص ۱۷۵ ، ۱۷۶ ۔ تحت فصل فی سبب ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) مسند احمد : ج ۱ ، ص ۳۸۸ ۔ تحت مسند ابی عباس رضی

(۳) مشکوٰۃ شریف : ص ۵۲۲ ، ۵۲۳ ۔ بحوالہ مسند احمد طبع دہلی ۔ تحت الحجرات الفصل الثالث ۔

۴ : سیرت حلبیہ : ج ثانی : ص ۲۸ ۔ تحت حالات ہجرت ۔

مخاصر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہنے لگے کہ تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ”مجھے علم نہیں“ لہ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدیم رفیق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی رفاقت میں لے کر غار ثور میں تشریف لے گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید (سورۃ توبہ) میں یہ واقعہ مذکور ہے اور حدیث و سیرۃ کی کتابوں میں اپنی تفصیلات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ آپ کچھ وقت کے لئے یہاں سکھ میں مقیم رہیں اور لوگوں کی امانتیں اور دلائل جو ہمارے پاس رکھے ہوئے ہیں ان کو واپس پہنچادیں اور اس کے بعد آپ مدینہ طیبہ پہنچ جائیں۔

پہنچنے پر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسی طرح کیا۔ تین روزہ وہاں مقیم رہا اور امانتیں اور دلائل ان کے مالکوں کو لوٹا کر اس ذمہ داری سے عمدہ برآ ہوا۔

پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ امور سے سبکدوشی کے بعد ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کلثوم بن ہدم کے پاس قبا میں اقامت پذیر تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہیں حاضر خدمت ہوئے لہ

لہ (۱) مسند احمد، ج ۱، ص ۳۲۸۔ تحت مسندات ابن عباس رض۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۳، ص ۱۷۷ - ۱۸۱۔

(۳) الاصابہ، ج ۲، ص ۵۰۲۔ تحت تذکرہ علی بن ابی طالب۔

لہ (۱) طبقات ابن سعد، ص ۱۳۔ تحت ذکر اسلام علی و صلواتہ۔

(۲) سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۹۳۔ تحت منزل صلی ربہ بقباء۔

(۳) البدایہ، ج ۳، ص ۱۹۷۔ فصل فی دخوله علیہ السلام مدینہ..... الخ

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ۳۱ھ ہجرت نبوی میں وسط ماہ ربیع الاول کو ہجرت کر کے علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبا میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

اہل و عیال نبوی ﷺ کی ہجرت کے متعلق ایک وضاحت

بعض لوگوں نے اس موقع پر یہ ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ شریف میں ہجرت مدینہ کے وقت لوگوں کی امانتیں اور ودائع پہنچانے کے علاوہ یہ معاملہ بھی سپرد فرمایا تھا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور آپ کے حرم مخموم کو ہجرت مدینہ کے وقت اپنے ساتھ لائیں اور یہ سفر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر نگرانی طے کیا تھا۔

اس کے متعلق اتنی وضاحت ضروری ہے کہ یہ واقعہ حقیقت کے خلاف ہے۔ درست امر یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں (ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور اپنے حرم (ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو مکہ شریف سے مدینہ شریف لانے کے لئے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے غلام ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کو سواری اور مصارف سفر دے کر مدینہ شریف سے روانہ فرمایا تھا اور یہ مصارف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پیش خدمت کئے تھے۔ (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ”بنات العربہ“ کے صفحہ ۲۵۸ پر ہجرت مدینہ میں لکھا ہے)۔

اس سفر میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی ام المین رضی اللہ عنہا اور اپنے فرزند اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان حضرات کے ساتھ مدینہ شریف لائے تھے۔ نیز اسی قافلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل و عیال ان کے فرزند عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی اس سفر ہجرت میں شریک ہوئے تھے۔

لہذا: طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۳، تحت ذکر اسلام علی رضی اللہ عنہ وصالہ۔

اور مذکورہ تمام حضرات کو مکہ سے مدینہ پہنچانے کے انتظامات عبداللہ بن ابی قحطہؓ نے مکمل کئے تھے۔ اس طرح ان دونوں خاندانوں نے یہ سفر ایک دوسرے کی مصاحبت میں طے کیا تھا۔

ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ شریف میں اپنے فریضہ سے سبکدوشی کے بعد اس قافلہ سے کچھ عرصہ قبل ہی مدینہ شریف کی طرف ہجرت کر چکے تھے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

موافات مکی زندگی کا ایک دشوار تر دور گزارنے کے بعد جب اہل اسلام مدینہ شریف میں ہجرت کر کے پہنچے تو وہاں معاشرتی زندگی میں سہولت کے پیش نظر ایک حکمت عملی سے کام لیا گیا تھا۔ وہ اس طرح کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک رابطہ قائم فرمایا۔ جس کو اہل علم کی اصطلاح میں ”موافات“ کہتے ہیں۔ سہل الفاظ میں سے ”بھائی چارہ“ کے نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعہ مہاجرین پر نو وارد ہونے کی وجہ سے جو کونستی اور تمدنی صعوبتیں پیش آسکتی تھیں وہ سہل ہو گئیں اور ان تارکین وطن کے لئے آباد کاری کامرلہ نہایت آسان ہو گیا۔

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مدینہ شریف کی اس ”موافات“ سے قبل مکہ شریف میں بھی ابتدائی ایام اسلام میں ایک ”موافاة“ قائم کی گئی تھی۔ جس میں حق پر قائم رہنا اور باہمی غم خواری کو نا مقصود تھا۔ مکہ شریف میں یہ ”موافاة“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

طے (۱) تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۱۰۴ تحت بعثت زید بن حارثہ رض۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۲۲۱ تحت فصل بناء ہجرات نبوی ص۔

طے (۱) البدایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۴ ج ۲ ص ۲۰۲ طبع اقل تحت فصل فی دخول علیہ السلام مدینہ۔

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۲ ص ۱۰۹ تحت عائشہ ام المؤمنین رض۔

درمیان - حضرت حمزہ رضی عنہ نبوی ﷺ اور زید بن حارثہ رضی عنہ کے درمیان - حضرت صدیق اکبر رضی عنہ اور حضرت عمر رضی عنہ کے درمیان - حضرت عثمان رضی عنہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی عنہ کے درمیان - اور زبیر بن عوام اور عبداللہ بن مسعود رضی عنہ کے درمیان قائم ہوئی تھی۔ (یہ بطور مثال درج کی گئی ہیں ان کے ماسوائے اور بہت سے حضرات کے درمیان بھی مواخات قائم تھی)۔

واقعہ ہجرت کے چند ماہ بعد مدینہ شریف میں پھر مواخات قائم ہوئی۔ بعض کے نزدیک دارالافتاء میں اور بعض کے ہاں مسجد مدینہ میں اس کا انعقاد ہوا۔ ایک ایک مہاجر کا ایک ایک انصاری کیساتھ ارتباط قائم کیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت علی رضی عنہ اور سہل بن حنیف رضی عنہ کے درمیان زید بن حارثہ رضی عنہ اور اسید بن ہنظیر رضی عنہ کے درمیان - حضرت صدیق اکبر رضی عنہ اور خاریج بن زید بن نبیرہ رضی عنہ کے درمیان - حضرت عمر فاروق رضی عنہ اور عویم رضی عنہ بن ساعدہ کے درمیان - حضرت عثمان رضی عنہ بن عفان اور عوف رضی عنہ بن ثابت کے درمیان - عبدالرحمن رضی عنہ بن عوف اور سعد رضی عنہ بن الزبیر کے درمیان - زبیر رضی عنہ بن عوام اور کعب بن مالک کے درمیان - اور عبداللہ بن مسعود رضی عنہ معاذ بن جبل کے درمیان مواخات قائم ہوئی۔

اسی طرح اور صحابہ کرام رضی عنہم کے مابین بھی یہ سلسلہ مواخات قائم ہوا۔

یہاں یہ چیز قابل ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لائے تو ان کی "مواخات" حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی عنہ کے ساتھ قائم کی گئی تھی۔ متعدد علماء سیرت نے اسے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے۔ مثلاً "طبقات ابن سعد" جلد ۳۔ میں ذکر اسلام علی وصلاتہ کے تحت۔ اور ایک دوسرے مقام پر "سہل بن حنیف رضی عنہ کے تذکرہ کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے "الاصابہ" جلد ثانی میں سہل بن

۱۔ (۱) المجمل لابن جعفر لہدای رحمہ اللہ ص ۲۰ تا ۲۴۔ تحت ذکر مواخات۔

(۲) سیرت الکلبیہ ۱ ج ۲ ص ۲۱، ۲۲۔ تحت حالات ہجرت۔

بن حنیف کے تحت۔ اور حافظ ابن کثیرؒ نے ”البدایہ“ جلد سابع میں ابتداء خلافت امیر المؤمنین علیؑ بن ابی طالب کے تحت مدینہ میں سہل بن حنیفؓ کی حضرت علیؑ بن ابی طالب کیساتھ مواخات تصریح کی ہے۔

اور ابن کثیرؒ نے اس کے بعد لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان مدینہ منورہ میں مواخات کا ذکر گو بعض اہل سیر نے کیا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ضعیف اسانید کی بنا پر صحیح نہیں۔

”وقد ورد في ذلك احاديث كثيرة لا يصح شئ منها الضعف

اسانیدھا“ لہ

اس تحقیق کی بنا پر راجح چیز یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی ”مواخات“ مدینہ طیبہ میں حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم کی گئی تھی اس کا حوالہ سابقاً عرض کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات کریمانہ جناب المرتضیٰؑ کے حق میں دو انا جاری رہتی تھیں اور دو رفعتاں کا سلسلہ ہر مرحلہ پر قائم تھا۔ ان حالات میں اگر بالفرض منیٰ ”مواخات“ حضرت علیؑ کی حضرت سہلؓ کے ساتھ ہی قائم ہو تو بھی جو قرب بارگاہ نبوت میں ان کو حاصل تھا اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسلام میں اس مواخات کا مقام نہایت رفیع ہے۔ یہ محض اسلامی اخوت و مواسات و نمٹکاری کی بنا پر منعقد ہوتی تھی۔ اس کی تفصیلات میں مہاجرین کے حق میں انصار کی قربانیاں جو ذکر کی جاتی ہیں وہ نہایت فقیہ الثمال اور عظیم النظیر ہیں۔ سیرت کی کتابوں کے ملاحظہ کرنے والوں پر وہ مخفی نہیں۔ یہاں ان واقعات کے تفصیل سے ذکر کرنے کی گنجائش

لہ (۱) البدایہ لابن کثیرؒ ج ۱، ص ۲۲۳۔ تحت ابتداء خلافت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رض۔

(۲) البدایہ لابن کثیرؒ ج ۱، ص ۲۲۴۔ فصل فی مواخات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المهاجرین

والانصار۔

نہیں ہے۔

تعمیر مسجد کے موقع پر رجز مدینہ طیبہ میں جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہجرت کر کے پہنچے تو پہلے کچھ مدت نماز کا انتظام حسب موقع اپنے گھروں یا کسی فراخ جگہ میں جماعت کے لئے کر لیا جاتا۔ بعض اوقات مراض الغم میں صفائی کر کے نماز کی ادائیگی کر لی جاتی اور ابھی کسی مقام کو مستقل طور پر مسجد کے لئے متعین نہیں کیا گیا تھا۔ بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد (نبوی) تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے مقدور کے مطابق حصہ لیا۔ اور خلفاء اربعہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا رخیز میں گر انقدر خدمات سر انجام دیں۔ اس موقع پر بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد کی تعمیر کا سامان خشت و گل وغیرہ خود اٹھا اٹھا کر لاتے اور انبساط طبع کی بنا پر خوشی سے رجز پڑھتے تھے۔

اس مقام میں بعض کلمات جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور رجز کچھ ان کلمات کو بعض لوگ بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پر نقد و طعن تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ کلمات آپ نے خوش طبعی کے طور پر کہے ہیں۔ جیسا کہ اجتماع کا مول میں جب جماعت مل کر کوئی کام سر انجام دے رہی ہوتی ہے تو فرحت طبع کے لئے بعض خوش مزاج لوگ تفریحی کلمات کہہ دیا کرتے ہیں۔

پس اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسے کچھ کلمات کہہ دیئے تو وہ اس طرح خوش مزاجی پر محمول سمجھنے چاہئیں نہ کہ دیگر صحابہ کرام علیہم السلام پر تفریق کے لئے۔ مؤرخین نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

..... انما قال ذالک علی رضی اللہ عنہ مبا سطة کما هو

عادة الجماعة اذا اجتمعوا علی عمل له

لہ (۱) تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۳۴۵۔ تحت ذکر بنار المسجد۔ (بقیہ حاشیہ بر ص ۳۴۵)

نظر میں کرام پر واضح ہے کہ امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج مبارک میں غموش طبعی تھی اور یہ ایک فطری چیز ہے کہ بعض طبائع غموش مزاج ہوتے ہیں اور یہ اپنے حدود میں کوئی عیب کی چیز نہیں ہے۔ لہذا بعض اوقات ان حضرات سے جو اس طرح کے تفریحی کلمات صادر ہوتے ہیں تو ان میں سے کسی دیگر بزرگ کی تحقیر پیش نظر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ کسی مومن و مسلمان کی تحقیر و تذلیل اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

غزوہ بدر اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدنی زندگی میں اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہادری کی اجازت ملی۔ مسلمانوں کے لئے مکہ شریف میں

اشاعت اسلام میں جو حقائق اور موافق تھے۔ وہ اب رفع ہو چکے تھے۔ مدینہ طیبہ میں اہل اسلام کے لئے دوسرا دور شروع ہو چکا تھا۔ اپنی مخالفت کرنے والوں کے لئے مسلمانوں کو طوارق استعمال کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس سلسلہ میں اسلام میں بہت سے غزوات پیش آئے ان میں سے غزوہ بدر کربئی سلمہ سترہ رمضان میں بدر کے مقام پر پیش آیا۔

سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع ملی کہ قریش مکہ کا بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان بن حرب کی زیر نگرانی ملک شام سے واپس آرہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مشورہ ہوا کہ اس جویر قریش (قافلہ قریش) پر قبضہ کیا جائے تاکہ ان کی طاقت کمزور ہو اور وہ مسلمانوں کو پریشان نہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ کے ساتھ بدر کی طرف پیش قدمی کی۔

ان حالات کی قافلہ والوں کو اطلاع ملی تو ابوسفیان نے اہل مکہ کی طرف اپنا قاصد روانہ کیا کہ ہماری حالت مخدوش اور خطرناک ہیں ہماری معاونت کے لئے اور لوگوں کو تیاری کے ساتھ ان کے پاس پہنچنا چاہیے۔ اس طرح قریش مکہ مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے پوری تیاری کے ساتھ بدر کی طرف

(قتیہ حاشیہ منہ گزشتہ) (۲) سیرت اہلبیت، ج ۱، ص ۷۷، تحت ذکر بناء المسجد و ذکر عمر بن ابی اسیر۔

دوانہ ہو گئے۔

اس دوران ابو سفیان نے اپنے بچاؤ کے لئے یہ تدبیر اختیار کی کہ اس نے معروف و مشہور راستہ بدل کر دوسرا ساحلی طریق استعمال کیا اور بچ کر مکہ کی جانب نکل گیا۔

جب اہل مکہ پوری تیاری کے ساتھ بدر کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ ہمارا قافہ صحفہ مکہ کی طرف نکل گیا ہے اور معارضہ کا خطرہ اٹھ چکا ہے۔ تاہم ابو جہل کے اصرار پر مسلمانوں کیساتھ مقابلہ کے لئے پیش قدمی کی اور قتال پر آمادگی کا اظہار کیا اور میدان میں نکل آئے۔^۱

دوسری جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیش آمدہ حالات کی صورت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوری جانشاری اور قربانی کا اظہار کیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس موقع پر بشارتیں اور معاونت غیبی کے وعدے بیان فرمائے۔

مختصر یہ کہ اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان یہ ایک فیصلہ کن معرکہ تھا اس میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرتیں شامل حال تھیں (جیسا کہ آیات قرآنی میں مذکور ہے)۔

مباذرت کے موقع پر چند ائمہ حضرات فرمان نبوت کے تحت میدان میں نکلے اور ادھر کفار قریش کے اکابر عتبہ بن ربیعہ، شعیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ میدان کارزار میں نکلے انہوں نے دریافت کیا کہ ہمارے مد مقابل آنے والے کون لوگ ہیں؟ تو انصاریوں نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔ جواب میں یہ قریشی کہنے لگے کہ تم ہمارے ہمسرہ نہیں، ہمارے مقابلہ میں ہمارے ہی قبیلہ کے قریشی آئیں۔ تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب، اپنے چچا زاد برادر حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب اور اپنے عم زاد

۱۔ (۱) البدایہ ۱، ج ۳، ص ۲۶۶۔ تحت حالات غزوہ بدر۔

(۲) تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۳۷۲۔ تحت غزوہ بدر۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب کو رزمگاہ میں پکھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

ان تینوں حضرات کا اپنے مقابلین کے ساتھ سخت مقابلہ ہوا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل شیبہ بن ربیعہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل ولید بن عتبہ کو فوراً تہ تیغ کر دیا۔ حضرت عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کا اپنے مقابل عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ سخت مقابلہ ہوا اور دونوں مقابل نہایت زخمی ہو گئے۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے عتبہ کو ختم کیا۔ اور حضرت عبیدہ بن حارث کو زخمی حالت میں اٹھا کر واپس خیمہ میں لائے۔ ان کا ایک پاؤں کٹ گیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اقدام مبارک کے ساتھ سہارا دیا اور کچھ دقت کے بعد حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

بچہ نازِ فرستہ باشد ز جہاں نسیازِ مندرے

کہ بوقتِ جان سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

انتقال کے وقت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں شہید ہوں یا نہیں؟

تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ ”اشھد انک شہید“

یعنی آپ کے شہید فی سبیل اللہ ہونے کی میں گواہی دیتا ہوں۔

اسلام کے اس عظیم معرکہ میں مہاجرین کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے ہاتھ میں تھا اور بعض دفعہ ایک علم حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں بھی ہوتا تھا۔

۱۔ البدایہ ۱ ج ۳ ص ۲۷۳۔ تحت حالات غزوہ بدر۔

۲۔ الاصابہ لابن حجر ۱ ج ۲ ص ۴۲۲۔ تحت عبیدہ بن الحارث۔

۳۔ تاریخ الخلفاء ۱ ج ۱ ص ۳۷۸۔ حالت غزوہ بدر۔

۴۔ البدایہ ۱ ج ۳ ص ۳۷۷۔ ۲۷۴۔ تحت حالات غزوہ بدر۔ (۲) تاریخ الخلفاء ۱ ج ۱ ص ۳۷۸۔

انصار کا علم حضرت سحر بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اور بعض مقام میں اس کا حضرت سحر بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہونا بھی مذکور ہے۔

میدان کار زار میں کئی مراحل پیش آتے ہیں ان میں اس نوع کی تبدیلیوں کا پایا جانا کچھ عجیب نہیں بہت ممکن ہے وقتی حالات کے تحت صاحب نوار اور صاحب علم تبدیل کئے گئے ہوں۔
بایں ہمہ بدر جیسے عظیم معرکہ حق و باطل میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم برداری کا منصب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عطا کیا جانا نہایت اعلیٰ منقبت ہے۔

معرکہ بدر میں جہاں دیگر اکابر مہاجرین نے مشاہیر کفار اور اعداء اسلام کو تہ تیغ کیا اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور بہت سے کفار مثلاً الولید بن عقبہ، نصیر بن الحارث وغیرہم کو نیست و نابود کیا۔ مشہور قول کے موافق شتر کافر مقتول ہوئے اور شتر قیدی بنا کر مدینہ منورہ میں لائے گئے۔

غنائم بدر جنگ بدر میں اہل اسلام کو بہت سے غنائم حاصل ہوئے۔ ان میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک عمدہ قسم کی ناقہ اور ایک اعلیٰ قسم کی سیف جو ذوالفقار کے نام سے موسوم تھی حصہ میں ملی تھی۔ یہ تلوار سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم سے اپنے لئے پسند فرمائی تھی پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادی۔ اور ایک زرہ کا ملنا بھی علماء نے لکھا ہے۔

۱۔ البدایہ : ج ۳، ص ۳۲۶، ۳۲۷۔ تحت فصل بعد از غزوہ بدر۔

۲۔ مسند امام احمد : ج ۱، ص ۳۶۸۔ مسند ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

۳۔ تاریخ الخمیس : ج ۱، ص ۳۶۲۔ تحت غزوہ بدر الجبری۔

۴۔ البدایہ لابن کثیر : ج ۱، ص ۲۲۳۔ تحت خلافت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ۔

۵۔ مسند الحمیری : ج ۱، ص ۲۲۔ تحت احادیث علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی

قبل ازیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تزویج کا مسئلہ کتاب "صاحب منیم" حصہ صدیقی باب اول میں چند تشریحات کے ساتھ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اسی طرح کتاب "بنات اربعہ" میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے احوال میں بھی یہ مسئلہ بقدر ضرورت توضیحات کیساتھ درج کیا جا چکا ہے۔ جن حضرات کو اس بحث میں تفصیل مطلوب ہو وہ مذکورہ بالا مقامات کی طرف رجوع فرمائیں۔ یہاں مسئلہ تزویج کو مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

نکاح اور زوجین کی عمر ماہ رجب ۳۰ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا تھا۔ اور نکاح کا مہر چار صد شقال مقرر کیا گیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اکیس یا پچیس برس کی تھی اور حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر علی اختلاف الاقوال پندرہ، اٹھارہ یا انیس سال کے قریب تھی۔

مجلس نکاح انعقاد نکاح کے لئے یہ بابرکت اجتماع بالکل سادہ، تکلفات زائد سے سبکدوش اور رسومات مروجہ سے خالی تھا۔ اس مبارک نکاح کی تقریب میں سیدنا ابو بکر صدیق سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان ذوالنورین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شامل تھے۔ اور شاہدِ نکاح تھے۔ اہل سنت و شیعہ علماء دونوں حضرات نے ان بزرگوں کی شمولیت و شہادات نکاح کو درج کیا ہے۔

۱۔ مشرہ مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۲۰۔ تحت فصل ذکر تزویج خا۔

۲۔ (۱) ذخائر العقبین لمحب الطبری ۱ ص ۳۰۔ باب ذکر تزویج فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اور خطبہ نکاح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

جہیز طبقات ابن سعد اور مسند احمد کی روایات کی روشنی میں نخستی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے موقع پر آپ کو جو جہیز دیا گیا وہ ایک چارپائی ایک بڑی چادر، چڑے کا تکیہ (جو کھجور کی چھال یا خوشبودار گھاس اذخر سے بھرا ہوا تھا) ایک شکرہ، دو گھڑے، اور ایک آٹا پیسنے کی چکی پر مشتمل تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خانہ مبارک میں شادی کے موقع پر یہ مختصر سامان زادہ انہ معیشت کے لئے کافی اور مکفی تھا۔ جہانگیری کی زیب و زینت کا کوئی نشان تک نہ تھا۔ اور اہل شریعت کا سامان قیاس معقود تھا اور تمغین جیسی آرائش معدوم تھی

حصول مکان اور نخستی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سکونت مکان کے لئے اپنے ایک صحابی حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا ذکر فرمایا۔ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے بھی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک مکان پیش کر چکے تھے۔ تو اس دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حارثہ رضی اللہ عنہ بن نعمان سے پھر ایک مکان لینے میں آپ کو تردد ہوا۔ یہ بات جب حارثہ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے خود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرضداشت پیش کی کہ

(بقیہ حاشیہ منقولہ) (۲) شرح مواہب اللدنیہ للفقانی ج ۲ ص ۳ - تحت بحث ہذا -

(غنیہ) (۳) کشف الغمہ لعلی بن علی الاربطی الشیبی ج ۱ ص ۴۱، ۴۲ - تحت ذکر تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا -

(دشیمہ) (۴) بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ج ۱ ص ۱۰ - تحت باب تزویجھا (طبع قدیم)

ملہ (۵) مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۴ - تحت مسندات علوی رضی اللہ عنہ -

(۶) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۴ - تحت ذکر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (طبع لبنان) -

(۷) البدایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۱ - تحت فصل دخول علی رضی اللہ عنہ علی زوجتہ فاطمہ رضی اللہ عنہا -

”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اور میرا مال اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حاضر ہے۔ جو مکان آپ مجھ سے حاصل فرمائیں گے وہ میرے لئے اس مکان سے زیادہ پسندیدہ ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے چھوڑیں گے“

ترانجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مکان حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے لئے قبول فرمایا اور دعائے خیر کے کلمات کہتے ہوئے فرمایا **بارک اللہ علیک یا فاطمہ** **بارک اللہ فیک** اس کے بعد اس مکان میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی کا انتظام کیا گیا۔ اور مکان کی تیاری کے سلسلہ میں صفائی و دیگر ضروری انتظامات ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی معاونت سے مکمل فرمائے تھے

مکان کی تیاری کے بعد ذوالحجہ سنہ ۱ میں سرمد اور جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تخت جگہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مکان کی طرف اپنی خادمہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی معیت میں پیادہ پا روانہ فرمایا۔ اور اس طرح خاتونِ جنتؑ کی رخصتی اس سادہ سی تقریب کی صورت میں مکمل ہوئی جس میں مروجہ رسومات کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ اور یہ امت کے لئے عملی تعلیم کا بے مثل نمونہ تھا۔

اس موقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے

وما رأینا عرسا احسن من عرس فاطمة رضا

یعنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی سے بہتر اور عمدہ ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔

۱۔ (۱) طبقات ابن سعد : ج ۸ : ص ۱۴۱۔ تحت ذکر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(۲) الاصابہ : ج ۴ : ص ۳۶۶۔ تحت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۳۔ السنن لابن ماجہ : ص ۱۳۹۔ کتاب النکاح باب الولیمہ (طبع دہلی)۔

۴۔ (۱) تاریخ الخیس : ج ۱ : ص ۱۱۱۔ تحت ہنار علی رضی اللہ عنہا۔

(۲) السنن لابن ماجہ : ص ۱۳۹ : کتاب النکاح باب الولیمہ (طبع دہلی)۔

دعوت ولیمہ — خصوصی کی اس مبارک تقریب کے بعد دعوت ولیمہ کا مختصر سا انتظام کیا گیا جس میں جو کی روٹی، کچھ کھجور اور پنیر سے اپنے احباب کے لئے دعوت طعام ترتیب دی گئی تھی۔ یہ اس بابرکت شادی کا تبرک ولیمہ تھا جس میں نہ تکلف تھا نہ قنصع اور نہ ہی قبائلی تفاخر و نظر تھا۔ دعوت ولیمہ ایک سنت طریقہ ہے۔ اس سنت کو نمود و نمائش کے بغیر نہایت سادگی سے ادا کیا گیا اور اہل اسلام کے لئے اس میں عملی نمونہ پیش کیا گیا۔

کلمات دعائیہ — جب انتظامی مراحل مکمل ہو گئے اور خصوصی بھی ہو چکی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی الرضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس موقع پر مناسب حال نصائح و ہدایات ارشاد فرمائیں اور نوجوانوں کے لئے یہ دعائیہ کلمات کہے۔

”اللہم ببارک خیمہما و ببارک علیہما و ببارک لہما و لنسلمہما“

یعنی اے اللہ! زوہدین کے مال و جان میں برکت عطا فرما اور ان کی اولاد کے حق میں بھی برکت فرما۔

غزوہ احد اور سیدنا علیؑ — غزوہ احد ۱۱ یا ۱۵ شوال (علی اختلاف الاقوال) ۳۳ھ میں پیش آیا تھا۔ اسلام میں یہ دوسرا اسمعزہ تھا جس میں حق و باطل کے صف آرائی ہوئی۔ اس غزوہ میں کفار قریش غزوہ بدر کی ہزیمت کا بدلہ لینے کے لئے اپنی جانب سے

۱۔ تاریخ الخلیس، ج ۱، ص ۱۱۱۔ تحت بنابر علی رضیہ فاطمہ رضیہ۔

۲۔ شرح مواہب اللدنیہ للنفقانی، ج ۱، ص ۱۲۶۔ تحت تزویج فاطمہ رضیہ۔

۳۔ الاصابہ لابن حجر، ج ۲، ص ۳۶۲۔ تحت فاطمہ الزہراء رضیہ۔

۴۔ سند الحمیدی، ج ۱، ص ۲۲۔ تحت احادیث علی بن ابی طالب رضیہ۔

۵۔ السنن لسمیع بن منصور، ج ۲، ص ۱۵۲۔ (القسم الاول)۔

پوری تیاری کے ساتھ مدینہ شریف پر اقدام کر کے آئے تھے۔ اور اس کے جواب میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی معیت میں احد کے مقام کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ غزوہ ہند میں صحابہ کرامؓ کی تعداد کے متعلق علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ابتداء تک درمیش ایک ہزار تھی اور ان کے مقابل مشرکین کی تعداد قریباً تین ہزار تھی۔

اس موقع پر مدینہ شریف میں نیابتِ صلوة کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام مقرر کیا گیا تھا۔

شکر کی ترتیب کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ اس کے میمنہ کے امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور میسرہ کے امیر المنذر بن عمرو الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبکہ قلبِ لشکر کے امیر سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم متعین تھے۔ ”رجالہ“ یعنی پیادہ پا دستہ پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر تھے۔ اور تیر اندازوں کی جماعت پر عبداللہ بن جیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا گیا تھا۔

اس غزوہ میں مہاجرین کا پرچم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جو ان کی شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ کفار کی طرف سے ان کا علم بردار ابو سعید بن ابی طلحہ تھا۔ اس نے حضرت علیؓ کو مبارزت کے لئے آواز دی۔ پھر دونوں کا اس رزمگاہ قتال میں سخت مقابلہ و مقاتلہ ہوا۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے اپنی کمال شجاعت کے ساتھ داکر کے اسے گرایا لے

اس کے علاوہ دورانِ جنگ آپؐ نے متعدد دشمنین کو تہ تیغ کیا۔ ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے کہ ابو بکر بن الاحسن کا فرقہ بنی نے ایک مسلمان کو شہید کر دیا تو جو اباً حضرت علی المرتضیٰؓ نے ابو بکر بن الاحسن کو پراپنی تیغ سے شہید کر دیا۔ وہ اسپ سوار تھا تاہم اس کے پاؤں کو نصف ران سے قطع کر کے اسے گھوڑے سے گرا دیا اور ختم کر ڈالا۔

لے البدایہ لابن کثیر ۲ ج ۲ ص ۲۰ تحت عنوان مقتل حمزہ رضی اللہ عنہ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸)

اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خندق میں گرنے کا واقعہ پیش آیا۔ اس موقع پر حضرت علی الرضی رضہ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضہ پہنچے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں حضرات نے سنبھال دیا۔

ان سنگین حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ضرب پہنچی۔ شدتِ قتال فرو ہوئے پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام میں آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے خون صاف کرنے کے لئے سہتر علی رضہ نے اپنی ڈھال کے ذریعہ پانی میا کیا۔ اور سپہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک چٹائی جلا کماں کی راکھ سے خون بند کرنے کی ایک تدبیر کی تھی۔

غزوہٴ ہند میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مرد و زن) کے بے شمار کارنامے اور خدمات ہیں۔ اور بے مثل قربانیاں احادیث اور اسلامی تاریخ میں مذکور ہیں۔ حضرت سیدنا حمزہ رضہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضہ دیگر صحابہ کرام رضہ کی دردناک شہادت اس موقع پر ذکر کی گئی ہے۔ لیکن تالیف ہذا کے موضوع کی رعایت کے اعتبار سے ہم ان تفصیلات میں جانا ضروری نہیں سمجھتے۔

ایک اشتباہ پھر اس کا ازالہ
اس دور کے بعض مصنفین نے حضرت علی الرضی رضہ کی سیرت میں غزوہٴ احد کے واقعات کے تحت طبری کی ایک روایت کے پیش نظر حضرت عمر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ایک اعتراض قائم کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔

(۱) (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱۔ طبقات ابن سعد : ج ۳ : ص ۱۲۸ - ۱۔ ق ثانی تحت دکان -

۲۔ البدایہ : ج ۲ : ص ۲۲ - تحت فصل ثم انزل اللہ نصرہ علی السلیہ -

۳۔ (۱) بخاری شریف : ج ۲ : ص ۵۸۲ - تحت ابواب غزوہ احد (طبع دہلی) -

(۲) البدایہ لابن کثیر : ج ۱ : ص ۲۹ - تحت فصل فیما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ من المشرکین -

(۳) المصنف لابن الشیخ : ج ۱۴ : ص ۴۰۴ - ۴۰۸ - (طبع کراچی) کتاب المغازی -

کہ جنگِ احد میں جب ایک وقت میں مسلمانوں کو شکست کا سامنا ہوا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ افواہ پھیل گئی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس دوران اہل اسلام پر ایک کیفیت یا سچا لگئی۔ اور کچھ لوگ ایک چٹان پر اسی اضطراب اور مایوسی کے عالم میں بیٹھ گئے۔ ان لوگوں میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ان لوگوں میں سے بعض نے کہا۔

”کاش ہمیں کوئی قاصد مل جاتا جسے ہم عبد اللہ بن ابی کے پاس بھیجے جو ہمارے لئے ابوسفیان سے امان کی درخواست کرتا۔“

لے لوگو! محمدؐ تو قتل ہو گئے اب اپنی قوم و قریش کی طرف واپس چلو قبل اس کے کہ وہ تمہارے پاس آئیں اور تمہیں قتل کر دیں۔“

..... قال بعض اصحاب الصخرة ليت لنا رسولا الى عبد الله بن ابي فياخذ لنا امانة من ابى سفيان -

يا قوم ! ان محمداً قد قتل فارجعوا الى قومكم قبل ان يأتوكم فيقتلوكم ۛ لہ

مقرر ص کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہما آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر دیں سے متحرف ہو گئے تھے اور دین سے مایوس کر مندرجہ بالا خیالات کا اظہار کیا۔ ازالہ شبہ ہذا کے جواب میں چند چیزیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ ان پر نظر غائر فرمائیں۔

— اڈل :- سب سے پہلے یہ چیز ملحوظ خاطر رہے کہ طبری کی جس روایت کی بناء پر یہ اعتراض قائم کیا گیا ہے اس کی اسنادی حیثیت یہ ہے کہ اس کا ایک راوی ”السدي“ ہے اور اس راوی کو علماء رجال نے ”مذروح“ اور ”مقدوح“ قرار دیا ہے اور شیعہ لکھا ہے ۛ

لہ تلخیص طبری، ج ۳، ص ۲۰۔ تحت حالات غزوہ احد سنۃ ثانیۃ۔ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

— دوم :- دوسری چیز یہ ہے کہ ”السدی“ نے خود یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ واقعہ ہذا کسی سے نقل نہیں کیا۔ فلہذا یہ روایت سندا منقطع ہے۔ کیونکہ راوی ہذا واقعہ احد سے بہت بعد کے دور کا آدمی ہے اور واقعہ ہذا کے وقوع اور اس راوی کے درمیان مدت میں فاصلہ ہے۔

— سوم :- نیز طبری نے اس روایت میں ”بعض اصحاب الصحرة“ کے الفاظ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ یعنی حضرت عمر یا حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسماء مذکور نہیں، بلکہ اصحاب الصحرة میں سے کسی فرد کے الفاظ نقل کئے ہیں کسی کا نام متعین نہیں کیا۔

لیکن معترض نے اپنے رجحان طبع کے اعتبار سے حضرت عمر اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد لئے ہیں۔

— چہارم :- طبری میں اس مقام کی روایات میں یہ روایت موجود ہے کہ۔ پریشانی اور یاسی کے عالم میں بعض مہاجرین و انصار بیٹھے تھے جن میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بھی موجود تھے کہ انس بن نضرؓ ان کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ تم اس طرح پریشان کیوں بیٹھے ہو؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس پر حضرت انس بن نضرؓ نے کہا کہ اگر آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے تو پھر ہم آج نہایت مہم کے بغیر زندہ رہ کر کیا کریں گے۔۔۔۔۔ چنانچہ یہ لوگ مخالفین کی طرف متوجہ ہوئے اور شہید قتال کیا اور اسی دوران حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

روایت ہذا میں ”اصحاب الصحرة“ کا کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی اس میں ان رجحانات، اور خیالات کا ذکر ہے جو ”اصحاب الصحرة“ والی روایت سے ظاہر ہوتے ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ ”اصحاب الصحرة“ والی روایت میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ کے اسماء

(بقیہ حاشیہ مندرجہ) لکھ کتاب میزان الاعتدال للذہبی، ج ۱، ص ۱۰۹، ۱۱۰۔ تحت اسماء بن عبد الرحمن السدی الکوفی طبع مصر (م)

لکھ تلخیص طبری، ج ۳، ص ۱۹۔ تحت حالات غزوہ احد ص ۳۳۔

شامل نہیں۔ اور جس روایت میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے اسما ذکر میں اس روایت میں وہ رجحانات اور خیالات مذکور نہیں جو ”اصحاب الصخرہ“ کی روایت سے عیاں ہیں۔

قرآن و شواہد معترض نے اصحاب الصخرہ والی روایت سے، دین سے انحراف اور یاہوسی کے جن رجحانات و خیالات کا الزام حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ پر عائد کیا ہے یہ ہرگز درست نہیں۔ ان کے غلط ہونے پر درج ذیل قرآن و شواہد موجود ہیں۔

۱۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ

”..... فلما عرف المسلمون رسول الله صلى الله عليه وسلم نهضوا

بہ و نهض نحو الشعب معه علي بن ابي طالب و ابو بكر بن

قحافة و عمر بن الخطاب و طلحة بن عبید الله و زبیر

بن العوام و الحارث بن الصمة في رهط من المسلمين“

یعنی اضطراب کیفیت سے سنبھلنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے

اور ایک گھاٹی کی طرف تشریف لے گئے تو آپ کے ہمراہ حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر،

حضرت طلحہ، حضرت زبیر، اور حضرت حارث بن الصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور مسلمانوں کی ایک

جماعت تھی۔

یہ چیز اس بات کا قرینہ ہے کہ ان حضرات کے دین و ایمان میں کوئی تذبذب یا یاہوسی کا شائبہ

نہیں آیا۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنجناب کے اصحاب جنگ کے بعد ایک مقام پر تشریف

فرماتے کہ ابوسفیان نے قفار و قلعی کے انداز میں ندا دی کہ ”لنا عزی ولا عزی لکم“

تو بقول طبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ قل الله مولنا ولا

مولیٰ لکھو : لہ

یہ واقعہ واضح طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آنجنابؐ کو آپ کے ایمان و ایقان پر پورا پورا اعتماد تھا۔ اسی لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی مشرکانہ نذر کے جواب کے لئے آپؐ کو منتخب فرمایا۔

۳۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ رضی اللہ عنہما سے متعلق اسی موقع کی ایک روایت طبریؒ نے نقل کی ہے کہ۔

ایک مرتبہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چٹان پر بیٹھنے کی ضرورت ہوئی اور آپؐ نے تکلیف محسوس فرمائی تو حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہما آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سہارے سے چٹان پر بیٹھے۔

..... فلما ذهب لينهمن لم يستطع فجلس تحته طلحة بن

عبید اللہ فنهض حتى استوى عليها : لہ

روایت مذکورہ بالا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہما صحابہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ان حضرات کے ایمان و اسلام میں کوئی تذبذب وغیرہ نہیں آیا۔

مندرجات بالا سے واضح ہے کہ معترض نے حقیقت واقعہ سے قطع نظر کر کے اعتراض قائم کرنے میں تبلیس سے کام لیا ہے۔ اور اپنی کج فطرتی کے موافق غلط استخراج کیا ہے۔

ربیع الاول ۱۱۸ھ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی نضیر سے دو افراد کے قتل کی دیت (معاوضہ قتل) کے معاملہ میں گفتگو کے لئے ان کے ہاں تشریف لے

گئے۔ بنو نضیر مدینہ طیبہ سے قریباً دو میل باہر مقیم تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ

لہ تاریخ طبری ۱ ج ۳ ص ۲۱۔ تحت حالات غزوہ احد ۳۳ھ

لہ تاریخ طبری ۱ ج ۳ ص ۲۱۔ تحت حالات غزوہ احد ۳۳ھ

مصدق رحمہ، حضرت عمر فاروق رحمہ، حضرت علی المرتضیٰ رحمہ اور دیگر متعدد صحابہ کرام علیہم السلام کی ایک جماعت تھی۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی مصاحبت میں وہاں ایک یہودی کے مکان کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اکابر بنو نضیر بطاہر بنوخس اسلوبی سے پیش آئے۔ ادائیگی دیت کے معاملہ میں اعانت کا وعدہ کیا لیکن درپردہ انہوں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر سنگ گراں گرا کر آپ کو شہید کرنے کی سازش کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مذموم ارادہ سے مطلع فرادیا۔ اور آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ شریف واپس تشریف لائے۔ بعد میں صحابہ کرام بھی واپس آ گئے۔

یہودی بنی نضیر کی اس مخالفت و فریب کاری، اور دیگر بدعیدیوں کی بنا پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر محاصرہ کا اقدام فرمایا۔ اس موقع پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رحمہ کو علم عنایت فرمایا۔ جناب علی المرتضیٰ رحمہ اہل اسلام کی طرف سے علم بردار تھے۔ اس دوران آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف میں نماز کے انتظام پر پھر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رحمہ کو مقرر فرمایا۔ بالآخر بنو نضیر محاصرہ کی تاب نہ لائے اور اپنے املاک و جائیدادیں چھوڑ کر بیشتر تو خیر جا پہنچے اور کچھ دوسرے مقامات کی طرف ہجرت ہو گئے۔

غزوہ خندق اور احزاب
اسلام کے غزوات میں غزوہ خندق ایک مشہور غزوہ ہے۔ یہ شوال ۵ھ میں پیش آیا تھا۔ کفار اپنی پوری تیاری کے ساتھ مدینہ

۱۔ (۱) سیرت ابن ہشام ۱ ج ۲ ص ۱۹۰۔ تحت اجلہ بنی نضیر۔

(۲) تفسیر لابن کثیر ۱ ج ۲ ص ۳۳۱۔ تحت سورۃ الاحزاب ۲۸۔

(۳) البدایہ لابن کثیر ۱ ج ۲ ص ۵۵۔ تحت غزوہ بنو نضیر۔

۲۔ (۱) طبقات ابن سعد ۱ ج ۲ ص ۴۱۔ تحت غزوہ بنی نضیر۔

(۲) تاریخ الخلفاء ۱ ج ۱ ص ۴۶۱۔ تحت غزوہ بنی نضیر۔

شرعیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے متعدد قبائل عرب کو ساتھ لے کر پہنچتے۔ اور مسلمانوں کی طرف سے مدینہ کے باہر ان کے حملے کے جواب کے لئے حفاظتی تدبیر کے طور پر خندق کھودی گئی تھی۔ اس واقعہ کی سیاق و تاریخ کی کتابوں میں بہت کچھ تفصیلات ہیں اور قرآن مجید میں سورہ احزاب کی متعدد آیات میں اس کا بیان ہے۔ لیکن یہاں صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

کفار کے قبیلہ بنی عامر میں ایک شخص عمرو بن عبدود مشہور شجاع تھا۔ یہ شخص جنگ بدر میں زخمی ہو کر واپس ہوا تھا۔ اور جنگ احد میں شامل نہیں ہو سکا تھا۔ اس بار غزوہ خندق میں اپنے گروہ کے ساتھ پھر شامل ہوا۔ بہادری کے غرور میں اہل اسلام کو اس نے مبارزت کی دعوت دی تھی۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے میدان کارزار میں نکلے۔ دونوں کا باہم سخت قتال ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر وار کر کے اسے قتل کر دیا اور اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

غرورہ ہذا میں اللہ تعالیٰ کی کمال نصرت شامل حال ہوئی اور کفار کی جماعتیں سخت ہزیمت اٹھا کر پسپا ہوئیں اور مسلمانوں کو اللہ کریم نے کامیاب و کامران فرمایا۔

غرورہ بنی قریظہ یہ واقعہ ذوالقعدہ ۳ھ کا ہے۔ اہل اسلام کے ساتھ یہود بنی قریظہ کا معاہدہ تھا کہ بنو قریظہ مسلمانوں کے خلاف کفار قریش کی مدد اور معاونت نہیں کریں گے اور مخالفانہ جنگ میں حصہ نہیں لیں گے۔

لیکن غزوہ احزاب کے موقع پر بنو قریظہ نے بدعہدی کر کے کفار قریش کی معاونت کی اور دیگر قبائل عرب کو بھی مسلمانوں کے خلاف تحریک دلائی اور قتال پر آمادہ کیا۔

۱) سیٹ لائبریری مشام : ج ۲ ص ۲۲۵ - تحت قتل علی لعویذ بن عبدود -

(۲) البدایہ لابن کثیر : ج ۲ ص ۱۰۵، ۱۰۶ - تحت فضل (احمال خندق) -

(۳) تاریخ الخلفاء : ج ۱ ص ۴۸۶، ۴۸۷ - تحت مہذرت علی رضی اللہ عنہ سے عبدود -

واقعہ احزاب کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ شریف تشریف لائے تو اسی وقت حکم خداوندی نازل ہوا کہ بنو قریظہ کی مخالفت اور بدعہدی کی بنیاد پر اقدام کر کے ان کا محاصرہ کیا جائے۔ تو سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ارشاد فرمایا کہ بنی قریظہ پر بھڑک کر کہ ان کو قلعہ بند کر دیا جائے اور ان پر قبضہ کیا جائے۔ اور انتظامی امور میں یہ صورت اختیار کی کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ شریف پر نگران بنایا۔ اور ایک ابتدائی دستہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں بنو قریظہ کی طرف روانہ کیا اور علم بھی آپ کے سپرد کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ عنہ بمعہ دیگر صحابہؓ کے بنو قریظہ کے ہاں پہنچے اور ان کے قلعہ کی دیواروں کے پاس جا کر علم نصب کر دیا۔ اس وقت یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرتؐ کے ازواج مطہراتؓ کے حق میں سب دشتم کر رہے تھے۔

”وكان على رضى قد سمع منهم قولاً سيئاً لرسول الله صلى الله عليه

وسلم واذا واجهه رضى الله عنهم“

اور بعد میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ دیگر صحابہؓ تشریف لائے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سبقت کر کے ان (یہود) کے سب دشتم کا حال جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہمارے پہنچ جانے کے بعد اب سب دشتم نہیں کریں گے۔

اب یہ لوگ اپنی حفاظتی تدبیر کے تحت اپنے قلعہ میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں نے بفرمان نبوتؐ قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور کم و بیش پندرہ دن محاصرہ جاری رہا۔ پھر ان کا انجام ان کے قتل پر اختتام پذیر ہوا۔ ان کے بچے مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو اسیر بنا لیا گیا۔ اور ان کے اموال و املاک مالِ فقیرت قرار پائے۔

۱) البدایہ لابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۹ - فصل غزوہ قریظہ -

(۲) سیوط حلیہ ج ۱ ص ۳۵۵ - تحت بنی قریظہ - (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

تنبیہ - نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آنجناب م کے ازواج مطہرات کے حق میں بگڑتی (اور سبب شتم کرنے والی پہلی قوم یہود بنی قریظہ ہیں۔ یہ ان کا بڑا عمل تھا جس کا نتیجہ ہر وقت ان کو نصیب ہو گیا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حق میں بدکلامی کرنے والوں کے لئے اس میں سلمانِ عہد موجود ہے۔

سریہ بنی سعد فدک - شعبان ۳۳ھ میں سردارِ دوہا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع پہنچی کہ قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ہاں ایک قوم جمع ہے جو یہودی خیر کی امداد و اعانت کے لئے آمادہ ہے۔ ان کے تعاون سے یہودی کی جمعیت بڑھے گی اور اہل اسلام کے خلاف ایک اور طاقت قائم ہو جائے گی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ کو فرو کرنے اور ان کی جمعیت کو منتشر کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی میں مسلمانوں کی ایک جماعت ارسال فرمائی۔ یہ حضرات ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے ہج کے مقام پر جا پہنچے۔ یہ ایک پشیمہ آب تھا جو فدک اور خیبر کے درمیان واقع تھا۔ وہاں ایک شخص کے ذریعہ حالات کی سراغ رسانی کی گئی اس دوران بنو سعد کو مسلمانوں کے دستہ کی آمد اور حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو گئی۔ وہ وہاں سے بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سے غنائم حاصل ہوئے اور حسب قواعد اسلامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں انہیں تقسیم کیا گیا۔

(بقیہ حادیث مکرر شدہ) ۱۱۹، سیرت ابنی ہشام ج ۱ ص ۲۳۲، ۲۳۵۔ تحت خزوہ بنی قریظہ۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۹۔ تحت خزوہ بنی قریظہ۔

(۳) تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴۔ تحت خزوہ بنی قریظہ۔

۱۱۔ (۱) طبقات ابنی سعد ج ۲ ص ۶۵۔ تحت سریہ علی بن ابی طالب رض۔

(۲) تاریخ الخلفاء ج ۲ ص ۱۳۔ تحت بعث علی بن ابی بنی سعد۔

(۳) زرقانی شرح مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۶۲۔ تحت سریہ علی بن ابی بنی سعد۔

صلح حدیبیہ ذوقعدہ ۶ھ

کی جاتی ہیں۔

اس موقع پر جب کفار کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح ہوئی تو صلح نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے تحریر کیا تھا جب کتابت کرنے لگے تو اس طرح تحریر کیا کہ

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور قریش کے دریاں
پر صلح نامہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ

کفار نے کہا کہ لفظ "الرحمن الرحیم" اہل لفظ "رسول اللہ" نہ لکھتے۔ اگر یہ منصب ہم تسلیم کر لیں تو اختلاف ہی کیا ہے۔ "محمد بن عبد اللہ" لکھتے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو ارشاد فرمایا کہ لفظ "رسول اللہ" کاٹ دیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی عنہ نے عرض کیا میں تو اس لفظ کو کاٹنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (برقی نزاع کے لئے) خود اپنے دست مبارک سے اسے محو فرمایا۔

صلحا مہذبہ میں متعدد شرائط تھیں (ان کی تفصیلات مفصل کتابوں میں پائی جاتی ہیں) مختصراً یہ ہے کہ یہ معاہدہ مضمون ذیل پر مشتمل تھا۔

۱: مسلمانوں اور کفار کے درمیان قتال دسلس سال تک موقوف ہے۔

۲ : اس مدت کے دو میان ایک فریق دوسرے فریق پر تیغ زنی نہیں کرے گا اور نہ ہی خیانت

۱۰ (۱) المصنف لابن أبي شيبة : ج ۱۴ ، ص ۴۳۵ . کتاب المغازی - طبع کراچی -

(۲) مسلم شریف : ج ۲ ، ص ۱۰۴ ، ۱۰۵ - تحت باب صلح حدیبیہ - طبع دہلی -

(۳) بخاری شریف ج ۱ : ص ۱۴۴ ، ۱۴۵ - کتاب الصلح باب کیف یکتب هذا ماصلاح فلاں بنی فلان -

(۴) مشکوٰۃ شریف ۱، ص ۳۵۵ - باب الصلح - المفصل الثالث - متفق علیہ -

کرے گا۔

۳۔ قریش کا جو شخص اپنے ولی اور آفاقی اجازت کے بغیر مدینہ جلائے گا اس کو واپس کرنا ہوگا۔

۴۔ اور جو شخص مسلمانوں میں سے مدینہ سے مکہ آجائے اس کو واپس نہ کیا جائے گا۔

۵۔ اور امسال مسلمان بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں اور مکہ میں داخل نہ ہوں۔ آئندہ

سال صرف تین یوم مکہ میں عمرہ کے لئے داخل ہو کر واپس ہو جائیں گے۔

اسی ضمن میں ابوہریرہؓ بیان ہو کر بھاگ کر مسلمانوں کی طرف آیا لیکن اس کو بغیر ان نبوی م معاہدہ

کی رعایت کئے اس کے کافر والد سہیل بن عمرو کے حوالہ کر دیا گیا۔

صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو صلح ہوئی تھی یہ بظاہر کفار کے حق میں تھی اور ان کی اس سے بالادستی نمایاں

تھی۔ معلوم ہوتا تھا مسلمانوں کے حق میں یہ صلح مغلوبانہ ہے اور اس میں مسلمانوں کی زیر دستی ظاہر تھی۔

اس واقعہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی کتابت کی خدمات سرانجام دیں جو نہایت

قابل قدر ہیں۔ اور شان رسالت کا اس میں احترام و اکرام ملحوظ رکھنا بڑا دقیق کارنامہ ہے بظاہر تو فرماں

نبویؐ سے گریز کرنا معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ ایمانی جذبات کا اظہار تھا جو اس شکل میں کیا گیا۔ اور

اسے انجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ناپسند نہیں فرمایا بلکہ عملاً مستحسن سمجھا۔

صلیٰ اللہ علیہ وسلم پر اہل اسلام اور کفار دونوں فریقین کے تصدیقی و توثیقی دستخط ثبت کئے گئے مسلمانوں

کی طرف سے شاہد بنے والے اکابر حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمارؓ، حضرت عوفؓ، حضرت علیؓ

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہم تھے۔

اور کفار کی جانب سے گواہ بن کر دستخط کرنے والے عبداللہ بن سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالمطلب

اور معزز بن مخضف وغیرہ تھے۔

۱۔ سیرت ابنیہ ہشام ۱ ج ۲ ص ۳۱۹۔ تحت من شہدا علی الصلح۔

۲۔ تاریخ الخلفاء ۱ ج ۲ ص ۲۳۔ تحت حالات صلح حدیبیہ۔

مسلمانوں اور کفار کے مابین معاہدہ کی یہ بڑی اہم دستاویز تھی اس پر مسلمانوں کی طرف سے
 وخطہ کرنے والے اہل اسلام میں بڑے پختہ کردار اور انتہائی معتد افراد ہی ہر سکتے تھے اور ان کے ایمان و
 یقین میں اشتباہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہ سکتی تھی۔ اور کفار کی نظر دل میں بھی یہ حضرات اعلیٰ حیثیت
 کے مالک اور درجہ اعتماد میں مرتبہ علیا پر فائز تھے۔

ایک شبہ اور اسکا ازالہ اس موقع پر پناہ لینے والے صحابہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں شبہ
 پیدا کرتے ہیں کہ ان کو ایمان باللہ و تصدیق بالرسالت میں شک ہو گیا تھا
 اور اس چیز کا خود انہوں نے اقرار کیا ” واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذ ” (غیر)
 یہ ضعیف ایمان کی علامت ہے۔

شبہ ہذا کے ازالہ کے لئے امور ذیل میں غور فرمائیں۔

۱۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے الفاظ مذکورہ صحاح کی روایات میں مذکور نہیں بلکہ صحاح سے
 کم درجہ کی کتابوں میں کہیں کہیں ملتے ہیں۔

۲۔ اس مسئلہ کی تمام روایات کی تحقیق کی جائے تو ظاہر ہوگا کہ یہاں تصرفِ راوی سے مدافعت
 محفوظ نہیں رہی۔ اس میں تعبیرِ راوی اور ظنِ راوی کا بہت دخل ہے۔ روایت میں یہ الفاظ
 ” قال ” کے بعد مذکور ہیں۔ یعنی ” قال ” کا مقولہ ہیں اور قال کا فاعل ابن شہاب زہری
 ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ الفاظ راوی کا اپنا اور راجح ہے۔ اور روایت مدرج ہے اور
 راوی کا اپنا گمان ہے۔

۳۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح کے الفاظ بالضرر اگر صادر بھی ہوئے
 تو وہ اس مغلوبانہ صلحنامہ کی قیود و شرائطِ اہل اسلام کے لئے سودمند ہونے یا نہ ہونے کے
 متعلق وقتی طعن پر، ایک اضطرابی کیفیت میں صادر ہوئے۔ ان الفاظ کو اشتباہ ایمانی پر محمول
 کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ اس معاہدہ کے مصالح و منافعِ عظیمِ خداوندی میں مستور تھے۔ ہرگز مخترب
 اپنے موقع پر ظاہر ہونے والے تھے، اور ظاہری حالات پر نظر کرنے سے قیود و شرائطِ مندرجہ بالا

کر لینا مسلمانوں پر شاق تھا۔ اور حضرت عمرؓ پر دینی حیثیت کی بناء پر یہ اضطراب و قلق طاری تھا جو کہ کمال ایمان کی نشانی تھی نہ کہ زوال ایمان کی علامت۔

مختصر یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں اس مغلوبہ صلیح کی افادیت میں شک و شبہ ہوا تھا ایمان بالنبوت و بالرسالت میں ہرگز اشتباہ نہ تھا۔

— م : جب اس موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ سے حضرت عمر فاروقؓ کی گفتگو ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ ”واشهد انہ رسول اللہ..... الخ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

نیز صلح نامہ مذکور پر جس طرح اکابر صحابہ کرامؓ سے بطور شاہد دستخط کرائے گئے تھے اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ سے بھی بطور گواہ دستخط حاصل کئے گئے۔ تو معلوم ہوا کہ فاروقی ایمان پر عود صاحب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر اہل اسلام کو پورا پورا اعتماد و یقین تھا۔ فاروقی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان و اسلام پر شبہ کرنا واقعات کے خلاف ہے اور ان کے ساتھ قلبی عناد کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔

غیر کے متعلق

غیر مدینہ طیبہ سے ملک شام کی جانب آٹھ برید کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور غیر کا محل وقوع کم و بیش تین شب و روز کا سفر ہے۔ مدینہ سے قریباً بالغلاذ دیگر اسی میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ مسافت اس دور کے اعتبار سے مصنفین نے لکھی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ۔

ہی مدینة کبيرة ذات حصون و مزارع علی شانہ بود مدین
المدينة الى الشام لہ

یعنی غیر ایک بڑا علاقہ ہے جس میں بہت سے قلعے ہیں اور بہت سی منزلہ و زمینیں ہیں

اور باغات ہیں۔ یہ شہر مدینہ شریف سے آٹھ برید دور شام کی طرف واقع ہے۔

نوٹ ۱۔ برید عموماً بارہ میل مسافت کا شمار ہوتا تھا۔

تایخ واقعہ خیبر صلح حدیبیہ کے بعد سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں کچھ قلیل مدت

رہے اور اس کے بعد اواخر محرم الحرام ۳ھ میں آنجناب صلی اللہ

علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے غیر تشریف لے گئے۔ ماہ صفر النظار پورا خیبر میں صرف ہوا۔ پھر آپ ابتداء

ربیع الاول ۳ھ میں مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

نیابت مدینہ اس موقع پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ منورہ میں نیابت کے

فرائض ایک صحابی سباع بن عرفطہ القفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر انجام

دیئے اور بعض روایات کے اعتبار سے نبیلہ بن عبد اللہ اللثبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنجناب صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے مدینہ شریف میں نائب تھے۔

خیبر کی طرف پیش قدمی یہود ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے

اور کفار قریش اور منافقین کی حمایت میں ان کی مخالفانہ سازشیں

ہمیشہ جاری رہتی تھیں یہ لوگ اہل اسلام کے خلاف محاصرت و عداوت میں پیش پیش رہتے تھے۔

خیبر میں ان کے بہت سے حفاظتی مراکز موجود تھے جن میں یہ اپنے قبائل کے ساتھ آباد تھے۔ یہودی نفیر

کو کسٹھ میں مدینہ طیبہ کے حصار سے بچ کر خدادادی نکال دیا گیا تھا۔ اور بعض دوسرے یہود یہاں خیبر

میں آباد ہوئے تھے ان سب کے لئے یہ قلعے بنائے گئے تھے۔ گویا اہل اسلام کے حق میں یہ قلعے،

فسادات کا سرچشمہ تھے یہ خیبر میں بسنے والے اپنی مرکزی مضبوطی کی بنیاد پر کسی سے خائف نہ ہوتے

تھے۔ مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ان قومی مرکزی حیثیت اور بنیادی استحکام کو یہاں سے ختم کرنا ضروری

۱۔ تاریخ خلیفہ ابنے خیاط ۱ ج ۱، ص ۴۴۔ تحت ربیع الاول ۳ھ۔

۲۔ البدایہ ونبیہ کثیرہ ۱ ج ۲، ص ۱۸۱۔ تحت غزوہ خیبر (طبع اقل مصر)۔

تھا۔ اس بنا پر سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایک لشکر (جو کہ کم و بیش چودہ سو افراد پر مشتمل تھا، کو ساتھ لے کر خیبر کی جانب اقدام فرمایا۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ نے انہی صحابہ کرام کو ساتھ لیا جو صلح حدیبیہ اور بعثتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی مالی جانی قربانیاں پیش کی تھیں۔

اس مہم میں اسلامی افواج کی انتظامی کیفیت اس طرح ذکر کی گئی ہے کہ مقدورہ انگیزش پر عکاشہ بنی محسن الاسدی رضی اللہ عنہ مامور تھے اور لشکر کے میسنر یعنی حصہ راست پر حضرت عمر بن الخطاب متبعین تھے اور لشکر کے میسرہ یعنی حصہ یار پر ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ مامور تھے۔

پرچم دیتے گئے افواجِ اسلامی کی ابتدائی کیفیات میں اس طرح مذکور ہے کہ لشکر کے مختلف حصے تجویز کئے ہوتے تھے۔ پھر ایک ایک طبقہ کے لئے علم اور جھنڈے دیتے گئے تھے۔ فوج کے ایک حصہ کے لئے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس علم تھا۔ لشکر کے ایک حصہ کا جھنڈا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ لشکر کے کچھ حصے پر حضرت احباب بن المنذر رضی اللہ عنہ پرچم اٹھاتے ہوئے تھے تو افواج کے ایک دستے کا علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

فانہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرق الرايات يومئذ بين ابوبكر وعمر والحباب بن المنذر وسعد بن عبادۃ رضي الله عنهم۔ اور طبقات ابن سعد میں اس طرح بھی وارد ہے کہ بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ جب خیبر میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو علم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عنایت فرمایا تھا۔ ان عبد اللہ بن بریدۃ عن ابيہ بریدۃ الاسلمی قال لما كان حيث نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم بحضرة اهل خيبر اعطى رسول الله صلى الله عليه وسلم اللواء عمر بن الخطاب رضي الله

لہ سیرت حلبیہ: ج ۳، ص ۱۸۱۔ تحت ذکرِ آیات۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

حصون خیبر (خیبر کے قلعے) یہود کے اس مرکزی مقام میں نہایت مستحکم متعدد قلعے تھے۔ بعض علماء نے گیارہ یا بارہ قلعے ذکر کئے ہیں۔ بعض سرت

نکار اس سے بھی کم ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان میں جو دفاعی محاطے زیادہ اہم تھے ان میں سے چند ایک کے نام ذکر کئے جاتے ہیں۔

حصن ناظم، حصن سومان، الشق اور اس کے ذیلی قلعے حصن ابی اور حصن النزار، النظاۃ اور اس کے ذیلی قلعے حصن الصعب بن معاذ اور حصن الزبیر تھے۔ اور الکتابہ اور اس کے ذیلی قلعے (القوس) اور الوطی، السلام تھے۔

ان میں سے بعض کے مختصر کوائف ذکر کئے جاتے ہیں۔ قلعوں کے متعلق تمام تفصیلات ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں۔ مالا یدرک کلا لا یفرک حکلا کے درجہ میں انہیں تصور کر لیا جائے۔

حصن ناظم علماء نے ذکر کیا ہے کہ قلعہ ناظم فتوحات خیبر کے محاطے سے پہلا قلعہ ہے اور اس پر سخت قتال واقع ہوا تھا اور یہاں محمود بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید

ہوئے تھے۔ وہ اس طرح کرسدت گرمی کی وجہ سے محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی دیوار کے سایہ میں کچھ آرام لینے لگے تو اس وقت ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے ان پر سنگ گراں پھینک دیا محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس کی پوچھ کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

وعندہ قتل محمود بن مسلمة رضی اللہ عنہ القیت علیہ الرجاء فقتلہ

(لقبہ حاشیہ مگر شہر) ملے طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۹۵۔ تحت ذکر ہجرت عربی الخطات رضی اللہ عنہ

ملے (۱) طبقات ابن سعد، جلد ثانی، ص ۷۷۔ خزوہ خیبر۔ طبع لیڈن۔

(۲) سیرت حلبیہ، جلد ثالث، ص ۲۸، ۲۷۔ تحت حالات خیبر۔

ملے (۱) البدایہ، جلد رابع، ص ۱۹۱ تحت فتح حصون خیبر۔

(۲) سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۳۰۔ تحت تفصیل حصون۔

یاد رہے کہ آپ محمد بن مسلمہ الانصاریؒ کے بھائی تھے اور اسلام کے بہترین مجاہد تھے۔
دین کی خاطر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

یہ قلعہ ”الشنق“ کا ذیلی قلعہ شمار کیا گیا ہے اس پر اہل اسلام کا یہودیوں کے ساتھ
حصن ابی شدید مقابلہ ہوا اور یہودیوں کے کئی بہادر دیکھے بعد دیگئے ”هل من

مبارز“ (ہے کوئی میرے مقابلے میں آنے والا) لڑا کرتے ہوئے نکلے۔ ایک یہودی کے مقابلہ
میں حضرت الحباب بن منذرؒ نے نکلے اور اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور جب یہودی بھاگنے لگا تو
ایک شدید وار کر کے اسے ختم کر دیا۔ پھر دوسرا چچو یہودی مسلمانوں کو لڑا کرتے ہوئے نکلا تو حضرت
ابو دجانہؒ نے اس کے پاؤں کاٹ ڈالے اور پھر اسے ختم کر ڈالا۔ قتال شدید کے بعد مسلمانوں نے
المنیر الکبریٰ کی صدا بلند کرتے ہوئے یکدم حملہ کر دیا اور قلعہ کو فتح کر ڈالا۔ اس قلعہ میں بہت سا اثاثہ اور
متاع سامان غوراک اور مال ملیشی وغیرہ مسلمانوں کو حاصل ہوئے لے

قلعہ النظاۃ کے ذیل میں متعدد حصوں تھے۔ ان کے متعلقات میں سے بعض چیزیں
حصن النظاۃ یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

صاحب سیرت حلبیہ نے لکھا ہے کہ بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ”النظاۃ“ کے قلعوں پر سات
دن تک قتال کرتے رہے اور ہر یوم محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتال کے لئے ارسال
فرماتے تھے۔ اور اس موقع پر مسلمانوں کے مرکزی اور فوجی مستقر پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو محافظ مقرر فرمایا گیا تھا۔ انہوں نے اس فریضہ کو نہایت عمدگی کے ساتھ سرانجام دیا۔ یہ مقام
جس کو مرکز بنایا گیا تھا یہ اہل خیبر اور بنی غطفان کے وسط میں واقع تھا۔ اسی کو زوجہ کے نام سے
ذکر کیا جاتا ہے۔ جب شب کو افواج اسلام کی ڈالپسی ہوتی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت

لے (۱) البدایہ، جلد رابع، ص ۱۹۸۔ تحت فصل فی فتح حصنہما۔

(۲) حلبیہ، جلد ثالث، ص ۲۷۔ تحت تفصیل حصون خیبر۔

میں سب حضرات اسی مرکزی مقام پر جمع ہوتے۔ فحی اور مجروح مجاہدین کو یہاں لایا جاتا اور علاج معالجہ کی تدبیر کی جاتی۔ گویا کہ یہ مرکزی مقام فوجی مستقر کی حیثیت میں تھا۔ شب کو اس کی نگرانی اور سواست کا خاص انتظام کیا جاتا تھا۔ اور حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت مرکزی مقام کی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین باری باری نگرانی کرتے تھے۔ ان ہفت ایام کی پچھلی شب میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیگر ہمراہیوں کے ساتھ حفاظت و نگہبانی کے لئے متعین فرمایا۔ حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں سمیت رات کو جنگی مقامات کی طرف چکر لگاتے رہے تھے کہ نصف شب کے قریب یہودی خیر میں سے ایک شخص کو مشتبہ حالت میں پایا۔ حضرت عمرؓ نے اسے گرفتار کر کے گردن اڑانے کا قصد کیا تو اس شخص نے کہا کہ آپ مجھے اپنے پیغمبر کے پاس لے جاتیے میں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ اسے قتل کرنے سے متوقف ہوئے اور اسے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے لائے۔ اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے۔ جب عمرؓ بن الخطاب کی آواز سنی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم فرمائی۔ حضرت عمرؓ نے حاضری کے لئے عرض کیا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت عمرؓ اس یہودی کو لے کر حاضر خدمت ہوئے تو سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے حالات دریافت فرمائے۔ تو وہ عرض کرنے لگا کہ اے ابوالقاسم! مجھے امان دیجئے۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دی۔ اس کے بعد اس نے اپنی قوم کے خاص غلصہ احوال بیان کئے اور بعض تحفیہ معلومات اور مقامات کی نشاندہی کی۔ اور بتلایا کہ ظلالِ ظلم مقام پر ہیں دو مقامات میں اسلم کے ذخائر ہیں وغیرہ۔ آخر کلام میں اس نے پھر اپنے اور اپنی نوجو کے لئے عمن کی معافی طلب کی۔ اور یہ معافی اس کو دے دی گئی۔ بعد میں اسے اسلام کی دعوت پیش کی گئی تو کھٹے لگا کھجے اس کی مہلت عنایت فرمائیں۔۔۔۔۔ الخ

بہر کیف اس کے ذریعہ کئی اہم تحفیہ معلومات میرا نہیں جو مسلمانوں کے لئے اس موقع پر

انہیں مفید ثابت ہوئیں لے

یہاں سے محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے کارنامے اور حبشی خدمات معلوم ہوئیں اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مرکز کی حفاظتی مساعی بھی نمایاں ہوئیں۔ اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شبانہ حفاظت و حراست کی کارگزاری سامنے آئی اور جاسوس سے دشمن کے اہم بازو کا افشاء ہوا۔

حصن الصعب قلعہ النظاۃ کے ذیلی قلعوں میں سے یہ قلعہ الصعب (بن معاذ) کے نام سے مشہور تھا اس قلعہ پر چند یوم محاصرہ قائم رکھا گیا۔ سرور دو جہاں سے

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلعہ کی فتح کے لئے خصوصی دعا فرماتے ہوئے الحباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلام عنایت فرمایا اور جنگ کے لئے روانہ کیا۔ الحباب رضی اللہ عنہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے کمال سعی فرمائی اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں ”قلعہ الصعب“ فتح فرمایا اس قلعہ سے بہت سا سامان خورد و نوش حاصل ہوا۔ قر، روغن زرد، زیتون، چربی، شہد وغیرہ کے کافی ذخائر حاصل ہوئے۔ اس قلعہ کے حصول میں قتال کے موقع پر یوشع کافر کو حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے اور الدیال کافر کو عمارۃ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا لے

حصن القموص قلعہ قموص خیبر میں الکستیہ کے ذیلی قلعوں میں سے ایک مضبوط قلعہ تھا لے

کتیبہ کے تین ذیلی قلعے تھے۔ القموص، والوطیح، والسلام۔ قلعہ قموص پر قتال شہید پیش آیا۔ اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ سخت مقابلہ کیا اور کئی ایام صرف ہوئے۔ بعض کے نزدیک چودہ روز اور بعض کے نزدیک بیس روز اہل اسلام نے اس قلعہ کا محاصرہ جاری

لے سیرت حلبیہ، جلد ثالث، ص ۴۰، ۴۱۔ تحت حالات حصون خیبر۔

لے سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۴۴، ۴۵۔ تحت احوال قلعہ ہذا۔

لے سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۴۸۔ تحت حصون کستیہ۔

رکھا تھا۔ پھر آخر میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس کو پسند کرے گی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح فرمائیں گے۔

لَا عَظِيمَ هَذِهِ الرَّايَةُ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يَحِبُّ اللَّهَ

وَرَسُولَهُ وَيَحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَهُ

پھر دوسرے روز صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت اس بات کی نظر تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے اکیال و اتمام کی سعادت کس شخص کو حاصل ہوئی ہے۔ تو دوسرے روز ارشاد فرمایا کہ علی بن ابی طالب ہر کہاں ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آشوب چشم کے عارضہ کی وجہ سے ان ایام میں قتال میں شریک نہیں ہو رہے تھے مگر خیبر میں دوسرے صحابہ کرام رض کے ساتھ پہنچے ہوئے تھے۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب کو آشوب چشم کا عارضہ لاحق ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے مقام میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ ان کو لائیں۔ تو سہل بن اکوع رض گئے اور حضرت علی رض کو ساتھ لاکر حاضر خدمت کیا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چشموں پر لعاب دہن لگا کر دعا فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس طرح شفا کا مکمل بخشش کر دیا کہ کوئی عارضہ پہلے لاحق ہی نہ تھا۔

سہ (۱) بخاری شریف ۱ ج ثانی : ص ۶۰۵ - باب غزوہ خیبر -

(۲) مسلم شریف ۱ ج ثانی : ص ۲۷۹ طبع نو محمدی دہلی - باب فضائل علی بن ابی طالب رض -

سہ (۱) بخاری شریف ۱ ج ثانی : ص ۶۰۵، ۶۰۶ - تحت باب غزوہ خیبر - طبع نو محمدی دہلی -

(۲) تاریخ الخلفاء ۱ ص ۴۸، ۴۹ - تحت قلعہ قوص -

(۳) سیرت علیہ ۵ ص ۴۱، جلد ثالث : تحت حالات خیبر -

اس کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی کو پرچم عطا فرما کر قتال کیلئے روانہ فرمایا۔ ساتھ ہی دعائیہ کلمات اور نصائح ارشاد فرمائے۔ (جو اس مقام میں اپنی تفصیلات کے ساتھ منقول ہیں)۔

ان حالات میں مسلمانوں نے یہود کے ساتھ سخت مقاتلہ کیا اور بہت سے اعداء اسلام کو تہ تیغ کیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضرت علی رضی کی امارت میں شاندار فتح نصیب فرمائی جو فتوح خیبر کے اعتبار سے آخری فتح تھی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اعلیٰ اعزاز کی حامل تھی۔ یہودیوں کا سردار مرحب جو ایک مشہور بہادر جنگجو پہلوان تھا اس کے ساتھ اسی موقع پر سخت مقابلہ ہوا تھا اور اسے مسلمانوں نے قتل کر ڈالا تھا۔ بعض کے نزدیک مرحب کے قاتل محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ اور بعض کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملوث کیا گیا تھا۔ اور مرحب کے برادر یا سرکردہ مشہور شجاع تھا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واصلے جہنم کر دیا۔

قلعہ قوص کی شدید جنگ حصون خیبر کے فتح کے لئے اختتامی جنگ ثابت ہوئی اس کے بعد یہود وغیرہ کا خرد ختم ہوا اور ان کا اپنے مرکزی استحکام کا نقشہ فرو ہوا۔ جب انہیں اپنی ناکامی کا پختہ یقین ہو گیا تو بقایا مقامات مثلاً یطح اور سلالم وغیرہ مضبوط قلعے انہوں نے صلحا پیش کر دیئے اور

۱) تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ اقل ۱ ص ۲۵ تحت غزوہ خیبر۔

۲) مسند ابی یعلیٰ الوضی ۱ ص ۳۸۶ جلد ثالث۔ تحت منہاج جابر، مطبوعہ دمشق ۱۹۸۲ء۔

۳) سیرت حلبیہ جلد سیم ۱ ص ۴۵۔ تحت غزوہ ہذا۔

۴) (۱) سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۲۰۔ تحت غزوہ ہذا۔

(۲) تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ اقل ۱ ص ۴۵۔ تحت غزوہ خیبر۔

(۳) البدایہ ج ۱ راجع ۲ ص ۱۸۹۔ تحت غزوہ خیبر۔

یہ مقامات مصالحت کے طور پر بغیر جنگ و قتال کے مفتوح ہوئے۔

تنبیہ — تاریخی کتابوں میں اس موقع کی بعض روایات میں یہ چیز پائی جاتی ہے کہ قلعہ مذکور حصن قوص کا ایک دروازہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکڑ کر بطور ڈھال استعمال کیا تھا اور وہ اس قدر وزنی تھا کہ اسے بقول بعض چالیس آدمی اور بقول بعض ستر آدمی بھی اٹھانے سے عاجز تھے (اس نوع کی متعدد تاریخی روایات کتابوں میں پائی جاتی ہیں) ان روایات کے متعلق علماء نے جرح کی ہے اور ان کو معیارِ صحت کے اعتبار سے بے اصل قرار دیا ہے۔ جس صاحب کہ ان روایات کی تنقیح مطلوب ہو درج ذیل مقامات کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

۱- البدایہ : ج رابع ، ص ۱۸۹ ، ۱۹۰ - تحت غزوۃ خیبر (بحث ہذا)۔

۲- سیرت حلبیہ : ج ثالث ، ص ۴۳ ، ۴۴ - تحت بحث ہذا۔

۳- تاریخ الخلفاء : ج ثانی ، ص ۵۱ میں ب عبارت ذیل منقول ہے۔

قال القسطلانی قال شیخنا وکلما واهیت ولذا انکرہ بعض

العلماء کذا فی مواہب اللدنیہ۔

یعنی اس نوع کی روایات سب بے اصل ہیں۔ اسی بنا پر بعض علماء نے ان کی صحت کا انکار کر دیا۔

۴- علامہ سخاویؒ وغیرہ ناقد محدثین نے بھی یہی تنقید ذکر کی ہے۔ ملاحظہ ہو ”مقاصد الحکمہ“

ص ۱۹۳ (علامہ سخاویؒ)۔ تحت حدیث نمبر ۴۱۸ (حمل علی باب خیبر) طبع مصر۔

۵- الاصابہ لابن حجرؒ ، ص ۵۰۲ : جلد ثانی مع الاستیعاب تذکرہ علی بن ابی طالبؓ۔

معلوم رہے کہ فدک خیبر کے قلعوں کے پاس ایک عمدہ زرغین زمین تھی۔

فدک

ہی طائفة کبيرة من ارض خیبر نزلوا من شدّة

رعبہ ومنہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فصالحوہ “ لہ

لہ : البدایہ لابن کثیرؒ ، ج رابع ، ص ۲۰۳ - تحت حالات خیبر۔

یعنی (فدک) ارض خیبر میں سے ایک بڑا قطعہ اراضی تھا۔ اہل فدک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب و دبرہ کی وجہ سے ترکہ قتال کر کے صلح پر آمادہ ہو گئے اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی تھی۔ اسی طرح یہ علاقہ فدک بھی بغیر جنگ کے مسلمانوں کے زیر نگین ہوا۔ پھر فدک کی آمدن اور اس کی تقسیم کے مسائل کے تعلق بخشیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ان کو ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں ہے بقدر ضرورت ان کی تفصیل اپنی کتاب ”رحمۃ اللہ علیہ“ حصہ صدیقی تحت عنوان ”آل رسول کے مالی حقوق کا تحفظ“ میں۔ اور اپنی کتاب ”بنات البعہ“ (بحث ثالث مالی حقوق کا مطالبہ) میں ہم بیان کر چکے ہیں وہاں رجوع فرمائیں۔

خیبر میں اعلانات
واقعہ خیبر میں متعدد دفعہ وقتی اعلانات کی ضرورت پیش آتی رہی کئی دفعہ اطلاعات کرنے کے مختلف مواقع پیش آئے ان میں سے چند ایک ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی خوراک کے لئے حمار (یعنی گدھے) ذبح کئے اور انہیں پکانے لگے (اس وقت تک حمار کا ذبح کرنا ممنوع نہ ہوا تھا)۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس چیز کی اطلاع پہنچی۔ سر دار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ انصاریؓ کو ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں میں اعلان کر دو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے گدھوں (الحمر اللہیہ) کا گوشت کھانے سے تم کو منع کر دیا ہے۔ جن لوگوں نے اس کی بانڈیاں پڑھا رکھی تھیں انہوں نے اس اعلان کے بعد وہ سب کی سب الٹ دیں اور اعلان کے مطابق فوراً عمل درآمد کیا گیا۔

بعض روایات کے مطابق یہ اعلان حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کرایا گیا تھا۔

۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ۱ ج ۱، ص ۴۵۔ تحت ۳۵

۳۔ العنقب لابن ابی شیبہ ۱ ص ۴۶، جلد ۱۲۔ روایت نمبر ۸۷۳۵۔ طبع کلچہ۔ کتاب المغازی۔

۴۔ سیرت حلبیہ ۱ ص ۵۲، جلد سوم، تحت حالات خیبر۔

۴ ، روایات کی کتابوں میں مذکور ہے کہ خیر کے مختلف مواقع میں بعض لوگوں سے کچھ خطائیں سرزد ہوئیں جو ان کے کردار سے متعلق تھیں اور ایسے مواقع میں بعض افراد کی غلطی جماعت پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اس بناء پر ان کے لئے تنبیہ کی ضرورت پیش آئی اور انہیں تنبیہ فرمائی گئی اور جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ لگایا کہ لوگوں میں جا کر اعلان کریں کہ جنت میں صرف وہی شخص جائے گا جو مومن (کامل) ہوگا۔ چنانچہ اس کے موافق عمل درآمد کیا گیا۔

ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابن الخطاب !

انهب فساد في الناس انه لا يدخل الجنة الا المؤمنون

اموال خیر کی تقسیم یہاں اموال خیر کی تقسیم کا اجمالاً ذکر مناسب ہے۔ جو شیعہ و اہلسنت و آئین کی کتابوں میں مذکور ہے۔ ذیل میں شیعوں کی روایت نقل کی جاتی ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم لما افتتح خيبر وقسمها على

ثمانية عشر سهما - كانت الرجال الفا واربع مائة رجل

والخيل مائتي فرس واربع مائة سهم للخيل - كل سهم

من الثمانية عشر سهما مائة سهم رأس فكان عمر بن

الخطاب رأسا وعلي بن رأسا وطلحة بن رأسا والزبير بن رأسا

وعاصم بن عدي بن رأسا - وكان سهم النبي صلى الله عليه وسلم

مع عاصم بن - عدي بن - له

یعنی شیعہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیر فتح کر لیا تو اس کے اموال کو اٹھارہ

حصوں پر تقسیم کیا۔ چودہ سو افراد تھے۔ اور دو سو گھوڑے تھے۔ چار صد حصے اس پ سواروں کیلئے تجویز

۱۔ الحنف لابن ابی شیبہ ، ص ۲۶۶ ، ج ۱۲ ، نمبر ۱۸۴۳ ، کتاب المغازی ، طبع کراچی ۔

۲۔ الامالی للشيخ (محمد بن حسن) الطوسي ، ج ۱ ، ص ۲۶۸ ، تحت الجزء العاشر ، طبع النجف الاشرف ۔

کہئے اور باقی چودہ حصوں کو چودہ سو افراد پر اس طرح تقسیم کیا کہ ہر صد افراد کو ایک راس (حصہ) قرار دیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک راس (حصہ) تھے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک راس تھے۔ اسی طرح طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک ایک راس مقرر فرمایا۔ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ ایک راس تجویز ہوئے۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں شامل تھا۔

اسی طریقہ کے موافق اہل سنت علماء نے تقسیم اموال خیرہ کا مسئلہ اپنے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں البدایہ لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۲ و ج رابع ۱ تحت فصل فی فتح حصونہما و قسمہما اور دیگر کتب کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اموال خیرہ سے تمام شرکاء حضرات نے حصہ رسیدی حاصل کیا۔ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اموال خیرہ سے حصہ ملا بالکل اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنی اگر انقدر مساعی کی بنا پر حصہ نصیب ہوئے۔ یہ سلسلہ اس چیز کی واضح شہادت ہے کہ یہ حضرات جنگ خیرہ میں کمال اخلاص کے ساتھ شریک و شامل تھے اور اپنی مساعی جمیلہ کی بنا پر فنانہم خیرہ کے مستحق قرار دیئے گئے۔ اور واقعہ خیرہ میں ان حضرات کے یہ اہم کارنامے اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں مقبول و منظور ہوئے۔

فتح خیرہ دو چار حضرات کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ان تمام شامل ہونے والے بزرگوں کی مجموعی محنتوں کا ثمرہ ہے۔

واقعہ خیرہ کے آخر میں ایک مختصر سی بات اور ملاحظہ کیجئے۔

خیرہ کا ایک سرسری جائزہ

۱۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ خیرہ کے کم و بیش گیارہ بارہ قلعے تھے اور ان کی فتوح پر اہل اسلام نے سب سے پہلے میں قریباً ڈیڑھ ماہ صرف کیا تھا۔ اور یہودی خیرہ کیساتھ صحابہ کرام علیہم السلام کو بار بار شدید قتال کرنا پڑا تھا جس کا مختصر سا بیان سابقاً ذکر کیا جا چکا ہے۔

۲۔ خیرہ اسلام کیلئے پناہ تھی اور یہاں ان کی ایک مستحکم طاقت تھی۔ اہل اسلام نے ہدایات نبوی ص کی روشنی میں اس کو فتح کیا۔ اس سے مخالفین کی قوت پاش پاش ہو گئی اور اسلام

کا اقتدار غالب آگیا۔

۳ : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن کی اس مقام میں نمایاں خدمات پائی گئیں ان میں سے صرف چند ایک کے اسماء گرامی ذیل ہیں مثلاً حضرت ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ، حضرت علی رضی اللہ عنہ ، الحباب بن المنذر رضی اللہ عنہ ، حوکانہ بن محسن الاسدی رضی اللہ عنہ ، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ ، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ، عبد اللہ بن مسفل رضی اللہ عنہ ، عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ، بلال بن عازب رضی اللہ عنہ ، عمارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ ، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ، ابوالبہ الصغری رضی اللہ عنہ ، عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ ، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ، ربیع بن العوام رضی اللہ عنہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۴ : اس موقع پر متعدد مسلمان شہید ہوئے۔ بعض حضرات کے نزدیک پندرہ اور بعض کے نزدیک سترہ مجاہدوں نے واقعہ خیبر میں جام شہادت نوش فرمایا۔

۵ : یہودی خیر کے مقتولین کی تعداد تیرانوے ذکر کی جاتی ہے۔

۶ : خیبر کے موقع پر متعدد حضرات کو علم و آیات و عنایت فرماتے گئے۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کو ، الحباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کو۔ پھر آخر میں قلعہ فوص کی فتح کے موقع پر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خصوصی طور پر علم عنایت فرمایا گیا۔ جو فتح و کامرانی کا موجب بنا اور اس پر اس محرکے کا اختتام ہوا۔ واقعہ خیبر میں وقتاً فوقتاً اعلانات، احکام کی ضرورت پیش آتی تو حکم نبوی رضی اللہ عنہ حضرت ابوالطلحہ الصغری رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وغیرہما یہ خدمت بجالاتے رہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ واقعہ خیبر یہی کچھ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار ہاتھ میں لی اور چند ساعتوں کے اندر اندر سب کفار شتم کر دیئے اور خیبر فتح کر ڈالا۔ یہ نظریہ واقعات کی مطابق نہیں ہے۔ فتح خیبر کوئی ترنوازہ نہیں تھا جسے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا گیا۔ یا یہ کہ کوئی ایسا مقام نہ تھا جو چند صربوں کا محتاج تھا کہ چند ضربیں واقع ہوئیں اور تمام محاذ مفتوح ہو گیا۔ بلکہ فتح خیبر تو ایک صعب ترین کام تھی جس کو حل کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے ، مالی قربت صرف کی۔ قیمتی جانوں کے نذرانے پیش کئے ہر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی گرانقدر خدمات بڑی جانفشانی کے

ساتھ ادا کیں۔ سیدہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہاتِ کبریٰ اور بابرکت دعائیں شامل حال ہوئیں تب جا کر مالکِ حقیقی اور قادرِ مطلق نے فتح و نصرت عطا فرمائی۔

یہ مختصر سا خاکہ چند صفحات میں دے دیا گیا ہے تاکہ اصل واقعہ کھنڈے کے لئے مدد ملے۔ مندرجاتِ بالا کی طرف نظرِ غائر فرمائیں امید ہے مسئلہ متوازن صورت میں سمجھ آ سکے گا اور افراط و تفریط سے اجتناب کرنے کے لئے معاون ثابت ہوگا۔

عمرۃ القضا صلح حدیبیہ کے موقع پر کھار اہل مکہ کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال آپ عمرہ کر سکتے ہیں اور اس کے ساتھ چند شروط اور قیود لگائی گئی تھیں۔ چنانچہ قریباً ایک سال کے بعد یعنی ذوالقعدہ ۶ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں عمرۃ القضا کے لئے مکہ شریف تشریف لائے۔ اس کی تفصیلات احادیث اور سیرت کی کتابوں میں بہت کچھ مذکور ہیں۔ ہم نے یہاں صرف وہ واقعہ ذکر کرنا ہے جس کا تعلق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم تین دن مکہ شریف میں قیام فرما چکے تو قریش کی طرف سے سولیب ابن عبد العزیٰ وغیرہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کی مدتِ قیام تمام ہو گئی ہے آپ مکہ شریف سے واپس تشریف لے جائیں تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس شرط کے مطابق واپسی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اس موقع پر سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر (عمارۃ بنت حمزہ بن عبد المطلب) آنجناب کے پیچھے چل پڑی اور ندا دینے لگی یا ہم یا ہم لے میرے چچا جان! مجھے ساتھ لے جاسیے میں یہاں اقامت نہیں کر سکتی۔ اس موقع پر حضرت علیؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کو ساتھ ہی تھیں ان سے کہا کہ یہ اپنے چچا کی بیٹی ہیں انہیں اپنے ساتھ سوار کرلو۔ حضرت جعفر الطیارؑ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہؑ رضی اللہ عنہ دونوں موجود تھے۔ ان کے اور حضرت علیؑ کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا۔ حضرت علیؑ کہتے تھے یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں ان کی کفالت کا میں زیادہ حق دار ہوں۔ اور حضرت جعفر الطیارؑ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں اور ان کی خالہ میری زوجہ ہیں۔

اس لئے ان کی کفالت کا میں زیادہ متحق ہوں۔ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہیں میرے اور ان کے والد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے درمیان نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات قائم فرمائی تھی فلہذا ان کی نگرانی کی ذمہ داری میرے سپرد کی جائے۔

سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کا اس طرح فیصلہ فرمایا کہ ”الخالۃ بمنزلۃ الام“ یعنی خالہ ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اس لڑکی کی خالہ اسماء بنت عیسٰی رضی اللہ عنہا حضرت جعفر الطیید رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں اس لئے حمادہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہا کی کفالت وغیرہ کا حق دار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ہونا چاہئے۔ اور آپ نے ان ہر سہ حضرات کے حق میں فضیلت اور عزت افزائی اور تسلی کے الفاظ کہتے ہوئے فرمایا کہ۔

لے علی ! انت منی وانا منک۔ یعنی نسب اور صہر اور محبت میں آپ مجھ سے قریب ہیں اور میں آپ سے قریب تر ہوں۔

اور حضرت جعفر الطیار رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ

اشبهت خلقتی و خلقتی۔ یعنی آپ میری ظاہری صورت اور سیرت میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ انت اخونا و مولینا۔ یعنی تم ایمان و اسلام میں میرے بھائی ہو اور ہمارے آزاد شدہ غلام ہو۔ لے

اس مقام پر بعض کتابوں میں واعظین اور قصہ گوگوں کی طرف سے ایک واقعہ ”مقاتلۃ الجحین“ کے نام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مقام جحفہ کے قریب ایک کنواں تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتال جفوں سے ہوا۔ یہ جاہل قصہ گوگوں کی وضع کی ہوئی داستان ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

لے (۱) بخاری شریف ۱ ص ۶۱۰ طبع دہلی، تحت باب عمرہ القضاء۔

(۲) البدایہ لاہور کے کثیر، ج ۱ رابع، ص ۲۳۲، تحت ذکر خرمہ علیہ السلام من کلامہ قضاء۔

البدایہ لابن کثیرؒ میں ہے کہ

وما یذکرہ کثیر من القصاص فی مقاتلہ الجن فـ بئر

ذات العلم وهو بئر قریب من الجحفۃ فلا اصل له و

هو من وضع الجہلۃ من الاخباریین فلا یقتربہ لہ

واقعہ ہزار ایت کی روشنی میں واقعہ ہذا کے متعلق نقلی طور پر حافظ ابن کثیرؒ کی حرج و مقید کافی ہے اور فکری طور پر یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ الحرج

دور میں اہل اسلام کے جتنے مقابلے و مقاتلے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں پیش آئے وہ کافر و مشرک انسانوں کے ساتھ واقع ہوئے۔ ان میں سے کوئی واقعہ بھی جنات سے مسلمانوں کے مقابلے کا پیش نہیں آیا۔ اب خاص اس مقام پر جنات کی کون سی ایسی قوت و جمعیت رونما ہوئی جس سے اہل اسلام کو خطرہ لاحق ہوا اور اس کی سرکوبی کی ضرورت پیش آئی تھی ؟

کسی صحیح روایت میں یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی جماعت کو جنات کی قوت فرو کرنے کے لئے کوئی حکم فرمایا کرتے ہوں۔ لہذا یہاں مجھے کے قریب عادت جاریہ کے خلاف کیسے یہ فرمان جاری کیا گیا ؟ غور کرنے کا مقام ہے۔

بنا بریں جنات کے ساتھ حضرت علی الرضیؓ کے مقابلہ و مقاتلہ کا واقعہ روایتاً درایتاً درست

نہیں ہے۔

واقعہ حاطب بن ابی بلتعہ میں حضرت علیؓ کا کردار

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سفر کی تیاریوں میں مصروف تھے اور ابھی سفر نہیں فرمایا تھا کہ ایک واقعہ پیش آیا۔ اس کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبانی اس طرح ذکر فرماتے ہیں کہ۔

لہ البدایہ لابن کثیرؒ ج ۱ ص ۲۲۲ تحت ذکر خلافت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رض۔

سرदार دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر بن العوام اور مقداد بن الاسود کو ارشاد فرمایا کہ ایک عورت روضۃ الخلوخ (مدینہ شریف اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک مقام ہے) میں سفر کر رہی ہے اور اس کے پاس ایک مکتوب ہے وہ آپ لوگ اس سے لے کر یہاں لائیں۔ چنانچہ ہم لوگ فوراً ہی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے ”روضۃ الخلوخ“ جا پہنچے اور دیکھا کہ ایک عورت تیز سواری پر سفر کر رہی ہے۔ ہم نے اسے روک کر کہا کہ وہ خط جو تیرے پاس ہے وہ نکال کر ہمیں دے دو۔ تو اس نے صحیح معاملہ بتلائے پس و پیش کیا۔ تو ہم نے اسے سختی کے ساتھ دھمکی دی کہ اگر تو نے خط ہمارے حملے نہ کیا تو تیری جانم تلاش کریں گے۔ اس پر اس نے اپنے سر کے بالوں کے بڑے سے خط نکال کر ہمیں دے دیا۔ اور ہم نے وہ مکتوب لاکر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔

مکتوب کھولنے پر معلوم ہوا کہ یہ خط حاطب بن ابی بلتعذر کی طرف سے بعض مشرکین قریش مکہ کی جانب لکھا گیا ہے۔ اور اہل اسلام کے بعض معاملات کی مکہ والوں کو خبر دی گئی ہے۔

حاطب مہاجرین میں سے تھے اور بدری صحابی تھے۔ اس پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب کو بلایا۔ اور فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے ؟

تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جلد ہی نہ فرمائیں میں اصل بات عرض کرتا ہوں۔ اور کہا کہ میں نے اسلام سے ارتداد اختیار نہیں کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد کفر پر رضا مند ہوں بات یہ ہے کہ میرے بال بچے وہاں قریش میں ہیں اور ان کا کوئی معاون نہیں۔ باقی مہاجرین کی کچھ نہ کچھ قرابت دایاں ہیں جن کی بنا پر وہ لوگ ان کے اہل و عیال اور مال و شائع کی رعایت کرتے ہیں۔ ان حالات میں میں نے ان پر ایک احسان قائم کرنا چاہا ہے جس کی بنا پر وہ میرے قرابت والوں کی رعایت کریں۔

یہ جواب سماعت فرما کر سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حاطب رضہ نے صحیح معاملہ پیش کر دیا ہے اس لئے اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ حالانکہ کچھ صحابہ کرام رضہ خصوصاً مہذبت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی غلطی کو شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے۔ اور مسزادیہ کے حق میں تھے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی معذرت کو قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حاطب رضہ تو بدری ہیں

اور بدریوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ رعایت فرما کر مغفرت فرمادی ہے۔ لہ
واقعہ ہذا میں جس طرح دیگر صحابہ کرام علیہم السلام نے فرمایا نبوی ص کے ایفاء کرنے میں سعی کی اسی
طرح جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمان نبوی ص کے ادا کرنے میں سعی تام فرمائی اور اپنی مستعدی
و صلاحیت کے ساتھ یہ مسئلہ پورا کیا۔ اسلامی عبادات میں یہ ان کا اعلیٰ کردار ہے۔

قتل برزخ فتح مکہ
فتح مکہ کے موقع پر بعض کفار جو خاص طور پر انبیاء و مہندہ تھے ان کو قتل کر دیا
گیا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رض کے متعلق سیرت کی کتابوں میں
ایک واقعہ منقول ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ ”الحویرث بن النقیہ“ نامی ایک شخص مکہ کا باشندہ تھا اور یہ الکھولین
صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء رسائی میں پیش پیش رہتا تھا اور انجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گوئی کرتا تھا نیز
اس نے ہجرت مدینہ کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں حضرت ام کلثوم رض
اور حضرت فاطمہ الزہراء رض کی سواری کو زخمی کر دیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ
کے روز اس کو قتل کر دیا۔ لہ

قتل کا ارادہ
فتح مکہ کے روز حضرت علی المرتضیٰ رض نے اپنی ہمیشہ و حضرت ام ہانی بنت ابی طالب
کے خاندان کے رشتہ داروں (الحارث بن ہشام اور زہیر بن امیہ) کو قتل کرنے

لہ (۱) بخاری شریف ۱ : ۶۱۲ جلد ثانی ۱ طبع دہلی ۱ تحت باب غزوہ الفتح و ما بعث صاحبہ الی مکہ۔

(۲) البدایہ لابن کثیر ج ۱ : ج ۱ راجع ۱ ص ۲۸۳ طبع اقل مصر ۱ تحت قصہ صاحبہ بن ملجم۔

(۳) سیرت حلبیہ ۱ : ج ۱ ثالث ۱ ص ۸۷ ۱ تحت مبادیات فتح مکہ ۱ طبع مصری۔

لہ (۱) البدایہ لابن کثیر ج ۱ : ج ۱ ص ۲۹۸ ۱ تحت حالات فتح مکہ۔

(۲) سیرت حلبیہ ۱ : ج ۱ ص ۱۰۵ ۱ تحت حالات فتح مکہ۔

(۳) الاصابہ لابن حجر العسقلانی : ج ۱ اقل : ص ۲۵۸ ۱ تحت جبر ابن الحویرث بن نقیہ۔

کا ارادہ فرمایا۔ تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اس سلسلہ میں مانع ہوئیں اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ تمام ماجرا ذکر کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے دونوں خاندان کے رشتہ داروں کو پناہ دے دی ہے اور علی رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنے کے درپہ ہیں۔

انجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت فرماتے ہوئے فرمایا۔

اجرنا من اجرت وامننا من امانت فلا یقتلہما لہ

یعنی اے ام ہانی! جس کو تو نے پناہ دے دی ہے ہم نے بھی اس کو پناہ دے دی ہے اور جس کو تو نے امان دے دی ہے اس کو ہم نے بھی امان دے دی ہے۔ پس اب علی الرضی رضی اللہ عنہ ابی طالب ان کو قتل نہیں کریں گے۔ (قبل ازیں یہ واقعہ ہم ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حالات میں درج کر چکے ہیں یہاں بقدر ضرورت ذکر کر دیا ہے۔)

اس واقعہ سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ قتل ایک عاجلانہ اقدام تھا اور خلافت منشاہ رسالت تھا بخون الہی اس کے خلاف تھی، ہرگز صحیح نہیں یہ محض ایک اتفاقی بات تھی جو عمل میں نہ آئی۔ اس قسم کی باتوں پر عقائد کے نقشے نہیں کھینچتے۔

فتح مکہ پر اعلان اور اتم طلقہ کی وجہ

فتح مکہ اسلام کا ایک بہت عظیم واقعہ ہے۔ فتح مکہ سے قبل اسلام اور اہل اسلام کی ایک دوسری کیفیت تھی بعد از فتح اہل اسلام کا دور اقتدار قائم ہو گیا تھا اور اسلام غالب آ گیا تھا۔

مردار وہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی سابقہ عداوتوں کا جواب ”لا تشریب علیکم الیوم“ یعنی آج کے دن تم پر کچھ سزا نہیں ہے کے الفاظ میں دیا۔ ان کلمات کے کربانہ انداز میں خلق عظیم

۱) البدایہ لابن کثیر ۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰، جلد رابع، تحت حالات فتح مکہ۔

(۲) سیرت حلبیہ ۱ ج ۳ ص ۱۰۴، تحت فتح مکہ۔

کی پوری جھلک موجود ہے۔ آپ نے اہل مکہ کی مخالفت اور معافیت کو معافی کے ساتھ مقبول فرمایا اور سب حضرات کے حق میں گزشتہ امور پر عام معافی کا اعلان انتم طلاق کے الفاظ سے ارشاد فرمایا اور ماضی سے دو گزر فرمادیا۔ اس اعلان کے صدق مکہ میں موجود تمام قبائل تھے کسی خاص قبیلہ یا خاندان کے لئے یہ خطاب نہیں تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر بنی ہاشم میں سے بھی متعدد حضرات و خواتین داخل دائرہ اسلام ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سگی ہمیشہ حضرت ام بانی رضی اللہ عنہا ابی طالب اور بقول بعض آپ رضی اللہ عنہ کے حقیقی برادر عقیل بن ابی طالب و غیر ہما بھی اسی روز ایمان لائے۔ اسی طرح بنو امیہ میں سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حرب داخل دائرہ اسلام ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل اپنے طور پر اسلام لچکے تھے۔ فتح مکہ پر جو لوگ مسلمان ہوئے قرآن کریم کے ارشاد کے موافق وہ واقعی دین اللہ میں داخل ہوئے یہ طاقت کے آگے جھکنے ہوتا تو اسے دین المسلمین میں داخلہ کما جاتا ”یغفلون فی دین اللہ افواجا“ (پت سورہ نصر) سے نہ سرا جاتا۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لانے والوں کو ضعیف الایمان قرار دینا درست نہیں۔ یہ ایک تکوینی مصلحت تھی اور قدرت الہی کی ایک تقسیم تھی کہ بعض لوگ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور بعض فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ ان دونوں فرق کے درمیان بیشک فرق مراتب ہے اور وہ اپنی جگہ مسلمات میں سے ہے لیکن یہ دونوں قسم کے حضرات (قبل الفتح و بعد الفتح مکہ ایمان لانے والے) از روئے قرآنی الشکر کریم جل شانہ کے وعدہ و کلام وعد اللہ الحسنی کے اعزاز و موعود اور اس قرآنی اعلان کی بشارت پانے والے ہیں (یعنی جنت) کے مستحقین میں داخل ہیں۔ لہذا ان لوگوں کو ”طلاق طلاق“ کہہ کر حضرات امیر انداز میں ذکر کرنا اور ان کے منصب کی تنقیص کرنا ہے جو اس قرآنی بشارت کی روشنی میں ہرگز صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ خصوص بشرعیہ کے خلاف اور آسمانی خبروں کے منافی ہے۔ ”انتم طلاق“ کی مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ ”سیرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ“ کے

لے و کلام وعد اللہ الحسنی (الذیلہ) سورة الحديد ، پت ۱۰ رکوع اول

باب " جواب المطاعین " میں ذکر ہوگی (بحرہ تعالیٰ)۔

غزوہ حنین میں حضرت علیؑ کی ثابت قدمی
فتح مکہ رمضان شریف ۶ میں ہوئی تھی اس کے بعد ابتدائی شوال ۶ میں

غزوہ حنین پیش آیا تھا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی ہوازن کی طرف پیش قدمی فرمائی تھی اس موقع پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید بن ابی العيص بن امیہ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ عتاب بن امیہ کے ایک مشہور با اعتماد فرد تھے جن کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک عظیم منصب عطا فرمایا۔

اس غزوہ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے قبائل شریک قتال تھے بنی ہوازن نے اپنی پوری قوت کے ساتھ مسلمان افواج کا مقابلہ کیا تھا وہ لوگ اس دور میں نہایت مشرق تیر انداز تھے اور تیر اندازی میں کامل مہارت رکھتے تھے۔

قتال کے ابتدائی مراحل میں بنی ہوازن کے یکدم حملہ کرنے کی وجہ سے اہل اسلام کی فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ (اگرچہ کچھ وقت کے بعد مسلمان افواج سنبھل کر پھر ثابت قدم ہو گئی تھیں)۔

اس مرحلے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور ان کے اقدام متزلزل نہیں ہوئے تھے ان میں مندرجہ ذیل حضرات ممتاز ہیں، ان میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی بن ابی طالب بھی شامل تھے۔

..... فیمین ثبت معہ من المهاجرین ابو بکر رضی و عمر رضی و

من اہل بیتہ علی بن ابی طالب والعباس بن عبد المطلب

وابوسفیان بن الحارث وابنہ والفضل بن العباس

وربیحہ بن الحارث واسامہ بن زید لہ

۱) سیرت لابن ہشام ۱ ج ۲ ص ۴۳۳۔ تحت اسامہ من ثبت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(لطیفہ حاشیہ آئمہ صفہ پر)

یعنی مہاجرین میں سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آنجناب کے ”ہاشمی اقرار“ میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابی طالب ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب ، ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن الحارث ، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزند فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور ربیعہ بن الحارث وغیرہم شامل تھے ۔

غزوہ حنین میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی کچھ مزید بہترین خدمات بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

جو علماء سیرت نے اپنی اپنی جگہ نقل کی ہیں ۔

غزوہ تبوک تبوک علاقہ شام کے قریب ایک مشہور مقام ہے۔ اسی جگہ غزوہ تبوک ابتداء ماہِ جبِ سومہ میں پیش آیا تھا۔ اس کے انتظام کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ماسعی فرمائی تھیں۔ مالی عدم تیسر کے اعتبار سے اور موسم کی سختی کے لحاظ سے نہایت مشکل مرحلہ تھا۔ چنانچہ متعدد بار مالی فراہمی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ان ہی مشکلات کے پیش نظر اس کو ”جیش العسرة“ بھی کہا جاتا ہے۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس موقع پر مالی قربانی پیش کر کے عظیم الشان نظیر قائم کی تھی۔

سفر تبوک اختیار کرنے سے قبل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی حفاظت اور نگرانی کا انتظام کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن محترم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناز کے انتظام پر مامور فرمایا۔ اور اہل و عیال و خانگی امور کی نگرانی و انتظامی امور کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طعنہ زنی کی وجہ سے ادبِ جہاد و ہدایں شمولیت سے محرومی پر تاسف اور پریشان ہو کر عرض کرنے لگے ۔ یا رسول اللہ ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے عمرتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جہاد پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ تو جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نیابت مدینہ کی فضیلت بختے ہوئے یوں اطمینان دلایا ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) (۳) البدایہ لابن کثیر: ج ۱ ص ۲۶۶ فصل فی کیفیت الواقعة و ما کان فی الامر من الفوار... الخ

اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من موسى
الا انه لا نبي بعدي ؑ له

اس کا مضموم یہ ہے کہ اے علیؑ! کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ میری طرف سے اس مرتبہ پر ہوں جس مرتبہ پر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے۔ مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کسی کو منصب نبوت نہیں ملے گا۔

انجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی معیت میں سفر تبوک پر روانہ ہو گئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی تک مدینہ شریف میں اہل و عیال پر نگران رہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مدینہ شریف میں غزوہ تبوک کے موقع پر وقتی نیابت سے بعض لوگ ان کی خلافت

انت منی بمنزلة هارون کی تشریح

بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے اور جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے تھے اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے چاہتے تھے۔ اور اس نوح کا فرمان کسی دوسرے صحابی کے حق میں نہیں دیا گیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں اور حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے پھر غزوہ تبوک آخری غزوات میں سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معزول نہیں فرمایا۔ پس یہ بلا فصل خلیفہ نبوی ہوئے ؑ

اس کے جواب میں چند چیزیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں ان پر غور فرمائیں اس سے مذکورہ استدلال کا ضعف واضح ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

طہ (۱) مشکوٰۃ شریف ، ص ۵۴۳ ، ۱۔ باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) بخاری شریف ، ج ۱ ، ص ۵۲۶ ، ۱۔ تحت مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(بقیہ حاشیہ آئندہ معروض)

۱: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت کو حضرت ہارون علیہ السلام کی نیابت کے ساتھ کل امور میں برابر کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ

اولاً تو حضرت ہارون علیہ السلام خود ایک نبی تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہیں۔

ثانیاً یہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے اور آپ کے بعد خلیفہ نہ ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات پر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام آپ کے خلیفہ ہوئے تھے۔ لیکن یہاں معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات نہیں پائی۔ فلہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت و نیابت کو حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت و نیابت سے کلیتہً تشبیہ دینا صحیح نہیں ہے۔ اور تشبیہ کسی ایک بات میں بھی ہو تو ارادہ تشبیہ پورا ہو جاتا ہے۔

تیسرے مدینہ طیبہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ نیابت وقتی طور پر تھی دائمی نہیں تھی۔ آپ کو یہ ذمہ داری نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی تک دی گئی تھی۔ اور انجنا ب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف میں تشریف آوری پر یہ خود بخود ختم ہو گئی جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی نیابت عارضی طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی تک تھی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو ہارون کی نیابت خود بخود ختم ہو گئی تھی اور کسی مزید فرمان معزولی کی محتاج نہیں تھی۔

۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر یا غزوہ کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام اور وقتی خلیفہ مقرر فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح بیتس سے زائد غزوات و اسفار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنے قائم مقام اور نائب مقرر فرمائے جو وقتی طور پر انجنا ب صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور قائم مقام ہوتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر خود بخود بغیر کسی فرمان

(عاشیہ صفحہ گزشتہ) (۱)۔ مسلم شریف ۱ ص ۲۴۸، جلد ثانی، تحت فضائل علی رضی اللہ عنہ۔

(۲)۔ البدایہ لابن کثیر ۱ ج ۱ ص ۱۵، تحت غزوہ تبوک بحوالہ احمد و ترمذی و دیگر۔

معزولی کے ان کی نیابت ختم ہو جاتی تھی۔ ذیل میں صرف تین نظائر ذکر کئے جاتے ہیں جو اس مسئلہ کی تفہیم کے لئے کافی ہیں۔

۱۔ غزوہ قینقاع جب پیش آیا تھا تو اس موقع پر مدینہ طیبہ میں وقتی طور پر حضرت بشیر بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا گیا تھا۔

۲۔ جب غزوہ سرلیع پیش آیا تو اس وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی طور پر مدینہ شریف میں نگران مقرر فرمایا۔

۳۔ اسی طرح جب ”غزوہ بنی غطفان“ (غزوہ انمار) پیش آیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں وقتی طور پر خلیفہ بنایا گیا۔ نیز ”غزوہ ذات الرقاع“ کے موقع پر بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہی وقتی طور پر مدینہ شریف میں خلیفہ بنایا گیا تھا۔

ان تمام مواقع میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف واپس تشریف لاتے رہے تو مذکورہ بالا نیابتیں اور وقتی خلافتیں بغیر کسی فرائض معزولی کے خود بخود ختم ہو جاتی رہی تھیں۔ بعینہ اسی طرح غزوہ تبوک سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وقتی نیابت خود بخود ختم ہو گئی تھی اس پر کسی مزید حکم نسخ کی ضرورت نہ تھی۔ یہ عملی نسخ خود بخود کافی تھا۔

۳۔ غزوہ تبوک کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علاقہ یمن میں گئے ہوئے تھے۔ اور یمن سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں حج کے موقع پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس دوران مدینہ شریف میں وقتی خلافت و نیابت پر ایک دوسرے صحابی ابو جہانہ الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا سباع بن حریظہ الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مامور فرمایا گیا تھا۔ اور یہ نیابت استخلاف تبوک کے بعد بالاتفاق واقع

۱۔ منہاج السنۃ لابن تیمیہ ج ۲: جلد ۳ ص ۱۶۔

۲۔ منہاج السنۃ لابن تیمیہ ج ۲: جلد ۴ ص ۸۷۔

ہوئی تھی۔

معلوم ہوا کہ تبوک کے موقع پر نیابت اور قائم مقامی دائمی نہیں تھی یہ ایک وقتی نیابت تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر از خود ختم ہو گئی تھی۔ اصل کی موجودگی میں بدل کا کبھی سوال نہیں اٹھتا۔
فائدہ اعلیٰ المرتضیٰ رحمہ کی خلافت بلا فصل کے لئے یہاں سے استدلال کرنا کسی صورت میں درست نہیں ہے۔

اختتامی گزارش روایت مذکورہ بالا (امام ترمذی ان تھکون منی بمسئلة هارون من موسیٰ) جو صحاح کی کتابوں میں مروی ہے وہ سننا صحیح ہے اور

اپنے مفہوم کے اعتبار سے درست ہے۔ اس میں سیدنا علی المرتضیٰ رحمہ کی بہترین فضیلت ذکر کی گئی ہے جو کلمات میں سے ہے۔ لیکن بعض کتابوں میں روایت مذکور بالا کے ساتھ اور چند کلمات بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً :-

۱ : فقال لعلی ان للمدينة لا تصلح الا لي وبلک

۲ : اور بعض جگہ اس روایت میں یہ اضافہ بھی پایا جاتا ہے کہ۔

..... انه لا ينبغي ان اذهب الا وانت خليفتي

حدیث میں یہ سب اصناف ہیں۔ اس نوع کی روایات از روئے فن قواعد حدیث درست نہیں ان روایات میں سے کوئی ایک بھی از روئے سند صحیح ثابت نہیں ہوتی۔

۱ : ایک روایت میں ایک راوی حفص بن عمر الاہلی ہے جو محدثین کے نزدیک "کذاب"

ہے اور ائمہ سے باطل چیزیں منسوب کر کے نقل کرتا ہے۔ لہ

۲ : دوسری روایت میں ایک راوی "ابو یحییٰ بن سلیم" ہے یہ شخص محدثین کے نزدیک سخت مجرم^۱

۱۔ میزان الاعتدال للذہبی ج ۱، ص ۵۱۱، تحت حفص بن عمر الاہلی - طبع بیروت (۱۳۳۷ھ)

۲۔ الفوائد المجموعۃ لشوکانی ج ۱، ص ۳۵۷، روایت نمبر ۵۳ - تحت فضائل علوی رض - طبع مصر۔

۳۔ میزان الاعتدال للذہبی ج ۱، ص ۳۸۴، تحت یحییٰ بن سلیم ابو یحییٰ الغزالی ۵۳۹ھ - طبع بیروت۔

ہے اس کی روایت قابل قبول نہیں۔

اس قسم کی روایات میں کبھی رواد کی طرف سے بھی کئی کلمات کے اضافے ہو جاتے ہیں۔ یہاں درجات کہلاتے ہیں۔ یہ حجت اور قابل تسلیم نہیں تھے ہوسواں سے اصل مسئلہ خلافت برقصی پر استدلال قائم کرنا صحیح نہیں۔ استدلال کی بنیاد صحیح روایات پر قائم کی جاتی ہے ضعیف روایات سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایت سے فضیلت علویہ کا ثبوت تو درست ہے لیکن خلافت بلا فصل کا اثبات ہرگز درست نہیں۔

مکہ مکرمہ میں فرماں نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابلاغ

۹۔ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود حج پر تشریف نہیں لے جاسکتے تھے اور امارت حج میں اپنے قائم مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا اور آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ روانہ فرمایا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد ”سورۃ برأت“ کی آیات کا نزول ہوا جن میں مشرکین مکہ سے سلبتھا کئے گئے معاہدے کے ختم ہونے کا اعلان تھا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات قرآنی کے ابلاغ اور مزید چند ایک اہم اعلانات کے لئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی سواری (النافقۃ لعنہا) عنایت فرما کر مکہ مکرمہ روانہ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاحال مکہ معظمہ نہیں پہنچے تھے اور ”العرج“ کے مقام میں تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جاکر ملاقات کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ۔

”امیر او مامور فقال بل مامور ثم مضیا فاقام ابو بکر للناس الحج“

اے علیؑ! آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے امیر حج بنا کر روانہ کئے گئے ہیں یا (امیر حج کے) مامور بنا کر؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ ”میں مامور ہوں (امیر حج بجانب ہی ہیں۔“ پھر دونوں حضرات باہمی مصاحبت میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور حج کے موقع میں حج کے احکامات، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے ماتحت ادا کئے گئے۔ البتہ ”یوم النحر“ میں ”سورۃ برأت“

کی آیات اور دیگر ضروری احکامات جو اس موقعہ کے متعلق تھے ان کا اعلان حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معاونت فرمائی۔ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے زور دار آواز سے اعلانات کرنے کی صورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز متاثر ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس ابلاغ میں آپ سے تعاون کیا۔ اس موقعہ پر اوائل سورت برأت کی آیات کے ابلاغ کے ساتھ جن احکام کا اعلان کیا گیا وہ مندرجہ ذیل تھے۔

- ۱ : اے لوگو! مسلمان ہی جنت میں داخل ہوں گے کافر نہیں ہوں گے۔
- ۲ : اس سال کے بعد مشرک حج بیت اللہ نہیں کر سکے گا۔
- ۳ : آج کے بعد کوئی شخص بیت اللہ کا طواف برہنہ بدن کے ساتھ نہ کرے۔
- ۴ : جس شخص کا نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد ہے وہ اپنی مقررہ مدت تک قائم رہے گا۔

مضمون ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ لے

مختصر یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمان نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موافقے امیر حج تھے اور تمام حج کے احکام ان ہی کی ہدایات کے تحت سرانجام پاتے اور بعض اعلانات کی ذمہ داری

لے (۱) سیرت لابن ہشام، ج ۱، ص ۵۴۵، ۵۴۶۔ تحت اشخاص الرسول علیا بتاریخ برآة عنہ۔

(۲) تفسیر لابن کثیر، ج ۱، ص ۳۳۴۔ تحت آیت واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر (صدقہ توبہ)

(۳) مسند حمیدی، ج ۱، ص ۲۶، ۲۷۔ تحت احادیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(۴) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۷۹۔ تحت مسند علی رضی اللہ عنہ۔

(۵) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۵۲۔ کتاب المغازی۔

(۶) البدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۳۷۷۔ تحت ذکر لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لباکبر امیر علی رضی اللہ عنہ۔

(۷) صحیح ابن حبان، ج ۹، ص ۲۲۲، جلد ناسخ۔ تحت قرآن سورۃ برآة۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ وہ انہوں نے بدرجہ اتم ادا فرمائی۔ اس طرح دونوں حضرت (صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ عنہما) نے اپنے اپنے مناصب کے مطابق فرائض سرانجام دیئے اور یہ سفر مکمل کیا۔

اندریں حالات وہ قبائل جو تاحال مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اسلام لانے میں پس و پیش کر رہے تھے انہیں ان اعلانات سے تشویش لاحق ہوئی کہ مزید تاخیر کرنا اب ان کے حق میں مفید نہیں۔ لہذا انہوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے میں غلبت اختیار کی۔

امیر اور مامور کی وضاحت بعض لوگ یہاں اپنی جانب سے اعتراض تجویز کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے امیر جرج ابو بکرؓ کو بنا یا گیا تھا لیکن نااہلی کی بنا پر آپ کو امامت جج سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ علی المرتضیٰؓ کو امیر جرج بنا کر روانہ فرمایا۔ فلہذا یہ واقعہ ابو بکرؓ کی عدم صلاحیت اور علیؓ کی لیاقت و اہلیت کی دلیل ہے۔

شبہ ہذا کے ازالہ کے لئے مندرجہ ذیل امور پیش خدمت ہیں ان پر غور فرمائیں۔

۱۔ "مسند حمیدی" میں ہے کہ ایک شخص "زید بن شیح" کہتا ہے کہ ہم نے خود حضرت علیؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روانگی ہذا کے متعلق سوال کیا کہ کس بات کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو روانہ فرمایا تھا؟ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امامت جج کے لئے نہیں، بلکہ مندرجہ ذیل چار چیزوں کے اعلان کے لئے بھیجا گیا تھا۔ (یہ چار چیزیں اوپر مذکور ہو چکی ہیں)۔

۲۔ اور امام محمد باقرؑ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب "سورۃ برأت" نازل ہوئی تھی تو

اس وقت ابو بکر صدیقؓ کو جج قائم کرنے کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ بھیج دیا تھا اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو بعد میں روانہ فرمایا۔ تو جب ان حضرات کی باہم ملاقات ہوئی تو حضرت صدیقؓ نے سوال کیا "آپ امیر بن کر آئے ہیں یا مامور بن کر؟" تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ "امیر نہیں بلکہ مامور بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

نام محمد باقرؑ کی روایت سے واضح ہو گیا کہ امیر جرج ابو بکر صدیقؓ ہی ہیں لیکن بعض اعلانات حضرت علی المرتضیٰؓ کے سپرد کئے گئے تھے جو انہوں نے اپنے مقررہ طریقہ میں سرانجام دیئے۔

(بحوالہ سیرت لابن ہشام، تفسیر لابن کثیر رحمہ اللہ، البدایہ بتفصیل سطور گزشتہ)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت اس سلسلہ کو اور واضح کرتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس سلسلہ بعد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ روانہ فرمایا تھا اس میں یہ تصریح تھی کہ

فدفع الیہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد امرہ

على الموسم وامر علياً ان ينادى بهؤلاء الكلمات...

یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو تحریر فرمایا تھا کہ موسم حج کے امیر تو وہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہی ہیں اور ان کلمات کا اعلان کرنے کے لئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا۔ اس سے بھی واضح ہو گیا کہ حج کی علی الاطلاق امانت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس ہی تھی۔ اور چند خصوصی احکام کا اعلان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھا۔

۴۔ حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے "فتح الباری شرح بخاری" میں اس واقعہ پر ایک مستحسن چیز ذکر کی ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے "سورۃ برأت" کی تبلیغ کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اکتفا نہ فرمایا کیونکہ اس میں "حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی مدح و ثنا تھی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ مدح سرائی انکی اپنی زبان سے نہ ہو۔ لوگ یہ مدح سرائی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوا کسی دوسرے شخص کی زبان سے سنیں۔ آپ نے یہ کام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لیا۔

...انما لو يقتصر النبي صلى الله عليه وسلم على تبليغ ابى بكر

عنه ببرأة لانها تضمنت مدح ابى بكر فاراد ان يسمعوها

هن غير ابى بكر..... الخ

فتح الباری شرح بخاری لابن حجرؒ : ج ۸ ص ۲۵۸۔ کتاب التفسیر باب قوله وادان من الله ورسوله الخ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ۔

ان اکابر حضرات کی تصریح کے مطابق اس جرح (سفسہ) کے امیر علی الاطلاق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور چند ضروری اعلانات کی ذمہ داری حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی۔ اور دونوں حضرات نے اپنے اپنے مناسب طریق احسن سرانجام دیئے۔ اس سے نااہلی یا عدم صلاحیت وغیرہ کا کچھ تعلق نہیں اور یہ اعتراض خواہ مخواہ عنناد کی بنا پر مستبط کیا گیا ہے۔ اور واقعات کے برخلاف ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی تھی کہ معاہدہ حدیبیہ کے وقت حضور خود موجود تھے اور وہ معاہدہ آپ کے ساتھ ہی طے پایا تھا۔ معاہدہ کے ختم کے لئے اب آپ کا ہونا ضروری تھا یا یہ کہ آپ کا کوئی قریبی شہداء آپ کی نمائندگی کرے۔ غیر مسلم عرب ابھی جماعتی زندگی سے نا آشنا تھے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت سے جماعتی زندگی سیکھ چکے تھے ان کے لئے حضور کی نمائندگی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کر سکتے تھے اور کر رہے تھے۔ لیکن کافروں کے نزدیک آنجناب کی نمائندگی آپ کا کوئی قریبی رشتہ دار ہی کر سکتا تھا سو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری اس خاص حکمت کے لئے بھی تھی۔

وفاہل نجران اور واقعہ مباہلہ
سفسہ کے واقعات میں ایک واقعہ اہل نجران کے وفد کے متعلق
سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

نجران ایک مغلطہ سے یمن کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں واقع ہے اور یہ اس علاقہ میں عیسائیوں کا ایک مرکزی مقام تصور کیا جاتا تھا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل نجران کو دعوت اسلام پہنچی تو ان کی طرف سے اکابر عیسائیوں کا ایک وفد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے اسلام اور اپنے مذہبی مسائل میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ مگر یہ لوگ اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کچھ سمجھتی پر اتر آئے۔ اس موقع پر سورہ آل عمران کی آیات نازل ہوئیں۔ ان میں یہ آیت بھی ہے۔

.... فقل قالوا ندع ابناءنا و ابناءكم و نساءنا و نساءكم و انشأنا

و انفسکم شر نبتمهل فنجعل لمنة الله على الكاذبين “

(پ ۳ ، سورة آل عمران)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کے پاس علم آجائے کے بعد جھگڑا کرے تو کہہ دیجئے کہ ”اُوہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ، اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ ، پھر ہم گواہ کرنا کہ خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں اور جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کریں “

تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد خداوندی کے مطابق اہل نجران کو مباہلہ کی دعوت دی لیکن وہ اپنے اکابر عیسائیوں سے مشورہ کے بعد مباہلہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور اسلام کے لئے جزیہ دینا انہوں نے قبول کر لیا۔

اگرچہ اہل نجران سے مباہلہ کی نوبت نہیں آئی تاہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانب سے پوری آمادگی کا اظہار فرمایا۔ اور بعض ہدایات کے مطابق آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ میں شامل کرنے کے لئے حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ساتھ لیا۔ یہ روایت اپنی جگہ درست ہے۔ اہل گروہ (نصارئ نجران) اس دعوت کو قبول کر لیتے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی مباہلہ کے مطابق اپنی ازواج مطہرات و اولاد اپنے خاص خاص لوگوں کو بھی لے آتے اور مباہلہ قرآن کریم کے مطابق ہوتا۔

اور ایک دوسری روایت جو امام جعفر صادقؑ نے امام محمد باقرؑ سے نقل کی ہے، کے اعتبار سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کی اولاد ، حضرت عمر فاروقؓ اور ان کی اولاد ، حضرت عثمان غنیؓ اور ان کی اولاد ، اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کو بھی مباہلہ میں شامل کے لئے لائے۔

... قال فجاء بابی بکسر وولده وبعمر وولده وبعثمان وولده

وہو وولده “ لہ (حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اور نیز ”سیرت حلبیہ“ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ فرماتے تو دماغے مباہلہ میں شامل کرنے کے لئے کن لوگوں کے ہاتھ پکڑتے ؟

تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ”علی ، فاطمہ حسن ، حسین ، عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین“ کے ہاتھ پکڑ کر دعا کرتا :

عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
لولا عنتم یا رسول اللہ ! بید من کلت تأخذ ؟ قال اخذ بید علی
وفاطمۃ والحسن والحسین وعائشۃ وحفصۃ . وهذا
زیادۃ عائشۃ وحفصۃ فی هذه الروایۃ دل علیہ قولہ تعالیٰ
وفاءنا وفاءکم . ۱۷

مختصر یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ اگر مباہلہ کی صورت پیش آئی تو مذکورہ بالا تمام حضرات کو شامل کرنا منظور، خاطر تھا صرف ایک گھرانہ کو شریک کرنا اور باقی کو شریک و شامل نہ کرنا مقصود نہ تھا۔ یہ چند مصدقات صرف نمونہ کے طور پر لئے تھے۔

بعض لوگ مباہلہ کے واقعہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واقعہ مباہلہ اور مسئلہ خلافت بلا فصل
تعلے عند کی خلافت بلا فصل پر ات لال کرنے کی سعی یلین
کرتے ہیں۔ لیکن یہ سعی لا حاصل ہے اور کسی طرح نتیجہ بخیر نہیں۔ اس سلسلہ میں معروضات ذیل پر نظر فرمائیں۔

(۱) حاشیہ صفحہ گزشتہ (۱) ۱۷ در منظر لیبی ج ۱ ص ۲۰۱ تحت الآیۃ -

(۲) روح الطالی ج ۱ ص ۱۹۰ تحت الآیۃ -

(۳) تفسیر مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۱ تحت الآیۃ -

۱۷ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۴۰ باب مذکور فیہ ، متعلق بالوفود -

۱ : گزارش ہے کہ قرآن مجید میں فریق ثانی (اہل بخران) کے حق میں یہ عمومی دعوت ہے۔ ”ابناکم، و
 و نساکم و انفسکم“ کے الفاظ کے ساتھ اس کو تعبیر کیا ہے۔ ان الفاظ میں فریق مقابل (اہل بخران)
 کے مخصوص فرزند (فلاں فلاں)۔ مخصوص بی بیاں (فلاں فلاں عورت)۔ اور مختص اشخاص (فلاں فلاں
 افراد) متعین نہیں بلکہ فریق مقابل کے لئے یہ عبارت اپنے عموم پر قائم ہے۔ (یہ چیز خلیعہ سنی سب
 حضرات کو تسلیم ہے)۔

ٹھیک اسی طرح ”ابناؤنا و نساؤنا و انفسنا“ کے الفاظ اہل اسلام کے لئے بھی اپنے
 عموم پر قائم ہیں چند مخصوص حضرات کے ساتھ مختص نہیں ہیں۔ یعنی اس صورت میں ”ابناؤنا“ سے مراد صرف
 حسینؑ اور ”نساؤنا“ سے مراد صرف بی بی فاطمہؑ اور ”انفسنا“ سے مقصود صرف حضرت علیؑ
 کے لئے آیت کے عموم الفاظ کو چھوڑ کر تخصیص تجویز کرنا صحیح نہ ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ یہ تینوں الفاظ اہل بخران اور اہل اسلام دونوں جماعتوں کے لئے متقابلاً ذکر ہوئے
 ہیں ان الفاظ میں فریق مقابل کے لئے تخصیص نہیں بلکہ عمومی حکم ہے تو اسی طرح اہل اسلام کے لئے بھی یہ
 عمومی حکم ہوگا۔

۲۔ اگر یہ لوگ قرآن مجید سے یہاں استدلال اس طرح قائم کریں کہ لفظ ”انفسنا“ میں حضرت
 علیؑ کی ذات کو عین ذات رسول قرار دیں تو اس تقدیر پر ”خصوصی صفات نبوت“ سب کی سب
 حضرت علیؑ کے لئے تسلیم کرنا ہوں گی۔ (مثلاً رسالت، نبوت، ختم نبوت، نزول وحی اور نزول قرآن
 وغیرہ وغیرہ) بے شمار خصوصیات نبوی ہیں ان سب میں نبی م و علیؑ کے مابین مساوات ماننا ہوگی اور
 یہ چیز بالکل بالاجماع باطل اور غلط ہے اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا اگر حضرت علیؑ خود انفس رسول ہوتے
 تو انتخاب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی فاطمہؑ کا نکاح ان سے نہ کرتے کیونکہ یہ خود اپنے سے نکاح کرنا شمار
 ہوتا۔

اور اگر بعض صفات کے اعتبار سے مساوات تسلیم کریں تو یہ شبیہ حضرات کو موضوع خلافت میں
 کسی طرح مفید نہیں۔ کیونکہ بعض اوصاف میں مساوی شخص اولیٰ بالتصرف اور افضل قرار نہیں پاتا۔ فلہذا یہ

صورت بھی انہیں کسی طرح سہہ مند نہیں ہے۔

البتہ اگر روایت کے ذریعے یہاں تخصیص پیدا کی جائے تو اس صورت میں مسئلہ ہذا کا تعلق آیت کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ اس روایت کے ساتھ ہوگا۔ اور روایات اس مقام میں متعدد نوع کی پائی جاتی ہیں۔ انہی تمام روایات پر نظر کرنے سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ اگر مباہلہ کی نوبت آئی تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو شامل کرنا پسندیدہ خاطر تھا اسی طرح خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کی اولاد کے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی شامل کرنا ملحوظ خاطر تھا۔

یعنی اگر یہ واقعہ مباہلہ پیش آتا تو ان حضرات کو بھی شامل فرمایا جاتا اور مباہلہ بالکل قرآنی تعلیم کے مطابق ہوتا۔

فضیلت کا اقرار اس واقعہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اور دیگر مذکور حضرات کی "عزت افزائی" اور "فضیلت دینی" ثابت ہوتی ہے جس کو ہم اہلسنت بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ نحراراج کے نظریات کے خلاف ہے وہ عزت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اقرار نہیں کرتے۔ ہاں بطور فضیلت یہ درست اور صحیح ہے۔ مسئلہ خلافت کے ساتھ نہ اس آیت کو کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ان روایات کا اس آیت سے کوئی ارتباط ہے۔

نوٹ ۱۔ قبل ازیں یہ مسئلہ کتاب "بنات العربہ" رجسٹر دفع توہمات۔ وہم ساؤتس میں بقدر ضرورت ہم نے صریح کر دیا ہے وہاں رجوع فرمائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی علاقہ میں کی طرف راہگی میں کے علاقہ میں اسلام کی تبلیغ کافی عرصہ سے جاری تھی اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یکے بعد دیگرے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وقتاً فوقتاً وہاں بھیجتے رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ سردار دوہا صلی اللہ علیہ وسلم میں میں تبلیغی مقاصد کی خاطر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرماتے لگے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! میں نو عمر آدمی ہوں (تقریباً کار نہیں ہوں)،

اور قضا کے معاملات میں مجھے زیادہ سابقہ پیش نہیں آیا اور اس قوم میں تنازعات کے فیصلے کرنے کی نوبت آئے گی تو میں کیا کر دوں گا ؟ اس پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اطمینان دلائے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ان الله سيهدي لسانك ويثبت قلبك -

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو درست فیصلہ کی توفیق دے گا اور تمہارے دل کو ثابت رکھے گا۔
اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں۔

فوضع يده على صدرى وقال اللهم وثبت لسانه واهد قلبه له
یعنی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینے پر رکھا اور دعا دی کہ اے اللہ ان کی زبان کو ثابت رکھ اور ان کے قلب کی راہنمائی فرما۔

اور ساتھ ہی فیصلہ کرنے کا ایک بنیادی قاعدہ ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ! جب آپ کے سامنے دو فریق پیش ہوں تو ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ کریں جب تک کہ دوسرے فریق کی بات نہ سن لیں۔
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میرے سامنے جب بھی کسی کی قضا کا معاملہ پیش آیا تو اس میں اشکال پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کے حل کے لئے کوئی بہتر صورت منکشف ہو گئی۔

یمن میں چند واقعات
علاقہ یمن میں اقامت کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعدد واقعات پیش آئے تھے۔ علمائے سیرت نے اس مقام میں متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ ان میں سے بعض بطور خلاصہ درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صدقہ کے ادنیٰ علاقہ یمن سے فراہم کئے۔
تو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے سوال کیا کہ ہم صدقہ کے اونٹوں پر سوار ہو جائیں اور اپنے اونٹوں کو کچھ راحت دے لیں۔ کیونکہ وہ سفر کی وجہ سے بہت ماندہ ہو چکے ہیں۔

۱۔ ۱۰۴۔ تحت باب بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب عاشر
یہ ولیہ الی یوم قبل حجۃ الوداع ۱

اس مطالبہ کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”انما الحكم فيها سهم حكما للمسلمين“ ۱؎

یعنی تمہارے لئے ان میں وہی حصہ ہو سکتا ہے جو باقی مسلمانوں کے لئے ہے۔
آپ کا مطلب یہ تھا کہ تمام اونٹوں کو آپ استعمال نہیں کر سکتے ان میں سے جو آپ کے حصہ میں آئیں گے انہی کو آپ استعمال کر سکتے ہیں باقی کو نہیں۔

۲ ایک نے فہر میں کے علاقہ سے کچھ اموال پوشاک و لباس کی صورت میں حاصل ہوئے جن کی تاعال تقسیم نہ ہوئی تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جو ان اموال پر نگہبان تھا اس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت کے بغیر اپنے ساتھیوں کو یہ پوشاکیں دے دیں اور انہوں نے اپنے زب سے ان کو لیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس صورت حال پر مطلع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح کیوں کیا گیا ہے؟ یہ اموال ابھی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں نہیں پہنچے تھے۔ انجناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تقسیم فرماتے۔ تم لوگوں نے ایسا معاملہ کیوں کیا؟

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ ان پوشاکوں کو پہننے والے انہیں اُتار دیں۔
قال علی ما هذا؟ قالوا كسنا فلاح قال اما دعاك الى هذا قبل
ان تقدم على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فيصنع ما شاء فترزع
الحلل منهم؟ ۲؎

۳:- نیز سیرت کی روایات میں ہے کہ یمن کے علاقہ سے مال غنیمت میں کچھ لوٹیاں دستیاب ہوئیں۔

۱؎ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۰۵۔ تحت باب بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
وغالد بن ولید ابی مرثد قبل حجة الوداع۔

۲؎ البدایہ والنہایہ ج خامس ص ۱۰۶۔ تحت باب بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
وغالد بن ولید رضی اللہ عنہ قبل حجة الوداع۔

ان اموال غنائم سے بطور خمس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خادمہ حاصل کی۔ اس پر دیگر ساتھیوں کو کچھ اعتراض ہوا گو موقعہ پر اس کے بارے میں کوئی خاص کشیدگی نہیں ہوئی۔ مگر جب یہ حضرات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو حضرت بریدہ بن خصب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے یہ اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شبہ کا ازالہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ۔

يَا بَرِيدَةُ أَتَبْغِضُ عَلِيًّا ؟ فَقُلْتَ نَعَمْ قَالَ لَا تَبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي

الْخَمْسِ أَكْثَرَ مِنْ ذَالِكَ ۚ لَمْ

یعنی اے بریدہ ! کیا تم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھتے ہو ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں ! مجھے اس بات میں ان سے مخالفت ہے، آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کے ساتھ بغض مت رکھو کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کے لئے ان اموال میں اس سے زیادہ حق تھا ۵

اس روایت کی وضاحت میں علماء لکھتے ہیں کہ اس وقت بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس فعل پر جو اعتراض کیا وہ اس بنا پر تھا کہ انہوں نے خیال کیا کہ یہ مال غنیمت میں ایک گوند خیانت ہے۔ اس بنا پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فعل نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور صفائی کے اس مسئلہ کو بیان فرمایا کہ اس مال میں سے اس نے جس قدر لیا ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اس سے زیادہ حق تھا تو وہ لوگ اپنی غلطی پر مطلع ہوئے اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محبوب جلسنے لگے۔

۴-۱: علاقہ میں میں جو واقعات پیش آئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے میں سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سونے کا ٹکڑا بھیجا وہ دباغت شدہ چڑے

سہ (۱) بخاری شریف، ج ۱، صفحہ ۶۲۳-۱۔ باب بعث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و خالده بن ولید رضی اللہ عنہ الی یمن۔

(۲) البدایہ والنہایہ، ج ۵، صفحہ ۶۴۰۔ تحت باب بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ و خالده بن ولید رضی اللہ عنہ الی یمن قبل حجة الوداع۔

کی سڑخ تھیل میں بھیجا گیا تھا یعنی وہ مکڑا ابھی صاف شدہ نہیں تھا اس کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صوابدید کے تحت بعض صحابہ کرام رض میں تقسیم فرما دیا لہ

اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دیانت و امانت اور اپنے مین کے قیام کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل رابطہ رکھنے کی خبر ملتی ہے۔ جو آپ کے حضور م کے ہاں کامل اعتماد کا ایک کھلا نشان ہے۔

مختصر یہ ہے کہ جو واقعات سفرِ نما میں پیش کئے اور ان میں اختلاف رائے کی صورت رونما ہوئی تو اس میں بفضلِ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ راستے ثابت ہوئے۔ یہی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ دعائیہ کے کھلے اثرات تھے۔

مین سسج کیلئے پیچنچا
سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سلمہ میں حج کے لئے مدینہ شریف سے مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو بے شمار لوگ اس حج میں شریک ہونے کے لئے

مکہ معظمہ پہنچے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے لئے تشریف آوری کی اطلاع میں میں ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حج کے لئے مکہ شریف پہنچے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علی! آپ نے کس طرح احرام باندھا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

أهملت بما أهل به النبي صلى الله عليه وسلم .
یعنی میں نے اسی طرح احرام باندھا ہے جس طور پر خدا کے نبی م نے احرام باندھا ہے۔

لہ (۱) بخاری شریف ، ج ثانی ، ص ۶۲۴ - کتاب المغازی تحت باب بعث علی بن ابی طالب رض وخالد بن ولید ابی امین قبل حجۃ الوداع -

(۲) فتح الباری شرح بخاری شریف ، ج ثامن ، ص ۵۵ ، تحت باب بعث علی بن ابی طالب رض وخالد بن ولید ابی امین قبل حجۃ الوداع -

لہ (۱) بخاری شریف ، ج ثانی ، ص ۶۲۴ - کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالب رض وخالد بن ولید رض (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

موسم حج میں مرقعہ نعلی خدمات ۱- حجة الوداع میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الہیہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرقعہ ہوتے ہوئے احکامات ادا کرتے رہے۔ پھر یوم النحر وحسن دن قربانی کی جاتی ہے، کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ بقیہ یا شتران کو آپ ذبح کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل درآمد کیا۔ ۱

۲- نیز اس سلسلہ میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ ان ولایہ کو ذبح کرنے کے بعد ان کے گوشت اور چمڑوں کو تقسیم کر دیں اور ان کے جھول تک بھی خیرات کر دیں اور قربانی بنانے والوں کو ان کی اجرت اس میں سے نہ دیں۔ بلکہ ان کو الگ اجرت دیں۔
ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ۔

ان علیا اخبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یقوم علی بدنہ وان یقسم بدنہ کلہا لحومہا وجلودہا وجلدہا ولا یعطی فی حزار قہاشیثا ۲

۳- اس مرقعہ پر مٹی میں بعض احکام کی تبلیغ کے لئے عطیات دیئے گئے۔
روایات میں مذکور ہے کہ چاشت کا وقت ہو گیا تھا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ”بغلة الشہبار“ (سفید فہر) پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو لے کر لوگوں نے پہنچانے کے لئے حضرت علی الرضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبعوث کر دیا۔ وہ رہے تھے بعض حاضرین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) الی یومین قبل حجة الوداع۔

(۲) مسلم شریف ص ۱۵۱، ج ۱ ص ۲۰۸۔ باب جواز التمتع فی الحج والقرآن۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۲۵۔ باب قصہ حجة الوداع بحوالہ مسلم شریف۔

۲۔ بخاری شریف، ج ۱ ص ۲۳۲، باب یتصدق بجلود الہدی و باب یتصدق بجلل البیل۔

کھڑے تھے اور بعض حضرات اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔

عن رافع بن عمرو المزني قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يخطب الناس بمضى حين ارتفع الضحى على بقللة الشهباء وعلى ثياب
عنه والناس بين قائم وقاعد - رواه ابو داود ٤ ٥

۴ : ایام منیٰ میں بعض اعلانات کی ضرورت پیش آئی تو اس کے لئے سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرامؓ کو منتخب فرمایا۔ ان میں سے ایک حضرت علیؓ رہے بھی تھے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کہ گوگل میں اعلان عام کیا جائے کہ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) کو کوئی روزہ نہ رکھے بلکہ یہ ایام خورد و نوش کے لئے ہیں کھائیں پئیں۔

عن عبد الله بن عمرو ان النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه و
سلمه قال لعلي بن معاذ بن جبل وبيد بن ورقاء وسحيم
ان نادوا في الناس فانصوتهم ان يصوموا ايام التشریق فانها ايام
اكل وشرب ٥ ٦

حجۃ الوداع سے واپسی اور واقعہ غدیر خم
مکہ شریف سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہونے اور بہت
سی جماعتیں جنہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف نہیں جانا تھا اپنے اپنے مقامات کی طرف روانہ ہو گئیں اور آنجناب
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کثیر جماعت تھی جنہوں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ منورہ
واپس ہونا تھا۔ جس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم (جو مقام جحفہ کے قریب واقع ہے) میں

۵ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۳۴ و ۲۳۵، بحوالہ ابن داود، تحت باب خطبۃ یوم النحر الفصل الثانی -

۶ (۱) الاصابہ لابن حجر ۱ ج ۲ ص ۱۶۱ مع الاستیعاب نمبر ۳۰۹ تحت سیم غیر مشوب

(۲) الاصابہ لابن حجر ۱ ج ۲ ص ۴۳ تحت اسم سجد الانصاب (نمبر ۱۲۹) ۵

پہنچے ہیں تو اس مقام پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ وقت کے لئے آرام فرمایا۔ اس دوران بعض لوگوں کی طرف سے وہ شکایات پیش کی گئیں جو سفرِ قرین میں شریک سفر حضرات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پیش آنی تھیں انکا ایک مختصر سا تذکرہ پہلے کر دیا گیا ہے۔

بعض لوگوں کے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ان شکایات کی بنا پر کج فہمی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض افعال پر ان کو اعتراض تھا۔

غیرِ غم (غیر عربی میں جو بڑھاپا تالاب کو کہتے ہیں غم ایک مقام تھا) کے مقام پر بروز کیشنبہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ضروری امور کا ذکر فرمایا تھا ان میں سے ایک اہم چیز جو رفقِ شہداء کے درجہ میں تھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعالیٰ عنہ کے متعلق تھی جو اعتراضات سفرِ قرین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمسفر احباب کو ان کے خلاف پیدا ہوئے تھے ان کی مرافعت کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امانت و عدالت کا واضح طور پر ذکر فرمایا۔ جس سے ان کی شکایات کا پوری طرح ازالہ ہوتا تھا۔

ان کلمات میں ایک لکڑ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: "من حکنت مولادہ فعلی مولادہ" ۱

یعنی جس شخص کے لئے میں محبوب اور دوست ہوں پس علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی اس کے محبوب و دوست ہیں ۲

ان کلمات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اعتراضات کا ازالہ اور شکایات کا دفعیہ مقصود تھا اور علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و برکت اور ان کے حسین کردار کا بیان کرنا پیش نظر تھا مسئلہ خلافت اور نیابتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہاں کچھ ذکر نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی یہ اس وقت کا موضوع تھا۔ نہ اس سفر کے دوران آپ

۱۔ البدایہ والنہایہ ۱ ص ۲۰۹ - ۲۱۰ - ۲۱۱۔ بحوالہ النسانی واحد وابن ماجہ وغیرہم۔ فصل فی ایراد الحدیث اللعل علی
۲۔ علیہ السلام خطبہ بمقام ہیں مکتہ والدریستر -

کی خلافت زیر بحث آئی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد بہت لوگوں کے قلوب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف شکایات جاگ اٹھیں۔ اس بیان کے ذریعہ ان کا ازالہ ہو گیا۔ شکایات کتنے گان میں بریدہ بنی العصب الاسلمی رضی اللہ عنہ اور برابر بن عاذب رضی اللہ عنہ کے نام عموماً پائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے گمان اور اعتراضات کو رفع کر دیا گیا اس کے بعد ان میں سے کسی صاحب نے اس معاملہ میں کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔

حاصل یہ ہے کہ یہ ایک وقتی مسئلہ تھا جو اس فرمانِ نبوت کے ذریعہ حسن اسلوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ افسوس ہے کہ بعض لوگوں نے اس مقام پر مسئلہ خلافت کی بحث خواہ مخواہ پیدا کر لی۔ اس کو صاف کر کے لئے یہاں ایک تنبیہ ذکر کی جاتی ہے۔

تنبیہ (معلقہ غدیر خم) "غدیر خم" کے واقعہ کو بعض لوگوں نے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت کرنے کیلئے ناکام کوشش کی ہے۔ یہ لوگ اس واقعہ کو مسئلہ خلافت کے لئے انتہائی درجہ کی قوی دلیل قرار دیتے ہیں۔ یہاں چند اشیاء غور طلب ہیں۔ ان پر توجہ فرمانے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ دلیل مسئلہ خلافت کو ہرگز ثابت نہیں کرتی۔ اور عدم اثبات دعا کی بناء پر یہاں تقریب تام نہیں۔

جحفہ کے مقام کے قریب ایک تالاب تھا جسے غدیر خم کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان واقع تھا۔ جس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے تھے تو راستہ میں اس مقام پر آپ نے سفری تقاضوں کے تحت کچھ وقت کے لئے قیام فرمایا تھا۔ اس دوران بعض ضروری چیزوں کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں ان شکایات کا بھی ازالہ تھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہیں کے سفر میں ان کے ہمسفر حضرات کو پیدا ہوئی تھیں (انہی شکایات کا سابقہ اجمالاً ذکر ہو چکا ہے)۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق شکایات کا ازالہ جن الفاظ سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں یہ جملہ مذکور ہے کہ۔ "من کنت مولاه فسی مولاه" یعنی ہر شخص کے لئے میں محبوب اور دوست ہوں پس علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے محبوب اور دوست ہیں۔

اب اس اعلان کا مترجہ مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ لوگ ان شکایات کے سبب گمانی نہ کریں۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ عداوت کے قابل نہیں بلکہ یہ تو اپنی دیانت داری اور بلند ہی اخلاق و کردار کے اعتبار سے محبت و دوستی کے لائق ہے۔ یہاں مسئلہ خلافت و نیابت "کا ذکر تک نہیں۔ نہ کسی جامعیت کا وقت سے آپ کے سامنے خلافت کے مضمون کو زیر بحث لایا گیا اور نہ ہی کسی شخص نے اس کے متعلق کوئی سوال پیش کیا جس کے جواب میں آپ نے یہ کلام فرمایا ہو۔ لہذا اس کلام کا وہی محل درست اور صحیح ہے جو پہلے ذکر کر دیا ہے مسئلہ خلافت کے ساتھ اس کا کچھ ارتباط نہیں ہے۔ بلکہ صفائی معاملات کے درجہ میں یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مترعین کے درمیان یہ ایک حکیمانہ اور ناصحانہ خطبہ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدگمانی اور سوبطنی رفع کرنا مطلوب تھی جو اس وقت کر دی گئی ہے۔

پھر اس روایت کے اگلے الفاظ بھی غور طلب ہیں ان میں موالات اور عداوت کو ایک دوسرے کے بالمقابل ذکر کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہاں (مولیٰ کے لفظ میں) ولایت بمقابلہ عداوت ہے۔ بمعنی خلافت نہیں۔ روایت کے وہ الفاظ یہ ہیں۔

”اللہم وال من ولاہ و عاد من عاداہ“

اے اللہ! اسے دوست رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھے۔“

یہ ہے اصل واقعہ کا پس منظر جو سادہ الفاظ میں عرض کر دیا ہے۔ اور روایت ہذا کے متعلق ہمارا یہی موقف ہے جو ہم نے وضاحت سے پیش کر دیا۔

شیعہ کا خلافت بلا فصل پر استدلال
شیعوں کے نزدیک روایت ہذا (من کنت مولاه فعلی مولاه) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل کے لئے

نہایت اہم حجت اور قوی تر دلیل ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ روایت ہذا میں (مولیٰ) کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے (یعنی جو کس مولیٰ میں ہوں علی وہی اس کے مولیٰ ہیں) اور مولیٰ کے معنی خلیفہ اور حاکم کے ہیں۔ جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے مولیٰ ہیں لہذا اس فرمان کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تمام امت کے

مولیٰ میں۔ اور یہ روایت مسلم بن الحنفیہ سے اور متواترات میں اس کو شمار کیا جاتا ہے۔ لہذا اس پر عقیدے کی بنیاد ہو سکتی ہے۔ نیز اس نوع کی روایت کسی دوسرے صحابی کے حق میں وارد نہیں ہوئی۔ لہذا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل کے لئے یہ نص صریح ہے اور آپ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت کے لئے خلیفہ و حاکم ہیں۔

استدلال مذکور کے متعلق مندرجہ ذیل محرمات پیش کی جاتی ہیں جن سے ان کے استدلال کی حقیقت سامنے آجائے گی۔

روایت ہذا کے متعلق فریق مقابل کا یہ دعویٰ کہ یہ روایت بنی الحنفیہ متواتر روایات میں سے ہے قابلِ غور ہے۔ یہ دعویٰ علی الاطلاق صحیح نہیں۔

دجریہ ہے کہ بعض اکابر محدثین نے اس روایت پر کلام کیا ہے۔ امام بخاری رح نے تاریخ کبیر میں اس پر کلام کیا ہے اور اس روایت کو صحیح بخاری میں درج نہیں کیا۔ ابن حزم الظاہریؒ نے کتاب الفصل فی اہل دلائل میں۔ شیخ جمال الدین زہبیؒ نے نصب اللیہ میں۔ صاحب شرح المواقف نے شرح مواقف میں۔ علامہ تفتازانیؒ نے شرح مقاصد میں۔ اور صاحب کتاب السامرہ نے السامرہ میں۔ وغیرہ وغیرہ اور دیگر متعدد علماء کبار نے اس پر کلام کیا ہے۔ اس دجریہ سے اس روایت کو متواترات میں سے شمار کرنا صحیح نہیں۔ یہ روایت اعتبارِ اہل دلائل میں سے ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس کی اسانید ضعیف سے خالی نہیں کئی اکابر علماء اسے روایت تسلیم نہیں کرتے۔ تاہم بعض دیگر علماء اس روایت کی صحت کے قائل ہیں اور بعض کو اپنے مفہوم کے اعتبار سے قبول کرتے ہیں۔

بنا بریں ہم بھی اس روایت کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد روایت ہذا کے معنی و مفہوم

لے اس موضوع پر نسائی کی روایات کے تحت اپنی کتاب ”حدیث ثقلین“ ص ۹۵-۹۶

۹۷ - طبع ثانی میں بقدر ضرورت بحث کر دی ہے۔ تاہم یہاں بھی اس مقام کے مناسب چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

میں کلام جاری ہے اس پر توجہ فرمائیں۔

نیز فریقِ مقابل کا یہ قول کرنا کہ یہ الفاظ دوسرے صحابی کے لئے استعمال نہیں ہوتے یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے حق میں بھی آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

..... قال لزيد انت اخونا و مولانا

ترجمہ ! آپ ہمارے بھائی میں اور ہمارے مولا ہیں۔

مشکوٰۃ شریفہ، ص ۲۹۳ بحوالہ بخاری و مسلم۔ باب بروج العزیز (فصل الاول)

۲ : روایت ہذا میں لفظ ”مولیٰ“ وارد ہے اور ”مولى“ کے معانی کتابِ سنت اور لغتِ عرب میں متعدد پائے جاتے ہیں۔ النہایہ لابن اثیر (بخاری) جو لغتِ حدیث میں مشہور تصنیف ہے، میں ”مولیٰ“ کے سولہ عدد معانی ذکر کرتے ہیں لیکن ان میں ”خلیفہ بلا فضل اور حاکم“ والا معنی کہیں نہیں ملتا یہ محض مفقود ہے۔ یعنی لغتِ حدیث والوں نے ”مولیٰ“ کا یہ معنی کہیں نہیں بیان کیا۔ باقی معانی انہوں نے لکھے ہیں۔

اسی طرح ”المجد“ میں ”مولیٰ“ کے اکیس معانی ذکر کئے گئے ہیں وہاں بھی ”مولیٰ“ کا معنی خلیفہ یا حاکم نہیں پایا گیا۔ یہ تو کسی مسلمان کی تالیف نہیں ایک عیسائی کی علمی کاوش ہے۔ سو یہ بات پختہ ہے کہ اس روایت میں ”مولیٰ“ کا لفظ خلیفہ اور حاکم کے معنی میں ہرگز وارد نہیں۔

اسی طرح کتاب اللہ اور دیگر احادیثِ صحیحہ میں ”مولیٰ“ کا لفظ خلیفہ یا حاکم کے معنی میں کہیں مستعمل نہیں دیگر معانی میں وارد اور مستعمل ہے۔ اہل علم کے لئے یہ مختصر نوید ہے۔ خلافت بلا فضل ثابت کرنے کے لئے نصِ صریح درکار ہے۔ لفظ ”مولیٰ“ جیسے تحملِ الفاظ جو متعدد معانی کے حامل ہوں اور مشترک طور پر مستعمل ہوتے ہیں، سے یہ مدعی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

مختصر یہ کہ خلافت بلا فضل کا دعویٰ خاص ہے اور اس کے اثبات کے لئے جو دلیل پیش کی

ملہ النہایہ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۲۳۱ تحت مولیٰ۔

گئی ہے اس میں لفظ موئی اگر بمعنی حاکم ہو تو بھی یہ لفظ عام ہے۔ دلیل عام مدعی خاص کو ثابت نہیں کرتی۔ سوا اس بنا پر یہاں تقریباً تمام نہیں پائی گئی۔

۳۔ علی سبیل التشریح اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ خلافت بلا فصل کے لئے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے غزیر خم کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ارشاد فرمایا تھا اور جناب علی المرتضیٰ بلا فصل خلیفہ نامزد تھے تو درج ذیل چیزوں پر نظر غائر فرمائیں اصل مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

۱۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے کچھ قبل حضرت عباس رضی بن حبیبہ المطلب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی کو ارشاد فرمایا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ شاید آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جائے اس بنا پر ہم آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسئلہ خلافت و امارت کے متعلق عرض کریں۔ اگر یہ امارت ہم میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہونا چاہئے اور اگر امارت و خلافت ہمارے سوا دوسروں میں ہوگی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق لوگوں کو وصیت فرمادیں گے۔

اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر ہم نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ خلافت و امارت کے متعلق سوال کیا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمادیا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ کبھی ہمیں خلافت کا موقع نہیں دیں گے۔ اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں اس بات کا ہرگز سوال نہیں کروں گا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے بحوالہ بخاری شریف ذکر کیا ہے کہ

فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَأَنْتَ سَأَلْتَنَا هَذَا رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْعَنَا هَذَا لَا يُعْطِينَا هَذَا النَّاسُ

بَعْدَهُ وَالْخُفَّ وَاللَّهُ لَا سَأَلْنَا هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

علیہ وسلم

واقعہ ہڈانے واضح کر دیا ہے کہ خم غدیر کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کوئی فیصلہ خلافت نہیں ہوا تھا۔ ورنہ طے شدہ امر کس لئے

۱۔ اَوَّلًا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتگو ہی نہ فرماتے۔

۲۔ ثانیًا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے کہ اس مسئلہ کا میرے حق میں انتخاب صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم میں فیصلہ فرما چکے ہیں فلہذا اس سال کی جست نہیں ہے۔

۳۔ انتخاب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حق میں اس نص صریح کو کیوں پیش نہیں فرمایا ؟

۳۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتخاب کے موقع پر دیگر اکابر ہاشمی حضرت نے اس نص صریح کو کیوں پیش نہیں کیا ؟ حالانکہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے لئے اس نص صریح کی اشد ضرورت تھی۔ پھر انصار جو سعد بنے عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنانے کی سوچ رہے تھے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تجویز سے معاہدہ کیا تو پھر انصار نے اس نامزدگی کا سہارا کیوں نہ لیا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا چکے ہوئے ہیں۔

۴۔ تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضو جو غدیر خم کے موقع پر اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست سننے والے تھے۔ انہوں نے اس نص صریح کو یکسر کیسے فراموش کر دیا ؟ اور اس سے کیوں روگردانی کی اور حضرت علی کو دم اللہ وجہ سے اعراض کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ ان کا قبیلہ بنو تمیم (شاخ قریش) بنو ہاشم سے بڑا تو نہ تھا

۱۔ البدایہ لابن کثیر ۵ ج ۱ ص ۷۲۷۔ تحت حالات مرض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (بحوالہ بخاری شریف)

(۲) مسند امام احمد ۱ ص ۳۲۵ ج ۱ اَوَّل۔ تحت سند ابی عباس رضی اللہ عنہ۔

(۳) سیرت ابن مسعود ۱ ص ۵۴ ج ۱۔ ۲۔ شان العباسی و علیؑ (تحت عنوان تریض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اگر کوئی صاحب یہ کہنے کی جرأت کریں کہ ان حضرات کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یفص صریح معلوم تھی مگر انہوں نے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض دیگر مصالح کی بنا پر پشت ڈال دیا اور اس سے اعراض کرتے ہوئے اس پر عمل درآمد نہیں کیا۔ تو یہ کتنا حقیقت کے برخلاف ہے۔ نہ شریعت کا مزاج اسے تسلیم کرتا ہے نہ عقل اسے ممکن مانتی ہے۔

دوبارہ یہ کہ فرمان نبوت کی اطاعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ایک اہم ترین مقصدِ حیات تھی جس پر ان کی تمام زندگی شاہدِ عادل ہے۔ لہذا یہ تمام حضرات فرمان نبوت کے خلاف کیسے مجتمع ہو سکتے تھے۔ (لا تجتمع امتی علی الضلالة)۔

یہاں سے ہمارے اس دعوے کی پوری تائید ہوتی ہے کہ غیر ختم میں جو فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہوا تھا وہ مسئلہ خلافت سے متعلق ہرگز نہیں تھا بلکہ اس کے سوا دیگر مقاصد کے لئے تھا جیسا کہ سابقاً عرض کر دیا ہے۔

۵۔ دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ کے اختتام پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا برہنہ ہاشمی کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا، اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کے متعلق کسی نے یفص صریح پیش نہیں کی۔ حالانکہ یہ اثبات خلافت علوی کے لئے ایک اہم موقعہ تھا۔

۶۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے موقعہ پر خلیفہ کے انتخاب کے لئے ایک مختصر سی کمیٹی مقرر کی تھی جس طرح کہ اہل سیرت : تاریخ کو معلوم ہے، پھر سیدنا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان حضرات کا باہمی مشورہ ہوا اور انتخاب کا مکمل اختیار حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تھا پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا۔

تو اس موقعہ پر بھی کسی ہاشمی یا غیر ہاشمی نے غیر ختم والی نص صریح کو پیش نہیں کیا۔

۴۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب لوگ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اصرار کے باوجود بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ اور بنی عمرو بن مہملہ کے باغ میں جا کر الگ بیٹھ گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ میں ذکر کیا ہے کہ۔

وقد امتنع علی رضی اللہ عنہ اجابتهم الی قبول الامارۃ
حتی تکرر قولہم لہ و فتر منهم الی حائط بنی عمرو
بن مہملہ و اغلق بابہ لہ

اور شیعہ علمائے اس سلسلہ میں خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام ،
”نہج البلاغہ“ میں ذکر کیا ہے کہ جب قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگ بیعت کے ارادہ سے حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو انھیں حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

دعونی و التمسوا غیری وان ترکتمونی
خانا کاحدکم و لعلی اسمکم و اطوعکم لعمری
و لیتموہ اموکم و انالکم و زیواخی لکم متی اہلوا۔
یعنی (بیعت کے معاملہ میں مجھے تم چھوڑ دو اور میرے سوا کسی اور کو تلاش
کر لو۔۔۔۔۔ اور اگر مجھے تم چھوڑ دو گے تو میں تم میں سے ایک فرد ہونگا۔
اور جس شخص کو تم اپنے امر کا والی بناؤ گے امید ہے کہ میں اس کا تم سے زیادہ

لہ البدایہ ، ص ۲۲۵ ، ج ۳ ، قبل ذکر بیعت علی رضی اللہ عنہ بالخلافۃ۔

لہ نہج البلاغۃ للسید الشریف الرضی ، ص ۱۸۱ ، ۱۸۲ ، طبع مصر ، تحت ومن
خطبۃ لہ علیہ السلام لما ارید علی البیعت بعد قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔

تا بعد از اور زیادہ مطیع ہوں گا اور میرا تمہارے لئے وزیر رہنا امیر بننے سے زیادہ بہتر ہے "

مندرجہ ذیل بالائی روشنی میں واضح ہوا کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولاً انکار فرمایا۔ اگرچہ بعد میں دیگر اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اصرار پر بیعت لینا منظور فرمایا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ غدیر خم یا دیگر کسی مقام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل کے لئے کوئی نص صریح موجود نہیں تھی ورنہ انما لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا جیسا کلام کیسے فرمایا ہوتا ؟

۸۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حسن مثنیٰؑ کے سامنے ان کے ایک غالی رافضی عقیدت مند نے کہا کہ

" کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ من كنت مولاه فعلي مولاه (جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں)

تو اس کے جواب میں حضرت حسن مثنیٰؑ فرماتے ہیں کہ۔

" اما والله لو يعنى بذلك الامرة والسلطان لافصح لهم

بذلك كما افصح لهم بالصلوة والزكاة وصيام

رمضان وحج البيت ويقال لهم ايها الناس هذا

وليكم من بعدى فان افصح الناس كان للناس

رسول الله صلى الله عليه وسلم له

یعنی اگر اس جملہ سے بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد " امارۃ " اور " سلطنت "

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۲۲۵۔ تحت تذکرہ حسن بن حسنؑ (المثنیٰ)۔

ہوتی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم، نماز، زکوٰۃ، روزہ رمضان، اور حج بیت اللہ کی طرح واضح طور پر اس کا فرمان صادر فرماتے اور فرمادیتے کہ اے لوگو! علی رضی میرے بعد تمہارے حاکم ہیں۔ کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ فصیح (اور الفصح الناس) تھے۔
 یہاں سے واضح ہو گیا کہ من کنت مولاه فعلی مولاه کا جملہ اکابر ہاشمی حضرات کے نزدیک بھی خلافت بالفصل کے لئے نص صریح نہیں۔
 ۹۔ واقعہ صفین میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم کی تحکیم کو قبول کر لینے کے متعلق کبار علمائے نے ذکر کیا ہے کہ اگر علوی خلافت بالفصل کے متعلق کوئی نص صریح اور حجت قطعی موجود ہوتی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تحکیم کو قبول نہ فرماتے اور حکم پر رضا مند نہ ہوتے اور پھر حکمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے علیحدہ کرنے کی کوئی تجویز سامنے نہ لاتے۔

مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ایک صاحب کے ساتھ امام اوزاعی رحمہ اللہ کی "خلافت کی وصیت" ہونے کے متعلق گفتگو ہوئی تو امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ۔

لو كانت الخلافة وصية من رسول الله صلى الله عليه وسلم مارضى على بالحكمين له
 یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خلافت اگر وصیت ہوتی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حکمین کو قبول و منظور کرنے پر کبھی رضا مند نہ ہوتے۔

۱۔ مسند عمر بن الخطاب، ص ۶۶، طبع بیروت، طبع اول، تحت روایات الادلای رحمہ

مختصر یہ ہے کہ -

مندرجہ عنوان کے تحت جن چیزوں کو درج کیا گیا ہے ان تمام پر نظر غائر کر لینے کے بعد عیاں ہو گیا کہ غیر ختم کے موقعہ پر جو فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صادر ہوا تھا اس کا خلافت پر مضمون کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مسئلہ خلافت وہاں مطلوب و مقصود تھا -

بلکہ وقتی تقاضوں کے مطابق اس خطبہ میں دیگر مقاصد پیش نظر تھے جن کو وہاں پورا کر دیا گیا -

شیعہ علماء کا اعتراف کہ اس حدیث ولایت میں خلافت کی تصریح نہیں

اکابر شیعہ علماء جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو مخصوص مانتے ہیں اور اس حدیث سے خلافت پر غلط استدلال کرتے ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اس روایت میں خلافت کی صراحت ہرگز نہیں ہے - بلکہ اس کا اشارنا اور تصریفنا اس میں ذکر پایا جاتا ہے -

چنانچہ صاحب "احتجاج الطبرسی" نے اس چیز کو عبارت ذیل ذکر کیا ہے -

..... واثبت حجة الله تعريضا لا تصريرا بقوله

في وصيته من كنت مولاه فهذا مولاه له

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وصیت کے قول "من كنت مولاه" میں اللہ تعالیٰ کی حجت کو اشارنا ثابت کیا ہے صریحا نہیں کیا -

۱۔ کتاب احتجاج الطبرسی ، ص ۱۲۹ طبع قدیم ایران ، تحت احتجاجہ علیہ السلام علی زید بن جہل مستدلا علیہ باپی من القرآن -

مرض الوفات کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات

۱۔ واقعہ غدیر خم کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف واپس تشریف لائے
ذوالحجہ کے اواخر اور محرم اکرام مدینہ شریف میں اقامت فرمائی اور پھر اواخر ماہ صفر المظفر ۳۵ھ
میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کے بعض عوارض لاحق ہوئے۔ اس دوران نبی اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اوقات مرض کا غلبہ ہو جاتا تھا۔

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں اقامت صلوٰۃ کے لئے تشریف لے جایا کرتے بعض
دفعہ ضعف کی حالت میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں تشریف لانے کے لئے دو آدمیوں
کے سہارا دینے کی ضرورت ہوتی تو اس وقت سہارا دینے والوں میں ایک طرف حضرت عباس
بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہوتے تھے اور دوسری جانب بعض دفعہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
دینے ہوتے تھے۔ اس طرح حضرت علی الرضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیماری کے دوران
میں اس نوع کی اہم خدمات سر انجام دیں۔
چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد من نفسه

خفة فخرج بين الرجلين احدهما العباس

یعنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ (دوران مرض) میں اپنے وجود مبارک میں
ازام محسوس فرماتے تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم دو شخصوں کا سہارا لے کر مسجد کی طرف
تشریف لے جاتے ان سہارا دینے والوں میں ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب

لہ البیہ لابی کثیر ۱ ص ۲۳۵ ج ۱ خاص، تحت حالات مرض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
لہ سلم شریف ۱ ص ۱۷۸ ج ۱ اول؛ استخلاص الامام اذا مرض لہ عرض الخ

ہوتے تھے۔

محدثین نے ذکر کیا ہے کہ روایت بالا میں دوسرے شخص سہارا دینے والے بعض دفعہ حضرت علی المرتضیٰ رضہ ہوتے تھے اور بعض اوقات فضل بن عباس رضہ یا اسامہ بن زید رضہ ہوتے تھے۔

ان واقعات میں مسلمانوں کے لئے عملاً تعلیم و تلقین تھی کہ کجالت مرض بھی نماز اور جماعت کا اہتمام اس قدر ضروری ہے۔

۲

مرض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران خانہ نبوت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان وقتاً فوقتاً خدمات کی سرانجام دہی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس دوران ایک دفعہ خانہ اقدس سے حضرت علی المرتضیٰ رضہ باہر تشریف لائے تو لوگوں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے عرض کیا۔ اے ابوالحسن! نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اقدس کیسا ہے؟ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کچھ اللہ مزاج شریف بہتر ہے اور طبع مبارک خیریت سے ہے۔

خرج علي بن ابي طالب من عند رسول الله صلى الله عليه وسلم في وجعه الذبح توفي فيه فقال الناس يا ابا الحسن كيف اصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اصبح بحمد الله بارئاً

۱) شرح مسلم شریف للنوادی ج ۱ اقل ص ۱۷۸ تحت اختلاف الامام اذا عرض له عرض الخ
۲) البدایہ ج ۵ ص ۲۲۵ تحت حالات ابتداء مرض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دقیقہ پانچویں صفحہ نمبر ۱

یہاں سے اسلوب عیادت معلوم ہو کہ مریض کے حق میں خیر کلمات کے ساتھ ہی عیادت کنندہ کو جواب دینا زیادہ مناسب ہو رہا ہے۔

— ۳ —

مرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر طلال سے کچھ قبل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ایک طبق (کاغذ) لاؤں جس میں ایسی چیز تحریر کی جائے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جناب صلعم کی امت گمراہ نہ ہو جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا مجھے خدشہ تھا اس بنا پر میں نے عرض کیا کہ آنجناب (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ارشاد فرمائیں میں اس سے (تحریر کرنے کی بجائے) محفوظ رکھوں گا اور نگاہ رکھوں گا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے (۱) نماز کے متعلق وصیت فرمائی اور (۲) زکوٰۃ کے متعلق اور (۳) غلاموں کے حق میں حسن سلوک کی وصیت فرمائی۔

عن علی بن ابی طالب قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تفضل امتہ من بعدہ قال فخشیت ان نقوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ واعی۔ قال اوصی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وما ملکت ایمانکم ۛ

- ۱۔ (حاشیہ صفحہ گزشتہ) (۱) البدایہ لابن کثیر۔ ج ۱، ص ۲۲۴۔ (۲) من اوفات کے حالات (۳) بحوالہ بنی شریف (۴) سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۵۲۔ (۵) تحت شان العباس وعلی بن ابی طالب (۶) تحت شان رسول صلعم فی بیت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (۷) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۳۲۵۔ (۸) تحت سند ابی عبدس رضی۔ (۹) مسند امام احمد، ج ۱، ص ۹۰۔ (۱۰) تحت سند علی الرضی رضی۔ (۱۱) البدایہ لابن کثیر، ج ۱، ص ۲۳۸۔ (۱۲) تحت فصل فی کیفیۃ اختصارہ ووفاتہ علیہ السلام۔ (۱۳) (یعنی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

۱۔ معلوم ہوا آخری ساعات تک جہاں ازدواجِ مطہرات رضہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس موقع کی خدمات سرانجام دیں اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امور تیمارداری و خدمت گزاری میں مکمل طور پر شریک و شامل رہے۔ یہ امور ان حضرات کے حق میں باعثِ صدا عزاز و اکرام ہیں اور حصولِ سعادتِ داین کا ذریعہ ہیں۔

۲۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ وصیت متعدد محدثین کرام اور اہل سیر حضرات نے نقل کی ہے (جیسا کہ حاشیہ میں حوالہ دے دیا ہے)۔

۳۔ اس موقع میں حافظ ابن کثیرؒ نے وصیتِ خلافتِ علوی کے متعلق بعض امور ذکر کئے ہیں جو نہایت قابلِ توجہ ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جابل شیعہ اور قصہ گو لوگ ”خلافتِ علوی“ کے متعلق جس وصیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں وہ خالص جھوٹ، بہتان اور افتراءِ عظیم ہے۔ اس چیز سے صحابہ کرام علیہم الرضوان پوچھنا انتہائی الزام، وصیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کو ترک کرنے اور اسے غیر کی طرف پھیر دینے کی ”خطا عظیمہ“ کا صدور لازم آتا ہے۔ ہر مومن مسلمان اس بات کا یقین کامل رکھتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر یہ افتراء ہے۔ اور صریح باطل ہے۔ کیونکہ نصِ قرآنی اور اجماعِ سلف و صحف کے ذریعہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر الخلق بعد الانبیاء تھے اور اس امت میں سے خیر القرون تھے۔

لہذا ان حضرات سے اس نوع کی خیانت اور عدم اطاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پائے جانے کی کوئی صورت نہیں۔

وکل مومن باللہ ورسولہ یتحقق ان دین الاسلام

(حاشیہ صفحہ ۱۲۸) (۳) طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۳۰، رقم ۱۱۱۔ تحت ذکر الخطاب الذی اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم...

هو الحق يعلم بطلان هذا الافتراء لان الصحابة كانوا
خير الخلق بعد الانبياء وهم خير قرون هذه الامة
التى هى اشرف الامم بنص القرآن و اجماع السلف
والخلف، فى الدنيا والاخرة والله الحمد له

یہاں یہ بھی واضح کر دینا مناسب ہے کہ ”واقعة طحاہ“ جو احادیث میں
مذکور ہے وہ اس سے قبل پیش آیا تھا۔ اور اس میں دوسرے مضمون تھا۔ یعنی خلافتِ صدیق اکبر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایمان کرنا مقصود تھا۔ اس کے بعد وصایا بالا فرمائی گئیں ان کا ”مسئلہ
خلافت“ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔

۱۔ البدایہ لابن کثیر ۲: ۱۰۷ سابع ۱ ص ۲۲۴ - ۲۲۵۔ تحت خلافت امیر
المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

دوسروں خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ایک گزارش

اس مقام میں اس چیز کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ ہر سترہ خلفاء کرام رضوان اللہ علیہم کے ایام خلافت میں امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق واقعات ہم نے کتاب ”رحماء بینہم“ کے ہر حصہ میں اپنے اپنے مقام پر ذکر کر دیئے ہیں۔ پھر اس مقام میں ان واقعات میں سے چند ایک کا اعادہ اس بنا پر کیا جا رہا ہے کہ ۱۔ ممکن ہے ناظر کتاب ہذا کی نظر ”رحماء بینہم“ کے ان ہر سترہ حصص پر نہ ہو اور وہ ان واقعات سے قبل ازیں مطلع نہ ہو۔ سہیہاں ان واقعات کا تسلسل کی خاطر اجمالاً ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔

۲۔ علاوہ ازیں ناظرین کو اس بات پر بھی مطلع کرنا ہے کہ ان ہر سترہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے عہد کے مندرجات میں کئی اہم ابحاث اور ضروری حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے جو قارئین کرام کے لئے نہایت نفع مند ہو سکتے ہیں۔ اور یہ قبل ازیں درج نہیں ہو سکے۔ فلہذا بعض مواد کا تکرار قابل اعتراض نہیں ہے۔

انتقال نبویؐ اور مسئلہ بیعت
وصال نبویؐ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر ایک قسم کی دہشت اور حیرانی کا عالم

طاری تھا۔ اور اس پریشانی اور اضطراب میں تمام حضرات متحیر اور سرگرداں تھے کہ انجذاب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے لئے طریق کار کیا ہو گا؟ اس پریشانی میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک خاص قسم کی راہ دکھائی، ان کے وجدان کو سنوارا اور ان کے قلوب میں القاء کیا کہ پہلے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام اور خلیفہ مقرر ہونا چاہئے۔

علی۔ فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں دینی امور کے لئے جو مشورے کئے گئے ان میں سب سے پہلا مشورہ خلافت پر تھا جس پر اکابر صحابہ کرام رضہ باہم سر جوڑ کر بیٹھے۔ فاضل قرطبی لکھتے ہیں۔

« أول ما تشاور فيه الصحابة الخلفاء »

اس مقام میں اکابر مہاجرین اور اکابر انصار کے درمیان بحث و تمحیص کے بعد سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کا اجتماعی فیصلہ ہوا۔ اور اکابر صحابہ کرام رضہ نے وہیں بیعت کر لی۔ اس موقع پر اگر کسی صاحب (مثلاً سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ) کی رائے اس فیصلہ کے خلاف ہوتی تھی تو اس نے رجوع کر کے صدیقی بیعت کی تائید کی۔ اور ایسا تفرد و اجماع میں کبھی دخل نہیں ہوتا۔ السائد کے السعدوم پرانی مثل چلی آتی ہے۔

اس مسئلہ میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقی اکابر صحابہ کرام رضہ کے فیصلہ کے ساتھ اتفاق کیا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ جبر و اکراہ کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اجبار و اکراہ اور تقیہ وغیرہ اشیاء کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف انتساب کرنا ان کے کہاں ایمان اور نشان اخلاص کے خلاف ہے۔ فلہذا یہ چیزیں درست نہیں۔

اکابر محدثین نے اس واقعہ کو اپنی تصانیف میں بے شمار مواقع میں درج کیا ہے۔ ذیل میں

۱۔ تفسیر قرطبی ۱ ج ۱۶، ص ۳، تحت آیه « و امرهم شورى بينهم »۔

۲۔ تاریخ ابن جریر ۱ ج ۳، ص ۳۱۰، تحت اخبار السقیفہ۔

۳۔ تاریخ ابن خلکان ۱ ص ۸۵۵، جلد ثانی، تحت خبر السقیفہ۔

۴۔ سیرت حلبیہ ۱ ص ۳۹۶، جلد سوم، تحت بعد از انتقال نبوی ص۔

چند ایک تصریحات اس مسئلہ کے لئے درج کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کرام کو اطمینان قلبی ہو جائے۔
 ابو نضرہ اپنے شیخ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 (کی خلافت) پر جب صحابہ کرام علیہم السلام کا اجتماع اور اتفاق ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
 دریافت فرمایا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نظر نہیں آرہے وہ کہاں ہیں ؟ تو چند افراد انصار میں
 سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو لے آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے فرزند
 ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں۔ کیا آپ مسلمانوں کے اتفاق میں الشقاق
 پیدا کرنا چاہتے ہیں ؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا اے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ عتاب اور سرزنش نہ کریں اپنا ہاتھ پھیلائیے۔ پس صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔

قال (ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ) لما اجتمع الناس على ابی بکر
 فقال مالي لا ادري عليا رضی اللہ عنہ فذهب رجال من الانصار
 فجاؤا به فقال له يا علي رضی اللہ عنہ ! قلت ابن عم رسول الله
 صلی اللہ علیہ وسلم وختن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
 فقال لا تثريب يا خليفة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
 يدك فبسط يده فبايعه الخ

-
- ۱) کتاب السنۃ لمام احمد : ص ۱۹۶ طبع مکہ مکرمہ۔
 ۲) المستدرک للحاکم : ج ثالث ، ص ۶ ، کتاب معرفۃ الصحابہ۔
 ۳) السنن الکبریٰ للبیہقی : ج ثامن ، ص ۱۴۳ ، باب قتال اهل البغی۔
 ۴) البدایہ لابن کثیر : ج ۵ ، ص ۲۴۹۔ تحت ذکر اعتراف سعد بن عبادہ یوم النقیض۔
 (بقیہ حاشیہ شدہ صفحہ پر)

تعمیل بیعت کی روایات

علاوہ ازیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برضا و رغبت بیعت کرنے کا مسئلہ مندرجہ ذیل مقامات میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔
مختصر یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایت اور حواشی میں درج شدہ حوالہ جات میں اس بات کی نہایت وضاحت آگئی ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اجبار و اکراہ کے بغیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس موقع پر پہلے یا دوسرے دن بیعت کر لی تھی اور اس مسئلہ میں کوئی تنازعہ قائم نہیں ہوا تھا۔ اور یہ بیعت خلافت تھی۔

فائدہ جلیلہ
حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ" میں ایک فائدہ جلیلہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعیلاً بیعت کر لینا برحق ہے۔

(بیعت میں تاخیر نہیں ہوئی تھی) اس پر قرآن مجید میں مثلاً
۱۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جدا نہیں ہوئے تھے۔

۲۔ اور کسی وقت کی نماز صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ہو کر ادا نہیں کی۔ اور نہ ہی کسی ایک نماز کے وقت ان سے الگ رہے۔

۳۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اہل الردۃ کے قتال کے لئے تیغ برہنہ لے کر نکلے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ تھے۔

(۵) (فقیر حاشیہ مطبوعہ)۔ البدایہ لابن کثیر ج ۱، ص ۳۰۳، تحت خلافت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

لے (۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۰، تحت ذکر بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ (طبع لیب)

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۶۶، تحت کتاب معرفۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

(۳) المصنف لعبد الرزاق، ج ۴، ص ۵۰، تحت بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ

(۴) المصنف لابن ابی شیبہ، ج ۱۳، ص ۵۰، ۵۱، کتاب الفاریج (طبع کراچی)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہمیشہ خیر خواہی اور نصیحت کے ساتھ پیش آتے رہے اور ہر مشورہ میں شریک کار اور ہمنوا رہے۔

وفیه "فائده جلیلة" وہی مباحثہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
اما فی اول السوم اوفی السوم الثانی من الرفاة وهذا حق
فان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لم یفارق الصدیق رضی اللہ عنہ فی وقت
من الاوقات ، ولم ینقطع فی صلاة من الصلوة خلفه
کما سندکوه وخرج معه الی ذک القصة لما خرج
الصدیق رضی اللہ عنہ شاملاً سیفہ . سیرید قتال اهل الردة۔ لہ
..... وبذله لہ النصیحة المشوۃ بین یدیه۔ لہ

حاصل یہ کہ مذکورہ اسور پر غور کرنے سے تفصیل بیعت کا مسئلہ واضح طور پر ثابت ہے۔
نیز جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تجلیل بیعت کا بیان ہم کتاب "رحمہم اللہ" حصہ صدیقی باب دوم میں تفصیل سے کر کے ہیں۔ اور وہیں ششماہی تاخیر کا جواب بھی مدلل لکھا گیا ہے۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو وہاں رجوع فرمائیں۔ تاہم بقدر ضرورت ناظرین کرام کے افادہ کے لئے تاخیر بیعت کی روایت کا جواب یہاں بھی پیش خدمت ہے۔ یہاں بحث زہری کے لئے ایک مزید حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اہل تحقیق حضرات اسے پسند فرمائیں گے۔

لہ البدایہ ۱ ج ۵ ص ۲۲۹ تحت ذکر اعتراف سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ بصحة ما
قالہ الصدیق یوم السقیفہ۔

لہ البدایہ لابن کثیر ۱ ج ۳ ص ۳۰۲ جلد ساکس، تحت خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ما کان من الحوادث۔

تاخیر بیعت کی روایت کا جواب

بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سشماہ کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی تھی۔ اس کے متعلق کبار علمائے فہم نے ایک تحقیق درج کی ہے۔ اس پر نظر کرنے سے مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔

حقیقت میں بیعت کا یہ واقعہ سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہاں اصل روایت میں راوی کی طرف سے متعدد اضافے ہیں۔ ان اضافہ شدہ چیزوں میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چھ ماہ تک بیعت نہیں کی تھی۔

فہم حدیث کے علماء نے اس مسئلہ کی تمام روایات پر نظر کرنے کے بعد یہ تحقیق فرمائی ہے کہ ”بیعت کرنے میں سشماہ ہی تاخیر“ کے کلمات ”ابن شہاب زہری“ راوی کی جانب سے اور ارجح شدہ ہیں۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام نہیں ہے۔ راوی مذکور نے اسی چیز کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والے قصے میں درج کر دیا ہے۔ یہ راوی کا اپنا ظن اور گمان اور حقیقت کے برخلاف ہے اور اس چیز پر قرائن موجود ہیں۔

۱۔ ایک قرینہ تو یہ ہے کہ روایت ہذا کے دیگر ناقلین ان کلمات کو بالکل ذکر نہیں کرتے صرف ابن شہاب زہری یہ قول نقل کرتے ہیں۔ یہ ان کا منفرد قول ہے جو دوسروں پر حجت نہیں بن سکتا۔

۲۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ سشماہ ہی تاخیر والی روایت ابن شہاب زہری نے عروہ بن زبیر سے نقل کی ہے اور عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کی ہے اور عروہ کے فرزند ہشام بن عروہ نے ابن شہاب زہری کے حق میں ایک عجیب انکشاف کرتے ہیں جس کے پیش نظر مسئلہ خوب واضح ہو جاتا ہے۔

وہ یہ کہ ہشام کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری میرے والد سے جب کوئی مفصل اور طویل روایت نقل کرتے ہیں تو اس میں اپنی جانب سے بعض اوقات کمی بیشی کر دیا کرتے تھے۔

عن هشام بن عروه قال ما حدث ابن شهاب عن ابی
(عروہ) بحديث فيه طول الا زاد فيه او نقص ؟ له

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ روایت ہذا میں کمی بیشی کی گئی ہے۔ اور یہ تصرف یا ادراج زہری کی طرف سے ہے۔ اصل واقعہ جو صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے اس میں یہ چیز مذکور نہیں ہے۔

۳۔ سوم یہ کہ علامہ بیہقی نے اپنی کتاب ”الاعتقاد“ میں یہی تحقیق درج کی ہے کہ ”ششماہی تاخیر“ کا قول حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نہیں ہے۔ بلکہ زہری کا قول ہے جسے رواۃ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سمجھ لیا ہے جو حضرت فاطمہ کے واقعہ میں مذکور ہے۔ بیہقی کی بعینہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

”والذی روی ان علیاً رضی اللہ عنہ لوی یابیع ابابکر رضی اللہ عنہ ستة اشهر لیس من قول عائشة رضی اللہ عنہا انما هو قول الزهري فادرجه بعض الرواة في الحديث عائشة رضی اللہ عنہا في قصة فاطمة رضی اللہ عنہا وحفظه معمر بن راشد فرواه مفصلا و جعله من قول الزهري منقطعا من الحديث وقد روينا في الحديث الموصول عن ابی سعيد الخدري رضی اللہ عنہ ومن تابعه من اهل المفاز ان علیاً

لہ کتاب الزہری ۱ ص ۱۵۷ طبع اول بیروت ۱ ماخذ از تارخ ابن عساکر۔

رضی اللہ عنہ بابعد فی بیعتہ العامۃ بعد البیعتۃ النبی
جوت فی لسیفۃ ؟ لہ

ان سابق علماء کے بیانات کی روشنی میں مسئلہ صاف ہو گیا ہے کہ بیعت میں کوئی تاخیر نہیں ہوئی تھی ایک دو روز کے اندر اندر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لی تھی۔ تاخیر بیعت کا مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ یہ راویوں کی طرف سے روایت میں ادراج ہے جو قابل قبول نہیں۔

شیعہ کتب میں بیعت کا ثبوت

شیعہ دوستوں نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنی کتابوں میں بے شمار مقامات میں ذکر کی ہے۔ صرف اتنی تیز کا اپنی طرف سے اضافہ فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت جبراً و قہراً کی گئی تھی اور حضرت علیؑ نے بطور تقیہ کے بیعت کی تھی۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات بطور نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں۔
تفصیلات کی یہاں گنجائش نہیں۔

۱۔ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کرنے والے لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کیا تھا حتیٰ کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کر کے لائے تو انہوں نے (ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کی تب ان لوگوں نے بھی بیعت کی۔

لہ الاعتقاد علی مذهب السلف للبیہقی ج ۱ ص ۱۸۰، طبع مصر ۱۳۵۲، طبع بیروت۔
(باب اجتماع المسلمین علی بیعتہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ)۔ علامہ بیہقی رضی اللہ عنہ کی تائید اس سلسلے میں مندرجہ ذیل علامہ نے کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۳۹۹۔ ۲۔ خزائن خیر (۲) ارشاد الساری مشروح بخاری للقسطلانی ج ۱ ص ۱۵۸۔ ۳۔ خزائن خیر۔

و ادبوان یبایعوا حتی جاءوا با میر المؤمنین علیہ السلام
مکرمًا فبایع له

۱۔ پھر امام محمد باقر رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ جب اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے
ساتھیوں سمیت مدینہ شریف میں واپس آگئے اور دیکھا کہ بیعت کئے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے پاس لوگ جمع ہو چکے ہیں تو اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ
کیا بات ہے ؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وہی ہے ۔ پھر اسامہ
نے پوچھا کہ آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں
کر لی ہے ۔

فلما وردت الكتاب على اسامة رضى الله تعالى عنه
انصرف بمن معه حتى دخل المدينة فلما رأى
اجتماع الخلق على ابي بكر انطلق الى علي بن ابي طالب
رضي الله تعالى عنه فقال ما هذا ؟ قال له علي رضي
ما تروى - قال اسامة رضي فهل بايعته ؟ فقال نعم

احتجاج للطبرسی شیعی میں مذکورہ بالا واقعہ
امام محمد باقرؑ سے اس طرح منقول ہے کہ

بیعت میں تعجیل سے تاخیر نہیں

۱۔ (۱) فروع کافی ج ۱، ثالث، ص ۱۱۵، کتاب الروضہ، طبع نوکشتور لکھنؤ۔

(۲) کتاب الروضہ من الکافی ج ۱، ثانی، ص ۸۵، طبع جدید تہران بمطبعہ شرح فاضل۔

(۳) رجال کشی، از ابو عمر کشی، ص ۴، مطبوعہ بیروت۔

ص ۱۲، مطبوعہ تہران، تذکرہ سلمان فاضل رضی۔

۲۔ احتجاج للطبرسی، ص ۵۰، مطبوعہ مشهد عراق (۱۳۰۲ھ)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت خلافت ایک دو روز کے اندر تعجلاً ہوئی تھی اس میں ششماہی تاخیر نہیں ہوئی تھی۔

وجہ یہ ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قتال کے لئے اہل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت روانہ ہوئے تھے تو اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ شریف کے باہر ٹھہر گئے تھے اس دوران میں سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض کی کیفیت شدید ہو گئی اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا دصال ہو گیا۔ تو دصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع پہنچنے پر اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت واپس آ گئے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر بیعت صدیق رضی اللہ عنہ کا معاملہ دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دے کر واضح کر دیا کہ میں نے بیعت کر لی ہے آپ بھی ان سے بیعت کر لیں۔ یہ تمام واقعہ دو تین دن کے اندر کا ہے اس میں کچھ مزید تاخیر نہیں ہوئی تھی۔ لہذا اس روایت سے تعجیل بیعت کا مسئلہ کلیۃً حل ہو جاتا ہے۔

تنبیہ :- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کا مسئلہ ہم نے اپنی کتاب ”رحمہم ربینہم“ حصہ صدیقی کے باب دوم ص ۲۲۸ تا ص ۲۶۲ میں تفصیلاً درج کر دیا ہے۔ بقایا شیعی حوالہ جات کے لئے دہاں رجوع فرمائیں۔



انتقال نبویؐ کے بعد کے حالات

صدیقیؓ ہدایات اور مرتضویؓ خدمات

سرشارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت اور خلافت کا مسئلہ سب سے اول تھا اور اس کے ساتھ امت کے دینی مصالح اور منافع وابستہ تھے۔ قوم کو بنیادی انتشار و افتراق سے محفوظ رکھنا اہم الامور تھا۔ اس بناء پر حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مسئلہ انتخاب کو سب سے مقدم رکھا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں اجتماعی فیصلہ صادر فرمایا۔ قدرت کی طرف سے یہ القائی مسئلہ تھا جسے صحابہ کرامؓ نے نہایت عمدہ اسلوب سے بہت جلدی طے کیا۔ خلیفہ کے انتخاب کے بعد پیش آمدہ مسائل و معاملات میں کسی مرحلہ پر کوئی اشکال پیش نہیں آیا۔

چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے غسل نبویؐ کے متعلق حضرت صدیق اکبرؓ سے **غسل** ہدایت طلب کی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔

« ان یغسلہ بنو ابیہ »

یعنی آپ کو غسل آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب خاندان ولے اور اقربا دیں۔ چنانچہ غسل دینے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب حضرت عباس بن عبد المطلب حضرت علی ابن طالب، الفضل بن عباس، قثم بن عباس، آزاد شدہ غلام اسامہ بن زید اور ابو صالح (غلام نبویؐ صلعم) رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک ہوئے۔ جب یہ حضرات آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے لئے تیار ہوئے تو ایک بزرگ انصاری راویس

لہ شمائل ترمذی ۱ ص ۲۸ و ۲۹، طبع بمطابق دہلی ۱ باب ماجاء فی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بن نوحی، نے ندادی کہ اے علی بن ابی طالب! ہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ اس فضیلت میں ہمارا بھی حصہ ہونا چاہئے۔ آپ ہمیں بھی اس سعادت میں شریک کریں۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اس کار خیر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی اور وہ شریک غسل ہوئے۔

غسل کی کیفیت اس طرح تھی کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کو اتارا نہیں گیا اور عدم تجرد ثیاب کی کیفیت میں ہی غسل دیا گیا۔ اسامہ بن زیدؓ اور ابو صراحؓ بھ پانی لائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غسل دیتے تھے ۱۔

کفن غسل نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فراغت کے بعد نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو دو سفید اور ایک سرخ چادر میں کفن دیا گیا۔ اور خوشبو استعمال کی گئی ۲۔

جنازہ اس کے بعد جنازہ نبوی صلعم کا سسلہ پیش آیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ کے لئے کوئی امام نہیں ہو گا۔ ایک جماعت نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں داخل ہو کر تکبیر کہیں درود و صلوة کہیں اور دعائے کلمات کہہ کر حجرہ نبوی صلعم سے باہر آجائیں۔ پھر دوسری جماعت داخل ہو اور وہ بھی اسی طرح کلمات ادا کر کے حجرہ مبارک سے باہر آجائیں۔ حتیٰ کہ تمام لوگ اسی کیفیت میں

۱۔ (۱) البدایہ ۱ ج ۱ ص ۲۶۰ - تحت غسلہ علیہ السلام -

(۲) سیرۃ لابن ہشام ۱ ج ۲ ص ۶۶۲ - تحت من تولی غسل الرسول -

(۳) الاصابہ ۱ ج ۱ ص ۹۶ - تحت اوس بن نوحی -

۴۔ (۱) البدایہ ۱ ج ۱ ص ۲۶۲ - تحت صفۃ کفۃ علیہ السلام -

(۲) سیرۃ لابن ہشام ۱ ج ۲ ص ۶۶۳ - تحت تکلیف الرسول صلعم -

جنازہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ادا کریں لے

چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایات کے مطابق پہلے مرد مہاجرین و انصار وغیرہم پھر عورتیں، پھر لڑکے اور پھر غلام سب نے بغیر امام صلوة جنازہ ادا کی۔ لے
جنازہ نبوی صلعم کا یہ طریق خصوصیات نبوی میں سے ہے باقی امت کے لئے یہ حکم نہیں۔ یہاں یہ چیز قابل وضاحت ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں مدینہ طیبہ میں جو صحابہ کرام رضہ مہاجرین و انصار وغیرہ موجود تھے۔ انہیں سمیت وہ تمام حضرات جنازہ میں شامل و شریک ہوئے تھے۔ یہاں ایک شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم عنقریب اس کا حل پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دفن ان مراحل کے بعد مسئلہ پیش آیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو کس مقام میں دفن کیا جائے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ۔
” جس مقام میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے آپ وہیں مدفون ہوں گے “ لے

چنانچہ دفن نبوی صلعم کے سلسلہ میں اصحاب سیرت نے ذکر کیا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے لئے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر مبارک میں داخل ہوئے۔ اور فضل بن عباس، قثم بن عباس، شسقراں (غلام نبوی صلعم) رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دفن نبوی میں ان کی معاونت کی لے

لے شمائل ترمذی : ص ۳۸ و ۳۹، طبع مجتبائی دہلی : باب ماجاء فی وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔
لے (۱) البدایہ لابن کثیر ج ۱، ص ۲۹۵، ۲۹۶، تحت کیفیۃ صلوة علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۲) سیرت لابن ہشام ج ۱، ص ۶۶۳، تحت دفن الرسول و صلوة علیہ۔
لے شمائل ترمذی : ص ۳۸ و ۳۹، طبع مجتبائی دہلی : باب ماجاء فی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(لغیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک حضرت صدیقہ بنت صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے حجرہ میں بنایا گیا جو تاقیامت اہل اسلام کے لئے مرجع نیارت اور منبع فیوض و برکات ہے۔

ایک اشتباہ

اس مقام میں مخالفین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے ایک شبہ پیش کیا جاتا ہے اعتراض یہ ہے کہ بعض روایات میں پایا گیا ہے کہ شیخین حضرت (سیدنا حضرت صدیق و سیدنا حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں حاضر نہیں ہوئے تھے (سقیفہ بنی ساعدہ) مرکز انصار میں چلے گئے تھے۔ ان کی واپسی سے قبل آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن ہو گیا تھا۔ (گویا یہ لوگ غسل، جنازہ، کفن اور دفن میں شریک نہ ہوئے)۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سب امور سرانجام دیئے۔

اس چیز کو معترض لوگوں نے بڑی رنگ آمیزی کر کے نہایت آب و تاب کے ساتھ نشر کیا ہے اور امت کے سربراہ اور وہ حضرات کے حق میں بدظنی پھیلائی ہے۔

دفعہ اشتباہ

جس روایت سے یہ طعن افگن کیا گیا ہے وہ کوئی صحاح کی روایت نہیں ہے بلکہ ایسی کتب کی روایت ہے جن میں ہر قسم کی روایات صحیح، سقیم، قوی اور ضعیف فراہم کی گئی ہیں۔

۱۔ (بقیہ حاشیہ مضمون گذشتہ) (۱) البدایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۲۶۷-۲۶۹ تحت صفحہ صلات و دفن علیہ السلام

(۲) سیرت لابن ہشام ج ۱ ص ۶۶۲ تحت من تولی دفن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) الاصابہ لابن حجر ج ۱ ص ۹۲ تحت (۳۳۳) اکس بن خولی رضی اللہ عنہ (انصار)۔

تاہم فن حدیث کے اعتبار سے اس روایت کا مرتبہ یہ ہے کہ یہ سنداً منقطع ہے اور متنا
شاذ ہے۔ اس کا مختصر سی وضاحت پیش خدمت ہے۔

وجہ القطار یہ روایت عروہ بن زبیر سے منقول ہے۔ اور عروہ بن زبیر اس واقعہ
(انتقال نبوی ص) میں موجود نہیں ہیں۔ ان کی ولادت اواخر خلافت
فاروقی یا اوائل خلافت عثمانی یعنی اس واقعہ سے کم دس بیس بارہ سال بعد ہوئی۔ لہذا
ناقل واقعہ ہذا موقع پر موجود نہیں کسی دیگر شخص نے ان سے یہ روایت بیان کی ہے۔

وجہ شذوذ اور وجہ شذوذ یہ ہے کہ باقی معروف روایات میں شیخین رضی اللہ
عنہما حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ
عنہما (تعلق عنہما) خصوصاً صدیق اکبر کا ان مواقع میں موجود ہونا یقینی طور پر مذکور ہے۔ غسل کے
حالات ہوں یا جنازہ اور دفن کے ہوں ان تمام مواقع میں سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ
عنہما اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود رہے۔ بلکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی شئامی میں مضمون بالا بطری وضاحت
سے ذکر کیا گیا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تصدیق اور ہدایت کے موافق حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کو غسل دیا گیا اور پھر اس کے بعد ان کی ہدایت کے مطابق صلوٰۃ جنازہ بنی ہاشم
سمیت تمام اہل مدینہ نے ادا کی اور پھر حجرۃ صدیقہ رضی اللہ عنہ میں دفن کا انتظام کیا گیا (اور یہ
سب احوال سفینہ بنی ساعدہ میں اجتماعی بیعت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد وقوع پذیر ہوئے)
ان مسائل میں معروف روایات بے شمار اور کشیدہ ہیں۔ جو سنداً متصل اور متنا
معروف ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ان میں سے چند ایک کا حوالہ حاشیہ میں دیا گیا ہے

طہ (۱) تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱ ج ۱ اول ص ۹۵ تحت عروہ بن زبیر۔

(۲) تہذیب التہذیب ۱ ص ۱۸۳ د ۱۸۴ ج ۱ ص ۱۸۴ تحت عروہ بن زبیر۔

طہ (۲) البیہقاشیۃ عندہ منقول ہے

تاکہ اہل علم رجوع فرما کر اطمینان حاصل کر لیں۔

ان معروف و متصل روایات کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ مقررہ کی پیش کردہ روایت شاذ روایت ہے۔ اور شاذ روایت کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ۔

الثقة اذا شد لا تقبل ما شذ فيه ۱۷

۲۔ نیز روایات مذکورہ بالا میں عروہ بن زبیر کا ایسا قول ہے جس کی متابعت دیگر روایت صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ کی طرف سے نہیں پائی گئی۔ اس بنا پر یہ قول غیر مقبول ہے۔
”هذا قول لا تبايع عليه“۔

الزامیت
پیش کردہ روایت کا عوالب ہم نے قواعد کے مطابق اپنی کتابوں سے پیش کر دیا ہے۔ اس کے بعد ہم علی سبیل التسلل شیعہ کی معتبر کتب سے بھی ان اکابر حضرات (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا ان مواقع میں شامل و شریک ہونا ذکر کرتے ہیں۔ اور جنازہ نبوی صلعم میں تمام مہاجرین و انصار حضرات کی شمولیت و شرکت پیش کی جاتی ہے۔ ان میں شیخین حضرات و

۱۷ (حاشیہ صفحہ گذشتہ) (۱) شامل ترمذی، ص ۳۸ و ۲۹۔ طبع بغداد، دہلی، باب ماجاء فی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) سیرت لابن ہشام، ج ۲، ص ۶۶۳۔ تحت باب حجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دفنہ۔

(۳) اسنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۳، ص ۳۹۵۔ کتاب الجنائز باب من یحون اولی بغسل میت۔

(۴) البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۲۶۵۔ تحت کیفیۃ الصلوة علیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) اسنن الکبریٰ للبیہقی، ج ۴، ص ۳۰۔ کتاب الجنائز بصلون علی الجنائز اذا اذ۔

(۶) التبصیر فی الدین لابن ابی المظفر الاسفہانی، ص ۲۵ و ۲۶، تحت الباب الاول، طبع مصر۔

(۷) اسنن لابن ماجہ، ص ۱۱۸، طبع دہلی، باب ذکر وفات و دفنہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۸ (حاشیہ صفحہ ۱۷) مرقاة شرح مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۳۲۸، طبع طہان، تحت روایت فاطمہ بنت قیس

بھی داخل ہیں۔

۱۔ شیعہ کتب کے سب سے قدیم سلیم بن قیس الہمللی العسری الکوفی (ریشیہ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابی ہیں) اپنی کتاب ”سلیم بن قیس“ میں ذکر کرتے ہیں۔
 ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دس دس مہاجرین اور دس دس انصار کی جماعتوں کو صلوٰۃ جنازہ کے لئے داخل فرمایا جو (حجرہ شریفہ میں) داخل ہو کر دعا کرتے تھے پھر خارج ہو جاتے تھے اس طرح سب موجود مہاجرین اور انصار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ ادا کی حتیٰ کہ ان میں سے ایک فرد بھی نہ رہا جس نے آنجناب پر صلوٰۃ جنازہ ادا نہ کی ہو۔“

ثم ادخل عشرة من المهاجرين وعشرة من الانصار
 فكافوا يدخلون ويدعون ويخرجون حتى لم يبق
 احد شهد من المهاجرين والانصار الا صلى عليه۔ لہ
 ۲۔ اصول کافی میں ہے۔

عن ابی جعفر (محمد باقرؑ) قال لما قبض النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم وصلت علیہ الملائکۃ والمہاجرین
 والانصار فوجا فوجا۔ لہ

یعنی امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقبوض ہوئے تو آپ پر تمام ملائکہ تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج (جماعت بعد جماعت)

لہ کتاب سلیم بن قیس، ص ۷۰، طبع اول مطبوعہ نجف اشرف، تحت حالات انتقال نبوی صلیم۔

لہ اصول کافی، ص ۲۸۶، طبع لکھنؤ، تحت ابواب التاريخ، باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وعاہلہ۔

صلوة جنازہ ادا کی ۔

۳۔ ”احتجاج“ طبرسی میں ہے کہ۔

ثم ادخل عشرة من المهاجرين وعشرة من
الانصار فيصلون ويخرجون حتى لو يبق من

المهاجرين والانصار الاصلی علیہ۔ ۱۷

یعنی حضرت علی رضی نے دس دس مهاجرین اور دس دس انصار کو (جمہرہ شریفہ میں) داخل کیا جو نماز جنازہ ادا کرتے تھے اور (حجرہ شریفہ سے) باہر آ جاتے تھے حتیٰ کہ مهاجرین و انصار میں سے ایک بھی فرد باقی نہ رہا جس نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز ادا نہ کی ہو۔

۴۔ ”حیات القلوب“ میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ۔

” شیخ طبرسی از امام محمد باقرؑ روایت کرده است کہ وہ نفر داخل
مے شوند و چہیں بر آن حضرت نمازے کہ دند بے امام در روز دوشنبہ
و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام۔ تا آنکہ خورد و بزرگ
مرد و زن از اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب م چہنیں
نماز کہ دند۔ ۱۸

یعنی امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں (جنازہ نبویؐ کی صورت یہ کی گئی، کہ دس دس
افراد نماز جنازہ کے لئے جمہرہ میں داخل ہوں اور بغیر امام کے نماز ادا کریں۔
سوموار کے روز اور منگل کی شب صبح تک اور منگل تمام روز شام تک یہ

۱۷۔ ”احتجاج“ طبرسی، ص ۵۴، طبع تعلیم ایران، تحت بحث وفات نبویؐ بروایت سلیم بن قیس السہلی۔

۱۸۔ حیات القلوب، از ملا باقر مجلسی، ج دوم، ص ۸۶۶، باب شصت چہارم، طبع کھنؤ۔

سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ چھوٹے بڑے مرد و عورت اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ تمام لوگوں نے آپ کی اسی طرح نماز جنازہ ادا کی۔

مسئلہ خدا کے لئے حوالہ بہت کا بڑا ذخیرہ ہے۔ ان میں سے چند روایات نقل کی گئی ہیں جو شیعوں کے نزدیک ان کے ائمہ کرام کی معتبر روایات ہیں۔ ان میں واضح طور پر یہ مسئلہ آگیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ جنازہ تمام مہاجرین اور تمام انصار نے جماعت بعد جماعت بغیر امام ادا کی اور اسی طرح تمام اہل مدینہ و اطراف مدینہ نے بھی نماز جنازہ کا فرض ادا کیا۔

ان مہاجرین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور اہل مدینہ میں داخل ہیں۔ لہذا ان حضرات میں سے کوئی ایک فرد بھی شمول صلوٰۃ جنازہ سے باقی نہیں رہا۔ بلکہ یہ سب حضرات شامل ہوئے۔

معرض دوستوانہ نے جو روایت عدم شمولیت جنازہ و دفن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ پیش کی ہے وہ شیعہ سنی دونوں فرقوں کی مرویات کے خلاف ہے۔ اور فنی کاظم سے شاذ ہے اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے کہ الشقة اذا شذ لا يقبل ما شذ فيه لہ یعنی فن حدیث کا قاعدہ ہے کہ شاذ روایت معروف مرویات کی موجودگی میں قابل قبول نہ ہوگی۔

لہ قرآنہ شرح مشکوٰۃ شریف : ۱۰۰ : تحت روایات فاطمہ بنت قیس : طبع لبنان۔

خلافت صدیقیؒ اور سیدنا علیؑ

صلوۃ خلف ابی بکرؓ صدیقیؒ در خلافت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کردار خلیفہ وقت کے ساتھ نہایت مخلصانہ تھا۔

اور آپ کے شب و روز کی زندگی بالکل آزاخانہ اور واضح تھی۔

ارکان اسلام میں سے نماز افضل ترین رکن ہے۔ اس کو انتخاب مہمیر شریف میں دیگر صحابہ کرامؓ کے ہمراہ صدیق بکرؓ کی اقتداء میں مسجد نبویؐ میں ادا فرمایا کرتے تھے اور یہ اس طریق کے نزدیک مسلمات میں سے ہے کوئی مختلف فیہ امر نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کی ”شان دیانت“ اور ”شان صداقت“ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ اپنی نماز پنجگانہ جماعت کثیرہ کے ساتھ خلیفہ اسلام کے خلف میں ادا فرمائیں۔ اور اسلام کے اس اہم حکم کو اجتماعی شکل میں پورا کر کے امت کے لئے نمونہ قائم رکھیں۔ اس مسئلہ پر صرف معتزنین کی معتبر کتب میں سے چند ایک حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ان مقامات میں مسئلہ ہذا صاف طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ ”کتاب سلیم بن قیس“ میں مروی ہے کہ

كان نعلي عليه السلام يصلي في المسجد الصلوات

النجم ٤

یعنی حضرت علیؑ نماز پنجگانہ نمازیں مسجد نبویؐ میں ادا فرماتے تھے۔

۲۔ باجماعت نماز ادا کرنے کا یہ مسئلہ ”احتجاج طبرسی“ میں اس طرح مذکور ہے

قام و قهيا للصلوة وحضر المسجد وصلى خلف

لے کتاب سلیم بن قیسؒ جلد ۱، ص ۲۲۲۔ تحت صلات بعد از انتقال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

الب بکرمہ ۱۵

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کے لئے تیاری فرمائی اور مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز ادا کی ۱۵

اس مسئلہ میں کثیر حوالہ جات موجود ہیں جن میں سے بعض ہم نے ”رجاء بنیم“ حصہ صدیقی باب دوم : ص ۲۶۲ تا ص ۲۶۹ ذکر کئے ہیں۔ قارئین حسب ضرورت یہاں رجوع فرما سکتے ہیں۔

مرکز اسلام کی نگرانی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کردار

عہد خلافت صدیقی کے ابتدائی دور میں مختلف نو مسلم قبائل اسلام سے رگڑتے ہوئے لگے۔ چنانچہ ”بنو حنیفہ“ میلہ کذاب کی طرف رجوع کرنے لگے اور طلحہ اسدی کی متابعت میں ”بنو اسد“ اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے علاوہ اطراف مدینہ میں متعدد جدید الاسلام قبائل اسلام سے منحرف ہونے لگے۔ اس طرح حالات نے شدت اختیار کر لی اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ باطل قوتیں مرکز اسلام پر کمیں یورش نہ کر دیں۔

ان مراحل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ اسلام کے ساتھ دست تعاون دراز رکھا۔ جب خلیفہ اہل نے مرکز اسلام ”مدینہ طیبہ“ کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کیں اور مدینہ طیبہ کے اہم مقامات اور گزرگاہوں پر نگراں دستے مقرر کئے جو شب و روز نگرانی کے فرائض سر انجام دیتے تھے تو ان حفاظتی دستوں کے امیر اور دالی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، امیر بنی عوام طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، اور عبد اللہ بن سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جیسے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ اور یہ حضرات حالات کے معمول

۱۵ احتجاج طبرسی، ص ۳۳ طر قدیم، بحث احتجاج امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ و غیرہ۔

پر آتے مک اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

فجعل الصديق على انقباب المدينة حراسا يبيتون
بالجيوش حولها فمن امراء الحرس على بن ابي طالب
و الزبير بن العوام و طلحة بن عبيد الله و سعد بن
ابي وقاص و عبد الرحمن بن عوف و عبد الله بن
مسعود (رضى الله عنهم)۔

اسی مضمون کو شیعہ علماء نے بھی اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو
”شرح نہج البلاغہ“ لابن ابی الحدید شیعی ج ۱، ص ۲۸۸، طبع تبریز۔

وادی ذی القصرہ طیف اقام اور خلیفہ اول سے حضرت علیؑ کا تعاون

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اعراب (جنگل قبائل) کے ساتھ
قتال کی ضرورت پیش آئی اور حالات نے بتلایا کہ ان اعراب کے ساتھ فی الوقت قتال
کرنا ضروری ہے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کو ساتھ لے کر بنفس نفیس اپنی ناقہ پر سوار ہو کر
تبخ برہمن لے ہوئے مدینہ شریف سے نکل پڑے یہ وادی ذوالقصرہ کی طرف ایک اہم اقدام
تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سواری کی باگ تھام لی اور کہنے لگے
اے خلیفہ رسول اللہ! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں آپ کو وہی بات یاد دلاتا
ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار کو نیام میں
کریں اور اپنی ذات کے متعلق ہمیں کسی پریشانی میں نہ ڈالیں۔ اللہ کی قسم! اگر ہمیں آپ

سہ (۱) البلاء لابن کثیر ج ۱، ص ۳۱۱۔ فصل فی تصدی الصديق لقتال اهل الردة۔

(۲) تاریخ ابن خلدون جلد ثانی، ص ۸۵۸۔ تحت عنوان الخلافة الاسلامیہ، طبع بیروت۔

کی ذات کے متعلق کوئی مصیبت پہنچی تو آپ کے بعد اسلام کے کوئی صحیح نظم قائم نہیں رہ سکے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس گزرا کرش پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واپس ہوئے اور دیگر لشکر کو جواب کے ہمراہ تھا ذوالقصر کی طرف روانہ فرمادیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں ان مواقع میں اپنی طرف سے پورا پورا تعاون کیا اور خلیفہ اول کے ساتھ نظم و نسق میں مکمل طور پر شریک کار رہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اس مضمون کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔

عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي قالت خرج
ابن شاهر سيفه راكبا على راحلته الى وادي القصة فجاء
علي بن ابي طالب رضي فاخذ بزمام راحلته فقال ابي
اين ؟ يا خليفة رسول الله اقول لك ما قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم يوم احد لمرسيفك ولا تفجعنا
بنفسك فوالله ! لكن اصحابك لا يكون للاسلام بعدك
نظام ابداً - فرجع وامضى الجيش " ۱۵

انہی واقعات کی تائید شیعہ علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں کردی ہے۔ نبی البلاغ میں
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے۔

فنهضت في تلك الاحداث حتى زاح المباطل
و زهق و اطمان الدين و قهمنه " ۱۶

۱۵ البلاء لابن کثیرؒ ج ۱ ص ۳۱۵۔ فصل تصدی العبدین لقتال اهل الردة۔

۱۶ نبی البلاغ ج ۲ ص ۱۱۹۔ تحت من کتاب لعلیہ السلام الی اهل مصر مع مالک الاشرع، طبع مصر۔

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتدین عرب کی سرکوبی کے لئے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دین اسلام آرام کرنے لگا۔

خليفة اول کے ساتھ روابط

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینی اور معاشرتی معاملات بہترین طریقہ سے قائم تھے۔ اس سلسلہ میں بے شمار واقعات تاریخ اسلامی میں مذکور ہیں۔ یہاں ان کی تفصیلات مقصود نہیں۔ صرف چند ایک چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

تقسیم اموال خمس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تولیت

ہاشمی حضرات کو غنائم سے اپنا حصہ خلیفہ اسلام کی طرف سے ادا کیا جاتا تھا تو تقسیم خمس کی تولیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تولیت کو طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق قائم رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دور صدیقی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے اموال خمس کی تقسیم کے متولی تھے۔

فولانيه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقسمته في حياته ثم ولانيه ابوبكر رضي فقسمته في حياته..... الخ

۱۔ (۱) کتاب انخراج للامام ابو يوسف، ص ۲۰، طبع مصر: باب في قسمة الغنائم۔

(۲) المصنف لابن أبي شيبة، ج ۱، ص ۱۳، طبع کراچی: کتاب الجهاد تحت اسم ذوی القربى لمن ہو۔

(۳) ابوداؤد شریف کتاب انخراج، ج ۱، ص ۶۱، باب بیان مواضع قسم الخمس۔

(۴) (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

مختصر یہ ہے کہ حضرت علی الرضیٰ رضی اللہ عنہ اول کے ساتھ ان معاملات میں شریک کار تھے اور خلیفہ اول کی ہدایت کے تحت اپنے مال خمس کی تقسیم کے متولی تھے۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی الرضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جائز اور برحق خلیفہ اسلام تسلیم کرتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر انہیں کسی قسم کا اعتراض نہیں تھا۔ یہ چیز انہوں نے اپنے عملی روابط کے ذریعے واضح کر دی ہے۔

دینی مسائل میں مشاورت علمائے تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ صدیقی خلافت

میں ایک مشاورتی مجلس قائم تھی جس میں سربراہ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہما حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شامل کیا ہوا تھا۔

خلیفہ اول کے پاس جب کوئی اہم دینی معاملہ پیش آتا تھا تو آپ اہل الرائے اور اہل فہم حضرات کو بلاتے اور ان سے مشورہ لیتے تھے۔ ان میں مہاجرین رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عثمان غنی، حضرت عمر فاروق، حضرت علی الرضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو۔ اور انصاریں میں سے حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مدعو کرتے تھے۔ یہ حضرات صدیقی خلافت میں دینی مسائل میں فتوے دینے والے شمار کئے جاتے تھے۔ اور صدیقی دور میں اور بعد میں بھی یہی طریق کار قائم رہا۔

ابن سعد نے لکھا ہے۔

..... كل هؤلاء يفتي في خلافة أبي بكر رضي

انما تصير فتوى الناس الى هؤلاء فمضى ابو بكر

(۴) لبقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ، منہام احمد، ص ۱۶۶ جلد اول تحت منہات علی بن ابیطالب، طبع مصر

علی ذلك " لہ

شیعی مورخ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں انہی مذکورہ بالا حضرات کا صاحب اقتدار ہونا لکھا ہے۔ مزید ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام بھی ذکر کیا ہے۔

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رحمہ سمیت یہ تمام حضرات عہد صدیقیؓ میں دینی معاملات میں جائے رجوع تھے اور مسائل میں ان پر اعتماد کیا جاتا تھا۔

وكان من يؤخذ عنه الفقه في أيام أبي بكر

علی بن ابی طالب رحمہ وعمرو بن الخطاب و معاذ بن

جبل و ابی بن کعب و زید بن ثابت و عبد اللہ بن

مسعود (رضی اللہ عنہم) " لہ

انتظامی امور میں مشاورت
عہد صدیقیؓ میں جب غزوہٴ روم پیش آیا تو سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضہ خصوصاً بدریوں کو مشورہ کئے لئے جمع کیا۔ ان اکابر میں حضرت علی المرتضیٰ رضہ بھی شامل تھے۔

مشورہ کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضہ خاموش تھے۔ تو صدیق اکبر رضہ نے نہر صبی طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضہ سے مشورہ طلب کیا۔ تو اس وقت حضرت علی رضہ نے وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ میں آپ اقدام کریں میں نے سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سنا ہوا ہے کہ جو اس دین کی مخالفت کرے گا یہ دین اس پر غالب آکر

لہ طبقات ابن سعد : ج ثانی ، ص ۱۰۹ - قسم ثانی ، تحت باب اہل العلم والفتویٰ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - طبع لیدن -

سہ تاریخ یعقوبی : ج ثانی ، ص ۱۳۸ - طبع بیروت (۲) خیرایم الی بحرہ -

رہے گا تا وقتیکہ اہل دین کو فوقیت حاصل ہو جائے۔ توصیف اہل کبریا نے فرمایا کہ آپ نے بڑا اعلیٰ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و غرم رکھے۔

غزوہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشورہ ہذا کو بڑے عمدہ طریقہ سے مدون کیا ہے۔

اراد ابو بکر انت یغزو الروم فشا ورجاعہ من
اصحاب رسول اللہ فقد موا و اخبروا فاستشار
علی بن ابی طالب فاستشار انت یفضل فقال انت
فعلت فلفضرت فقال بشرت بخیر ۛ ۛ

مطلب یہ ہے کہ مصدق اکبر رضی اللہ عنہ نے غزوہ روم کا قصد کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے اس میں مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اپنی اپنی رائے کے مطابق تقدیم و تاخیر کا ذکر کیا۔ ابو بکر مصدق رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے رائے طلب کی تو انہوں نے اس مهم کو سرانجام دینے کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ اگر آپ اس کام کو سرانجام دیں گے تو تمہیاب ہوں گے۔ توصیف اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے بڑی بہتر خوشخبری دی ہے۔

اسی واقعہ کو شیعہ مؤرخ لسان الملک نے ناسخ التواریخ میں عبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

مد ابو بکر رضی اللہ عنہ رو لعلی رضی اللہ عنہ دیکفت یا ابا الحسن ! تو چہ فرمائی ؟ علی فرمود

ۛ (۱) کنز العمال ۛ ج ۳ ص ۱۴۳، ۱۴۴۔ کتاب اختلاف مع الامارت (بعث روم) طبع اول۔

(۲) تاریخ انیس ۛ ج ثانی ۛ ص ۲۲۲۔ تحت ذکر الغزو الی الشام۔

ۛ تاریخ یعقوبی ۛ ص ۱۳۲ ۛ طبع جدید بیروت۔ تحت ایام ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

چوتراہ نمود برگیری و چہ پایہ تہائی ظفر تراست۔ ابو بکر گفت
 بشرک اللہ یا ابواکسن از کجا گوئی فرمود از رسول خدا۔ ابو بکر گفت بدین
 حدیث مرآہ کردی ؟

مطلب یہ ہے کہ غزوہٴ روم میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ میں اقدام کرنے کا مشورہ دیا اور ساتھ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرمائی کہ اہل اسلام کو اس میں ظفر اور کامیابی ہوگی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا اے ابواکسن ! اللہ آپ کو بشارت اور خوش خبری دے آپ نے یہ حدیث سنا کہ مجھے خوش کر دیتے ہیں۔

چنانچہ مشورہ مذاکے بعد اہل اسلام نے غزوہٴ روم کی طرف اقدام کیا۔ اور فتحیاب ہونے لگا۔ گویا اس قسم کے انتظامی امور مشورہ کے ساتھ طے ہوتے تھے اور ان پر عمل درآمد کیا جاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں شامل ہوتے تھے۔ ایسی مہمات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنا دانا ہوتا تھا۔ اور آپ اپنے دست تعاون دراز رکھتے تھے۔

تدوین قرآن کا کارنامہ

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے کا مسئلہ پیش آیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قرآن مجید کے کبار حفاظ اور قراء یوم بیاہ (سیکھ کذاب سے جنگ) میں شہید ہوئے اس وقت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

لے تاریخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک ۱ ج دوم، ص ۱۵۸، کتاب دوم۔ تحت عنوان تصیم عزم ابی بکر تغیر مالک شام، طبع قدیم۔

اس بات کی فکر ہوئی کہ قرآن مجید کو دو دستینوں کے درمیان مدون کرنا ضروری ہے قرآن مجید کے متعدد قراء اور حفاظ موقوف بموقع شہید ہوتے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے قرآن مجید کے مختلف اجزاء جو متفرق رکھے رکھے تھے ان کو یکجا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اور اس کام کو بڑی اہمیت دی۔ اور جلد تر اس کی تکمیل کرائی۔ تاکہ کلام اللہ ایک جلد میں مامون و محفوظ ہو جائے۔ حافظ ابن جریر فرماتے ہیں کہ

«وكان القرآن مكتوباً في الصحف ولكن كانت

مفرقة فجعلها أبو بكر في مكان واحد الخ لہ

اس مقام میں ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسلام کے اس عظیم کام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اولیٰ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ من وعن متفق او رضا مند تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی متعدد روایات میں خود یہ اظہار کیا ہے کہ اول اول قرآن مجید کو مدون کرنے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کا یہ اہم کارنامہ سرانجام دیا اور جمع مصاحف کے سلسلہ میں اجر عظیم کے مستحق ہوئے۔

محدث ابن ابی شیبہؒ نے «المصنف» میں حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا فرمان اس طرح ذکر کیا ہے۔

عن عبد خیر قال سمعت علیاً يقول رحمۃ اللہ علی ابی بکر کان اول من جمع بین اللوحین ؓ

لہ فتح الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ : باب جمع القرآن۔

لہ (۱) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۴۲ : کتاب الاوائل : طبع کراچی۔

(۲) بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر۔

یعنی عبد بنیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھیج رہے تھے۔ کہتے تھے کہ دو دستینوں کے درمیان قرآن مجید کو سب سے پہلے پہلے جمع کرنے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور ابن ابی داؤد نے اپنی تالیف ”کتاب المصاحف“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سند ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے۔

”عن عبد خیر قال سمعت علیاً یقول اعظم الناس اجراً فی المصاحف ابوبکر ورحمۃ اللہ علی ابی بکر ہو اؤل من جمع بین اللوحین“ لہ
یعنی عبد بنیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے جمع مصحف کے مسئلہ میں تمام لوگوں میں سے عظیم اجر کے مستحق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو سب سے پہلے یہ قرآن مجید کو دو تختیوں کے درمیان مدون کرنے والے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا کتابی شکل میں مدون ہونا صدیقِ عہد کا عمل ہے اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بشمول حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس معاملہ کو اہم اور ضروری سمجھتے تھے۔

دقیقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (۲) المصنف لابن ابی شیبہ: جلد ہاشم: ص ۴۴، ۴۵، ۴۶، کتاب فضائل القرآن: طبع کچی
لہ (۱) کتاب المصاحف، ص ۵-۶ باب جمع القرآن، طبع مصر۔ لحاظ ابی بکر عبد اللہ بن ابی داؤد
سیمان بن الاشعث السجستانی (سلاطین)۔

(۲) فتح الباری شرح بخاری، ج ۹، ص ۹، باب جمع القرآن تحت حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

پیش نظر رہے کہ اس اجتماعی کارنامہ پر کوئی اختلاف نہیں ہوا تھا۔ اب یہی وہ اصل کتاب ہے جو منزل من اللہ کتاب ہے جس کو اہل اسلام نے بڑے اہتمام کے ساتھ محفوظ کیا ہوا ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان (ہاشمی یا غیر ہاشمی حضرات) کے پاس کوئی دیگر قرآن نہیں تھا۔ اصلی یا غیر اصلی قرآن کے خطریات بعد میں مخالفین قرآن کے پیدا کردہ ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس یہی قرآن مجید تھا (جو صدیقی دور میں مدون ہوا) ان کے اپنے دور حکومت و خلافت میں بھی یہی قرآن پڑھا پڑھایا جاتا تھا اور اسی پر عمل درآمد جاری تھا۔ اور حضرت سیدنا حسن بن علیؓ اور حضرت سیدنا حسینؓ کے پاس بھی یہی قرآن (صدیقی دور کا جمع شدہ) تھا کوئی دوسرا قرآن مجید نہ تھا۔
فلہذا اصلی قرآن اور غیر اصلی قرآن کا قصہ کھڑا کرنا سراسر باطل ہے۔

تنبیہ

تدوین قرآن مجید کے مسئلہ میں ایک چیز قابل وضاحت ہے اس کو یہاں بیان کر دینا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول دستیاب ہوتا ہے کہ جناب حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو میں نے حلف اٹھائی کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کر لوں اپنے اوپر نماز کے بغیر چادر نہ اوڑھوں گا (اس حالت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کیا)۔

یعنی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولاً قرآن مجید جمع نہیں کیا۔ بلکہ حضرت علیؓ نے جمع کیا تھا۔ اور سابقاً پیش کردہ روایات اس کے خلاف ہیں۔

اس اشتباہ کو اس فن کے کبار علمائے نے کلیۃً رنخ کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

..... فاسنادہ ضعیف لانقطاعہ

والذی وقع فی بعض طرقہ حتی جمعتہ فیہ

اللوحین وہو من روایۃ (قلت) وما تقدم من

روایۃ عبدخیر عن علی اصح فهو المعتمد ۛ ملہ

یعنی یہ (چادر اور حصے والی) روایت منقطع ہونے کی بنا پر ضعیف ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول کہ دو تختیوں کے درمیان میں نے قرآن جمع کر دیا یہ وہم بادی ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عبدخیر والی سابقہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ اور اسی پر اعتماد ہے۔ یعنی (دیگر روایات قابل اعتماد نہیں)۔

مختصر یہ کہ تدوین قرآن مجید کے سلسلہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمودات و چ کئے گئے ہیں وہ درست اور رائج ہیں۔ مذکورہ حلف اٹھانے والی روایت مروج ہے۔ لہذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی اول اول قرآن مجید جمع کرایا تھا۔ باقی حضرات نے اس کی توثیق کی تھی۔ ۛ ملہ

اور مسئلہ قبل انیس «رحمہم اللہ» حصہ اول صدیقی باب دوم۔ فصل اول کے آخر میں اپنی ضروری تشریح کے ساتھ درج ہو چکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیریں
«صدیقی عند خلافت» میں متعدد قبائل سے
تقال ہوا۔ اور فتح مندی کے بعد جس طرح دیگر

ۛ ملہ فتح الباری شرح بخاری، ص ۱۰۲۹، جلد نہم باب جمع القرآن۔

ۛ ملہ رحمہم اللہ، حصہ اول باب دوم، ص ۲۱۸۲، از مؤلف تالیف ہوا۔

اموال غنائم اس دور میں اہل اسلام کو حاصل ہوئے اسی طرح آمارہ کینز (بھی ان کو میسر آئیں۔ ان اموال غنائم سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بعض کینز میں عنایت کی گئیں۔

۱۔ قبائل بنی تغلب کے ساتھ خلیفہ المسلمین کی جانب سے خالد بن ولید نے قتال کیا تو ان قبائل سے غنائم میں کینز آئیں۔ ”خلیفہ اقل“ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک خادمہ عنایت فرمائی جس کا نام ام حبیب بنت ربیعہ تھا۔ اور وہ ”الصہبا“ کے نام سے مشہور تھی۔ اس خادمہ ”الصہبا“ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی ہوئی۔ ایک فرزند عمر بن علیؓ اور ایک دختر رقیہ بنت علیؓ ہوئے۔ یہ دونوں تو آدم تھے ایک لڑکی سے متولد ہوئے تھے۔ کتاب نسب قریش میں ہے۔

”عمر بن علی بن ابی طالب و رقیہ و هما توأم
امهما الصہبا یقال ”الصہبا“ ام حبیب بنت ربیعہ
من بنی تغلب من سبی خالد بن ولید“
اور شیخ علماء نے بھی ”الصہبا“ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا جانا اور اس سے اولاد کا متولد ہونا ذکر کیا ہے۔ مندرجہ ذیل مقامات ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدادی شیخی ج ۲ ص ۱۸۷ طبع بیروت تعلیم
تحت تفصیل اولاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(۲)۔ عمدۃ الطالب لابن عسکری ج ۱ ص ۳۶ طبع نجف اشرف۔ تحت
الفصل الخامس۔

۱۔ کتاب نسب قریش ج ۱ ص ۲۲ تحت اولاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ طبع مصر۔

(۲) طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۶ تذکرہ عمویں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

ان مقامات میں شیعہ علمائے نے ”الصہبا“ کا مذکورہ بالا تذکرہ کیا ہے اور اس سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہوتی وہ بھی ذکر کی ہے۔ رجوع فرما کر تسلی کی جا سکتی ہے۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے جو حسین رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ معروف ہیں ان کا اسم گرامی محمد بن حنیفہ ہے ان کی والدہ قبیلہ ”بنی حنیفہ“ کے مفتوح ہونے کے بعد قبیلہ بنو حنیفہ سے قید ہو کر آتی تھیں۔ ان کا نام نولہ بنت جعفر بن قیس ہے۔ یہ حضرت صدیق خلیفہ اول کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کی گئی تھیں پھر انہوں نے ان کو ام ولد قرار دیا۔ اس سے محمد بن حنیفہ پیدا ہوئے تھے۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ۔

” واما ابنہ محمد اکبر فهو ابن الحنفیہ وہی
نولہ بنت جعفر بن قیس سبباہ خالد أیام
الردة من بنی حنیفہ فصارت لعلی رضی اللہ عنہ ابی طالب
فولدت له محمدا هذا ۱۱

اور شیعہ علمائے نے بھی یہ مسئلہ اسی طرح درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ عمدة الطالب فی الساب ال ابی طالب۔ بحال الیزین ابن عبثہ۔ ص ۳۵۲،
۳۵۳۔ الفصل الثالث۔

۲۔ حق یقین، از ملا باقر مجلسی، باب مطاعن ابی بکر تحت طعن ششم۔
ملا باقر مجلسی کے الفاظ ملاحظہ ہو۔

۱۱ (۱) البلیہ والنہایہ : ج ۳ ص ۳۳، تحت ازواج و اولاد علی رضی اللہ عنہ۔

(۲) تاریخ ابن خلکان، ج ۱ ص ۴۹، تحت ذکر محمد بن حنیفہ، (طبع قدیم)

” در روایات شیعہ وارد شدہ است کہ چوں اسیران را بہ نزد ابی بکر
 آورند ما در محمد بن حنفیہ درمیاں آنہا بود “
 یعنی شیعہ روایات میں آیا ہے کہ جب ابو بکر کے پاس قیدیوں کو لائے تو ان
 میں محمد بن حنفیہ کی اماں جان بھی تھیں ۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان تمام مراحل میں متعا دن رہتے تھے ۔

عہد صدیقی سیدنا علیؑ کی نظروں میں

بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ” صدیقی عہد “ اسلام میں سب
 سے اعلیٰ دور ہے ۔ اس وقت احیائے دین اور ابقائے ملت کے استحکام کی شدید ضرورت

ملہ حصول غنائم اور انتظامی امور کے کئی دیگر واقعات بھی تاریخ میں پائے جاتے
 ہیں جن کی بقدر ضرورت توضیح ہم نے اپنی کتاب ” رحمتہ بنیم “ حصہ صدیقی باب سوم
 میں ذکر کی ہے ۔ اگر ضرورت سمجھیں تو ان واقعات کی وہاں بقدر کفایت وضاحت آپکو
 مل سکے گی ۔

تنبیہ :- انتقال نبویؐ کے بعد کے واقعات میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا کے ارتحال کا واقعہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ امامہ
 بنت ابی العاص کے نکاح کا ذکر ، ان دونوں امور کو یہاں ذکر نہیں کیا ۔ انشاء اللہ
 تعالیٰ اس سبب کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ازواج و اولاد کے
 تذکرہ میں بقدر ضرورت بیان کیا جائے گا ۔

(بعونہ تعالیٰ)

۱- مرکز اسلام مدینہ طیبہ کی انگریزی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کردار۔

۲۔ مقام ذو القصرہ کی طرف خلیفہ اقل کا اقدام اور علوی تعاون۔

۳۔ خلیفہ کے ساتھ علوی روابط۔

۴۔ تقسیم اموال غنائم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تولیت۔

۵۔ اسم دینی مسائل میں آپ سے مشاورت۔

۶. دیگر انتظامی امور میں مشاورت۔

۱۔ تدوین قرآن کے کارنامے کی تائید و توثیق۔

۸۔ اموالِ عثمانیہ کا حصول اور حضرت علیؓ کا کینروں کو قبول کرنا۔

ان امور کی قدرے تفصیل آچکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیقی دور میں اسلام کے تمام اہم امور میں خلیفہ اولیٰ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے اور ان سے پوری طرح متفق رہے اور ان کے کارناموں میں ان کے ساتھ متحد و متعاون رہے۔ حضرت علیؑ کی قویٰ و فعلیٰ نمائندگی محمد صدیقی میں واضح طور پر شہادت دیتی ہے کہ اس دور کے تمام دینی و امتطامی مسائل بالکل درست تھے اور حضرت علیؑ و ان کے ساتھ کامل اتفاق تھا۔

اور حضرت ابو بکر رضی کی خلافت ان کے نزدیک باطل نہیں تھی برحق تھی۔ جو حضرات حضرت علی رضی کے ان اقوال و افعال کو تقبیہ پر محمول کرتے ہیں اور مجبوری و مصلحت یعنی کی زندگی قرار دیتے ہیں انہوں نے حضرت علی رضی کے ارفع مقام کو اور ان کے اعلیٰ اخلاق و کردار کو کبھی گو نہ اعتراضات کے ساتھ داغدار کر دیا ہے۔

عہد فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے کردار اور تعاون کے متعلق چند ایک امور یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔ ان کی تفصیلات مولف کی کتاب ”رجمہ بینہم“ حصہ فاروقی میں پیش کی جا چکی ہیں تاہم بعض کا اختصاراً اعادہ کرنا یہاں بھی فائدہ سے خالی نہ ہو گا اور حضرت علیؓ کی عملی زندگی کو اجاگر کرنے کے لئے ان چیزوں کو دہرانا بھی سودمند ہے۔ سیدنا علیؓ کا خلیفہ ثانی کے ساتھ عملاً تعاون و توافقی کرنا اہل انصاف کے لئے اتحاد و ملت و اتفاق امت کے مسئلہ کو خوب واضح کرتا ہے۔

فاروقی انتخاب پر حضرت علیؓ کی رضامندی اور بیعت خلافت

_____ جب صدیق اکبرؓ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے خلیفہ کے بارے میں ایک عہد حضرت عثمانؓ کے ذریعہ تحریر کرایا تھا اور فرمایا کہ اسے لوگوں کو اکیا تم اس عہد پر رضامند ہوتے ہو؟

لوگ آمادہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم اس پر رضامند ہیں۔ اس موقع پر حضرت علیؑ نے فرمایا اگر یہ انتخاب عمر بن الخطابؓ کے حق میں ہے تو ہمیں منظور ہے اور وہ عہد حضرت عمرؓ کے حق میں ہی تھا۔

فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ عَمَدْتُ عَمَلًا أَفْتَرِضُونَ بِهِ؟

فقام الناس فقالوا، قد رضى اقم - لم قال - انزلوا.

إلا ان يكون عمر بن الخطاب فكان عمر عليه
 اس نامزدگی کے بعد جہاں دیگر صحابہ کرامؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی بیعت
 کی تھی حضرت علی مرتضیٰ نے بھی اسی ملی اتحاد کے اصول کے تحت حضرت عمر فاروقؓ
 کی اسی وقت بیعت کر لی تھی۔ یہ بیعت خلافت تھی اس موقع پر خلیفہ ثانی
 کی بیعت کے متعلق صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا تھا اور اس فاروقی
 انتخاب پر امت کا اجتماعی فیصلہ ہوا تھا اس میں کسی کی حق تلفی یا کسی شخصیت پر زیادتی
 کا کوئی شائبہ تک متصور نہ تھا۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا اپنا بیان اس معاملہ
 کے متعلق محدثین نے ذکر کیا ہے۔ ایک مفصل روایت میں حضرت علیؓ اس طرح
 فرماتے ہیں۔

----- فاشار لعمر ولسو یا ل فایعہ المسلمون

وبایعہ معہو فکنت اغزوا اذا اغزانی واخذ

اذا اعطانی۔۔۔۔۔ الخ علیہ

یعنی ابوبکرؓ نے آخری اوقات میں حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کے متعلق اشارہ
 کیا اور اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ پس مسلمانوں نے عمر بن الخطابؓ

علیہ [المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱۲ طبع کراچی] (۱) تحت کتاب الفضائل (ما ذکر فی فضل عمر بن الخطابؓ)

(۲) طبقات ابن سعد ص ۱۴۲ ج ۳ تحت تذکرہ ابی بکر

(۳) اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۴ تحت تذکرہ عمر بن الخطابؓ

علیہ (۱) کنز العمال ص ۸۲ ج ۶ بحوالہ محدث ابن راہویہ طبع اول دکن

(۲) فضائل ابی طالب العشاری ص ۵۵ مکتبہ سلفیہ ملتان مجلہ دیگر رسائل محدث ابن عوانہ۔

سے بیعت کی تھیں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمر بن الخطاب کی بیعت کی۔ جب وہ مجھے غزوات میں طلب کرتے تو میں ان کا شریک کار ہوتا تھا اور جب وہ مجھے عطیات و عنایم وغیرہ عنایت فرماتے تو میں ان کو قبول کرتا تھا..... الخ
نیز حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی بیعت کو شیعہ اکابر علماء نے بھی درست تسلیم کیا ہے اور اسے اپنی معتبر کتب میں درج کیا ہے۔ ان کے شیخ طوسی حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں۔

----- قال (علیؓ) ----- مبايعت عمر كما بايعتموه

----- فونيت له ببيعتہ " علم

یعنی پھر جس طرح تم نے حضرت عمرؓ کی بیعت کی میں نے بھی اسی طرح حضرت عمرؓ کی بیعت کی اور اس کی بیعت کے حقوق کو میں نے پورا کیا
..... حضرت علیؓ کے اس کلام کا موقع محل اس طرح ہے کہ جنگ جمل کے بعد شکست خوردہ جماعت حضرت علیؓ کے ہاں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگی تو اس وقت حضرت علیؓ نے ان کے متکلم کو اس کے بیان سے روک کر اپنا بیان شروع فرمایا۔ اس میں مذکورہ بالا کلمات ذکر فرمائے جو اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں کسی تشریح تو جیبہ کے محتاج نہیں۔ ایسے واضح علوی بیانات کو حالات کی مجبوری یا وقتی مصالح پر محمول کرنا حضرت علیؓ کے رفیع مقام کو گرانے کے مترادف ہے۔

شوریٰ کی رکینیت جس طرح صدیقی عہد میں ملکی انتظامات کے لئے اکابر صحابہ کرامؓ کی ایک مجلس شوریٰ تھی اسی طرح فاروقی دور خلافت میں بھی امور مملکت کے لئے ایک مشاورتی کونسل قائم تھی جس میں ملکی انتظامات کے اہم معاملات کے لئے حسب ضرورت مشورہ ہوتا تھا۔ اس کونسل کا انعقاد مسجد نبویؐ

علمہ امامی شیخ ابی جعفر الطوسی صفحہ ۱۲۱، جلد ۲ طبع نجف اشرف (عراق)

میں (منبر رسولؐ اور قبر شریف کے درمیان) ہوتا تھا اور اس کے اراکین امت مسلمہ کے سربراہ آردہ سیدنا علی بن ابی طالبؓ۔ سیدنا عثمان بن عفانؓ۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ۔ حضرت زبیر بن العوامؓ۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔

.... عہد فاروقی میں جب کوئی اہم ملکی معاملہ آفاق و اطراف سے پیش آتا تو حضرت عمر فاروقؓ ان حضرات سے مشورہ کرتے اور حسب موقع اس کے مطابق فیصلہ کیا جاتا تھا۔

..... فجاء عمر الى مجلس المهاجرين بين القبر والمنبر
وكان المهاجرون يجلسون ثمر وعلي وعبد الرحمن
بن عوف والزبير و عثمان و طلحة و سعد فاذا كان
العشي ياتي عمر الامر من الآفاق و يقضى فيه الجمعة

یعنی مهاجرین کی مجلس جو قبر شریف اور منبر نبوی کے درمیان قائم ہوتی تھی اور وہاں حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عثمان بن عفانؓ حضرات تشریف فرما ہوتے۔ جب حضرت عمرؓ کے پاس آفاق عالم سے کوئی معاملہ آتا تھا تو اس مجلس میں فیصلہ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ اس مشاورتی کونسل کے رکن رکین تھے اور ملکی انتظامات اور اہم واقعات کی مشاورت میں ان کا اہم مقام تھا۔ خلیفہ ثانی کے ساتھ ان کے عملی تعاون کا یہ وہ طریق کار ہے جسے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

علیہ السلام کتاب السنن لسید بن منصور الخراسانی المکی ص ۱۳۳ قسم اول طبع مجلس علمی کراچی
تحت باب "النظر الى المرأة اذا اراد ان يتزوجها"

حضرت فاروق اعظمؓ کے دور
فاروقی دور میں افتاء اور قضاء کا منصب | خلافت میں منصب قضاء و

افتاء پر کئی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فائز تھے مثلاً حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہم رضی اللہ عنہم اور مسائل شرعی میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور حضرت علی المرتضیٰؓ بھی اپنی خداداد صلاحیت اور علمی قابلیت کے اعتبار سے فاروقی عہد خلافت میں اس اہم منصب پر فائز تھے اور افتاء و قضاء کے مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

..... دکل هؤلاء يفتي في خلافة ابى بكر وانا

تصير فتوى الناس الى هؤلاء فمضى ابو بكر على ذلك
 ثم دلى عمر فكان يدعوا هؤلاء النفس..... الخ

..... نیز حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد ۲، صفحہ ۱۱۱ میں لکھا ہے کہ

..... فولى قضاء المدينة على بن ابى طالب

..... الخ

یعنی ۳؎ (جمادی الاخریٰ) میں سے آٹھ یوم باقی تھے۔ منگل کے دن حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے اور اس وقت حضرت فاروقؓ نے مدینہ طیبہ کا قاضی حضرت علی المرتضیٰؓ کو مقرر فرمایا۔

یہ چیز ان حضرات کے دوستانہ تعلقات اور مخلصانہ روابط کا نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔ کسی غلط خلافت اور ناجائز خلیفہ کی جانب سے افتاء و قضاء کا

علی طبقات ابن سعد ص ۲۴۱ قسم ثانی باب اہل علم والفتویٰ من اصحاب النبی ص ۱۱۱ (رد)

علی البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۳ تحت سنہ ۱۳۔

منصب قبول کرنا حضرت علی مرتضیٰؑ کی شان و دیانت و اخلاص کے برخلاف ہے۔ بالخصوص جبکہ ان کے بارے میں یہ غلط کہانی وضع کر لی گئی ہو کہ نبوی اصل خلیفہ وہ خود تھے۔ جواب اس، (معاذ اللہ غاصب) خلیفہ کے ماتحت مدینہ کے قاضی بنے بیٹھے ہیں۔ (استغفر اللہ)

شیعہ کی طرف سے تائید | شیعہ کے قدیم مؤرخین نے اس مسئلہ کو بڑے عمدہ انداز میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ :-

حضرت عمرؓ کے ایام میں جن حضرات سے علمی مسائل حاصل کئے جاتے تھے اور جو فقہائے درجہ میں شمار ہوتے تھے۔ وہ مندرجہ ذیل حضرات تھے :-
 علی بن ابی طالبؑ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰ الاشعرؓ، ابوذر دائرؓ، ابوسعید الخدریؓ اور عبداللہ بن عباسؓ۔
 یعقوبی میں ہے :-

 وكان الفقهاء في أيامه الذين يؤخذ عنهم
 العلم علي بن ابي طالب وعبدالله بن مسعود و
 ابی بن کعب ----- الخ

..... حاصل یہ ہے کہ عہد فاروقی میں منصب قضاء و افتاء پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا فائز ہونا بین الفریقین مسلمات میں سے ہے اور یہ خلیفہ ثانیؑ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ کے عملی تعاون کا بہترین مظاہرہ ہے۔
مختلف امور میں مشورے | حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مرکزِ مشاورتی کو نسل کے رکن رکین تھے۔ اس بناء پر جہاں دیگر حضرات سے ملکی معاملات میں مشورہ ہوتا تھا۔ اسی طرح حضرت

علیؑ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۱ تحت عنوان صفة عمر بن الخطاب (طبع بیروت)

علیؑ کو بھی ان مشوروں میں شامل رکھا جاتا تھا۔ مختلف مسائل پیش آتے تھے۔ اکابر حضرات ان میں اپنی اپنی رائے پیش کرتے۔ بعد از مشاورت جو معاملہ طے ہوتا تھا اس پر عملدرآمد کیا جاتا تھا۔

اس سلسلہ کی تفصیلات مؤلف کی کتاب ”رحماء بینہم“ حصہ فاروقی باب دوم فصل ثانی و فصل ثالث میں بیان کر دی گئی ہیں۔

- اجمالی طور پر یہاں چند ایسے امور کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے مضمون مربوط رہے یہ درست ہے کہ عہد فاروقی میں حضرت علیؑ کے مخلصانہ مشوروں کو ہمیشہ اہمیت دی گئی اور بیشتر ان کی رائے کی موافقت میں فیصلے کئے گئے مثلاً
- ۱۔ حاصل شدہ اموال میں وقتی طور پر صدقہ ادا کرنے کے متعلق مشورہ۔
 - ۲۔ قتل کے خول بہا (دیت) میں مشورہ
 - ۳۔ بد فعلی کی سزا میں احراق کا مشورہ (شیعہ کتب سے)
 - ۴۔ شراب خوردگی کی سزا میں اضافے کا مشورہ
 - ۵۔ سہ بارہ سرقہ کی سزا میں مشورہ
 - ۶۔ فاروق اعظمؓ کے لئے مشاہرہ اور وظیفہ کے تعین میں مشورہ
 - ۷۔ سن ہجری کے اجراء کے بارے میں مشورہ یہ مسئلہ ربیع الاول ۳ھ میں پیش آیا تھا۔

- ۸۔ علاقہ نہادند کی طرف اقدام کرنے میں خلیفہ کے خروج کے بارے میں مشورہ (یہ موضوع ۳ھ میں پیش آیا تھا)
- ۹۔ غزوہ روم میں خلیفہ ثانی کے بذات خود تشریف نہ لے جانے کے متعلق مشورہ۔

- ۱۰۔ مال غنائم کی تقسیم کے بعد بقایا مال کو پس انداز کرنے کا مشورہ۔

مذکورہ بالا امور کے حوالہ جات کے لئے مؤلف کی کتاب ”رحمہم“ حصہ فاروقی کے باب دوم کی طرف رجوع فرمائیں۔

حضرت علیؑ اور نیابت فاروقیؓ | حضرت علی المرتضیٰؑ کا مقام خلیفہ ثانیؑ کی نظروں میں اتنا قابل اعتماد

تھا کہ اگر آپ مدینہ طیبہ سے باہر کہیں تشریف لے جاتے تو مرکز اسلام مدینہ طیبہ میں حضرت علیؑ کو اپنا قائم مقام خلیفہ مقرر فرماتے تھے اور حضرت فاروق اعظمؓ کی نیابت میں تمام امور حضرت علیؑ کو تفویض کر دیئے جاتے تھے۔ یہ طریق کار باہمی اعتماد، باہمی اخلاص اور باہمی تعاون کا متقاضی ہے جہاں ایک دوسرے کے ساتھ کینہ اور عداوت ہو یا کسی نے کسی کا حق دبایا ہو تو وہاں اس نوع کی کلیدی منصب کی ذمہ داری اس طرح پُور نہیں کی جاتی اور نہ ہی دوسرا فریق کبھی اسے قبول کرنے پر رضامند ہوتا ہے۔

اس نیابت کے چند واقعات بھی اختصاراً ملاحظہ فرمائیں۔ مثلاً:-

۱۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو یکم محرم ۱۲ھ کو مدینہ طیبہ سے باہر پانی کے ایک چشمہ جس کو ”مرارہ“ کہتے تھے کی طرف جانے کا تقاضا ہوا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے مدینہ طیبہ پر حضرت علی المرتضیٰؑ کو اپنا قائم مقام بنایا اور آپ خود دیگر صحابہ کرامؓ کی معیت میں تشریف لے گئے

۲۔ ۱۵ھ میں بیت المقدس پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے محاصرہ کر کے محصورین کو تنگ کر دیا تو اس وقت فریق مخالف نے شرط لگائی کہ خلیفۃ المسلمین خود تشریف لائیں تو ان کے ساتھ صلح کی گفتگو ہو سکتی ہے اس موقع پر حضرت عمرؓ صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے اور مرکز امام مدینہ طیبہ میں اپنا قائم مقام علی بن ابی طالب کو قائم مقام چھوڑ گئے اور

خلافت کے تمام کاروبار ان کے ہاتھ میں دے گئے۔

۳۔ اسی طرح سلمہ میں خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظمؓ کو "ایلہ" کے مقام کی طرف تشریف لے جانے کے لئے حالات متقاضی ہوئے۔ اس وقت بھی مرکز اسلام میں آپ نے اپنا قائم مقام حضرت علیؓ کو بنایا اور خود سفر میں تشریف لے گئے۔

کتاب "رحماء بینہم" حصہ فاروقی باب دوم فصل ثالث میں مذکورہ بالا واقعات مفصل اور باحوالہ درج کر دیئے ہیں وہاں رجوع فرمائیں۔
حضرت فاروقؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی رشتہ داری | حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے

حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ سماجی تعاون کے واقعات مختصراً سلباً ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات کا اتحاد و یگانگت کا آخری منزلہ یہ تھا کہ باہمی رشتہ داری اور مصاہرت کی صورت میں قائم ہوا۔ اس کا اجمالاً ذکر کر دینا مناسب ہے۔

وہ یہ ہے کہ جناب علی بن ابی طالب کی صاحبزادی ام کلثومؓ (جن کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں) کا رشتہ نکاح حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ جناب علی المرتضیٰؓ نے کر دیا تھا۔ اور یہ نکاح ذو القعدہ ۳۷ھ میں منعقد ہوا تھا۔ حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ سے حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد بھی ہوئی ایک فرزند ہوا جس کا نام زید بن عمرؓ تھا اور ایک لڑکی ہوئی جس کا نام رقیہ بنت عمرؓ تھا۔

یہ رشتہ داری ان دونوں بزرگوں کے باہمی تعاون اور تعلق کی بے نظیر مثال ہے جس سے مؤرخین اور اہل انساب کو ہرگز انکار نہیں۔ اہل سنت اور شیعہ

کے درمیان یہ رشتہ مسلمات میں سے ہے یہ کوئی مختلف فیہ امر نہیں۔
 یہاں صرف شیعہ کتب سے چند اہم حوالہ جات نو^۹ عدد ذکر کئے جاتے ہیں رجوع فرما کر تسلی کر لیں۔
 شیعہ کے اصول اربعہ کی پختہ روایات چار عدد^{۱۰} فروع کافی^{۱۱} سے اور دو عدد^{۱۲} الاستبصار^{۱۳} سے اور تین عدد^{۱۴} تہذیب الاحکام^{۱۵} سے نقل کی جاتی ہیں۔ حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

- (۱) ا، فروع کافی جلد ثانی کتاب النکاح باب تزویج ام کلثوم
 (ب) فروع کافی جلد ثانی کتاب النکاح باب تزویج ام کلثوم روایت دیگر
 (ج) فروع کافی جلد ثانی باب المتوفی عنہا زوجھا
 (د) فروع کافی جلد ثانی باب المتوفی عنہا زوجھا المدخول بھا این تعدد۔
 (۲) (۱) الاستبصار جلد ثالث البواب العدة
 (ب) الاستبصار جلد ثالث البواب العدة (روایت دیگر)
 (۳) (۱) تہذیب الاحکام کتاب الطلاق باب عدة النساء
 (ب) تہذیب الاحکام کتاب الطلاق باب عدة النساء (روایت دیگر)
 (ج) تہذیب الاحکام آخری جلد کتاب المیراث
 (د) باب میراث الفرق والمحدوم علیہم فی وقت واحد

یہ اصول اربعہ کی نو^۹ عدد صحیح روایات ہیں جو ان کے ائمہ معصومین سے مروی ہیں وہ یہاں درج کی ہیں ان مقامات میں ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کا نکاح اور شادی کا ذکر صریح طور پر موجود ہے۔ اس کے ماسوا شیعہ کے ائمہ مجتہدین کی متعدد کتابوں سے یہ رشتہ ہم سابقاً ثابت کر چکے ہیں۔ اس نسبی تعلق کی بنا پر

مطامن فاروقی کے جوابات کی حاجت نہیں رہتی اور اعتراضات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ ”رحماء بینہم“ حصہ فاروقی کے باب سوم فصل دوم میں مستقل عنوان کے تحت اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں اس کی طرف رجوع فرمائیں۔

شوریٰ میں حضرت علیؑ کا انتخاب | حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وقت وصال قریب ہوا تو انہوں نے خلافت

اسلامیہ کے تحفظ و بقاء کے بارہ میں ایک مجلس شوریٰ منتخب کی جس میں درج ذیل حضرات کا تعین فرمایا اور ساتھ یہ ذکر کیا کہ میں ان افراد کو منتخب کر رہا ہوں جن سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے راضی ہو کر رخصت

ہوئے ہیں :- حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عشرہ مبشرہ میں سے اس وقت سات حضرات ہی رہ گئے تھے جن میں سے چھ یہ تھے۔ ساتویں حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی سعید تھے حضرت عمرؓ نے انہیں اس کمیٹی میں نہ رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ کی ہدایت تھی کہ ان حضرات میں سے کسی ایک کو خلیفہ اسلام منتخب کر لیں۔

جس پر اتفاق ہو جائے ان حضرات میں حضرت علیؓ شامل تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں حضرات حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو ایک دوسرے پر پورا اعتماد تھا اور یہ ان اکابر کی دانشمندی کا ایک اعلیٰ ثبوت ہے۔
مسند حمیدی اور صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ :-

_____ اِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ هَذَا الْاَمْرَ بَعْدِیْ اِلٰی هٰؤُلَاءِ

سنة الذین قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم

وہو عنہم راضی و ہو عثمان و علی و الزبیر و طلحہ
و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص۔ ذہن
استخلف فہو الخلیفہ۔ علی

یعنی خلافت کا معاملہ میں نے اپنے بعد ان شش افراد کے سپرد کر دیا ہے
جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے راضی ہو کر رخصت ہوئے تھے۔
ان کے اسماء یہ ہیں۔

عثمان بن عفانؓ، علی بن ابی طالبؓ، زبیر بن عوامؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ
عبد الرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ،
ان میں سے جس کو خلیفہ منتخب کر لیں وہی خلیفہ ہوگا۔

شیعہ کی طرف سے تائید | مذکورہ مجلس شوریٰ کے انعقاد اور حضرت
علیؓ کے شمول کے متعلق شیعہ کے اکابر علماء
مجتہدین نے تسلیم کیا ہے کہ واقعہ "منتخب شوریٰ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو شامل
کیا گیا تھا اور ان پر پختہ اعتماد کیا گیا تھا۔

----- قال (عامر بن داثلہ) احتضر عمر بن

الخطاب جعلہا شوریٰ بین علی بن ابی طالب و عثمان بن

عفان و طلحہ و الزبیر و سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن

علیؓ، مسند حمیدی ص ۱۱۱ ج ۱ اول تحت احادیث عمر طبع کراچی

(۲) بخاری شریف ص ۲۲۵ ج ۱ اول باب مناقب عثمان وقصۃ البیعة طبع نور محمدی دہلی

(۳) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۱۳ ج ۱۳ طبع کراچی کتاب الغازی باب ما جاء فی خلیفہ عمر بن الخطاب

(۴) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۱۳ ج ۱۳ طبع کراچی۔

(۵) مسند امام احمدؒ ص ۱۱۱ ج ۱ اول تحت مسانید عمر بن الخطاب۔

بن عوف رضی اللہ عنہم و عبد اللہ بن عمر فیمن یشاور
ولا یؤتی : علہ

حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو انہوں نے
چھ افراد کی ایک مجلس شوریٰ قائم کر دی اس میں حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت
عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ
بن عوف شامل تھے اور اپنے فرزند عبد اللہ بن عمرؓ کے متعلق فرمان دیا کہ اس کو مشورہ
میں تو لیا جائے لیکن والی اور حاکم نہ بنایا جائے۔

مجلس ہذا کا انتخاب حضرت عمرؓ کی طرف سے ملت اسلامیہ کی حفاظت اور
بقا کے لئے تھا اور اس معاملہ میں دوسرے اکابرین کے ساتھ حضرت علی بن ابی
طالبؓ پر پورے دُشوک کے ساتھ اعتماد کیا گیا تھا اور خلافت میں منتخب ہونے کے
لئے آپ کو بھی یہ موقعہ فراہم کیا گیا۔ یہ ان حضرات کے باہمی تعاون کی دلیل ہے۔
اور اپنے فرزند کے متعلق والی بنانے کی نفی کرنا حضرت عمرؓ کے کمال، اخلاص اور اعلیٰ
دیانت کا واضح ثبوت اور ایک کھلا برہان ہے۔

ناظرین کرام کو معلوم ہونا مناسب ہے کہ حضرت فاروقؓ کا اپنے فرزند کے
حق میں مذکورہ وصیت کرنے کا مسئلہ شیخ الطوسی شیعہ نے امالی میں صراحتہً درج کیا ہے۔

علہ (۱) الامالی للشیخ طوسی شیعہ ۱۴۸-۱۴۹ طبع نجف اشرف

(۲) علل الترائع الصدوق شیعہ ص ۱۷۱ باب ۳۳ طبع نجف اشرف

(۳) تاریخ یعقوبی شیعہ ص ۱۹ تحت حالات وفات عمرؓ طبع بیروت ج ۲

(۴) مروج الذهب للمسعودی الشیعہ ص ۳۱۲ تحت ذکر خلافت عمر بن الخطاب۔ ج ۲

سیدنا علیؑ کو سیدنا عمرؓ کا اراضی عطا کرنا
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں جناب

علی المرتضیٰؑ کو خصوصی رعایات کے تحت حضرت عمرؓ کی طرف سے ایک قطعہ اراضی ”بیع“ کے مقام پر عنایت کیا گیا تھا اور یہ مقام حسن اتفاق سے زرخیز تھا اور پھر اس میں قدرتی طور پر پانی کا ایک چشمہ بھی جاری ہو گیا جس کی وجہ سے اس قطعہ اراضی کی آمدنی حضرت علی المرتضیٰؑ کے لیے معقول درلیعہ ماش بن گئی۔ جیسا کہ ابن ابی شیبہ اور بیہقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

----- عن جعفر عن ایہ ان عمرؓ اقطع علیاً

بیع و اضاف الیہا غیرہا۔ ۱۷

اس کی تفصیلات کے لیے کتاب ”رحما و بیہم“ حصہ فاروقی آخر باب دوم صفحہ ۱۸۹

ملاحظہ فرمادیں۔

۱۷ المصنف ابن ابی شیبہ ۳۵۵ کتاب الجہاد (طبع کراچی)

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

حضرت مرتضیٰ کا فاروقی اعمال نامہ پر اظہار رشک

حضرت فائق اعظم
رضی اللہ عنہ کا

جب انتقال ہوا تو تمام صحابہ کرامؓ اور دیگر اہل اسلام کے لیے یہ ایک عظیم سانحہ تھا اور صحابہ کرامؓ اپنی اپنی جگہ پر کمال تائست اور غم و الم کا اظہار کر رہے تھے۔

اس دوران حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنے کمال عقیدت کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ سے فرمایا:

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہیں اور حضرت فاروقیؓ پر وفات کے بعد چادر ڈالی ہوئی تھی اس وقت فرمانے لگے کہ اس کفن پوش سے بہترین میرے نزدیک کوئی شخص نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں جیسا کہ ان کا اعمال نامہ ہے میرا اعمال نامہ بھی اسی کے مشابہ ہو۔

عن ابی جعفر محمد بن علی عن علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ قال لعمر دھوم سیحی ما
احد احب الی ان اتقی اللہ تعالیٰ بمثل حیفتہ من
ہذا المستحی ۱

- (بقیہ اخیر) ۲، السنن اکبریٰ للبیہقی ص ۱۲۴ (طبع دکن) تحت اقطاع الموات
۳، وفاء الوفاء للہودی ص ۱۳۳ فصل ثامن تحت لفظ "ینج"
۴، معجم البلدان یا قوت حموی ص ۱۵۴ تحت "ینج" طبع بیروت
۵، کتاب الآثار لا امام ابی یوسف ص ۲۱۵ روایت ۹۵۲ طبع مصر
۶، کتاب الآثار لا امام محمد ص ۱۳۶ باب فضائل صحابہ طبع مکتبہ قدیم
۷، مستدرک امام احمد ص ۱۰۹ تحت مسند علی بن ابی طالب
۸، طبقات ابن سعد ص ۲۶۹-۲۷۰ تحت حالات عمر بن الخطاب

شیعہ کی طرف سے تائید

حضرت علیؑ کی طرف سے اظہار عقیدت کے مذکورہ

کلمات جو حضرت فاروق اعظمؓ کے حق میں مذکور

ہوئے ہیں اس سے ان دونوں اکابر کے روابط اور باہمی احساسات خوب واضح ہوتے ہیں۔

یہ کلمات شیعہ علماء نے بھی اپنی روایات میں درج کیے ہیں اور حضرت علیؑ نے انکو بطور

رشک اور بغیت کے اظہار فرمایا ہے۔

شیخ صدوق شیعہ نے اپنی کتاب معانی الاخبار میں یہ کلام مرتضویؑ باسن نقل کیا ہے:

نظر الی الثانی وهو مستبہ بشوبہ ما احد

احب الی ان الفی اللہ بصحیفۃ من هذا المستبہ الخ

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ نقل کرتے ہیں کہ جب عمر بن الخطابؓ کو غسل

دے کر کفن پہنا دیا گیا تو اس وقت حضرت علیؑ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ ان پر

اللہ کی رحمت اور صلوات ہوں۔ رد کے زمین پر کوئی شخص میرے نزدیک تم میں سے

اس کفن پوش سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب نہیں کہ اس جیسے اعمال نامہ کے ساتھ میں

اللہ سے جا کر ملوں۔

قارئین کرام پر واضح رہنا چاہیے کہ حوالہ جات کی تمام بلفظ عبارتیں پیش کرنے

سے تطویل ہوتی ہے اس بنا پر جو مختصر عبارت ہوتی ہے وہ ذکر کر دی جاتی ہے اس

مقام کی مفصل عبارت الشافی بمع تلخیص کی ہے اس کی طرف رجوع فرما کر تسلی کر لیں۔

بقیہ حاشیہ (۵) المصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۸۰ کتاب الفضائل (بلع کراچی)۔

۱۰ کتاب معانی الاخبار للشیخ الصدوق ص ۱۱۰ بلع تہذیب ایران باب ۲۲۵۔

۱۱ کتاب الشافی للسید مرتضیٰ عالم الہدی ص ۱۱۱ بلع تہذیب محد تلخیص شافی

ص ۳۲۸۔

عقل اور کفن پوشی کے بعد دفن کا مرحلہ پیش آیا اور حضرت فاروق اعظمؓ کا دفن روضہ اقدس نبوی میں تجویز ہوا اس وقت دفن کرنے کے انتظامات اکابر صحابہ کرامؓ نے سرانجام دیئے جو حضرات خاص طور پر دفن کرنے کے لیے حضرت فاروق کی قبر میں اترنے والے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ، علی المرتضیٰؓ، حضرت عثمان اور حضرت زبیر وغیرہم۔ حضرت فاروق کو دفن کرنے اور قبر میں اتارنے میں ہر شش اہل شوریٰ شریک و شامل تھے صرف حضرت طلحہؓ اس وقت اتفاقاً موجود نہ تھے (مدینہ طیبہ سے باہر گئے ہوئے تھے) اس آخری مرحلہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ کا شریک ہونا اور شامل رہنا یہ ان کے علیٰ تعادان کا پتہ ثبوت ہے اور بابہی مودت و رفاقت کا پتہ دیتا ہے۔

”۔۔۔۔۔ ونزل فی قبره مع ابنه عبد اللہ اهل

الشورى سوى طلحة فانه كان غائباً " له

خلافت فاروقی کے بارہ میں حضرت علیؓ کا فیصلہ

مندرجات بالا کے آخر میں حضرت علی المرتضیٰ کا ایک فرمان نقل کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دورِ خلافت میں فرمایا کرتے تھے کہ عمر بن الخطابؓ امورِ خلافت کے معاملہ میں بہترین توفیق دیئے گئے تھے اور ان مسائل میں صحیح اور درست فیصلہ کرنے والے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم ! ان امور میں ہرگز

۱۰۰ البدایہ ابن کثیر ص ۱۳۵ طبع ادل مصر ج ۱

(۲) الکامل ابن اثیر ص ۲۸ باب قصص الثوری

(۳) تاریخ ابن جریر طبری ص ۳۸ تحت قصۃ الشوری (سنہ ۲۳ھ)

تغیر نہیں کر دیں گا جن کو حضرت عمرؓ نے سرانجام دے دیا ہے۔

سمع (بعد خیر) علیاً یقول ان عمرؓ کان موفیاً
رشیداً فی الامور والله لا افسیر شیاً صنعہ عمرؓ۔
مضمون بالا کو درج ذیل علمائے اپنے تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ تاریخ کبیر امام بخاریؒ ص ۱۲۵ ۱/۴ قسم ثانی
- ۲۔ کتاب السنۃ الامام احمدؒ ص ۱۹۹ طبع مکہ مکرمہ
- ۳۔ کتاب الخراج لیمی بن آدم ص ۲۳-۲۴ طبع مصر
- ۴۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۳ ۱/۴ کتاب الفضائل روایت ۱۲۵۲ تحت ما ذکر فی فضل عمر بن الخطاب - طبع کراچی۔
- ۵۔ کتاب الاموال لابن عیینہ ص ۳۲۲ طبع مصر

عہد فاروقی پر ایک نظر

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں بڑے اہم مناصب پر فائز رہے ہیں اور ان کا حکومت اسلامیہ میں بڑا بلند مقام تھا۔ مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ اور قضاء و اختاء کے مرتبہ میں چیف قاضی اور مفتی اعظم تھے۔ اور مجلس مشاورت میں ان کے مشورے کو خاص اہمیت دی جاتی تھی۔ بعض اوقات حضرت علیؓ کو حضرت عمرؓ کی نیابت مدینہ منورہ پر حاصل ہوتی تھی۔ عہد فاروقی میں ان کو غنائم اور ہرایا برابر ملنے رہے اور آپ انہیں قبول کرتے رہے جس طرح کہ سابقہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

مزید برآں ان کا خلیفہ ثانی سے رشتہ داری کا تعلق ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم کا حضرت فاروق اعظم کے نکاح میں ہونا

مسلمات میں سے ہے۔

یہ تمام چیزیں حضرت علی المرتضیٰ کے خلیفہ ثانی حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ علی تعاون کی بہترین نظیریں ہیں۔

اور شیعہ علماء و مجتہدین نے حضرت علیؓ کے اس تعاون اور تعامل کو عبارت ذیل کی شکل میں تسلیم کیا ہے۔ سید مرتضیٰ علم الہدیؒ لکھتے ہیں کہ :

----- حتی بايع القوم وحضر مجلسهم ودخل في
أرائهم وصلّى مقتدياً بهم وأخذوا عطيتهم۔

۱۔ یعنی حضرت علیؓ نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی۔

۲۔ اور ان کی مجالس میں شامل ہوتے رہے۔

۳۔ اور ان کے مشوروں اور آراء میں داخل اور شریک رہے۔

۴۔ اور ان کی اقتدار میں دائماً نمازیں ادا کرتے رہے۔

۵۔ اور ان کے عطیات اور اموال حاصل کرتے رہے۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی عملی زندگی کا یہ ایک مختصر نمونہ ہے جو پیش خدمت کر دیا گیا۔ جس سے فاروقی دور میں حضرت علیؓ کا کردار آشکارا ہوتا ہے اور خلیفہ ثانی کے ساتھ آپ کا تعاون واضح ہوتا ہے۔



الح کتاب تنزیہ الانبیاء والائمة ص ۱۳۲ طبع ایران - از سید مرتضیٰ علم الہدیؒ

تحت ان علیاً لیس نیازع المتأثرین۔

خلافت عثمانی اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

فاردی دور کے بعد عہد عثمانی شروع ہوتا ہے حضرت علی المرتضیٰؑ کے متعلق اس دور کی چند چیزیں ذکر کرنی مقصود ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خاندانی تعلق اختصاراً پیش کر دیا جائے تاکہ ہر دو خاندانوں کی باہمی قربت داری ایک نظر میں ناظرین کے سامنے آجائے۔

اس چیز کے بیان کرنے سے نئی قصبات اور خاندانی عصیت کے پروپیگنڈے کا جواب ہو سکے گا اور ان دونوں خاندانوں کا باہمی قرب بھی واضح ہو جائے گا۔

نسبی تعلق (۱) آپ (حضرت عثمان) حضرت علی المرتضیٰؑ کی سگی بھوپھی (عمہ محترمہ) ام حکیم البیضا بن بنت عبد المطلب کی دختر اردوی بنت کربز کے فرزند ہیں۔ یعنی حضرت عثمانؓ حضرت علیؑ کی بھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہیں۔

حضرت عثمان کی والدہ اردوی بنت کربز مشرف بر اسلام ہوئیں اور ان کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اور ان کو ہجرت مدینہ کا شرف بھی نصیب ہوا۔ اردوی نے اپنے فرزند حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

(۲) سیدنا حضرت حسین ابن علیؑ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیکندہ بنت حسینؑ کا نکاح حضرت عثمانؓ کے پوتے زید بن عمر بن عثمان سے کیا۔ اور دوسری صاحبزادی حضرت

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۶۶ تحت اردوی بنت کربز۔ طبع ایران

(۲) کتاب المجتلابی جعفر ص ۴۰ طبع دکن

(شعبہ) (۳) منہجی الآمال للشیخ عباس القمی الشیعی جلد اول فصل نہم (باب احوال اقرباء رسول خدا

۱۔ طبقات ابن سعد ص ۳۳۹ تحت سیکندہ بنت حسینؑ (طبع لیدن)

(۴) کتاب نسب قریش لمصعب الزبیری ص ۵۹ طبع مصر

فاطمہ بنت حسین کا نکاح بھی حضرت عثمان بن عفانؓ کے دوسرے پوتے عبداللہ بن عمر بن عثمان سے ہوا۔^۱

مذکورہ بالا چند رشتہ داریاں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے خاندانوں کی مختصراً پیش خدمت ہیں۔ اس کی بقدر ضرورت تفصیلات راقم نے کتاب ”رحماء بینہم“ جلد سوم حصہ عثمانی کے باب اول میں ذکر کر دی ہیں اس مقام میں اس خاندان کے بقایا ایسی روابط بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ قارئین رجوع فرما کر مستفید ہوں۔

مذکورہ نسبی روابط کے ذریعے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ ان ہر دو خاندانوں کے درمیان قبائلی تعصب یا خاندانی رقابت ہرگز نہیں تھی یہ حضرات آپس میں متفق اور متحد تھے اور قبائلی عصبیت پر دلالت کرنے والی روایات قابل اعتبار نہیں ہیں۔

خليفة ثالث کے ساتھ سعیت

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے انتقال کے قریب چھ اکابر صحابہ کرام کی مسئلہ خلافت کے لیے مجلس شوریٰ قائم فرمادی تھی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ”شوریٰ کے انتخاب میں حضرت علیؓ کا شمول“ کے عنوان کے تحت ذکر کر دیا ہے۔

اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰؓ مجلس شوریٰ میں شریک و شامل تھے مجلس شوریٰ نے طرہ کار اس طرح اختیار کیا کہ حضرت زبیرؓ نے اپنی رائے کا اختیار حضرت علیؓ کے حق میں دے دیا۔ حضرت طلحہؓ نے اپنی رائے کا اختیار حضرت عثمانؓ کے حق میں دے دیا۔ اور حضرت سعدؓ نے اپنا حق اختیار حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے سپرد کر دیا۔ اس طرح

۱۔ (۱) طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۲۶-۳۲۸ تحت فاطمہ بنت حسینؓ

۲۔ کتاب نسب فریش ص ۱۱۲ جلد ۲ طبع مصر

۳۔ مقال الطالبین لابی النرج الاصفہانی النبی ص ۶ طبع ایران تحت ذکر مدین عبداللہ

بنو عمر بن عثمان۔ (رشید)

ان منتخب شدہ ہر تین حضرات میں سے حضرت عبدالرحمان بن عوف نے فرمایا کہ میں خود خلیفہ نہیں بننا چاہتا۔ آپ دونوں حضرات اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیں پھر میں تم میں سے جس کو منتخب کر دوں اس پر دوسرا فریق راضی ہو جائے اور اس کی اطاعت قبول کر لے۔ اس پر دونوں حضرات (حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عثمانؓ) رضامند ہو گئے اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے ضروری جہتوں اور غور و فکر اور ان دونوں بزرگوں سے گفت و شنید کے بعد صحابہ کرامؓ کے اجتماع میں پہلے ایک موثر تقریر کی اس کے بعد حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کر پہلے خود بیعت کی اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ نے اسی مجلس میں حضرت عثمان غنیؓ کی بیعت کی۔ بعدہ باقی لوگوں نے بیعت کی۔

----- اول من بايع لعثمان عبدالرحمان بن عوف

شوعلى بن ابى طالبؓ

مسئلہ ہذا مندرجہ ذیل مقامات میں اپنی تفصیلات کے ساتھ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

- (۱) طبقات ابن سعد ص ۲۲ ج ۳ طبع بیدن تحت ذکر بیعت عثمانؓ
- (۲) بخاری شریف ص ۵۵ ج ۱ اول باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفانؓ۔

- (۳) طبقات ابن سعد ص ۲۵ ج ۳ تحت تذکرہ اختلاف عمرؓ۔
- (۴) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۵۴ ج ۱۴ کتاب المغازی تحت ما جاء في خلافت عمرؓ طبع کراچی۔

- (۵) الاصابة لابن حجر ص ۱۵۵ تحت تذکرہ علی بن ابی طالبؓ
- (۶) (شیعہ) الامالی للشيخ طوسي الشيعي ص ۱۳۱ طبع نجف اشرف
- (۷) (شیعہ) ناسخ التواريخ از لسان الملك مرزا محمد تقی جلد دوم کتاب دوم ص ۴۹ تحت بیعت باعثمان بن عفان۔ (طبع تدمیر ایران)

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے خلیفہ منتخب ہونے پر علماء نے کہا ہے کہ اس دور کے تمام صحابہ کرامؓ اور دیگر حضرات نے اتفاق کیا تھا۔ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ کی جانب سے بھی کسی قسم کی نا اتفاقی کا مظاہرہ ہرگز نہیں پایا گیا تھا۔

اس کی تفصیلات راقم کی کتاب ”رحماء بینہم“ جلد سوم حصہ عثمانی باب دوم تحت مسئلہ بیعت ذکر ہو چکی ہیں۔

اہم امور میں تعاون

خلافت عثمانی کے ایام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ اہم معاملات میں ہمیشہ تعاون قائم رہتا تھا۔ اس سلسلہ میں چند ایک چیزیں مختصراً درج کی جاتی ہیں: جس طرح خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے ادوار میں حضرت

قضایا میں مشاورت علی المرتضیٰؓ فیصلہ اور قضاء کے معاملات میں تعاون

کرتے تھے اسی طرح خلافت عثمانی میں بھی حضرت علی المرتضیٰؓ ان مسائل کے حل کرنے میں شریک و شامل رہتے تھے۔

چنانچہ شیعہ علماء نے اس مسئلہ کو اپنی اپنی سند کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے ذکر کیا ہے:

..... ان ابابکر وعمر و عثمان کانوا برفعون الحدود

الی علی بن ابی طالب الخ علیہ

۱۔ منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۲۳۲/۲۳۳ جلد ۳ تحت الخلاف الثامن فی امرة الشوری۔

طبع جدید لاہور۔

۲۔ جعفریات طحہ بہ قرب الانصار ص ۱۳۱ (طبع تہران) اباب دینۃ الہاشمیۃ وغیرہا۔

یعنی امام جعفر صادق اپنے آباء سے نقل کرتے ہیں کہ ابو بکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ محدود کے مقدمات کو علیؓ بن ابی طالب کے سپرد کر دیتے تھے۔

یہ اشتراک عمل ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ امور خلافت میں تعاون ہے اس لیے کہ خلیفہ المسلمین کے لیے بیک وقت تمام امور کو بذات خود سرانجام دینا بہت مشکل ہے۔ بنا بریں تقسیم کار کے طور پر بعض دفعہ اس نوع کے مقدمات حضرت علی المرتضیٰؑ کے ذمہ لگا دیتے جاتے تھے اور وہ اپنی خداداد صلاحیت کی بنا پر یہ مسائل بڑے عمدہ طریقہ سے سرانجام دیتے تھے۔

شیعہ کے اس حوالہ کے بعد اہل سنت کی اپنی کتب سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ تنازعات کے فیصلہ کے لیے تشریف فرما ہوتے اور ان کی خدمت میں مدعی اور مدعا علیہ پیش ہوتے تو آپؓ ایک فریق کو فرماتے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کو جا کر بلا لائیں اور دوسرے فریق کو فرمان دیتے کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور دیگر جماعت صحابہؓ کو بلا لائیں۔ اس کے بعد فریقین کے بیانات سماعت فرماتے پھر ان حضرات کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے کہ آپ حضرات کی کیا رائے ہے؟ اگر ان حضرات کی رائے اور حضرت عثمانؓ کی ذاتی رائے اس معاملہ میں ایک جیسی ہوتی تو اسی وقت حکم نافذ فرما دیتے اور اگر رائے میں کچھ اختلاف ہوتا تو باہمی غور و فکر کے بعد فیصلہ دیتے۔ چنانچہ علامہ بیہقی کے الفاظ یہ ہیں :

----- کان عثمان اذا جلس على المقاعد جاءه الحضيان

فقال لاحدهما اذهب ادع علياً وقال للآخر اذهب

فادع طلحة والزبير ونصراً من اصحاب النبي صلى الله

عليه وسلم ثم يقول لهما تكلما ثم يقبل على القوم

فيقول ما تقولون؟ فان قالوا ما يوفى رأيه امضاه

والا نظرمہ بعد“ ۱

یہاں سے حضرت علی المرتضیٰ کا خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ سے امور خلافت میں تعاون و تعامل روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اجرائے حدود کے متعدد واقعات عثمانی دور میں ملتے ہیں جن کو سیدنا عثمانؓ نے فیصلہ کرنے کے لیے حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔

① مثلاً خلافت عثمانی میں یحسین اور اس کی بیوی صفیہ مال غنیمت میں بطور خمس قید ہو کر آئے تھے۔ صفیہ نے ایک قیدی سے زنا کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ یہ مسئلہ حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؓ نے اسے فیصلہ کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد کر دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمان نبویؐ کے مطابق زنا کے بچے کو خاندان کے سپرد کیا اور مملوک زانی اور مملوکہ زانیہ کو پچاس پچاس درے لگوائے۔

۔۔۔۔۔ فقال علیؓ لثمانؓ اقصیٰ فیہما بقضاء رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الولد للفراس وللعاہر الحجر

وجلدہما خمسين خمسين“ ۱

② حضرت عثمان کے دور خلافت میں ایک شخص نے دوسرے شخص کے ساتھ بد فعل کی یہ واقعہ عدالت عثمانی میں پیش ہوا۔ حضرت علیؓ مجلس قضا میں موجود تھے حضرت عثمانؓ نے دریافت فرمایا کہ یہ شخص شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اس شخص کا نکاح ہو چکا ہے مگر رخصتی نہیں ہوئی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا اگر یہ شخص شادی شدہ ہوتا اور رخصتی ہو چکی ہوتی تو اس پر رجم واجب تھا

۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۱۱ جلد ۱۰ باب من یشاور۔ کتاب آداب القاضی۔

۲۔ مسند امام احمد ص ۱۱۱ جلد ۱۰ تحت سننات علیؓ ربيع اول ۱۰۰ منہ منتخب العمال۔

یعنی اس کو سنگسار کیا جاتا لیکن اب اس صورت میں اس پر صرف درے لگائے جائیں گے۔
اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اس فیصلے کے اجراء کا حکم صادر فرمایا۔ اور بدکار شخص کو
یکصد درے لگائے گئے۔

----- فقال علی لعثمان لودخل بها محل علیہ الرجوع

فاما اذالم يدخل بها فاجلده الحد -----

فامر به عثمان فجلد مائة - ع

ایک ہاشمیہ (مندی بنت ربیعہ بن
حارث بن عبدالمطلب) اور **فیصلہ عثمانی میں حضرت علیؓ کا تعاون**

ایک انصاریہ دونوں ایک شخص جان بن منقذ کے نکاح میں تھیں جب ان نے انصاریہ کو
طلاق دے دی اور بعدہ فوت ہو گیا۔ انصاریہ مرضعہ تھی اور ابھی اپنے بچے کو دودھ پلاتی
تھی نیز اسے طلاق کے بعد ایک سال تک حیض نہ آیا۔ تو انصاریہ نے حضرت عثمانؓ غلیہؓ
کے ہاں حبان کی میراث میں حصہ کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے فریقین کے بیانات سننے
کے بعد انصاریہ کو میراث سے حصہ دلوا دیا۔ اس پر ہاشمیہ براغزوئے ہوئی تو حضرت عثمانؓ
نے جواب میں فرمایا کہ یہ فیصلہ میں نے تمہارے چچا زاد بھائی علیؓ کی رائے سے کیا ہے۔

----- فلامت الهاشمیة عثمان فقال هذا عمل

ابن عمك هو اشارة عليا بهذا یعنی علی بن ابی طالبؓ۔^۲

۱۔ (۱) مجمع الزوائد للشمس ص ۲۴۲ باب ما جاء في اللواط

(۲) کنز العمال ص ۹۹ بحوالہ طب طبع اول قدیم

(۳) إزالة الخفاء کامل فارسی ص ۱۸۲ تحت آیت ۲۹ طبع اول قدیم۔

۴۔ (۱) موطا امام مالک ص ۲۵۸ باب طلاق المريض (مطبوعہ محبائی دہلی)

(۲) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۱۰ باب ما قالوا في الرجل يطلق امرأته۔۔۔ الخ (دکن)

اس طرح عدالتی امور میں حضرت مرتضیٰ اکرم اللہ وجہہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ معادل رہتے تھے۔

اس مضمون کی مزید تفصیلات رحماء بینہ و حصہ سوم عثمانی باب چہارم میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

عہد عثمانی میں جمع قرآن کے مسئلہ میں حضرت علیؓ کا تعاون

۲۵۔ میں ملک شام کے علاقہ آرمینیا اور عراق کے علاقہ آذربائیجان میں اہل اسلام کفار کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ مسلمانوں کی افواج میں عرب کے مختلف قبائل جمع تھے ان لوگوں میں اپنے اپنے قبائل کی لغت کے لحاظ سے قرآن مجید میں قرآن کا اختلاف پیدا ہوا صحابہ کرامؓ میں سے حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے قبائل میں باہمی قرأت کے اختلاف کو شدت سے محسوس کیا اور معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر فوراً مرکز اسلام مدینہ شریف میں پہنچے۔ حضرت حذیفہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ کی حلیۃ ثالث کی خدمت میں پہنچ کر اپنی پریشانی کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا :

..... یا امیر المؤمنین ! اَذْرِكْ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَبْلَ

ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیہود والنصارىؑ۔

(بقیہ حاشیہ) (۳) کتاب السنن سعید بن منصور ص ۳۱۲ جلد ۲ قسم اول (مجلس علی ڈائجسٹ)

(۴) الموطا امام محمد ص ۲۶۹ طبع مصطفائی قدیم باب المرأة یطلقها زوجہا علاناً۔۔۔ الخ

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۳ تحت فضائل القرآن۔ الفصل الثامن۔ طبع دہلی۔

واضح رہے کہ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ بخاری شریف واقعہ بڑا کا ایک حصہ منقول ہے اس کا بقایا حصہ دیگر کتب حدیث ذاریج (مثلاً المصاحف لابن ابی داؤد السجستانی وفتح الباری۔ والبدایہ وغیرہ) میں پایا جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یعنی اے امیر المؤمنین ! اس امت کو پیشتر اس کے کہ وہ کتاب الشریعہ میں اختلاف کرنے لگیں سنبھال لیجئے ایسا نہ ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ اپنی اپنی آسانی کتب میں اختلاف کر چکے ہیں۔

آسانی کتابوں میں ان کا یہ اختلاف ان کے مذاہب میں باعث فساد و افتراق ہوا تھا۔ کہیں اہل اسلام میں بھی اس نوع کا انتشار قائم نہ ہو جائے۔

تنبیہ : اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے ہاں اختلاف قرأت اختلاف فی القرآن نہ سمجھا جاتا تھا ورنہ سوال اس انداز میں نہ ہوتا حضرت عذیبہؓ کو جو فکر متقی وہ صرف یہ کہ اختلاف قرأت کہیں اختلاف فی القرآن کا ذریعہ نہ بن جائے۔ ان حالات کو معلوم کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے اکابر صحابہ کرام کے مشورہ سے مندرجہ ذیل صورت اختیار فرمائی۔

خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ کے دور کا مدون شدہ قرآن مجید کا اصل نسخہ جو ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ کے پاس تھا ان سے عاریتہ منگو کر اس کے متعدد نسخے (نسخت قریش پر) تحریر اور مرتب کر واسے اور ممالک اسلامیہ کی طرف ایک ایک نسخہ قرآن مجید کا ارسال فرما دیا۔ اس کے ماسوا دیگر لغات میں لکھے ہوئے نسخوں کو (بقیہ حاشیہ) اور خصوصاً البدایہ جلد سابع ص ۲۱۶ فصل فی مناقب عثمانؓ کی ابتدا میں جمع مصحف کے اس مسئلہ کو نہایت عمدہ طریق سے بیان کیا ہے۔

اح (شیعہ) کی "تاریخ یعقوبی شیعہ ص ۲۱۶ تحت ایام عثمانؓ" میں یوں تفصیل منقول ہے کہ یہ نو (۹) عدد نسخے تھے اور کوہ بصرہ مدینہ مکہ شہر شام بحرین بن الجزائرہ کی طرف ارسال کرائے تھے یہ شیعہ مؤرخین کے بیان کے مطابق درج کیا ہے۔

اور اہل السنۃ علماء کے بیان کے موافق ہفت عدد نسخے تیار کرائے گئے تھے۔۔۔ فکتب لابل الثام مشحوناً ولابل مقرر آخر۔ وبعث ابی البصرۃ مصحفاً۔ والی الکوفۃ بآخر۔ وارسل الی مکہ مصحفاً۔ دالی (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

تلف کر دیا۔ اور یہ تمام کارگزاری یعنی صحیح نسخوں کا مدون کرنا اور قرآن کے ماسوا کا تلف کرنا وغیرہ) اکابر صحابہ کرامؓ کی رائے اور مشورہ سے ہوا تھا
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسئلہ ہذا کی مجلس مشاورت میں بذات خود موجود تھے اور مشورہ دینے والے تھے یہ حضرت عثمان کا کوئی تفرود نہ تھا۔
چنانچہ اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کے صحیح اقوال جو صحیح سند کے ساتھ اکابر مفسرین و محدثین اور مؤرخین نے نقل کئے ہیں ان میں سے ہم چند ایک پیش کرتے ہیں۔ بنور
ملاحظہ فرمادیں۔

① حضرت سید بن غفلہ (جو حضرت علی المرتضیٰؓ کے براہ راست شاگرد ہیں) بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے لوگوں کے صحیح میں اعلان فرمایا کہ :

..... یا ایہا الناس ! لا تغلوا فی عثمان ولا تغلوا لوالہ
الاخیراً فی المصاحف واحرق المصاحف فواللہ ما فعل
الذی فعل فی المصاحف الا عن ملأ منا جیباً۔^۱

(بقیہ حاشیہ) ایمن مثله۔ و اقر بالمدینۃ مصحفاً

(۱) البدایہ ص ۲۱۶ فصل فی مناقب عثمان الخ

(۲) فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۱۶ تحت باب جمع القرآن۔

الح کتاب المصاحف ص ۲۳۲ الحافظ ابی بکر عبد اللہ بن ابی داؤد السجستانی تحت
عنوان اتفاق الناس مع عثمان علی جمع المصاحف۔

(۳) فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۱۶ باب جمع القرآن

(۴) تفسیر اتقان السیوطی ص ۵۹ تحت النوع الثامن عشر فی جمعه وترتیبہ۔

(۵) البدایہ لابن کثیر ص ۲۱۴ تحت فصل من مناقب عثمان الکبار و حسناتہ

العظيمة الخ)

یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں اے لوگو! عثمانؓ کے حق میں اس معاملہ میں غلومت کرو اور ان کے حق میں کلمات خیر کے سوا کچھ نہ کہو۔ اللہ کی قسم! جناب عثمانؓ نے مصاحف کے بارے میں اور ان کے تلف کرنے میں جو معاملہ کیا وہ ہماری جماعت کی رائے اور مشورہ کے موافق کیا ہے یعنی ہماری منشا کے خلاف ہرگز نہیں کیا فلہذا ان کے حق میں کوئی غلطی قائم نہ کی جائے۔

(۲) نیز حضرت سیدنا علیؑ کے شاگرد سوید بن غفلہؓ کا بھی بیان ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰؑ سے سنا آپؑ فرماتے تھے :

----- یقول رسول الله عثمان لو دیتہ لفعلت ما فعل

فی المصاحف "اھ

یعنی حضرت علیؑ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمائے اگر میں ولی اور حاکم ہوتا تو مصاحف کے بارے میں وہی معاملہ کرتا جو عثمانؓ نے کیا ہے۔

(۳) اسی طرح اس مقام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک تفسیر افزان بھی علماء کرام نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ فرمودات زیادہ تر سیدنا علیؑ کے اپنے جہد خلافت کے ہیں آپ کے با اعتماد شاگرد سوید بن غفلہؓ کہتے ہیں کہ

----- قال (سوید بن غفلہ) قال علیؑ فی المصاحف

لو لم یصنعہ عثمان لصنعتہ "اھ

اھ کتاب المصاحف ص ۲۳ تحت اتفاق الناس مع عثمان علی جمع المصاحف (لابن ابی داؤد۔

ما تفسیر البرہان فی علوم القرآن ص ۲۲ طبع اول لاہور بدر الدین زرکشی۔

اھ کتاب المصاحف ص ۲۱ تحت عنوان اتفاق الناس مع عثمان علی جمع المصاحف (طبع اول مصر)

۲، البدایہ لابن کثیر ص ۱۲ فصل فی مناقب عثمان (طبع اول مصر)

۳، کتاب التہجد والبیان فی مقتل الشہید عثمان ل محمد بن یحییٰ الناسی ص ۵ (بقرہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا: مختلط تحریرات کو تلف کرنے کا کام (اگر بالفرض

حضرت عثمانؓ ذکر کرتے تو یوں کر دیتا۔“

مطلب یہ ہے کہ امت کی عظیم مصلحت اور قرآنی حفاظت کی خاطر یہ ایسا اہم کام تھا اور بنیادی حیثیت رکھتا تھا کہ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ ایسا نہ کر پاتے تو یوں اس طرح ضرور کرتا اور اسے مکمل کر دیتا۔“

(۴) نیز شہادت عثمانی سے قبل مفسدین کے اعتراضات کے جوابات حضرت علی المرتضیٰؑ نے بڑے عمدہ طریقہ سے پیش کئے تھے۔ ان میں سے ”احراق مصاحف“ کا جو طعن حضرت عثمانؓ پر مفسدین نے کیا تھا اس کا جواب بھی حضرت علی المرتضیٰؑ نے دیا تھا آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ:

----- داما المصاحف فانما حرق ما وقع فيه اختلافات

والبقی لهم المتفق علیہ، کما ثبت فی العرضۃ

الاخیرۃ۔^۲

”مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے نسخوں میں جو (قرآت یا لغت کے اعتبار سے)

اختلاف واقع ہوا تھا۔ اس کو تلف کیا گیا تھا اور متفق علیہ چیز کو مصاحف میں بر حال رکھا۔“

(بقیہ حاشیہ) تحت ذکر حدیث المصاحف و تخریقہا۔“

(۴) تفسیر روح المعانی سید محمود الوسیؒ ج ۲۳ جلد اول بحث اقوال العلماء فی جمع المصنف۔

علیہ قولہ العرضۃ الاخیرۃ۔ ای التی درسمہا جبرائیل علی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر سنی حیاتیہ۔“

عہد اہد ابداً لابن کثیرؒ ج ۱ تحت ثم دخلت سنة خمس

وثلاثین۔۔۔۔ الخ

عظیم کارنامہ

— کبار علماء نے اس مقام میں سیدنا عثمانؓ کی اس خدمت کو قابل قدر الفاظ کے ساتھ تحریر کیا ہے اور اسے عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔
— علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ :

”..... ولقد وفق لامر عظیم ورفع الاختلاف

وجمع الكلمة وراح الأمة“ ۱

یعنی حضرت عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم خدمت سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس سے امت کا یہ اختلاف رفع ہو گیا۔ مسلمانوں کا کلمہ مجتمع رہا۔ اہل اسلام کو انتشار کی مصیبت سے راحت ملی اور یکسوئی نصیب ہوئی۔“



۱ تفسیر البرہان فی علوم القرآن لبدیع الدین الزرکشی ص ۲۳۹
جزء اول تحت نوع ۱۱۱ - طبع اول -

رفع اشتباه

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جمع قرآن اور حفاظت قرآن کی مساعی جملہ کے سلسلہ میں جو روایات ذکر کی جاتی ہیں ان میں ”ان یحرق“ وغیرہ کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

اس چیز سے مخالفین حضرت عثمانؓ آنحضرت پر قرآن مجید کے بلانے کا طعن تجویز کرتے ہیں اور گویا اس طرح اسجناٹ کے ”جمع قرآن“ اور ”حفاظت قرآن“ کے اس اہم اور بے نظیر کارنامے کو باطل کرنے میں سعی لا حاصل کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات کے محامل اور معانی جو اکابر علماء نے ذکر کیے ہیں ان کو پیش نظر رکھا جائے تو طعن مذکور زائل ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔

چنانچہ ہم ان روایات کے معانی اور محامل کو متعدد صورتوں میں پیش کرتے ہیں۔

ادول

پہلی صورت یہ ہے کہ اکثر روایات میں یہ لفظ ”حرق“ (بالحاء المعجمة) کے ساتھ مذکور ہے اور اکابر علماء نے اس امر کی تصریح کر دی ہے چنانچہ شیخ بدر الدین العینی اور شیخ ابن حجر عسقلانی اور ملا علی قاری وغیرہم علماء نے یہ مسئلہ اس طرح درج کیا ہے :

----- قوله ”ان یحرق“ بالحاء المعجمة رواية

الاكثرين وبالمهملة رواية المروزي والوجهين رواية

المستمل وبالمهملة اثبت عليه

لہ ۱۰ عمدۃ القاری لبدر الدین العینی ص ۱۱۱ تحت کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن۔
(القیہ سانیہ صفحہ نمبر ۱۰۱)

یعنی بیشتر روایات کے اعتبار سے ”ان یحرق“ کا کلمہ ”خا“ بمعجمہ منقوطہ کے ساتھ منقول ہے اور شیخ مردزی کی روایت میں یہ لفظ یحرق حاء مہملۃ غیر منقوطہ کے ساتھ مذکور ہے اور المستملی کی روایت دونوں طریق (معجمہ و مہملۃ) کی صورت میں پائی جاتی ہے لیکن معجمہ منقوطہ کے ساتھ زیادہ ثابت اور مضبوط ہے۔

یہاں سے واضح ہو گیا کہ اگرچہ نقل روایت میں اختلاف موجود ہے تاہم اکثر روایات کے لحاظ سے حرق بالحاء المعجمۃ منقوطہ صحیح ہے ”حرق“ کے معنی نقص اور قطع کے ہیں یعنی توڑ پھوڑ دینا اور چیز کو قطع کر دینا چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ :

----- وقد يروى بالمعجمة ای ينفذ ويقطع ----- الخ حله
فلهذا ان مصاحف کو اس موقع پر توڑ پھوڑ دیا گیا اور قطع کر دیا گیا۔

دوم

دوسری صورت یہ ہے کہ روایت (یحرق) حاء المہملۃ (غیر منقوطہ کی شکل میں مروی ہے۔

”حرق اور احراق“ کے ایک معنی جلنے اور جلانے کے ہیں اور اس کے دیگر معانی میں لغت عرب میں ”پھیلنے اور کھرچنے“ کے بھی ہیں چنانچہ اس پر کہا اہل لغت کے حوالہ جات پیش خدمت ہیں :

(۱) امام راغب الاصفہانی نے مفردات القرآن میں ذکر کیا ہے کہ :

بقيہ حاشیہ

(۲) فتح الباری شرح بخاری ص ۱ جلد ۹ تحت باب جمع القرآن۔

(۳) المرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۲۰ ج ۵ تحت فصل الثالث من باب۔

لح المرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۲۵ ج ۵ لعل القاری۔ طبع ملتان۔

حرق۔۔۔۔۔ و حرق الشيئي اذا برده بالمبرد وعنه

استعير حرق الناب ع

یعنی حرق الشیء کا مفہوم یہ ہے کہ ”اس نے کسی چیز کو ریتی سے رگڑا اور چملا اور اس سے ہے کہ اس نے دانت پیسے رگڑے اور کہے“

(۲) زمخشري نے لغت حدیث کی کتاب الفائق میں تحریر کیا ہے کہ :

۔۔۔۔۔ و يجوز ان يكون من (حرق) الشيئي اذا برده

بالمبرد۔“ ع

یعنی حرق کے معانی میں سے یہ معنی بھی ہے کہ ”اس نے ریتی کے ساتھ رگڑا اور چملا“

(۳) ابن اثیر نے لغت حدیث ”النبایہ“ میں ادیشیخ طاہر الفتی نے ”مصحح البعار“ میں

”حرق“ کا معنی مذکور ذکر کرنے کے بعد حدیث سے اس کی مزید تائید ذکر کی ہے :

(ومنہ الحدیث) يحرقون انياهم غيظا و غنفاً أي يحكون

بعضها على بعض۔“ ع

یعنی وہ (دو زخمی لوگ) غیظ و غضب اور گھٹن کی وجہ سے اپنے دانت پیستے اور رگڑتے ہوں گے۔

(۴) صاحب فاموس نے اپنی مشہور لغت میں ”حرق“ کے مادہ کے تحت جہاں دیگر معانی

لکھے ہیں وہاں مندرجہ ذیل معنی بھی لکھا ہے :

۱۔ مفردات القرآن للأغلب الاصمغانی ص ۱۳۱ تحت حرق۔ طبع مصر۔

۲۔ کتاب الفائق لزمخشري ص ۱۲۶ جلد اول تحت لحي عن حرق النواة۔

۳۔ (۱) النهاية في غريب الحديث والاسلام لابن اثير الجوزي ص ۲۱۹ ج ۱ تحت ”حرق“

(۲) مجمع البحار لشيخ محمد طاہر الفتی ص ۲۵۶ ج ۱ تحت حرق۔ طبع نول کشور۔

..... حرقہ بردہ وحل بعضہ ببعض وانا به یحرقہ

وَيُحْرَقُ مَحْقَقَةً حَتَّى سَمِعَ لَهُ صَرِيحاً ۱۰

یعنی اس کو چھلا اور ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کھرچا اور دانتوں کو پیسا کہ اس کی آواز سنائی دی۔

مقصد یہ ہے کہ ”حرق“ کے معنی چھیلنے کھرچنے اور رگڑنے کے بھی لغت عرب میں موجود اور مستعمل ہیں جیسا کہ ہم نے اس چیز پر مندرجہ بالا حوالہ جات درج کر دیئے ہیں تو ان ”یحرق“ کے الفاظ (حاء المهملة) کے ساتھ جو روایات مذکور ہیں ان کا مفہوم اس طرح بیان کر دیا جائے کہ مصاحف میں قرآن مجید کے ماسویٰ چیزوں کو کاٹ دیا گیا یا رگڑ کر انہیں صاف کر دیا گیا یعنی ماسویٰ القرآن کو تلف کر دیا گیا۔

بعض ائمہ حضرات نے جو ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع قرآن مجید کے سلسلے میں مختلف مصاحف کو جلا دیا تھا وہ روایت صحیح نہیں ہے۔

حالانکہ یہ روایت باعتبار اسناد کے صحیح ہے تو ان اقوال اور روایات کے مابین توفیق و تطبیق کی بہتر صورت یہی ہے کہ یوں کہا جائے کہ ”حضرت عثمانؓ کے حکم سے وہ تفسیری نوٹ اور اپنی اپنی یادداشتوں کے طور پر جو الفاظ اور عبارات ماسویٰ القرآن تھیں ان کو کھرچ اور رگڑ کر صاف کر دیا گیا اور مصاحف کو جلا یا نہیں گیا۔ اس طریقہ سے روایت (ان یحرق) کی صحت بھی اپنی جگہ قائم رہتی ہے اور احراق مصاحف کا احراض بھی وارد نہیں ہوتا۔

سوم

تیسری صورت یہ ہے کہ ان مصاحف کو (جن سے ایک صحیح نسخہ مرتب کیا گیا تھا)

۱۰، القاموس لمجد الدین فیروز آبادی ص ۵۹ تحت مادہ ”حرق“ طبع قدیم۔

۱۱، مختار الصحاح الرازی ص ۳۶۹ تحت حرقی) طبع مصر۔

پہلے دھو ڈالا گیا اور پھر ان کو مبالغہ جلا دیا گیا۔

اس چیز کو اکابر علماء نے ذکر کیا ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے فاضی عیاض کے حوالہ سے اس مسئلہ کو پورے اعتماد اور وثوق کے ساتھ ذکر کیا ہے :

..... جزم عیاض بالجہم غسلہا بالماء ثم امرتہا

مبالغہ فی اذہا ہا۔ ملح

یعنی فاضی عیاضؒ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ان مصاحف مختلفہ کو پہلے پانی سے دھو ڈالا گیا تھا اور پھر اس کے بعد مبالغہ ان کو جلا دیا گیا تھا۔

اس طریقہ سے مسئلہ ہذا میں استخفاف اور استحقار کی صورت باقی نہیں رہتی جو موجب

اعتراض بنتی ہے۔

اور یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں جہاں احراق مصحف کی روایات ہیں وہاں ان میں پہلے ان مصاحف مختلفہ کو دھو ڈالنے کا عمل کیا گیا اس کے بعد ان کو مبالغہ جلا دیا گیا۔

چہارم

اس موقع پر شیعہ کے قدیم علماء نے مسئلہ ہذا کو بیان کرتے ہوئے اگرچہ قبل کے ساتھ احراق مصاحف کا قول بھی لکھا ہے تاہم عمومی بیان میں بالفاظ ذیل یہ درج کیا ہے کہ :

..... سلقہا بالماء انہا راخل الف ح

یعنی ان مصاحف کو گرم پانی اور سرکہ میں ڈال کر ابالا اور جوش دیا گیا اس طریقہ سے ان مصاحف کو تلف کرنے کی تدبیر کی گئی۔

۱۔ فتح الباری شرح بخاری ص ۱۹۱ تحت باب جمع القرآن

۲۔ تاریخ یعقوبی الشیخ ص ۱۲۱ تحت بحث ہذا۔

۱۔ حاصل یہ ہے کہ تحفظ کتاب اللہ عہد عثمانی کا اہم کارنامہ ہے۔ اس میں اکابر صحابہ کرامؓ کے مشورہ کے مطابق عمل درآمد کیا گیا۔ جن میں حضرت علی المرتضیٰؓ بھی شریک و شامل تھے۔

۳۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دور میں اور اس سے قبل بھی اس واقعہ کی بڑی اہمیت بیان فرمائی۔ اور محترضین عثمانؓ کو تسلی بخش جواب دیتے ہوئے ان کی طرف سے یوں اور ادفاع کیا۔

۳۔ ان واقعات سے عثمانی دور میں حضرت علی المرتضیٰ کا تقابل واضح ہے۔ اس کو تقیہ شریف پر محمول کرنے کا یہاں کوئی جواز نہیں ملتا۔

۴۔ قولہ : ان حضرات کے ذریعے۔۔۔۔۔ الخ

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تمام کدو کاوش قرآن مجید کو بغیر قرآنی الفاظ و عبارات کے اختلاط و التباس سے محفوظ رکھنے کے لیے تھی اور یہ مساعی جلیلہ قرآن مجید کے تجرّد اور تحفظ کی خاطر تھیں۔

الکابر صحابہ کرام اس مسئلہ میں امیر المومنین عثمان غنیؓ کے ساتھ تعاون کئے ہوئے تھے۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے سابق اقوال مندرجہ سے واضح ہے۔

البتہ بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق بعض چیزیں ایسی ذکر کی گئی ہیں جن سے آئینہ صاحب کا امیر المومنین سے مسئلہ جمع مصاحف میں اختلاف رائے پایا جانا مذکور ہے۔ یعنی اس معاملہ میں ابن مسعودؓ کی رائے دوسری تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے پہلے اس مسئلہ میں اختلاف رائے

کا اظہار فرمایا۔

لیکن جب حضرت امیر المؤمنین عثمانؓ نے دیگر صحابہ کرامؓ کی رائے سے اتفاق کرنے کی آپؐ کو دعوت دی تو آپؐ نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور اس مسئلہ میں اپنے اختلاف کو ختم کر کے ان کے ہم نوا ہو گئے اور پھر کوئی اختلاف باقی نہ رہا۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس چیز کو ”البدایۃ“ میں عبارت ذیل نقل کیا ہے :

----- فكتب اليه عثمان رضي الله عنه يدعو له
اتباع الصحابة فيما اجمعوا عليه من المصلحة في
ذلك وجعل الكلمة وعدم الاختلاف نائبا و
اجاب الى المتابعة وترك المخالفة رضي الله عنهم
اجمعين“ ع

یعنی ابن مسعودؓ کی طرف حضرت عثمانؓ نے مراسلہ بھیجا اس میں مصلحت دینی میں اتفاق رکھنے اور کلمہ اسلام پر اجتماع کرنے اور اختلاف ختم کرنے کی انہیں دعوت دی۔ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے اتباع کرنے کی ترغیب دلائی۔

پس ابن مسعودؓ نے اس دعوت اتحاد پر لبیک کہا اور مخالفانہ رائے کو چھوڑ دیا اور اپنے موقف سے رجوع فرمایا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔

اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے جمع قرآن و حفاظت قرآن کے مسئلہ میں دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ اتفاق کر لیا تھا اور اختلاف ختم کر دیا۔ پھر لوگوں کو مسئلہ ہذا کے متعلق مندرجہ ذیل طریقے سے ہدایات فرمایا کرتے تھے۔

عنه البدایہ والہدایۃ لابن کثیرؒ تحت فصل ومن مناقبہ الکبار وحسناتہ
العظیمۃ ----

(۱) ----- عن ابی ذرؓ قال ابن مسعودؓ جرّدوا القرآن

یقول لا تلبسوا به ما لیس منه“ ع

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لوگوں کو تلقین فرماتے تھے کہ قرآن مجید کو غیر قرآنی الفاظ و عبارات سے الگ اور علیحدہ رکھو۔ اور فرماتے کہ جو (چیز) قرآن مجید میں سے نہیں ہے اس کا قرآن مجید کے ساتھ اختلاط نہ کرو۔

(۲) ----- عن عبد اللہ رأی خطأ فی مصحف فحکّہ وقال

لا تخطوا فیہ غیرہ۔“ ع

(۳) عن ابن مسعود قال عبد اللہ جرّدوا القرآن ولا تلبسوا

به ما لیس منه“ ع

یعنی ابن مسعودؓ نے بعض مصاحف کے ساتھ کچھ تحریر لکھی ہوئی دیکھی (جو قرآن مجید میں سے نہیں تھی) تو آپؓ نے اسے کھرچ کر صاف کر دیا اور فرمایا کہ قرآن مجید میں ماسوی القرآن کو نہ ملاؤ اور اس کا کسی دوسری چیز کے ساتھ التباس و اختلاط نہ ہونے

دو۔

خلافت عثمانی میں حضرت علی کا تراویح پڑھانا جس طرح فاروقی دور میں تراویح کی جماعت

باقاعدگی سے مساجد میں ہوتی تھی اسی طرح خلافت عثمانی کے دوران بھی ہوتا رہا۔ اور بعض اوقات خود حضرت علی المرتضیٰ یہ جماعت کرانے تھے۔ چنانچہ محدثین کرام نے لکھا ہے کہ :

۱۔ المصنف لعبد الرزاق ص ۳۲۳ باب ما یکرہ ان یصنع فی المصاحف احوکتاب الصیام طبع مصر

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۹ کتاب الصلوات تحت فی التعشیر فی المصنف۔ طبع کراچی۔

۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۹ کتاب الصلوات تحت فی التعشیر فی المصنف۔ طبع کراچی۔

عن الحسن أئنا على بن ابی طالب فی زمن عثمان
عشرين ليلة شعرا حبس فقال بعضهم قد تفرغ لنفسه
شعرا هم ابو حلیمة معاذ القاری۔۔۔۔ الخ

یعنی حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دوران حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ہمیں بیس (تیراویح کی) امامت کرائی اور نماز پڑھائی پھر بقیاراتوں میں آپؐ نے اپنے آپ کو روک لیا (تشریف نہ لائے) اور بعض لوگ کہنے لگے کہ حضرت علیؓ نے اپنے لیے دقت نکال لیا ہے (یعنی آپؐ اپنی عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں) پھر ابو حلیمة معاذ القاریؓ نے ان لوگوں کی امامت کرائی۔۔۔۔۔ الخ
معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا نفاذ اس دور میں نماز تک کے مسائل تک وسیع تھا۔ حتیٰ کہ نوافل کی امامت بھی بعض دفعہ آپؓ کراتے تھے۔

حضرت علیؓ کا مالی عطیات اور وظائف کو قبول کرنا

عبد عثمانی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حیثیت ایک مرکزی وزیر اور مشرکی تھی۔ مرکز میں جو اہم مسائل خلیفہ کے لیے پیش آئے تھے ان کے فیصلہ میں حضرت علیؓ ایک اعلیٰ رکن کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

حضرت سیدنا عثمانؓ کے دور میں مختلف ممالک میں غزوات پیش آئے ۶۲۶ء میں طرابلس اور افریقہ کے غزوات پیش آئے ان میں حضرت علیؓ کی اولاد شریف حسنین شریفینؓ اور حضرت علیؓ کے برادر زادے عبد اللہ بن جعفر طیار شریک

لے کتاب قیام اللیل و قیام رمضان والترمذی ۱۵ باب صلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
جماعة لیلًا تطوعًا فی شہر رمضان۔ از محمد بن نصر المروزی۔

قتال رہے یہ

اسی طرح خراسان، و طبرستان، اور جرجان وغیرہ علاقوں میں سترہ میں غزوات پیش آئے تو اس وقت بھی حسین شریفینؑ اور حضرت علیؑ کے چچا زاد برادر عبداللہ بن عباس وغیرہ ان غزوات میں شریک رہے یہ

اس طریقہ سے حضرت علی المرتضیٰؑ کی طرف سے تعاون ان مواقع میں ہمیشہ قائم رہا ہے اسی سلسلہ میں جو "مالی عطیات" اور "ہدایا" جو مفتوحہ ممالک سے پہنچتے تھے انہیں حضرت علی المرتضیٰؑ قبول فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ سترہ میں جب خراسان کے علاقے اہل اور مرد وغیرہ مقامات مفتوحہ سے عبداللہ بن عامر داپس مع اموال غنائم مدینہ شریف پہنچے ہیں تو اہل مدینہ کو انہیں نے عطیات دیئے اور حضرت علیؑ کو ان میں سے تین ہزار درہم بھجوائے جب حضرت عثمانؓ کو یہ چیز معلوم ہوئی تو حضرت عثمانؓ غنیؓ ابن عامر سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اتنی قلیل رقم کیوں ارسال کی؟ پھر عبداللہ بن عامر نے حضرت عثمانؓ کی رضامندی سے بیس ہزار درہم مزید بھجوائے اور کچھ دیگر اشیاء بھی ساتھ ارسال کیں۔۔۔۔۔ حضرت علی المرتضیٰؑ نے یہ اموال مرسلہ قبول فرمائے اور ابن عامر کے حق میں تعریف کے کلمات بیان کیے یہ

اس نوع کے واقعات مزید مطلوب ہو تو رجاء پنجم حصہ ثانی باب چہارم کی طرف مراجعت درکار ہے۔

۱۔ تاریخ ابن خلدون ص ۱۰۳ تحت ولایت عبداللہ بن ابی اسرح علی مصر فتح افریقہ۔

۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۳۴ جلد اول تحت سنہ ۲۷ھ۔

۳۔ ابوالبراء ابن کثیر ص ۱۵۳ جلد ۲ تحت سنہ ۳۰ھ۔

۴۔ تاریخ ابن خلدون ص ۱۰۸ جلد ثانی تحت عنوان غزوہ طبرستان۔ طبع بیروت۔

۵۔ طبقات ابن سعد ص ۳۳ جلد ۵ تحت تذکرہ عبداللہ بن عامر (طبع بیروت)

عہد عثمانی اور سیدنا علی المرتضیٰؑ ایک نظر میں

- حضرت علیؑ اور حضرت عثمان کا باہم نہی تعلق اور خاندانی قرب باقی خلفاء سے زیادہ ہے۔
- اور بخوشی درضا حضرت عثمان کے ساتھ حضرت علیؑ کا بیعت کرنا مسلم ہے۔
- اہم امور خلافت میں مشورے دینا۔
- انشاء و قضاء کے مناسب قبول کرنا۔
- دیگر امور (ملکی انتظامات) میں شامل و شریک ہونا۔
- جمع مصاحف جیسے اہم مسائل میں ساتھ ہونا۔
- اس دور کی قومی و ملی جنگوں میں اولاد الی طالب کا شریک ہونا اور غنائم و عطایا مالی حاصل کرنا وغیرہ وغیرہ
- یہ تمام امور حضرت علیؑ کے عملی کردار و اخلاق کو واضح کرتے ہیں۔ اور مسئلہ تعاون کو خوب آشکارا کرتے ہیں۔ ان چیزوں کو وقتی مصلحت مبنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔
- اور ترقیہ کی غلط تادیل کے ساتھ مؤول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یہ تاویل روایت و درایت دونوں کے خلاف ہے۔
- اور حضرت علی المرتضیٰؑ کی شانِ دیانت اور شانِ اخلاص سے اس کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔



عثمانی خلافت کے آخری ایام اور مرتضوی خلافت کا ابتدائی دور

گزشتہ سطور میں امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افعال و کردار جو خلفاء ثلاثہ کے دور میں پیش آئے مختصر اُذکور ہوئے۔ اور ان کے عملی اقدامات کا اجمالاً بیان ہوا اب سیدنا عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور اس کے متعلقات کو پہلے ذکر کرنا مناسب ہے اور اس کے بعد سیدنا علیؓ کی اپنی خلافت کا ابتدائی دور شروع ہوگا۔ اس میں ان کے انتخاب کا مسئلہ اور بیعت خلافت کے مراحل اور اس کے بعد کے واقعات حتیٰ المقدور ایک ترتیب سے ذکر کرنے کا قصد ہے (بعونہ تعالیٰ)

شہادت عثمانیؓ حصہ عثمانی کے باب پنجم کے عنوانات میں اور بعد میں کتاب ”شہادت عثمانی کے متعلق اگرچہ قبل ازیں کتاب ”رحمہا وینہہ“

”مسئلہ اقربا نوازی“ کی بحث خاص میں بیان مراحل کے تحت یہ چیزیں بقدر ضرورت بیان ہو چکی ہیں تاہم اس موقع پر بھی اس مسئلہ کو تسلسل مضمون کی ضرورت کے تحت بالاختصار بیان کرنا مناسب خیال کیا گیا ہے۔ نیز ان واقعات کے ذکر کرنے کے بغیر مضمون مربوط نہیں رہ سکتا۔ اور اس دور کے حالات کا باہم ارتباط قائم نہیں ہو سکتا اس وجہ سے بعض اشیاء کا یہاں اعادہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔

شہادت عثمانی کے وقوع کے دواعی اور اسباب کیا تھے؟ اس کو اختصاراً پیش کیا جاتا ہے۔

اسلام کا جب اقوام عالم پر غلبہ ہو گیا اور بے شمار قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہو کر

اسلامی اقتدار کے تحت آگئیں اور ان میں اس کے روکنے کی امید اور ہمت نہ رہی تو اس وقت بعض اقوام جو اسلام کے ساتھ خاص عدالت دیکھ نہ رکھتی تھیں انہوں نے اسلام کا شیرازہ بکھرنے اور کلمہ واحدہ میں افتراق پیدا کرنے کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اہل اسلام میں داخل ہوئے ان کا پروگرام یہ بنا کہ انتشار و اختلاف پیدا کیا جائے اس کے بغیر غلبہ اسلام کو رد کا نہیں پاسکتا تھا اور اسلام اور اہل اسلام کے مضبوط اقتدار کو کمزور نہیں کیا جاسکتا تھا۔

ان مخالفین اسلام نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق خلیفہ اسلام کے خلاف شورش اٹھائی اور انہیں ظلامت شیعہ کر ڈالا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور

شہادت عثمانی کی وجہ خلافت میں بعض اہم عہدوں پر اپنے رشتہ داروں کو مسلط کر دیا تھا اور انہوں نے احکام اسلامی کے خلاف اقدامات کئے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر عوام خلیفہ اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ یہ نظریہ ایک عام تاریخی روایات کے تحت مطعی طور پر منجربہ کیا گیا ہے حقیقت واقعہ دوسری چیز ہے جس کو خود حضرت علی المرتضیٰ نے واضح فرمایا آپ سے آپ کے دور خلافت میں لوگوں نے سوال کیا کہ قتل عثمانیؓ پڑ لوگوں کو کس چیز نے برا گئی تھی کیا تو اس کے جواب میں جناب علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا کہ حسد اور عناد کی بنا پر لوگوں نے یہ فعل کیا۔

(۱) قیل لعلی بن ابی طالب ما حملہو علی قتل عثمانؓ ؟ قال:

الحسد۔ لہ

بیز حضرت علی المرتضیٰ نے واقعہ جبل سے قبل ذاتا ر کے علاقہ میں ایک خطبہ دیا تھا جس میں آپ نے جاہلیت کے دور کا ذکر فرمایا پھر اسلام کے اقتدار کا ذکر فرمایا پھر ان لوگوں کا ذکر

لہ کتاب السنۃ امام احمدؒ ص ۱۹۷ طبع مکہ مکرمہ

کیا جنہوں نے یہ حوادث اور مصائب اس امت پر لا کر کھڑے کیے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ اقوام دنیا کی طالب ہیں انہوں نے اس انعام اور فضیلت پر حسد کیا ہے جو اللہ نے اس امت پر فرمائی ہے اور انہوں نے اسلام اور اس کے (فضل و کمال) کی چیزوں کو (ازراہ حسد) پس پشت ڈال دینے کا قصد کر رکھا۔

(۲) ثم حدث هذا الحدث الذي جره على هذه الامة
اقوام طلبوا هذه وحدا من انعم الله عليه بها وعلى
الفضيلة التي من الله بها وارادوا رد الاسلام والاشياء
على اديارها والله بانغ امره..... الخ. لـ

فہذا اس دور کے اکابر صحابہ کرامؓ کی تصریح کے مطابق حضرت عثمان کی شہادت
مفسدین نے محض اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ عناد اور حسد کی بنا پر کی تھی اور مسلمانوں
کے درمیان افتراق ڈالنے کے لیے کی تھی۔

علماء نے اس کی وضاحت فرمادی ہے چنانچہ
قاتلین کیسے لوگ تھے؟
امام نوادی نے مسئلہ ہذا کے متعلق شرح مسلم شریف
میں فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ مظلوماً قتل کئے گئے تھے اور ان کے قتل کرنے والے
فسادی اور فاسق لوگ تھے۔

وجہ یہ ہے کہ اسلام میں قتل کرنے کے اسباب منضبط ہیں (یعنی جس نے کسی
کو قتل کیا ہو یا زانی شادی شدہ ہو یا دین سے مرتد ہو گیا ہو)
ان وجوہ کی بنا پر مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ اور ان اسباب میں سے کوئی ایک

۱۔ تاریخ طبری ۱۹ ج ۱ ص ۲۶ تحت عنوان نزول امیر المؤمنین ذوالنار

۲۔ البدایہ ابن کثیر ص ۲۳ تحت واقعات درجہ

۳۔ الفتنہ ووقعۃ الجمل ص ۱۴ سیف بن عمر الضبی الاسدی۔

بھی یہاں نہیں پایا جاتا تھا اور نہ ہی حضرت عثمانؓ سے ان چیزوں میں سے کوئی بات صادر ہوئی تھی۔

یہ چیز اچھی طرح عیاں ہے کہ قتل عثمانی میں صحابہ کرامؓ شامل نہ تھے حضرت عثمان کو قتل کرنے والے ناکارہ افراد کیلئے اور ذیل طبقہ کے لوگ تھے اور یہ سب فساد ہی مفر تھا۔ ان لوگوں نے خلیفہ اسلام کے خلاف ایک جماعت قائم کی اور مصر و فیر سے اناسد ارادہ کے تحت (یہاں مدینہ شریف پہنچے اور اس وقت جو صحابہ کرامؓ موجود تھے وہ ان فسادوں کی مداخلت سے عاجز آگئے پھر کچھ ایام ان لوگوں نے دار خلافت کا محاصرہ جاری رکھا اور آخر موقعہ پا کر حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا۔

(۱) — وقتل مظلوماً وقتلته فکفة لان موجبات

القتل مضبوطة ولم يعبر منه رضى الله عنه ما يقتضيه

ولم يشارك في قتله احد من الصحابة وانما قتله همج

ورعاع من غوغاء القبائل وسفلة الاطراف والارذال۔

تجزوا وقصدوا من مصر فعجزت الصحابة المحاصرون

عن دفعه فمحصروا حتى قتلوه رضى الله عنه۔^۱

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے قرۃ العینین میں واقعہ ہذا کو مندرجہ ذیل عبارت میں

ذکر کیا ہے۔

(۲) قوے از مریدان کہ نہ از صحابہ بودند، و نہ از تابعین، ہم با حسان بلکہ

بقلت تدین موصوف، و بہ بد نہادی معروف، بسبب کیلئے ہائے چند

۱۔ (۱) نوادی شرح مسلم شریف ص ۲۴۳ طبع نور محمد دہلی تحت کتاب الفضائل الصحابہ

۲۔ البدایہ ص ۱۹۵ طبع ادل مصری۔

بمدینہ شریف آمدند۔ وبرزوا النورین تفضیت نمودند۔^۱

مطلب یہ ہے کہ مصر وغیرہ سے ایک گروہ مدینہ شریف میں آیا یہ لوگ نہ صحابہؓ میں سے تھے اور نہ ان کے اچھے تابعین میں سے تھے۔ بلکہ ان لوگوں میں دینداری کم تھی اور بد نہادی میں مصروف تھے اور کینہہ دور تھے۔ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر دائرہ حیات تنگ کر دیا۔

مسئلہ ہذا کی تائید قتل عثمانی میں صحابہ کرامؓ بالکل شامل نہ تھے اس کی مسئلہ کی مزید تائید مطلوب ہو تو مندرجہ ذیل حوالہ جات کی طرف رجوع کرنے

سے اطمینان ہو سکے گا۔

(۱) ابوالشکور السالمی نے اپنی تصنیف کتاب التہدید ص ۱۶۳ تحت القول الرابع فی خلافة عثمان۔ (طبع لاہور) میں لکھا ہے کہ

۔۔۔۔۔ بقی اناس مصر ولم یکن معہم من الصحابة احد

فقتلوا احداً و دخلوا علیہ و قتلوه مظلوماً الغ

یعنی قتل کے موقع پر (مصری لوگ تھے ان کے ساتھ صحابہ میں سے کوئی ایک نہ تھا۔ دیوار کو پھانک کر داخل ہوئے اور عثمان کو مظلوماً قتل کر دیا۔“

(۲) اسی طرح فاضی البکر ابن العربی نے العورم من القورم ص ۱۳۷ (تحت مسئلہ قتل عثمان) طبع لاہور۔ میں ذکر کیا ہے کہ

ان اجد امن الصحابة لم یسمع علیہ ولا فقد عند الغ

یعنی صحابہ نے حضرت عثمان کے خلاف مساعی میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی ان سے روگرداں ہوئے۔“

۱۔ قرۃ العینین از شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۴۸ طبع مجتہدائی دہلی تحت کماثر مل فی اللہ عنہ

۲۔ منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۸۶ جلد ثانی۔ طبع لاہور

(۳) اور اب کثیر نے البدایہ ص ۱۸۵ میں تحت قتلہ نہ لکھا ہے کہ :

----- تسوّر اعلیہ الراردا حرقوا الباب ودخلوا علیہ ولس

فیہ احد من الصحابہ الخ۔

یعنی حملہ آور لوگ دیواروں پر چڑھ کر آئے اور دروازہ کو جلا دیا اور ان میں صحابہ کرامؓ

میں سے کوئی ایک بھی شریک قتل نہ تھا۔

بعض مؤرخین نے قتل عثمانؓ میں بعض صحابہ کا نام (عمر بن الحق وغیرہ) ذکر کیا ہے

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ مشاہیر صحابہ کرامؓ میں سے کوئی صاحب بھی قتل ہذا میں

شریک نہ تھا۔ مؤرخین کا یہ قول مرجوح اور تروک ہے۔

وجہ یہ ہے کہ بعض دفعہ تو مؤرخین عمر بن الحق کو قاتلین حضرت عثمانؓ میں شامل

قرار دیتے ہیں اور بعض دوسرے مقامات میں اسی شخص کو قاتلین سے خارج گردانتے ہیں

اس طرح مسئلہ ہذا میں تضاد اقوال پائے جاتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام نوادی ابن تیمیہ ابوالشکور السالمی ابن العربی اور حضرت شاہدلی

اللہ دہلوی وغیرہم جیسے اکابر علماء کی تصریحات کے بالمقابل کسی غیر معروف راوی کا قول قابل

تسلیم اور لائق التفات نہیں ہے۔ نیز کسی مؤرخ کے بے سند قول کی بنا پر ان حضرات کے

فیصلے کو رد کر دینا انصاف کے خلاف ہے۔

لہذا اس مسئلہ میں صحیح پوریش یہی ہے کہ کسی معروف صحابی نے قتل عثمانؓ میں حصہ

نہیں لیا اور نہ ہی کوئی صحابی اس قتل میں شریک ہوا۔

مطالبات قاتلین عثمانؓ علماء فرماتے ہیں کہ بعض فساد بی گردہ و معر وغیرہ
سے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف اٹھ کھڑے

ہوئے تھے انہوں نے بظاہر مطالبات ذیل سامنے رکھے ہوئے تھے :

مثلاً ایک مطالبہ یہ تھا کہ آپؓ خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔

دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ آپ کے امراء جو ملک کے اطراف میں موجود ہیں ان کا عزل و نصب ہماری مرضی کے مطابق کر دیا جائے۔

اگر آپ مذکورہ بالا مطالبات پورے نہ کریں گے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔
مدعاۃ الیضان آنکھ کئے از سببہ کار قبول نماید خلع خلافت کند، یا غزل و نصب امراء
امصار بطور ماگزارد یا اورا بکشیم۔^{۱۷}

اور محاصرہ کے دوران باجوہ حضرت عثمانؓ کی مدافعت کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ اور اہل مدینہ کو سختی سے منع کر دیا تھا۔ اور محاصرہ کے دوران تاہم بعض صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کی مدافعت میں حتی المقدور سعی کی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی حفاظت تدابیر میں پوری کوشش کی اور اپنی اولاد کے ذریعے بھی مدافعت کو ششوں میں برابر شریک رہے۔ قبل ازین یہ مسئلہ رحماء وینہو حصہ عثمانی باب پنجم میں درج کیا گیا۔

اور شیعہ علماء نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے ہاتھ سے اور زبان سے (حملہ آور دی کی پوری پوری مدافعت کی لیکن کارگر نہ ہو سکی
امنه لزم بیثباته والعزل عنه بعد۔ ان دافع عنه طویلاً

بیلہ ۵ دلسانہ فلو یمكن الدافع۔^{۱۸}

اس صورت میں حضرت ذوالنورینؓ نے ان کے خلافت سے دست برداری کے مطالبہ کو نہیں تسلیم کیا۔

۱۷ قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین ص ۳۱۷ از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تحت بحث ماثر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۱۸ شرح فہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی الشیعہ ص ۲۵۳ طبع طہران تحت عبارت
بامعادیۃ ان نظرت یعقل دون هواك الخ

۲، شرح فہج البلاغۃ لابن ابی المحدیٰ شیعہ ص ۲۴۹ تحت متن امنہ بالاعتی
ہوم لذین یا یعروا بأبدہ۔

دیگر وجہ کے علاوہ حضرت موصوف کے سامنے وہ وصیت بھی تھی جو جناب رسالت
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمائی تھی جس کو حضرت عائشہؓ نے نقل کیا ہے -
 ”لَعَلَّ اللّٰهُ يَفْصِلَكَ فِيمَا فَاَن ارَادَكَ عَلٰى خُلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْ
 لَهُمْ“ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۲ بحوالہ الترمذی وابن ماحبہ
 باب مناقب عثمان الفصل الثانی)

”یعنی اے عثمان امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو قمیض (خلافت) پہنائیں گے اگر
 لوگ آپ سے اس قمیض کے اتارنے کا قصد کریں تو ان کے لیے قمیض (خلافت)
 کو نہ اتارنا“

خدا کی تقدیر بندوں کی تدبیر پر غالب ہوتی ہے۔ آخر کار انہوں نے حضرت عثمان
 خلیفہ برحق کو اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ ظلاً شہید کر ڈالا۔ اور آپ وہ سعادت بھی پا
 گئے جو جمعہ کے دن سفر آخرت پر جانے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔
 اور یہ لوگ اپنے مذموم مقصد یعنی مرکز اسلام (خلیفہ برحق) کے ختم کرنے میں کامیاب
 ہو گئے۔

مختصر یہ ہے کہ یہ لوگ اشرار و مفسدین تھے۔ اور عبد اللہ بن سبا یہودی (جو اپنے
 آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا) کی سرکردگی میں انہوں نے یہ انقلابی تحریک اٹھائی ہوئی تھی اور
 فساد فی الاسلام اور افتراق بین المسلمین ان کے مقاصد تھے۔ زبان سے جو مطالبات ظاہر
 کرتے تھے وہ سراسر دھوکہ دہی تھی اور وہ غلط پروپیگنڈا کے درجہ میں تھے حقیقت
 سے بعید اور واقعات سے دور تر تھے۔ ان کا اصل مدعا وہی تھا جو سابقہ ذکر ہوا ہے
 اسلام کا تاریخ میں سیدنا عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ ساخہ عظیم تھا۔ جو صحابہ کرامؓ کے ظن و گمان
 کے خلاف رونما ہوا تھا۔ اکابرین حضرات اس وجہ سے درطہ حیرت میں پڑ گئے اور قلق و
 اضطراب میں مبتلا ہوئے۔

حاشیہ

قولہ: ظلماً شہید کر ڈالا۔

۱۔ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت عثمانؓ میں اکابر صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہاتھ تھا اور ان کے ایمان پر شہادت عثمانی واقع ہوئی کہا جاتا ہے ان اکابر حضرت نے اطراف میں خطوط ارسال کر کے حضرت عثمانؓ کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی ترغیب دلائی اور ان کو قتل کر ڈالنے پر لوگوں کو آمادہ کیا۔

اس نوع کی روایات کی بنا پر بعض لوگ مندرجہ بالا حضرت کے خلاف بکثائی کرتے ہیں۔

ان شبہات کے ازالہ کے لیے ذیل میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں ان پر نظر غائر کر لینے سے ان کا ازالہ ہو جائے گا۔

پہلے جعلی خطوط کے متعلق حوالہ جات درج کئے ہیں اس کے بعد قتل عثمانیؓ سے برأت کا بیان مختصراً تحریر کیا ہے۔

اکابر مصنفین نے لکھا ہے کہ جس وقت یہ مقصد بن مدینہ طیبہ سے واپس اپنے گھروں کو روانہ ہوئے

جعلی خطوط سے برأت

کچھ دور جا کر پھر لوٹ کر آئے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ حضرت عثمانؓ نے بدعہدی کرتے ہوئے ہمارے قتل کا حکم صادر کیا ہے۔ اب آپؓ ہمارے ساتھ چلیے اور حضرت عثمانؓ سے اس معاملہ میں ہمارے لیے گفتگو کیجئے اس پر حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا:

لا رادھ لا اقوم مکتو۔ قالوا فلو کتبت الیہا

قال: لا والله ما كتبت اليكوكما باقط. قال فنظر بعضهم الى بعضي ثم قال بعضهم لبعض ألهذا اتقاتلون اولهذه تغضبون“ ۱

نہیں! اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں چلوں گا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں کیوں خطوط لکھے؟ اور خطوط کے ذریعے کیوں بلوایا؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم میں نے تمہاری طرف کوئی خط نہیں لکھا اس پر وہ ایک دوسرے کی طرف (عجب و حیرانی سے) دیکھنے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا تم اسی کی خاطر قتال کرتے ہو؟ یا اسی کی طرفداری کے لیے غضب ناک ہوتے ہو؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی جانب سے کئی فرضی خطوط لوگوں کو لکھے اور ایک سازش سے وہ لوگوں کو مخالفت عثمانی پر اکساتے تھے اور یہ کارکردگی یقیناً ان لوگوں کی طرف سے ایک خطرناک سازش تھی۔

اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے ”البدایہ“ کے متعدد مقامات میں تحریر کیا ہے کہ جو صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ مدینہ شریف میں موجود تھے ان کی جانب سے جعلی خطوط آفاق مدینہ کی طرف لکھے گئے اور ان خطوط میں (بظاہر حضرت عثمانؓ کے عمال کی بے اعتدالیوں کی فرضی داستان ذکر کر کے) حضرت عثمانؓ کی مخالفت پر لوگوں کو براہِ انگینہ کیا گیا اور قتال عثمانی پر آمادہ کیا گیا تھا چنانچہ کہتے ہیں کہ:

۱، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۱۵ ج ۵ کتاب الفتن تحت ما ذکر فی عثمان طبع کوپن

۲، تاریخ طبری ص ۵۰۵ ج ۵ تحت ۳۵ ذکر واقعات شہادت عثمانی

۳، تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۳۶ ج ۱ تحت ۳۵

۴، مجمع الزوائد لمبہ ص ۲۲۹ ج ۲ جلد سابع کتاب الفتن

وَوَرِّتْ كِتَابَ "عَلَى لِسَانِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ بِالْمَدِينَةِ، وَعَلَى
لِسَانِ عَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، يَدْعُونَ النَّاسَ إِلَى قِتَالِ عُمَانَ
وَنَصْرِ الدِّينِ، وَانَّهُ أَكْبَرُ الْجِهَادِ الْيَوْمِ" عَلَيْهِ
اورد دوسرے مقام میں بحوالہ ابن جریر الطبری ذکر کرتے ہیں کہ:

لِالصَّحَابَةِ كَتَبُوا إِلَى الْآفَاقِ مِنَ الْمَدِينَةِ يَا مَعْرُونَ النَّاسَ
بِالْفُتُوْحِ عَلَى عُمَانَثٍ يَبْقَا قُلُوبَهُ - هَذَا الْكُذْبُ عَلَى الصَّحَابَةِ ،
وَأَمَّا كَتَبْتَ كِتَابٌ مَزُورَةٌ عَلَيْهِمْ كَمَا كَتَبُوا مِنْ جَهْمَةٍ
عَلَى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ إِلَى الْخَوَارِجِ كُنَّا مَزُورَةٌ عَلَيْهِمْ أَكْبَرُ دَهَائِلِهِ

ان کا مفہوم یہ ہے کہ جو صحابہ کرامؓ مدینہ طیبہ میں موجود تھے ان کی طرف سے خصوصاً
حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ کی جانب سے آفاق مدینہ میں لوگوں کو جعلی مکتوبات ارسال
کیے گئے۔ قتال عثمانؓ اور دینی نصرت کی خاطر ان خطوط میں دعوت دی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ
بڑا جہاد ہے اس میں شریک ہوں۔

یہ سب خطوط جعلی تھے جو ان اکابر حضرات کی طرف منسوب کر کے ملک میں پھیلائے
گئے اور جب ان حضرات سے اس بارے میں رجوع کیا جاتا تو وہ متحیر ہو جاتے اور انکار کرتے
اور اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے۔ ان حضرات کی صداقت و دیانت امت میں مسلم ہے اس
بنا پر یقین سے کہا جاتا ہے کہ یہ مفروضہ خطوط بالکل جعلی اور غلط تھے۔

اسی طرح وہ خط جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے حاکم مصر کی جانب لکھا گیا تھا کہ ان

لَا الْبِدَايَةَ لَابْنِ كَثِيرٍ مَج ١٤٣ طبع مصر تحت ذکر مجبى الاحزاب الى عثمان المرة الثانية
من مصر

لَا الْبِدَايَةَ لَابْنِ كَثِيرٍ مَج ١٤٥ تحت ذكر مجبى الاحزاب الى عثمان الخ

خط لانے والوں کو پیچھے ہی قتل کر دیا جائے) وہ بھی سراسر جعلی خط تھا اور قتل عثمانؓ کے جواز پیدا کرنے کے لیے مرتب کیا گیا تھا اور اس میں حبہ برابر بھی صداقت نہ تھی۔

نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حضرت صدیقہ کی طرف سے برأت
 کی طرف بھی اسی نوع کے فرضی خطوط

منسوب کیے گئے تھے جو حقیقت میں ان مفدین نے اس فتنے کو کھڑا کرنے کے لیے اطراف میں لوگوں کی طرف لکھے تھے۔

اور ان کے جعلی ہونے کا ثبوت اس طرح پایا گیا کہ جب عائشہ صدیقہ کی خدمت میں قتل عثمانؓ کی خبر پہنچی تو قاتلین کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ تم نے حضرت عثمانؓ سے اپنے مطالبات تسلیم کر لئے پھر اس کے بعد ان کو قتل کر ڈالا۔

مسروق ایک مشہور تابعی ہیں انہوں نے اس موقع پر عرض کیا کہ (لوگ کہتے ہیں) یہ سارا کام آپ نے کرایا تھا۔

اور آپؐ نے لوگوں کی طرف خطوط لکھے اور ان کو عثمانؓ کے خلاف خروج کرنے کا حکم دیا۔ اس چیز کے جواب میں حضرت صدیقہؓ نے اس فعل سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

لا، والذي امن بـ المؤمنون، ولا ريم الكافرون، ما كتبت
 لهم سوداء في بيضاء حتى جلست مجلسي هذا^۱ ع
 یعنی (یہ بات) نہیں۔ اس ذات تعالیٰ کی قسم! جس ذات پر مومن ایمان لائے اور

۱۔ تاریخ خلیفہ ابن عباسؓ ج ۱ ص ۱۲۶ تحت ۳۵
 ۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۱۹۵ ج ۲ طبع مصر تحت فضل فی ان قتلا اول الفتن والاهل
 واردة فی ذالک۔

۳۔ العواصم من القواصم ص ۱۳۶ طبع مصر للقاظمی ابی بکر ابن العربی۔

کافر اس سے منکر ہوئے ہیں نے ان کی طرف اس مجلس کی نشست تک کوئی چٹھی نہیں لکھی تھی۔
اس چیز میں اس بات پر واضح دلالت پائی جاتی ہے کہ ان خارجی لوگوں (یعنی مفسدین) نے صحابہ کرام کی جانب سے جعلی خطوط لکھے تھے اور اطراف و افاق کے لوگوں کو حضرت عثمان کے حق میں بدظن کیا اور ان کے قتال پر برا بھلا کہنے لگے تھے۔

اسی طرح ایک یہ چیز بھی ذکر کیا کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے پہلے قتل عثمانی پر لوگوں کو تحریض دلائی اور کہا کہ اس فتنیل یہودی کو قتل کر ڈالو اور جب وہ قتل کئے گئے اور لوگوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کر لی تو ام المومنین حضرت علیؓ کی عناد کی بنا پر مخالفت کرنے لگیں اور دم عثمانی کا مطالبہ کھڑا کر دیا۔ اس نوع کی روایات کے حق میں کبار علماء نے تجزیہ کر دیا ہے۔ اور فیصلہ فرما دیا ہے کہ :

”کتاب الاصل له وهو من مفتریات ابن قتیبہ وابن اعمش
الکوفی والمساعلی وكانوا مشهورین بالکذب والاختراع“
تفسیر روح المعانی ص ۲۲ پارہ بائیس تحت آیت وقرب فی
سوتکون۔ بیان برأۃ عائشہ من مخالفة الله ورسوله۔

یعنی یہ روایات بالکل دروغ ہیں ان کا کوئی اصل نہیں یہ چیزیں ابن قتیبہ اور ابن اعمش
کوفی اور مساعلی جیسے لوگوں کی اختراع و دانیوں میں سے ہیں یہ لوگ دروغ گوئی میں مشہور تھے اور
جھوٹ تیار کر لینے میں شہرت یافتہ تھے۔

قتل عثمانی سے حضرت علیؓ کی برأت کاملہ
بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے قتل میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دخل تھا اور ان کے اشارے سے یہ سانحہ
ردنا ہوا۔ اس قسم کے بے اصل روایات کی بنا پر کئی لوگ حضرت علیؓ کے خلاف بدظنی مبتلا
ہو گئے۔

یہ گمان حقیقت کے برخلاف ہے واقعہ ہذا میں حضرت علی المرتضیٰ کا کوئی عمل وظل نہ تھا نہ ہی ان کی طرف سے حضرت عثمان کے خلاف کسی قسم کی تحریریں و انگیزت پائی گئی تھی۔ اس پر ہم ذیل میں چند مختصر سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ کے اپنے اقوال ہیں اور ان کے احباب کے مصدقہ بیانات ہیں۔ اور ان کی جماعت کے واضح فرمودات ہیں۔ ان بیانات کے ملاحظہ کر لینے سے امید ہے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے گا یا طریحین کرام اس مسئلہ کے حوالہ جات پر نظر غائر فرما دیں۔

(۱) ----- یقول (ابن عباس) سمعت علیاً یقول والله

ما قتل عثمان ولا امرت بقتله ولكن غلبتُ۔

(۱) المصنف بعد الرزاق صفحہ ۱۱۲ باب مقتل عثمان روایت ۲۰۹۴۲

از مطبوعات مجلس علی

(۲) البدایہ لابن کثیر صفحہ ۱۹۳ تحت مسئلہ ہذا

(۲) ----- عن یث عن طاؤس عن ابن عباس قال سمعت

علیاً یقول حین قتل عثمان والله ما قتلته ولا امرت

ولكن غلبت یقول ذالک ثلاث مراتٍ۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۱۱۲ تحت تذکرہ عثمان بن عفان)

(۳) ----- عن ابن عباس قال قال علی: ما قتلته یعنی

عثمان ولا امرت ثلاثاً ولكن غلبت۔

المصنف لابن ابی شیبہ صفحہ ۲۰۲ کتاب الفتن رابع کراچی

(۴) ----- عن عبد الکریم عن ابن عباس قال اشهد علی

علیاً انه قال فی قتل عثمان لقد هیت عنه ولقد كنت کارهاً

لقتله ولكن غلبت۔

(لساب الاشرف البلاذری ص ۱۱۱)

مندرجہ بالا حوالہ جات کا مفہوم یہ ہے کہ :

حضرت علی المرتضیٰؑ کے خاص مستند حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان سے نقل فرماتے ہیں کہ
رحب جناب عثمانؓ قتل کئے گئے (تو میں نے حضرت علی المرتضیٰؑ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ
کی قسم ! حضرت عثمانؓ کو میں نے قتل نہیں کیا اور نہ ہی میں نے ان کے قتل کا حکم دیا ہے بلکہ
میں نے قتل ہذا سے منع کیا تھا (مگر لوگوں نے میری بات نہ مانی) اور میں اس معاملہ میں
مغلوب رہا۔“

حضرت علی المرتضیٰؑ کی یہ برأت بے شمار اکابر مصنفین نے بہت سے اسانید کے
ساتھ نقل کی ہے۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے یہاں لکھا ہے کہ ----- ثبت ذالک عن
من طرق تفید القطع عند کثیر من أئمة الحديث علیؑ یعنی کثیر محدثین سے انہی
قدر اسانید کے ساتھ یہ برأت منقول ہے کہ یقین کے درجہ میں پہنچ گئی ہے۔ ہم نے یہاں صرف
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول مختصراً ذکر کیا ہے۔

ابن عباسؓ کے ماسوا بھی بہت سے صحابہ کرامؓ اور تابعین نے مذکورہ برأت علوی کو بیان
فرمایا ہے لیکن مسئلہ کی وضاحت کے لیے اتنا ہی بیان کر دینا کافی خیال کیا گیا ہے حضرت
علی المرتضیٰؑ نے اس مسئلہ میں متعدد دفعہ اپنی برأت حلف کے ساتھ بیان فرمائی ہے اور
جناب مرتضیٰؑ اپنے قول و فعل میں صادق و دیانت دار ہیں۔

دوسری چیز اس مقام میں یہ قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر جب حضرت
علی المرتضیٰؑ کے ہاں پہنچی ہے تو آپؑ نے اس وحشت ناک خبر پانے کے بعد برأت مذکورہ
کے علاوہ تائید کے حق میں بددعا کے کلمات بھی ارشاد فرمائے۔ آپؑ نے تائید کے

۱۔ البدایہ ابن کثیر ص ۱۹۲ تحت مسئلہ ہذا۔ بیع اول مصری۔

حق میں یوں ارشاد فرمایا کہ :

(۱) تَبَّأَ لَكُمْ آخِرُ الدَّهْرِ

اور بعض روایات کی رو سے

تَبَّأَ لَكُمْ سَائِرُ الدَّهْرِ

بعض مقامات میں اس موقع پر سیدنا علی المرتضیٰؑ کی جانب سے لعن و نفرین کے کلمات بھی مذکور ہیں۔

”..... فَقَالَ عَلَى لَعْنِ اللَّهِ تَسْلَةَ عَثَمَانَ فِي السَّهْلِ وَالْجَبَلِ

وَالسَّيْرِ وَالْبَحْرِ“ ۱۷

یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ نے قاتلین عثمانؓ کے حق میں فرمایا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ہلاکت اور بربادی ہو۔

اور دوسری روایت کے الفاظ کی رو سے حضرت علی المرتضیٰؑ نے قاتلین عثمانؓ کے حق میں فرمایا کہ مدت العمر ان کے لیے ہلاکت اور تباہی ہو۔“

اور ابن شیبہ کی روایت کی رو سے حضرت علی المرتضیٰؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قاتلین عثمانؓ پر لعنت کرے ہر جگہ لعنت ہو صاف زمین میں، پہاڑوں میں، اور خفگی اور سمندر میں۔“

مختصر یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے علف کے ساتھ اس معاملہ سے اپنی برأت بیان

۱۷ (۱) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۲۱ کتاب الفتن طبع کراچی

(۲) کتاب السنن سعید بن منصور ج ۲ باب جامع الشادة القسم الثانی جملہ ثنائت

(۳) طبقات ابن سعد ج ۱۹ قسم اول تحت تذکرہ علی بن ابی طالب جلع یثرب۔

(۴) کتاب الکلی للذوالابی ج ۱۳۶ باب الجیم من کیمتہ ابی جعفر۔

۱۸ المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱۱ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

فرمانی (جیسا کہ اوپر درج ہوا) اور پھر قاتلین عثمان پر بددعائیں فرمائیں یہ چیزیں مستقل قرآن کے درجے میں ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کا قتل عثمانی نہیں کوئی تعلق نہیں امدان کا دامن اس داغ سے پاک و صاف ہے۔

پس ان بیانات کے بعد ان کے حق میں سوء ظنی قائم رکھنا ہرگز روا نہیں۔

شیعہ کی طرف سے تائید

گزشتہ سطور میں قتل عثمانؓ سے حضرت علی المرتضیٰؓ کی برأت اپنی کتابوں سے پیش کی ہے۔

اس کے بعد شیعہ کی معتبر کتابوں سے بھی یہی مسئلہ ناظرین کی خدمت میں بطور تائید تحریر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا ایک خط جو امیر معاویہؓ کی جانب ارسال کیا گیا اس میں مذکور ہے کہ:

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں:

----- ولعمری یا معاویہ لئن نظرت بعقلک

دون هواء لتجدنی ابراء الناس من دم عثمان

ولتعلمن انی کنت فی عرلة عنه الا ان تعجنی فتجبت

ما بادلک - والسلام - له

یعنی اے معاویہ! مجھے اپنی عمر کی قسم! اگر آپ اپنی خواہش اور خود

غرضی کو دود کر کے اپنی حق سے نظر غائر کریں تو آپ مجھے عثمانؓ کے

لہ نہج البلاغہ ص ۸۳ جلد ۱ تحت ومن کتاب اللہ علیہ السلام الی معاویہ ف

الاحتجاج بالبیعة والتبرأ من دم عثمان“ (طبع مصر)

خولی سے لوگوں میں سے زیادہ بری پائیں گے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں
 اس معاملہ میں بالکل الگ رہا۔ مگر یہ کہ آپ واضح چیز کو چھوڑ کر اور چھپا
 کر مجھے قصور وار ٹھہرائیں۔ والسلام
 اس مضمون کی کئی ردایات شیعہ کتب میں دستیاب ہو سکتی ہیں مگر یہاں صرف ایک
 حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔



دو چہارم

عہد علوی

خلیفہ رابع کے انتخاب کا مسئلہ

جن حالات میں حضرت عثمان شہید ہوئے ان میں یہ مفصل لوگ کس کو امیر منتخب کیے بغیر ایسے لوٹنا اپنے لیے ہلک سمجھتے تھے اور اس میں اختلاف الناس و فساد امت کے خطرات تھے پس اس معاملہ میں وہ خود پریشان تھے کہ کس کو امیر بنایا جائے؟ ان میں سے بعض (یعنی بصریوں) کی رائے یہ تھی کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کو خلیفہ بنایا جائے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔

اور ان میں سے بعض (یعنی کوفیوں) کی رائے یہ تھی کہ حضرت زبیر بن عوامؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی جائے۔ اور ان میں سے مصریوں کا ارادہ یہ تھا کہ سیدنا حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور ان کو خلیفہ منتخب کیا جائے پہلے ان لوگوں نے اس مقصد کے لیے حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ کی طرف رجوع کیا تو ان دونوں حضرت نے منصب خلیفہ قبول کرنے اور بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں یہ لوگ پہنچے تو آپؓ نے بھی اولاً انکار فرمایا اور اس مسئلہ سے الگ رہنے کی پوری کوشش کی جیسا کہ ہم قبل ازیں بحث ”من کنت مولاً فعلیؓ مولاً“ کے تحت ذکر کر چکے ہیں۔ یہ لوگ کسی دوسری شخصیت کو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے بعد خلافت کے لیے آمادہ نہ کر سکے یا انہوں نے کسی دیگر شخصیت کو اس منصب کے لیے موزوں نہ پایا تو حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں پھر حاضر ہو کر اصرار کرنے لگے اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھی اپنے

ساتھ لے آئے اور عرض کیا کہ امت کے لیے یہ معاملہ ایسا ہے کہ اسے بغیر امیر کے نہیں چھوڑا جاسکتا۔ تو ان حالات میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے بیعت لینا قبول فرما لیا۔

سیدنا علیؑ کے ساتھ بیعت حقیقت الامر یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ حضرات کے بعد اس منصب کے لیے کوئی صاحبِ حضرت

علیؑ سے غائی نہ تھے نہ مرتبہ میں نہ علم میں نہ اتقار میں نہ دینداری میں۔ پس ان کے حق میں بیعت منقہ ہوئی۔

----- ولعلیک بعد الشلثة کالمربع قدراً وعلماً
ولقی و دیناً فانهقدت له البیعة علیہ

اور یہ بیعت بعض مومنین کے قول کے مطابق موافق بروز پنجشنبہ تار یخ چوبیس ماہ ذوالحجہ ۳۵ھ میں ہوئی تھی حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور دیگر حضرات نے بیعت کی اور دوسرے روز جمعہ کے دن اہل مدینہ نے مسجد نبویؐ میں بیعت کی اور اہل مدینہ میں سے کثیر تعداد حضرت صحابہ کرامؓ اور تابعین نے اس میں شمولیت فرمائی اور بیعت میں داخل ہوئے۔

قاتلین عثمانؓ اور ان کی جماعت کثیرہ کا اس دفت اہل مدینہ پر رعب اور تسلط تھا اور حضرت علیؑ کی بیعت کرنے والے اولین ہی افراد تھے کیونکہ یہ لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کر کے ایک گونہ اپنی سیاسی پناہ چاہتے تھے اور اس کے بغیر انہیں کوئی چارہ کار نہیں تھا حضرت علیؑ ان مضطربانہ حالات کے تحت ان کی بیعت لینے سے گریز بھی نہیں کر سکتے تھے اور ان سے اجتناب کرنا ان کے لیے دشوار تر تھا۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان پیش آمدہ حالات کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے
”وَقَاتِلَانِ بَحْرٍ أَنْكَمْ پناہی بحضرت مرتضیٰؑ برنرد باو بیعت کنند علاجے نیافتند۔“

لحہ العوام من القوام ص ۱۲۲ لقاظی ابی بکر بنی العریٰ بیع القاہرہ تحت حالات بعد از شہادۃ عثمانی۔

پس در باب عقد خلافت ادا زہمہ بیشتر سعی کردند دم موافقت اوزدند

و کیف ما کان عقد بیعت واقع شد۔^۱

یعنی قاتلان عثمانؓ کو اس کے بغیر کوئی علاج دریافت نہ ہو سکا کہ جناب مرتضیٰؑ کی پناہ میں آئیں اور ان سے بیعت کریں اسی بنا پر انہوں نے بیعت مرتضوی کے انعقاد کے لیے بیشتر سعی کی اور ان کی موافقت میں غلبہ دم بھرا جس طرح بھی ہوا یہ بیعت منعقد ہوئی۔

مطالبہ قصاص دم عثمانؓ

حضرت علی المرتضیٰؑ کے دست مبارک پر جب بیعت خلافت منعقد ہوئی اور اکابر صحابہ کرامؓ اور اہل مدینہ نے بیعت کر لی تو اس وقت حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دیگر اکابر صحابہ کرامؓ حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ مطالبہ پیش خدمت کیا کہ اب آپؑ مسند خلافت پر تشریف فرما ہو چکے ہیں تو حضرت عثمانؓ کے قصاص کے متعلق انتظام فرمادیں اور قاتلین پر شرعی حکم کا نفاذ کریں۔ کیونکہ اگر ہم شہید مظلوم کا انتقام نہ لیں اور اہل عدوان و اہل فساد کا قلع قمع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کے عقاب و غضب کے مستوجب ہوں گے۔

اس مطالبہ کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) ----- بان ہولاء لہم ملاد واعوان وانہ لا یمکنہ

ذالک یومہ ہذا۔^۲

یعنی ان لوگوں کے لیے ان حالات میں بہت سے لوگوں کی مدد و تیسرے اور ان کو غلبہ اور تسلط حاصل ہے۔ اس لئے یہ چیز اس وقت ممکن نہیں اور فی الوقت یہ کام نہیں ہو سکتا۔ حالات

۱۔ قرۃ العینین ص ۱۳۳ طبع مجتبیٰ دہلی تحت مسئلہ ہذا۔

۲۔ را۱ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۷ تحت ذکر بیعت خلافت (علوی)

۲۔ الفتنۃ ودفعۃ الجمل ص ۹۷ تحت مطالبہ طلحہ و الزبیر۔

کے مساجد اور سازگار جو لے کے بعد یہ ہو سکے گا)

اور صاحب مرقاة نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مطالبہ مذکور کا جواب عبارت ذیل میں پیش کیا ہے۔

(۲) ----- ان قتل فئسۃ الفتنة یجبر الی اثارۃ الفتنة الی

ہی تکلون اقوی من الادلی۔۔۔۔۔

یعنی اس فتنہ انگیز جماعت کا قتل ایک دیگر فتنہ کھڑا کرنے کا موجب ہو گا جو سابقہ فتنہ سے بھی شدید تر ہو گا۔

بعض علماء اس موقع پر ایک تیسری چیز بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے ذکر کیا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ :

(۳) ----- وکان علیؑ ینظر من ادلیاء عثمانؓ ان یتجاکمو

الیہ فاذا ثبت علی احدہ بعینہ انہ ممن قتل عثمان

اقتص منه الخ۔۔۔

یعنی سیدنا علی المرتضیٰؑ اس بات کے منتظر تھے کہ حضرت عثمانؓ کے دایوں اور ورثاء کی طرف سے ان کی خدمت میں باقاعدہ طور پر مقدمہ کی مراجعت کی جائے اور جب قاتلین کا خصوصی طور پر تعین ہو جائے کہ یہی قاتل ہیں تو ان سے قصاص لیا جائے گا۔

مندرجات بالا کی روخی میں ہر دو فریق کے نظریات اس معاملہ میں واضح طور پر سامنے آ گئے۔

مقصود یہ تھا کہ یہ مطالبہ تو درست اور صحیح ہے لیکن حالات فی الوقت اس چیز کے متقاضی ہیں کہ قصاص کے معاملہ میں تاخیر کی جائے کیونکہ تعمیل کرنے میں بیشتر خطرات ہیں۔

۱۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۳۱۱ ج ۱ عاشر طبع ملتان۔ تحت کتاب الفتن الفصل الثانی۔

۲۔ فتح الباری ص ۱۳ ج ۱۳ تحت باب حدثنا عثمان بن ابیثیم الخ

بعض ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) ہلاکتوں
حضرت طلحہ و زبیر کا قصد مکہ اور بائیسوں کی چڑھائی کے وقت اس فتنہ سے

اجتناب کرتے ہوئے حج کے لیے مکہ شریف روانہ ہو گئیں تھیں۔ اور شہادت عثمانی کے بعد حضرت
 علی المرتضیٰؓ کی اجازت سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عمرہ کی غرض
 سے مکہ شریف تشریف لے گئے۔ اور ایک کثیر جماعت ان کی متابعت میں مکہ معظمہ چلی گئی تھی۔
 وہاں ان حضرات کی امہات المؤمنین کے ساتھ ملاقاتیں ہوئیں اور قتل عثمانی کے معاملہ کے متعلق
 باہمی گفتگو ہوئی۔ ان حضرات کا یہ نظریہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کا قتل ظلم اور ناحق ہوا ہے فاتحین سے
 اولین فرصت میں ان کا قصاص لینا ضروری ہے اور انہیں یہ گمان تھا کہ یہ مفسدین حضرت
 علیؓ کے ساتھ بیعت کر کے ان کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کی پناہ میں یہ مجتمع ہو
 گئے ہیں اور یہ ان کی سیاسی طور پر ایک حفاظتی تدبیر ہے۔ حقیقت میں وہ آپ کے وفادار نہیں
 ہیں۔

شہادت عثمانی کے بعد اس واقعہ
بعض حضرات کی ملک شام کو روانگی مالک کے اندر دگین اثرات پڑے

بڑے اکابر صحابہؓ اور تابعینؓ پر نمایاں تھے اس سلسلہ میں یہ لوگ سخت قلق و اضطراب میں تھے۔
 بقول بعض مؤلفین ان حالات میں نعان بن بشیرؓ اور دیگر حضرات ملک شام چلے گئے۔
 وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت ملک شام میں گورنر تھے) اور باقی حضرات
 سے جا کر قتل عثمانی کے دردناک مناظر ذکر کئے۔ پھر فاتحین کا حضرت علیؓ کی بیعت کرنا اور
 ان کے ساتھ مجتمع ہونا بتلایا اور ان کی شرانگیزیوں اور سرگرمیاں بیان کیں۔

ان واقعات کو معلوم کرنے کے بعد حضرت معاویہ اور باقی صحابہؓ و تابعینؓ نے بھی
 دم عثمانی کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ ان حضرات کی رائے یہ ہوئی کہ پہلے ان مفسدین (فاتحین)
 سے قصاص لیا جائے اس کے بعد خلیفہ کی بیعت تسلیم کی جائے گی۔ اس کے بغیر ہم آپ کی

خلافت تسلیم نہیں کریں گے۔

اس مسئلہ میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ متعدد کبار صحابہ مثلاً عبادہ بن الصامتؓ، ابو درداءؓ، ابوامامہؓ اور عمرو بن عبیدہؓ وغیرہم کے علاوہ بعض اکابر تابعین بھی شامل تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں تصریح کر دی ہے کہ :

----- وقام فی الناس معاویة وجماعة من الصحابة معه يحرضون الناس على المطالبة بدم عثمان ممن قتله من اولئک الخوارج، فھو عبادة بن الصامت والبدر داء والبرامہ وعمر بن عبسة وغیرھو ۱۷

یہاں یہ امر قابل وضاحت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس موقع پر مطالبہ نفاص ثمانی کیا تھا خود اپنے لئے دعویٰ خلافت نہیں کیا تھا اور نہ ہی اہل شام سے اس وقت خلافت کے لیے بیعت لی تھی۔ آپ نے اہل شام سے اس وقت بیعت لینا شروع کی تھی جب واقعہ صفین کے بعد حکمین کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکے تھے اور لوگوں میں افتراق رونما ہو گیا۔ اس چیز کی وضاحت خلیفہ ابن خیاط نے بالفاظ ذیل کی ہے۔

----- "فلھو یتفق الحکمان علی شئ افترق الناس وبایع اهل الشام لمعاویة بالخلافة فی ذی القعدة سنة سبع وثلاثین" (تاریخ خلیفہ بن الحیاط الجزء الاول ص ۱۷۱) تحت وقعة الصفین {

مطلب یہ ہے کہ جب فریقین ایک چیز پر منفق نہ ہو سکے اور لوگوں میں انتشار پیدا ہو گیا تو اہل شام نے اس وقت حضرت معاویہؓ سے بیعت خلافت کی یہ واقعہ ذوالقعدہ ۳۷ھ ۱۷ھ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۷ طبع اول مہری تحت واقعات بعد از بیعت علیؓ

میں پیش آیا۔ اور یہ چیز آئندہ بھی اپنے مقام پر درج ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

حکام و عمال میں تبدیلی کا مسئلہ

جمل کا واقعہ نصف الجہادی الاولیٰ یا عند البعض جہادی الثانیہ ۳۶ھ میں پیش آیا تھا۔ اس سے قبل ان ایام میں کئی واقعات پیش آئے۔ ان میں سے یہ چیز قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ عمال و حکام کو جو اپنے اپنے مقامات پر متعین تھے۔ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنی ابتداء کے خلافت میں انہیں اپنے مناصب سے الگ کر دیا۔

اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہم کی رائے دوسری تھی۔ ابن عباس کا خیال تھا کہ عثمانی حکام اور وایوں کو فی الحال اپنے اپنے مقامات پر متعین رہنے دیا جائے اور حضرت معاویہؓ کو بھی سر درست اپنے حال پر چھوڑا جائے جب حالات درست ہو جائیں تو بے شک مناسب تبدیلیاں کر لی جائیں۔ لیکن حضرت علیؑ نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ مؤرخین نے عثمانی حکام و عمال کے نام بعض مقامات میں اس طرح ذکر کئے ہیں مثلاً "بصرہ پر عبداللہ بن عامر حاکم تھے۔ مصر پر عبداللہ بن سعد بن ابی سرج، شام معاویہ بن ابی سفیان۔ آذربایجان پر اشعث بن قیس اور قریباغ پر جریر بن عبداللہ بجلی حلوان پر عقیبہ بن النہاس، قیساریہ پر مالک بن جبیب، اور ہمدان پر جیش، حاکم عثمانی مقرر تھے۔"

۱۔ فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۲۴۱ تنبیہ شیعہ اکابر نے بھی تبدیلی احکام کے مسئلہ کو تسلیم کیا ہے۔

(۱) تاریخ یعقوبی ص ۹۹ تحت خلافت امیر المومنین علیؑ

(۲) سیرت امیر المومنین علیؑ تحت جنگ صفین ص ۲۶۵ جلد اول (از مفتی جعفر حسین آف گوجرانوالہ)

۳۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۸ تحت علیؑ بالخلافة

۴۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۸ تحت ذکر بیعت علیؑ بالخلافة

اسی طرح مقامی طود پر مرکز اسلام مدینہ طیبہ میں بیت المال پر عقبہ بن عمرو نگران اور قضائے مدینہ منورہ پر زید بن ثابت متعین تھے۔^{۱۷۱}

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب والی خلافت ہوئے ہیں تو ۳۶ھ کی ابتدا میں مختلف بلاد امصار پر اپنی طرف سے درج ذیل حکام مقرر فرمائے۔

یمن پر عبد اللہ بن عباس، بصرہ پر سمرقہ بن جندب (یا عثمانی بن حنیف) کو فہر عمارۃ بن شہاب، مصر پر قیس بن عباده، شام پر سہل بن حنیف کو حاکم مقرر فرما کر روانہ فرمایا۔^{۱۷۲} سہل بن حنیف جب ملک شام کی سرحد پر تبوک کے مقام پر پہنچے تو حضرت امیر معاویہؓ کے اسب سواروں کی ایک جماعت ان کے مزاحم ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ حضرت عثمان کی طرف سے مامور شدہ ہیں تو بہتر ہے اور اگر آپ کسی دوسرے کی طرف سے متعین ہو کر آ رہے ہیں تو واپس تشریف لے جائیں۔ اس طرح معارضہ کی وجہ سے سہل بن حنیف کو واپس لوٹنا پڑا اور وہ ملک شام پر ان کی امارت تسلیم نہ کی گئی۔^{۱۷۳} اس واقعہ کے ذریعہ شام کے لوگوں کے جذبات اور ناثرات کا ایک گونہ اندازہ ہو گیا۔

مورخین کے قول کے مطابق جمہور اہل مصر نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعین کردہ حاکم مصر قیس بن سعد کو قبول کر لیا لیکن بعض لوگوں نے بیعت سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ جب تک قاتلین عثمانؓ کو قتل نہ کیا جائے ہم بیعت نہیں کریں گے۔^{۱۷۴} اسی طرح اہل بصرہ میں بھی اختلاف واقع ہو گیا۔ بعض حضرت عثمان کے قتل کے قصاص کا مطالبہ کرتے تھے اور بعض کی رائے اس موقع پر دوسری تھی۔

۱۔ البدایہ ۲۲۷ تحت ذکر بیعت علی بالخلافة

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۸ تحت ۳۶ (۲) تاریخ طبری ص ۱۶۱ تحت ۳۶

۳۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۸ تحت (۳۶)

۴۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۹ تحت ۳۶

اور کوفہ کی طرف حضرت علیؑ کی جانب سے حضرت عمارہ بن شہاب امیر بنا کر روانہ کیے گئے تھے تو وہاں ان کے ساتھ طلحہ بن خویلد نے معارضہ کیا اور حضرت عثمان کے قتل کے قصاص کا مطالبہ پیش رکھا اس کے بعد حضرت عمارہ واپس آگئے اور کوفہ میں اختلاف کی کیفیت حضرت علی المرتضیٰ کی خدمت میں بیان کی۔

انہی حالات میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے کوفہ کے والی تھے) کوفہ میں لوگوں کو یہ تلقین فرماتے تھے کہ یہ ابتلاء اور آزمائش کا دریا گیا ہے اس میں مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہیں کرنی چاہیے۔ اور اپنی تلواروں کو بنام ہیں کر لیں اور کمانوں کی تانٹیں توڑ ڈالیں حتیٰ کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے۔ بہر کیف ان کی رائے مسلمانوں کی باہمی جنگ کے خلاف تھی۔ اور ان کا موقف قتال کے خلاف تھا۔

اس طرح ان بعض مقامات میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے روانہ کردہ حکام کے ساتھ معاوضے اور مخالفتیں پیش آئیں اور دم عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ روز بروز شدت اختیار کرنا گیا اور حالات دگرگوں ہوتے گئے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے ان کوائف اور حالات کو مختصر سے کلمات میں درج کیا ہے فرماتے ہیں :

----- وانتشرت الفتنة وتفاق الامر واختلفت

الكلمة۔ ۳۳

یعنی اس فتنہ کی بنا پر لوگوں میں انتشار پھیل گیا۔ اور یہ معاملہ اپنے حدود سے متجاوز ہو گیا۔ اور کلمہ اسلام کی وحدت میں افتراق رونما ہو گیا۔

۱۔ البدایہ ص ۲۲۹ تحت ۳۶

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۵ تحت ذکر مبعث علیؑ من المدینہ الی البصرۃ

۳۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۹ تحت ۳۶

مکہ مکرمہ میں اجتماع

مکہ مکرمہ میں حضرت علامہ اور حضرت زبیر اور حضرت صدیقہؓ کے علاوہ بعض اہبات المؤمنین عمرہ کی غرض سے پہنچ چکی تھیں بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر حضرات مکہ شریف تشریف لے گئے۔ اس در والی مین کے والی یعلیٰ بن امیہ بھی وہیں پہنچ گئے اسی طرح بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر بھی مکہ شریف میں آ گئے یہ دونوں حضرات حضرت عثمانؓ کے متین کردہ والوں میں سے تھے۔

اس طرح یہاں مکہ مکرمہ میں صحابہ کرامؓ اور اہبات المؤمنین اور دیگر حضرات کا اجتماع ہوا ان تمام حضرات کا مقصد واحد تھا اور یہ مطالبہ کرتے تھے کہ دم عثمان ناسخ اور ظلما گرایا گیا ہے اس لیے ان کے قصاص کا مسئلہ سب سے پہلے طے ہونا چاہیے۔ اور قاتلین عثمان کو قرار واقعی سزا تعجیل ملنی چاہیے۔

اس سلسلہ میں ان حضرات کے باہمی مشورے جاری رہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے مختلف آرٹیکل لکھے گئے لیکن آخر کار یہ رائے ٹھہری کہ بصرہ پہنچنا چاہیے۔ بقول مؤرخین وہاں حضرت علامہ کا بڑا اثر تھا اور وہاں ایک فوجی چھادی بھی تھی۔ چنانچہ بقول صاحب روح المعانی اس مقام کی کیفیت اس طرح ہے :

۔۔۔ انھا كانت اذذاك مجمعا لجنود المسلمين۔

”یعنی بصرہ اس موقع پر مسلمانوں کے عساکر کے لیے جائے اجتماع تھا۔“

منشایہ تھا کہ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت اگر مطالبہ مذکور پر مجتمع ہو جائے تو اس صورت میں امید ہے کہ فریق ثانی بھی اس کے جواز کی طرف توجہ کرے گا اور باہم تفاهم

۱۔ البدایہ ابن کثیر ص ۳۳ تحت عنوان ابتداء دفعۃ الجمل۔

۲۔ تفسیر روح المعانی ص ۴۴ تحت آیتہ دھرت فی بیرون۔

”اور توافق“ کی صورت پیدا ہو جائے گی

اس کے بعد ان اکابر نے یعنی
حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شمول سفر کا تقاضا

(حضرت عظم و حضرت زبیر و

دیگر حضرات) نے ام المومنین حضرت صدیقہؓ کی خدمت میں اس سفر میں شامل رہنے کی استدعا کی اور عرض کیا کہ آنحضرتؐ اس فتنہ کے مرتفع ہونے اور ان حالات میں امن قائم ہونے اور امور خلافت میں صحیح نظم قائم ہونے تک ہمارا ساتھ دیں تاکہ جناب کے ذریعے اس معاملہ میں اصلاح احوال کی کوئی بہتر صورت پیدا ہو سکے۔

----- والھوام علی المھم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان تھون مھم
الی ان تر قلع الفتنۃ و یحصل الامن و تنظم امور الخلفۃؓ

حضرت عائشہؓ کا قصد اصلاح تھا

اندر ایس حالات ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس گزارش کو منظور فرمایا اور معاملات میں صحیح نظم قائم کرنے کی خاطر اور اصلاح بین السلین کے پیش نظر سفر پر آمادہ ہو گئیں چنانچہ اکابر علماء نے اس چیز کو اپنی اپنی عبارات میں مندرجہ ذیل شکل میں تحریر کیا ہے :

① ----- ومضت عائشۃ وہی تقول اللهم انک تعلم

انی لا اريد الا اصلاح فاصلم بینہمؓ

② ----- انما خرجت بقصد اصلاح بین المسلمین -----

۱۔ روح المعانی ص ۹۳ تحت آیت وقرن فی بیوتکم ؟

۲۔ کتاب الثقات لابن حبان ص ۲۸۰ تحت مخرج عائشہ الی البصرہ۔

وظنت ان في خروجها مصلحة للمسلمين ؟ ۱

۳) ----- فسارت معهم بقصد اصلاح وانتظام الامور

ان مندرجات کا مفہوم یہ ہے

”حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا اے اللہ! تحقیق آپ جانتے ہیں کہ اصلاح بین المسلمین کے علاوہ اس سفر میں میرا کوئی ارادہ نہیں۔ آپ ان کے درمیان اصلاح کی کوئی صورت پیدا فرما دیجئے۔

چنانچہ اس کے بعد بہت سے لوگ ان اکابر (حضرت صدیقہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ) کے ساتھ شریک ہو گئے اور بصرہ کی طرف رخت سفر باندھا گیا۔ ۲

۱۔ المنتقى للذهبي ۲۲۲ تحت قوله تقاتلن علياً

۲۔ تفسير روح المعاني ج ۲۲ تحت آية وقرن في ميكن --- الخ

واقعہ الحوآب

۳

سفر جمل پر معاذین صحابہؓ نے جو اعتراضات اٹھا رکھے ہیں ان میں مقام ”الحوآب“ والی روایت کے ذریعے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر طعن قائم کرتے ہیں۔ وہ اس طرح ہے کہ:-
شیعہ مؤرخین کی عام روایات اور اہل السنۃ کی بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ:-
جب سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف عازم سفر ہوئیں تو راستہ میں دیار بنی عامر کے ایک مقام الحوآب پر پہنچیں تو وہاں کے کلاب (کتے) ان کو بھونکنے لگے اس پر انہو صوفیہ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا مقام ہے؟

تو لوگوں نے کہا کہ اس مقام کو الحجاب کہتے ہیں تو اس وقت حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اپنی سواری کو روک کر فرمانے لگیں کہ میں واپس ہوتی ہوں کیونکہ میں نے جناب بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے ازواج مطہرات سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ ”تم میں سے اس کا کیا حال ہو گا؟ جس پر جواب کے کلاب بھونکیں گے“

اس پر حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور دیگر قافلہ والوں نے کہا کہ یہ مار الحجاب نہیں ہے اور بعض روایات کے اعتبار سے لوگوں نے قسمیں اٹھا کر شہادت دی کہ یہ مار الحجاب نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا مقام ہے۔ لوگوں کی اس شہادت کے بعد آپؐ نے پھر آگے بصرہ کی طرف سفر جاری رکھا۔ اس روایت کی بنا پر مخالفین صحابہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر سخت معترض ہوتے ہیں کہ انہوں نے اس فرمان نبویؐ صلعم کی برملا مخالفت کی اور بصرہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھتے براہ راست کیا۔ اور بنی اقدس کی نافرمانی کی مرتکب ہوئیں۔

شبہ ہذا کا ازالہ

طعن ہذا کے ازالہ کے لیے مندرجہ ذیل امور ملاحظہ فرمائیں۔ امید ہے شبہ ہذا کے دفاع میں مفید ہوں گے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ یہ واقعہ حدیث نبویؐ صلعم کی روایات (صحاح ستہ) میں مذکور نہیں بلکہ صحاح ستہ کے ماسوا روایات میں بعض مقامات میں یہ واقعہ پایا جاتا ہے۔ لیکن ان روایات پر محدثین نے کلام اکیلا ہے جو اختصاراً درج ذیل ہے۔

(۱)

چنانچہ اس مقام کی بیشتر اسانید کا آخری راوی قیس بن ابی حازم ہے اور قیس بن ابی حازم کی وثاقت اور توثیق اگرچہ اسرار الرجال میں موجود ہے تاہم علماء رجال نے اس کے متعلق یہ تحریر کی ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے اور اس سے کئی منکر احادیث مروی ہیں۔ ان احادیث میں حدیث کلاب الحجاب بھی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی اپنی تالیف تہذیب التہذیب میں ذکر کرتے ہیں کہ۔
 قال ابن المديني قال لي يحيى بن سعيد قيس بن ابي حازم منكر الحديث
 ثم ذكر له يحيى احاديث من اكير منها حديث كلاب المحارب
 (تہذیب التہذیب لابن حجر ص ۳۸۸ تحت قیس بن ابی حازم)

(۲)

اور اس واقعہ کی بعض مرویات کے رواۃ میں عبدالرحمان بن صالح پایا جاتا ہے۔ جس کے متعلق
 علماء رجال فرماتے ہیں کہ یہ جملے والا ضعیف ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں مثالب و معائب کی بری
 روایات نقل کرتا ہے اور کوفہ کے مشہور جملے والے شیعوں میں سے ہے۔
 راہ الکامل لابن عدی ص ۱۶۲ تحت عبدالرحمن بن صالح الارزوی الکوفی۔ طبع بیروت۔
 علل التناہی فی الاحادیث الواہیہ لعبد الرحمن بن علی ابن الجوزی (المتوفی ۷۹۶ھ) ص ۳۶۶
 جلد ثانی روایت عن ۳۲۲ تحت حدیث فی قتال علی وعائشہ

(۳)

اور ابن ابی حاتم الرازی نے اپنی کتاب علل الحدیث میں اس روایت پر مختصر کلام کیا ہے۔

”... قال ابی لمیر و هذا الحديث غیر عصام و هو حديث منكر لا يروى
 من طريق غیره“

علل الحدیث لابن ابی حاتم ص ۳۶۶ روایت عن ۲۸۸ تحت علل اخبار فی الامراء والفقهاء۔ طبع مصر۔
 یعنی ابن ابی حاتم رازی کے پیش نظر واقعہ ہذا کی جو روایات ہیں ان کے متعلق کہتے ہیں کہ
 اس روایت کا راوی عصام بن قدامر ہے یہ روایت منکر ہے اور اس طریق کے بغیر نہیں روایت کی گئی
 مختصر یہ ہے کہ اس واقعہ کی عام روایات عموماً عند المحدثین سقیم پائی جاتی ہیں اور بیشتر علماء
 کے نزدیک اس واقعہ کی روایات منکر و مجروح ہیں۔

واقعہ ہذا مورخین کی نظروں میں

اس کے بعد واقعہ ہذا کی تاریخی روایات پر نظر کی جائے تو ان کی صورت حال بھی قابل اطمینان نہیں۔

ایک چیز تو یہ قابل توجہ ہے کہ کئی ایک قدیم مورخین مثلاً خلیفہ ابن خیاط (المتوفی ۲۴۰ھ) وغیرہ نے اس واقعہ کو اس مقام میں ذکر ہی نہیں کیا۔ اسی طرح شیعہ کے بعض قدیم مورخین مثلاً صاحب اخبار الطوال احمد بن داؤد الدیلمی (المتوفی ۲۸۶ھ) نے بھی اس واقعہ کو درج نہیں کیا۔ یہاں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ واقعہ الحوآب مورخین کے نزدیک کوئی متفق علیہ امر نہیں جس کا انکار کرنا مشکل ہو۔ بلکہ بعض مورخین اپنے طریقے کے مطابق اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں ان میں زیادہ مشہور مورخ الطبری ہے جس نے اپنی مشہور تاریخ طبری میں واقعہ الحوآب کو اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور روایت کی یہ سند اس فن کے علماء کے نزدیک مجروح پائی گئی ہے۔

۱۔ طبری کا شیخ اسماعیل بن موسیٰ الفزاری ہے جو رفض کے ساتھ تہم اور غالی شیعہ ہے۔

۲۔ اور پھر اس کا شیخ علی بن عابس الازرق ہے اس کے متعلق علماء رجال نے تحریر کیا ہے کہ:

ضعیف ثقیل بشتی (یعنی اس کا کچھ اعتبار نہیں)

۳۔ اس کے بعد دو راوی ابوالخطاب البہری اور صفوان بن قبیصہ الاحمسی دونوں مجہول ہیں۔

۴۔ پھر ان کے اوپر راوی صاحب الجمل العرنی ہے اور بعدہ العرنی کو ایک راكب (سوار ملتا ہے۔ العرنی اور وہ راكب دونوں مجہول الذات ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ طبری کی یہ روایت مذکورہ بالا کوائف کے ساتھ بالکل بے کار ہے اور ہرگز قابل اعتماد نہیں۔ اور طبری کے بعد والے بیشتر مورخین عموماً اسی روایت کو نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

درایت کے اعتبار سے

بالفرض اگر روایت ہذا کو درست تسلیم کر لیا جائے اور علماء کی تنقیدات سے صرف نظر کر لی جائے تو بھی درایت کے اعتبار سے جواب یہ ہے کہ :-

پیش کردہ روایت میں جناب بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مار بنی عامر پر گزرنے کی منع وارد نہیں اور نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ روایت سے یہی کچھ مستفاد ہوتا ہے کہ جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج مطہرات کو بطور پیش گوئی ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ایک کو یہ مصیبت پیش آئے گی۔

اور فی الواقع یہ حادثہ جل ایک عظیم مصیبت تھا جو حرم بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجب خفت ثابت ہوا۔ اور جو مقصود سفر تھا یعنی اہل اسلام میں اصلاح ذات البین وہ حاصل نہ ہو سکا بلکہ مسلمانوں کے درمیان خداع لوگوں نے قتال کھڑا کر دیا۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تالیف تحفہ اشاعشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”... در حدیث نبی از مردہ بر آب واقع نیست و نہ اشارت بآں دارد

آنچنانکہ حدیث مستفادے شود ہمیں قدر است کہ یکے را از شما میں مصیبت پیش

خواہد آمد

تحفہ اشاعشریہ ص ۳۲۲ تحت مطاعن ام المؤمنین صدیقہؓ (طعن سوم)

حاصل کلام یہ ہے کہ طعن کرنے والوں نے جو ان روایات سے حضرت سیدہ

عائشہ صدیقہؓ پر فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کا طعن وارد کیا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ روایات محدثین کے نزدیک مجروح ہیں اور مؤرخین کے ہاں بھی یہ واقعہ الحواب کوئی متفق علیہ امر نہیں۔ اگر اسے درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ چیز طعن نہیں ہے۔ بلکہ ایک پیشین گوئی ہے جس کا جناب بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہراتؓ سے اظہار فرمایا۔ جو بعد میں صحیح ثابت ہوئی۔

فلہذا اتم المؤمنین مسیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یہ طعن قائم کرنا ہے اور درست نہیں اور اسٹھو صوفیہ اس طعن سے بری ہیں۔ (منہا حاشیہ ختم)

اس سفر کے دوران نمازوں کی ادائیگی کا اس طرح نظم قائم کیا گیا (حضرت عائشہ صدیقہ کی رائے کے مطابق) کہ مردان بن حکم اوقات نماز میں اذان دیتے تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ کے خواہر زادے حضرت عبداللہ بن زبیر امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اسی صورت میں یہ سفر جاری رہا اور یہ حضرت بصرہ کے قریب ایک مقام پر جا پہنچے۔ بصرہ کے حاکم اور دالی حضرت علیؓ کی طرف سے عثمان بن حنیف تھے ان کو ان حضرات کی آمد کی اطلاع ہوئی اور پھر ان کے باہم مذاکرات جاری رہے۔

بصرہ کے علاقہ میں تابعین میں سے ایک مشہور بزرگ کعب بن سور لازدی تھے جو حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اس علاقہ کے قاضی رہ چکے تھے اور اپنے قبیلہ لازمہ کے معتمدین میں سے تھے اور معاملہ ہذا سے کنارہ کش تھے۔ ان سے حضرت عائشہ صدیقہ کی اس معاملہ میں گفتگو ہوئی تو اس موقع پر حضرت صدیقہ نے اپنا نظریہ ان کے سامنے درج ذیل الفاظ میں پیش کیا۔

”فقالیت انما ارید ان اصلح بین الناس“ ۱۱
یعنی ہمارا ارادہ لوگوں کے درمیان اصلاح کی کوئی صورت پیدا کرنا ہے اس کے سوا

۱۱ را، البدایہ لابن کثیر ص ۲۳ تحت ابتدائے وقوعہ الجمل

۱۲، ضیفہ ابن خیاط ص ۱۶ جزء اول تحت معرکہ الجمل۔

۱۳ بلقات ابن سعد ص ۶۶ تحت کعب بن سور لازدی۔

کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہیں۔

اس کے بعد کعب بن سوران حضرات کے ہم نوا ہو کر ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور میدانِ حمل میں ایک مصالحانہ کوشش کی خاطر تشریف لے گئے لیکن وہ کارگر نہ ہو سکی اور وہیں شہید ہو گئے۔

ان ایام میں بصرہ کے علاقہ کے مختلف قبائل بنو ضبہ و بنو آزد و غیرہ اپنے اپنے تاثرات کے سخت ان ہر دو فریق کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ اور نظریاتی طور پر اپنے اپنے فریق کی حمایت میں منقسم ہو گئے۔

امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کا بصرہ کی طرف تشریف لیجانا

حضرت سیدنا علی المرتضیٰؑ کو جب اطلاع ملی کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے رفقاء کے ہمراہ بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں تو آنحضرتؐ نے بھی بصرہ پہنچنے کا ارادہ فرمایا۔ اور حضرت علیؑ کے ساتھ کئی صحابہ کرامؓ اور بہت سے دوسرے لوگ جو سفر کے لیے آمادہ تھے وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ اور وہ جماعتیں اور وہ گروہ بھی اندر راہِ خود ساتھ تھے جنہوں نے خلیفہ برحقؑ کو ناحق قتل کر ڈالا تھا اور بظاہر سیدنا علی المرتضیٰؑ کی حمایت و نصرت میں پیش پیش تھے اور ان کی سرشت میں شر اور فساد پیوست تھا۔

حضرت علی المرتضیٰؑ نے مدینہ طیبہ پر اپنا قائم مقام اپنے چچا زاد برادر تمام بن عباسؓ کو اور مکہ شریف پر دوسرے چچا زاد برادر قثم بن عباسؓ کو والی مقرر فرمایا۔ اور بقول خلیفہ ابن

۱۔ الاصابہ لابن حجر ص ۲۹ جلد ثالث رخت کعب بن سور الازدی مع الاستیعاب۔
طبع مصر۔

خیاط سہل بن حنیف الانصاری کو مدینہ طیبہ پر حاکم متینیں فرمایا تھا اور ربیع الثانی ۳۶ھ کے آخر میں حضرت علی کا یہ سفر شروع ہوا۔ جب آپ اپنے رفقاء سفر سمیت مدینہ شریف سے باہر تشریف لائے تو ربیعہ کے مقام میں حضرت عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی۔
عبداللہ بن سلام کا ناصحانہ کلام سواری کی باگ ختم کر فرمانے لگے۔

یا امیر المؤمنین! آپ مدینہ طیبہ کی اقامت ترک نہ فرمائیں، اگر آپ مدینہ طیبہ سے باہر چلے گئے تو کوئی مسلمانوں کا خلیفہ مدینہ طیبہ کی طرف عود نہ کر سکے گا۔ (اور یہاں اقامت نہ اختیار کرے گا) بعض لوگوں کو یہ کلام سخت ناگوار گزری اور ان کے ساتھ سخت کلامی کرنے لگے تو جناب علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ ان کو رہنے دیجئے، نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے یہ عمدہ آدمی ہیں (یعنی ازراہ نصیحت و غیر خواہی یہ کلام کیا ہے۔ کسی خود غرضی سے نہیں کیا)۔

----- وقد لقی عبد اللہ بن سلام مرضی اللہ عنہ
 علیاً وهو بالربذة، فأخذ بعنان فرسه وقال:
 یا امیر المؤمنین! لا تخرج منها، فواللہ لئن خرجت
 منها لا يعود الیہا سلطان المسلمین ابداً۔ فنبہ بعض
 الناس، فقال علی: دعوه فنعصر الرجل من اصحاب
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے

اے ابدالہ لا بن کثیر ص ۳۳۲ تحت ذکر مسیرہ بر المؤمنین علی بن ابی طالب من المدینۃ
 الی البصرہ۔۔۔ الخ

یہاں اصابت الامم جرحہ جبار ثانی تحت عبد اللہ بن سلام

۱۳ تاریخ طبری ص ۶ جلد ۲۔ تحت خروج علیؑ الی الربذة ص ۳۶

اس کے بعد کوفہ کی طرف امیر المومنین کا سفر جاری رہا اور دوران سفر کئی واقعات مورخین نے ذکر کیے ہیں مگر ہم ان تفصیلات میں جانا ضروری نہیں خیال کرتے۔ اس کے بعد آپ مقام ذی قار میں جا پہنچے ہیں۔ تو وہاں سے کوفہ کی جانب عمار بن یاسر اور اپنے فرزند حضرت حسن بن علی کو روانہ کیا ہے۔

کوفہ پر اس وقت حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ دالی تھے۔ اور ان کی اس معاملہ میں رائے یہ تھی کہ مسلمانوں میں باہمی اختلاف اور الشقاق نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔ یہ اختلاف فتنوں میں سے ایک فتنہ کی شکل میں ہے جن کے شعلے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹنگوئیاں ہیں۔ لہذا ان فتن سے اجتناب کرنا چاہیے اور ان میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔
اس دوران میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن علیؓ نے کوفہ پہنچ کر لوگوں کو دعوت دی کہ آپ لوگ امیر المومنینؓ کی حمایت میں نکلیں۔

”فامند یرید الاصلاح بین الناس“۔^۱

یعنی حضرت علیؓ کا اس معاملہ میں واحد مقصد لوگوں کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا کرنا ہے۔

^۱ البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۵-۲۳۶ جلد ۲ تحت مسیر امیر المومنین من المدینۃ الی البصرہ۔

^۲ د، البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۶ ج ۲ تحت واقعتہذا۔

(۲) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۶۴ ج ۱۵ تحت الجمل طبع کراچی۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا مقام اور احترام

کوفہ میں اس موقع پر حضرت عمارؓ نے ایک شخص سے سنا کہ :

یسب عائشة فقال اسکت مقبوحاً منبوحاً والله اغما
 لزوجة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم في الدنيا
 والآخرة ----- الخ

یعنی وہ حضرت عائشہؓ کو سب و قسم کر رہا تھا اس پر حضرت عمار بن یاسرؓ نے
 اس کو ڈانٹ کر کہا کہ دریدہ دہنی کرنے اور قبیح لفظ کہنے سے خاموش ہو
 جا۔ اللہ کی قسم! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں بھی اور آخرت
 میں بھی زوجہ محترمہ ہیں۔

اس مقام کی بعض روایات میں اس طرح ہے کہ احترام صدیقہؓ ملحوظ رکھتے ہوئے
 عمارؓ نے فرمایا کہ :

أَتُوذِي حَبِيبَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغما لزوجته
 في الجنة - الخ

-
- ۱۔ المصنف لابن ابی شیبہ طبع کراچی ۲۶۳ جلد ۱۵۔ تحت المجل۔
 ۲۔ البدایہ لابن کثیر ۲۶۶ جلد ۵ طبع بحوالہ البخاری تحت مسیر المرءین من المہجۃ الی البصرۃ۔
 ۳۔ ام منحة المعبود ص ۱۳۳ فی ترتیب مسند ابی داؤد الطیالسی۔
 ۴۔ حلیۃ الاولیاء ص ۲۴ لابی نعیم اصفہانی تحت تذکرہ عائشہ۔
 ۵۔ کتاب الاغصان للبیہقی ص ۱۶۵ طبع مصر۔ طبع بیروت ص ۳۲۹ علی مذہب السلف۔
 ۶۔ مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۱۵۰ تحت مسانید عمار بن یاسر۔ دکن۔
 ۷۔ ترمذی شریف ص ۵۱ طبع مکتبہ تحت باب فضل عائشہؓ۔

یعنی کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیبہ کے لیے ایذا رسانی کرنا
 ہے وہ تو آنجناب صلعم کی جنت میں بھی حرم محترم ہیں۔
 پھر حضرت حسیٰ اور عمار بن یاسر مع ان جماعتوں کے جنہوں نے ان کی ہنوائی کی کوفہ
 سے واپس تشریف لا کر حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ شامل ہوئے۔



واقعہ جہل کے متعلقات

- — فریقین میں مصالحت کی گفتگو
- — اور مفسدین کی طرف سے فساد کی کوششیں

بصرہ کے قریب دونوں فریق کی جماعتیں اپنے اپنے مقام پر فروکش ہوئیں اور اس دوران جانبین کے درمیان بعض متعدد حضرات کے ذریعے مصالحت کی گفتگو جاری ہوئی جس کی تفصیلات کتب تاریخ میں یورطین نے اپنے اپنے طرز پر لکھی ہیں)

اس موقع پر باہمی سونپی رفع کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے متعدد اکابرین نے مساعی کیں۔ اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی جانب سے ایک بزرگ ققاع بن عمرو التیمی (جو صحابی ہیں) حضرت صدیقہ اوران کے ہم نوا حضرات کی خدمت میں تشریف لے گئے اور باہم مصالحانہ گفتگو کرنا مقصد تھا۔ حضرت ام المؤمنینؓ کی جناب میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ :

----- فقال (الققعاق) ای اُمّہ ما اشتغل وما اقدم

ہذہ البلدة ؟ قالت : ای بنی ! اصلاح بین الناس لہ

یعنی ققاع کہنے لگے اے ام المؤمنین ! اس شہر میں آپؓ کا تشریف لانا اور

لہذا، الفتنۃ دو ققاعہ اجل ص ۱۲۵ تحت مساعی الاصلاح

۱۲ البدایہ ص ۲۳ تحت واقعہ ہذا

۱۳ روح المعانی ص ۹۰ تحت آپؐ وحسرون فی بیوتکم ۔

اقدام کرنا کس مقصد کے لیے ہے؟ تو ام المؤمنین نے فرمایا کہ اے بیٹے! لوگوں کے درمیان (جو فتنہ کھڑا ہو گیا ہے) اس میں اصلاح کی کوئی صورت پیدا کرنے کے لیے۔

پھر اتفاقاً نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ اسی مقصد پر کلام کی تو انہوں نے بھی حضرت صدیقؓ کے جواب کی تائید کی اور اپنا مقصد بھی اصلاح میں الناس بیان فرمایا۔

اس کے بعد جناب الفقہاء نے کہا (جس کا اجمالاً مفہوم یہ ہے) کہ اس چیز کا بہترین حل اس فتنہ میں نسکین (اور لوگوں میں جو اضطراب ہے) اس میں سکون پیدا کرنا ہے اور سلامتی اور مصالحت کی فضا بنانا اور کلمۃ المسلمین میں اتفاق قائم کرنا ہے۔

ان حالات میں آپ حضرات کا حضرت علیؓ سے بیعت کر لینا خیر کی علامت اور رحمت کی بشارت ہے۔ اس طریقہ سے قتل عثمانی کا بدلہ لینا آسان ہو سکے گا۔ اور امت کے لیے سلامتی اور عافیت اس میں ہوگی۔

اور اگر آپ حضرات بیعت سے انکار کرتے ہیں تو پھر یہ علامت شر کی ہوگی اور اس سے اسلامی حکومت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوگا (اور اس طرح اس قتل کا بدلہ نہ دیا جاسکے گا) ملت کی سلامتی و عافیت جس امر میں ہے اس کو آپ حضرات ترجیح دیں جیسا کہ سابقاً آپ اسلام کے لیے خیر ثابت ہوئے۔ اسی طرح اب بھی ملت کے حق میں منافع خیر ثابت ہوں اور افتراق کے فتنہ اور بلیات سے اجتناب کا سبب بنیں۔۔۔۔۔ الخ

افہام و تفہیم کے اس میلان کے بعد حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت صدیقؓ نے ارشاد فرمایا کہ :

”اصبت واحسنت فارجع۔۔۔۔۔ الخ

یعنی آپ نے درست بات کی اور بہتر چیز بیان کی ہے۔ ہم لوگ اس بات پر آمادہ

ہیں :

”نرجع الی علیؓ ناخبرہ“ فأعجبه ذالک واشرف

القوم علی الصلح، کرہ ذالک من کرہہ ورضیہ من
رضیہ، وأرسلت عائشة الی علی تعلمہ انھا انما جاءت
للصلح، ففرح هؤلاء و هؤلاء ۱۰

یعنی اس گفتگو کے بعد جناب القعقاع (حضرت علیؑ کی طرف واپس تشریف لائے اور
اس مکالمہ کی اطلاع کی تو حضرت علیؑ نے اس چیز کو بہت پسند فرمایا اور باقی لوگ بھی صلح پر متوجہ
ہو گئے۔ بعض لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری اور بعض کو یہ چیز پسند آئی۔

اندریں حالات حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت علیؑ کی طرف پیغام ارسال کیا اور
اس میں اطلاع دی کہ ہمارا یہاں آنا صلح کے لیے ہی ہے (یعنی قتال کیلئے نہیں) چنانچہ ہر دو
جانب کے حضرات اس صورت حال پر بہت مسرور ہو گئے۔

مختصر یہ ہے کہ دونوں فریق نے جناب القعقاعؓ کے کلام کی روشنی میں صلح و مصالحت
پر اتفاق ظاہر کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کا ایک اہم خطبہ

اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ کی جماعت میں وہ لوگ از خود شامل ہوئے جو قتل
عثمانیؓ کے سانحہ میں ملوث تھے۔ اور بنیادی طور پر یہ فتنہ کھڑا کرنے والے تھے۔

جناب القعقاع بن عمروؓ کی مصالحتہ گفتگو کے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ نے اس موقع
پر ایک عظیم خطبہ دیا ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم نے قبل ازیں تحت عنوان ”شہادت عثمانی کی
وجہ“ ذکر کیا ہے۔ (جس میں اسلام کی عظمت اور فضیلت بیان کی گئی اور ذکر کیا ہے کہ اسلام

۱۰ (۱) البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۷ تحت واقعہ ہذا

۱۱ (۲) النسخہ ووقعۃ الجمل ص ۱۲۵-۱۲۶ تحت مسامی الاملاح

۱۲ (۳) مدح العالی ص ۹۰-۱۰۱ تحت آیت وقدرت فی بیوتک۔

کے ساتھ حیدر اور غدار رکھنے والی اقوام نے ہم پر (اختلاف کا) یہ فتنہ لاکھڑا کر دیا ہے۔۔۔۔۔ (الم)
 اسی خطبہ میں جناب علیؑ نے یہ بات بھی فرمائی کہ ہم کل یہاں سے آگے پیش قدمی کرنے
 والے ہیں، یعنی دوسری فریق کے قریب جا کر قیام کا ارادہ رکھتے ہیں خبردار! جس شخص نے حضرت
 عثمانؓ کے قتل میں اعانت بھی کی ہو وہ بھی ہم سے الگ ہو جائے اور ہمارے ساتھ
 نہ رہے۔۔۔۔۔ الخ

الا والی راحل غداً فارتحلوا، الا ولا یرتحلون غداً احد
 اعان علی عثمان بشیء فی شیء من امور الناس۔۔۔۔۔ الخ

مفسدین کی ایک مذموم کوشش جس وقت امیر المؤمنینؑ کی طرف
 سے یہ اعلان ہوا تو اس وقت فتنہ

انجیز پارٹی کے سربراہان و لوگ (شترجہ بن ارنی، عبد بن ابیہیم، سالم بن ثعلبہ العنسی، عبد اللہ
 بن سبا و ابن سوداء، خالد بن برم، عدی بن حاتم وغیرہم) جن میں ایک بھی صحابی نہ تھا
 سخت پریشان ہوئے اور انہیں اپنا انجام تاریک نظر آنے لگا

اس پر انہوں نے ایک خفیہ مشورہ کیا اس میں یہ لوگ کہنے لگے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ کی
 رائے جو ہمارے حق میں ہے وہ تو ہمیں معلوم ہے۔ لیکن حضرت علی بن ابی طالب کی رائے
 جو ہمارے حق میں ہے وہ ہمیں صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی۔ اللہ کی قسم لوگوں کی رائے
 ہمارے حق میں ایک ہی ہے (یعنی ہمارا خاتمہ چاہتے ہیں) اور ان لوگوں نے حضرت علیؑ کے
 ساتھ اگر صلح کر لی تو وہ صلح یقیناً ہمارے خلاف ہوگی اور ہمارے قتل پر منتج ہوگی۔ آئیے!

الحمد للفتنة ووقعة الجمل لیست بن عمر الضبی ص ۱۴ تحت عنوان: اعیان الاصلاح

۲۱ تاریخ الطبری ص ۱۶۸ تحت نزول امیر المؤمنین ذاقار۔

۲۲ البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۲-۲۳۳ جلد ۲ تحت احوال قبل الجمل

۲۳ البدایہ میں ابن کثیر نے فرمایا کہ۔۔۔۔۔ ویس فیہ صحابی و اللہ الحمد البدایہ ابن کثیر ص ۲۳۲ طبع مہرقت واقعہ

علیؑ بن ابی طالب کا ہی خاتمہ کر ڈالیں اور ان کو عثمانؓ کے ساتھ لائحہ عمل کر دیں۔ پھر فتنہ قائم ہو جائے گا۔ مگر اس مشورہ میں ان کا باہمی اختلاف واقع ہو گیا اور قتل علیؑ پر ان کا اتفاق نہ ہو سکا۔ لہذا یہ سکیم ناکام رہی چنانچہ مؤرخین نے اس مسئلہ کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

----- اما طلحة و الزبير فقد عرفنا امرهما و اما

علیؑ فلم نعرف امره حتى كان اليوم و رأى الناس

فينا و الله و امه و ان يصطلحوا و علیؑ، فعلى دما منا، ففلموا

فلننوا شب علىؑ فلنلحقه بعثمان، فتعود فتبته يرضى

منا فيها بالسكون۔^{۱۷}

مختصر یہ ہے کہ کارزارِ عمل سے پہلے یہ مفسدین ایک اور عظیم فتنہ (قتل علیؑ) کی شکل میں کھڑا کرنا چاہتے تھے لیکن یہ سکیم ان کی اپنی باہم نا اتفاقی کی بنا پر ناکمل رہی۔ واقعہ ہذا کے لیے ہم نے ذیل مؤرخین کے چند حوالے حواشی میں دے دیئے ہیں۔

اور اس واقعہ کی تائید متعدد اکابر علماء نے کر دی ہے یہاں صرف **تائید مسئلہ ہذا** ایک حوالہ شیخ عبدالوہاب الشمرانیؒ سے نقل کیا جاتا ہے۔

شیخ شمرانی لکھتے ہیں کہ :

----- فان بعضهم هو كان عزم على الخروج على

سعداء، الفتنه ووقعه الجمل ۱۳۸ تحت عنوان ردوس الفتنه بمخطوط مسامی الاصلہ ح

(۲) تاریخ طبری ص ۱۹۵ تحت ۳۶ کتب الی السری۔

(۳) البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۸ تحت واقعہ ہذا۔

۱۷ (۱) الفتنه ووقعه الجمل ۱۳۸ تحت عنوان ردوس الفتنه الخ۔

(۲) تاریخ طبری ص ۱۹۵ ج ۵ تحت ۳۶ (کتب الی السری)

(۳) البدایہ لابن کثیر ص ۲۳۸ (سابع) تحت واقعہ ہذا۔

الامام علیؑ وعلى قتله صنادیدیو الجمل بات یخسرح عنه قتله
عثمانؓ..... الخ مله

یعنی حضرت علیؑ نے جب جمل کے موقع پر اعلان فرمایا کہ قاتلین عثمان (ہماری جماعت سے) نکل جائیں، تو ان کے بعض (مفسدین و اشراک) نے خود حضرت علیؑ کے خلاف
خروج کر کے ان کے قتل کرنے پر عزم کر لیا تھا..... الخ
لیکن اس مشورہ پر عمل نہ ہو سکا اور ان کا یہ مذموم عزم ناتمام رہا۔

جانبیں کی صلح پر آمادگی اس کے بعد حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عدیؓ
اپنے ساتھیوں سمیت ”زبوقہ“ کے مقام میں پہنچیں

ققاع اور ان کے درمیان ہونے والی مذکورہ گفتگو کی روشنی میں دونوں جماعتوں کے
درمیان صلح اور اصلاح میں کوئی شک نہ رہا۔

----- وهو لا يشكون في الصلح مله

اور دوسری طرف حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی جماعت کی معیت میں ”ذاتار“
کے مقام میں تشریف لائے۔ ہر ایک جماعت کے ساتھ نظریاتی طور پر ہم خیال قبائل شامل تھے
اور جانبیں میں جرم صلح کی صورت پیدا ہو گئی تھی سب اس پر مطمئن تھے اور مسرت کی فضا پیدا ہو گئی تھی۔
یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہم نوا حضرت (حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ وغیرہم) حضرت علیؑ
کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

ملہ کتاب البیواتیت والجواہر للشیخ عبدالوہاب الشعرانیؒ ج ۴ جلد ثانی تحت الرابع والاربعون
طبع مصر۔

ملہ الفتنہ ودفعۃ الجمل ص ۱۵۵ تحت بحث ہذا۔

(۲) روح المعانی ص ۹۰-۹۱ تحت آیت وقرن فی بیوتکم..... الخ ج ۲

دوسری جانب حضرت علی المرتضیٰؑ قاتلینؓ کو شرعی سزا دینے پر رضامند ہو گئے تھے۔

اس صورت حال کو مورخ طبری نے اپنے انداز میں درج کیا ہے ملاحظہ فرمادیں۔ تاریخ طبری

جلد خامس ص ۳۶ آخر عنوان نزول علی الزاویۃ من البصرة۔

واقعہ جمل میں دفعۃً قتال کی تجویز

اور مخادعت کی تدبیر

ان حالات میں تمام حضرات نے خیر اور سلامتی کے ساتھ شبِ باشی کی یکن مفسدین اور قاتلین حضرت عثمانؓ نے شر اور فساد کے ساتھ رات بسر کی۔ اور تمام رات شر عظیم کھڑا کرنے کی تدبیر میں منہمک رہے۔

آخر کار تاریخی میں دفعۃً قتال کھڑا کر دینے پر ان کا اتفاق ہو گیا۔

یہ ان اشراک کی طرف سے تیسرا "الفتنہ الکبریٰ" تھا۔ ایک شہادۂ عثمانی کا ساتھ دوسرے حضرت

سیدنا علی المرتضیٰؑ کے قتل کی تدبیر اور تیسرا یہ قتال بین المسلمین قائم کر دینا۔

ان لوگوں کا طریق کار یہ طے پایا کہ ہم میں سے کچھ لوگ حضرت عائشہ صدیقہ کے ہم لواؤں

کی قیام گاہ پر اور دوسرا گروہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی جماعت پر دفعۃً دبا گھاں رات کی تاریکی میں

دوسرے فریق کی جانب حملہ کر دے۔ اور ہر ایک فریق بلند آواز میں پکارے کہ فریق

مخالف نے بدچہدی کرتے ہوئے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔

چنانچہ اس تدبیر کے موافق صحیح صادق سے قبل ان مفسدین کے دو گروں نے تقسیم ہو کر جانبین

کی قیام گاہوں پر حملہ کر دیا اور اس طرح ہر ایک فریق نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم پر

مخالف فریق نے بدچہدی کرتے ہوئے حملہ کر دیا ہے پوری شدت سے جنگ کی لیکن ہر

ایک فریق کا مقصد اپنا اپنا دفاع کرنا تھا۔ قتال میں ابتدا کرنا منظور نہ تھا۔

اس صورت حال میں بے شمار مسلمین مخادعت اور مفسدین کی سازش کی وجہ سے

مقتول ہوئے اور غلط فہمی کی بنا پر شہید ہو گئے۔

مفسدین کی اس تدبیر فاسد نے اہل اسلام کو جو ایک ہو چکے تھے۔ اور آپس کے معاملات صحیح صورت حال میں ترتیب پا رہے تھے دوجاہیں بنا کر رکھ دیا اور مسلمانوں کی وحدت کو دہ شدہ نقصان پہنچا یا جس کی تلافی ناممکن ہو کر رہی۔ اہل اسلام کے درمیاں ہمیشہ کے لیے انتشار و افتراق قائم ہو گیا اور لوگوں میں نظریاتی طور پر الگ الگ طبقے قائم ہو گئے۔

مذکورہ بالا صورت حال موفت کی طرف سے کوئی خیالی تصویر نہیں ہے۔ بلکہ امت کے اکابر علماء نے اس سانحہ کو اسی شکل میں تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

قارئین کرام کے اطمینان کے لیے ہم یہاں صرف دو عدد حوالہ جات (ایک تفسیر قرطبی سے اور دوسرا المتقی ذہبی سے) پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

بانی حضرات کے حوالے نقل کر دیئے ہیں تاہم اہل تحقیق ان مراجع کی طرف رجوع فرما سکیں تمام عبارات کا یہاں نقل کرنا امر صعب ہے۔

① علامہ قرطبی نے اپنی مشہور تفسیر "احکام القرآن" میں سورۃ "الحجرات" کی آیت کے تحت جنگ جمل کا واقعہ ہونا عبارت ذیل میں لکھا ہے۔

قلت فهذا قول في سبب الحرب الواقع بينهم ،
وقال جللة من اهل العلم: ان الوقعة بالبصرة بينهم
كانت على غير عزيمة منهم على الحرب بل فجأة ، وعلى سبيل
دفع كل واحد من الفريقين عن انفسهم نظنه ان الفريق
الآخر قد غدر به . لان الامركان قد انتظم بينهم وتم
الصلح واتفترقوا ، الرضاء فمخاض قتله عثمان رضي الله عنه
من النعمين منهم والاحاطة بهم فاجتمعوا وانشأوا روا
واختلفوا ، ثم اختلفت اراؤهم على ان يفتروا فريقين

وبعد واما الحرب سحره في العسكرين وتختلف السهام بينهم ،
 ويصمم الفريق الذي في عسكر علي عند طلعة والزبير
 والفريق الذي في عسكر طلحة والزبير : عند علي ، فتم
 لهم ذلك على ما دبروه ، ولثبتت الحرب - فكان كل فريق
 دافعاً لمكرته عند نفسه وما نفعاً من الاشاطة بدله - و
 هذا صواب من الفريقين وطاعة لله تعالى - اذ وقع القتال
 والامتناع منهما على هذه السبيل - وهذا هو الصحيح المشهور
 والله اعلم بالصواب

اس کا مفہم یہ ہے کہ بصرہ میں (جنگ جبل کا) جو واقعہ پیش آیا ہے یہ قتال کے بارے
 سے وقوع پذیر نہیں ہوا تھا بلکہ یہ صورت حال اچانک قائم کر دی گئی اور حملہ ناگاہ پیش آیا۔ اور ہر
 ایک فریق نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ دوسرے فریق نے بدرجہ کی ہے اپنی طرف سے مراعت
 کے طور پر قتال کیا تھا کیونکہ پہلے ان سب کے درمیان معاملہ طے ہو چکا تھا اور صلح تمام ہو چکی
 تھی اور یہ اپنی اپنی جگہ باہمی اعتماد اور رضامندی سے ٹھہرے ہوئے تھے۔

اس صورت حال سے قائلین عثمان کو خوف لاحق تھا کہ یہ حضرات ان پر قدرت پالیں
 گے اور سخت گرفت کریں گے۔ پس وہ بخت ہوئے اور مشورہ کرنے لگے پہلے ان کا کچھ باہم
 اختلاف ہوا لیکن بعد میں اس امر پر ان کی آراء متفق ہو گئیں کہ ہم دو فریقوں میں تقسیم ہو جائیں
 اور علی الصباح دونوں فریق کے لشکروں میں قتال کی ابتدا کر دیں۔ اور ایک فریق کی جانب سے
 دوسرے فریق پر تیر اندازی کریں۔ اور جو فریق حضرت علی کے لشکر میں پہنچے وہ ندا کرے کہ حضرت
 طلحہ اور حضرت زبیرؓ نے بدرجہ کی کردی ہے۔

ملحہ تفسیر القرطبی ص ۳۱۹، جلد ۱۸ عشر - تحت سورہ (المحزات) تحت مسئلہ الرابعہ۔

(لابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المستوفی ص ۲۶۱)

اس طرح انہوں نے جو خدا کی تدبیر کی تھی وہ پوری اتنی اور جنگ واقع ہو گئی اور ہر ایک فریق نے اپنی جانب سے دوسرے فریق کے جیلر کی مداخلت کی اور اپنی ہلاکت سے منع کرنے والا ٹھہرا۔ مختصر یہ ہے کہ یہ قتال اور دفاع دونوں فریق کی طرف سے مذکورہ نوعیت میں واقع ہوا تھا۔ یہی بات صواب اور صحیح ہے۔“

(۲) اور علامہ شمس الدین الذہبیؒ نے ”الفتی“ میں اور قاضی صدر الدین الحنفیؒ نے ”شرح الطحاویۃ“ میں جنگ جمل کی نوعیت اور کیفیت قتال کو درجہ ذیل عبارت میں تحریر کی ہے قارئین کو اہم کی تسلی کے لیے درج کی جاتی ہے۔

(۱) ——— واهل العلم يعلمون انهم لم يقصدوا الحرب
على ولا على قصد حربهم ولكن وقع القتال بفتنة فانهو
تعاثبوا واتفقوا هم وعلى على المصلحة واقامه الحد على
قتلة عثمان فتواطأت القتل على اقامة الفتنة اذ
كما اقاموها اولاً - فعملوا على طلعة والزبيذ وعكروا
فعملوا دعاً للمائل فاشعر القتل علىاً انما حملاً عليه
فعمل على دفعاً عن نفسه فكان كل منهم قصده دفع
القتال لا الابتداء بالقتال۔

(۲) ——— فحبرت فتنة الجمل على غير اختيار من على
ولا من طلعة والزبيذ، وانما اثارها المفسدون بغير
اختيار السابقين۔

الفتی للذہبی ص ۳۶ طبع مصر (التوفی ۷۴۸ھ)

شرح الطحاویۃ ص ۳۱ مطبوعہ ریاض۔ فی عقیدۃ السیفہ۔ لقاضی صدر الدین علی بن علی بن محمد بن ابی العز الحنفی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل علم کو معلوم ہے کہ حضرت طلحہ و حضرت زبیرؓ کی جماعت نے حضرت علیؓ کے ساتھ قتال کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت علیؓ کا ان کے ساتھ جنگ کا ارادہ تھا لیکن یہ قتال ناگہانی طور پر واقع ہو گیا (یعنی دونوں فریق کے اختیار کو اس میں دخل نہ تھا)۔

ان حضرات نے پہلے ایک دوسرے پر ناراضگی کا اظہار کیا تھا پھر دونوں فریق مصطیٰ پر متفق ہوئے اور قاتلین عثمانؓ پر اقامتِ حد کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اس وقت قاتلین (مفسدین) نے فتنہ قتال کھڑا کرنے پر باہمی اتفاق و اجماع کر لیا جس طرح کہ انہوں نے قبل ازیں (قتل عثمانؓ) کے موقعہ فتنہ برپا کیا تھا۔

(اپنی طے شدہ تدبیر کے موافق) ان اشرار نے حضرت طلحہ و زبیرؓ اور ان کے حبش پر حملہ کر دیا پھر ان کے جواب میں انہوں نے بھی مدافعت کرنے ہوئے جوابی حملہ کیا۔

اور قاتلین نے حضرت علیؓ کو اطلاع کی کہ طلحہ و زبیرؓ نے حملہ کیا ہے اس صورت میں حضرت علیؓ کی طرف سے بھی مدافعت کا حکم کیا گیا۔ پس ہر ایک فریق کا مقصد حملہ کا دفاع کرنا تھا۔ قتال میں ابتدا کرنا ہر گز پیش نظر نہ تھا۔

ان ہر دو حوالہ جات کے بعد بعض اکابر علماء کے صرف حوالہ جات ذیل میں نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے تاکہ اہل علم حضرات تو جہ فرما سکیں تمام عبارات نقل کرنے میں تطویل ہوتی ہے۔

(۱) الفتنة ودقعة الجمل لسيف بن عمرو الضبي (المتوفى سنة ٢٠٠ھ)

١٥٥ طبع مروت تحت عنوان "المعركة" ١٥٩

(۲) التاریخ لابن جریر البغوی (المتوفى سنة ٣٤٠ھ) ص ۲۰۳ جلد خامس تحت عنوان امر القتال

(۳) کتاب الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم اندلسی (المتوفى سنة ۴۵۶ھ) ص ۲۰۳ ج ۲

(۴) الکامل فی التاریخ لابن اثیر الجزیری (متوفى سنة ۶۳۰ھ) ص ۱۳۳ جلد ثالث تحت سیر علیؓ

الی البصرة۔۔۔۔۔ الخ

(۵) منہاج السنۃ لابن تیمیہ (المتوفى سنة ۷۲۸ھ) ص ۲۲۱ تحت الخلاف التامع فی زمن

امیر المومنین علیؑ۔

(۶) البدایۃ لابن کثیر (المنوفی ۵۷۷ھ) ص ۲۹ طبع اول مصری (تحت بحث واقع ہذا)

(۷) تفسیر روح المعانی سید محمود آلوسی بغدادی (التوفی ۱۲۷۴ھ) ص ۲۲۲ تحت آیۃ و قدرت فی بیوتک۔

علامہ اعلام نے مندرجہ بالا تمام مقامات میں مسئلہ ہذا اپنی عبارات میں اسی طرح تصریحاً ذکر فرمایا ہے کہ قتال ہذا ان اکابر مجاہد کلم کے درمیان اندراہ مخادعت واقع ہوا ہے۔ ہر دو فریق کا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے کا قصد ہو رہا تھا اور دونوں جماعتوں کے قصد اور اختیار کے بغیر مفسدین نے یہ فتنہ کھڑا کر دیا۔ سو اس فتنہ عظیم کو ”الفتنۃ الکبریٰ“ کے نام سے تعبیر کرنا بالکل بجائے۔

چنانچہ اسی ”الفتنۃ الکبریٰ“ میں جواز راہ مخادعت کھڑا کیا تھا۔ اکابر حضرات مثلاً حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہ وغیرہم شہید ہو گئے۔

شہادت حضرت زبیرؓ
حضرت زبیر بن عوام کی وفات اس موقعہ میں اس طرح ہوئی تھی کہ جنگ سے حضرت زبیرؓ ہٹ کر ایک وادی جسے ”وادی السباع“ کہتے تھے۔ آرام کر لے بیٹھ گئے وہاں اگر ایک شخص نے جسے عمرو بن جرموز کہتے تھے۔ حضرت زبیرؓ پر حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ اور آپ کے سر کو لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت علیؓ نے فرمایا اس کو اندر آنے کی اجازت مت دو اور اس کو ”جہنم“ کی بشارت دے دو۔
”فَقَالَ عَلِيٌّ لَا تَأْذِنُوا لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ“ لہ

لہ البدایۃ ص ۲۴۹ تحت تذکرہ زبیر بن عوام

شہادت حضرت طلحہؓ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں شامل تھے اور حضرت علیؓ کے ساتھ دوران جنگ ان کی گفتگو

ہوئی اس کے بعد آپ صفوں کے درمیان گھوڑے پر سوار کھڑے تھے کہ اچانک ایک تیر آپ کے گھٹنے میں آکر پیوست ہو گیا اور اسی کی وجہ سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

----- فوقت فی بعض المصنف فمجاہد سہم

غرب فوقت فی رکبتہ "لہ

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شہادت حضرت طلحہؓ کے متعلق عموماً مؤرخین نے دو طرح کی روایات ذکر کی ہیں بعض روایات میں "سہم غرب" کا لفظ مذکور ہے یعنی آپ ایک ایسے تیر سے شہید ہوئے۔ جس کا تیر انداز معلوم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کس جانب سے آکر لگا اور بعض دیگر روایات میں مؤرخین نے صیغہ تملیض مثلاً یقال، قیل، یزعمون، یقولون وغیرہ الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے تیر انداز مردان بن حکم کو ٹھہرایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ پہلی قسم کی روایات حضرت طلحہؓ کے قاتل متعین کرنے میں خاموش اور ساکت ہیں دوسری نوع کی روایات شک اور تملیض کے الفاظ کے ساتھ مردان کے قاتل ہونے کا تاثر دیتی ہیں۔ ان حالات میں اب ہم تیسری قسم کی روایت اس مسئلہ پر پیش کرتے ہیں جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہؓ کا قاتل حضرت علی المرتضیٰؑ کے گردہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گردہ کے ساتھ قاتل کا کوئی تعلق نہیں تھا نیز وہ قاتل مردان

لحہ (۱) تاریخ الطبری ۲۱۵/۵ تحت حالات جمل سہم ۳۶ھ

(۲) البدایہ ص ۲۳۱/۲ تحت واقعہ جمل

(۳) البدایہ ص ۲۳۴/۲ تحت طلحہؓ بن عبید اللہ

بن حکم نہیں ہے بلکہ کوئی اور شخص تھا یہ روایت طبقات ابن سعد میں بالفاظ ذیل با سند ذکر کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

----- رجبی بن حراش قال انی عند علیؑ جالسٌ اذ جاء ابن طلحة
(عمران بن طلحة) فسلم علی علیؑ فحرب به علی فقال ترحب
بی یا امیر المؤمنین؟ وقد قتلت والدی واخذت مالی قال
اما مالک فهو معزول فی بیت المال فاغدا لی مالک فغده
واما قولک فقد قتلت ابی فانی ارحموان اکون انا والولک من
الذین قال الله ” ونزعنا ما فی صدورهم من غلیٰ اخواناً علی
سر پر مقابلین“ ----- الخ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ رجبی بن حراش کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر
تھا کہ حضرت طلحہؓ کے فرزند (عمران) تشریف لائے اور سلام عرض کیا۔ حضرت علیؑ نے جواب
میں مرحبا اور خوش آمدید کے کلمات فرمائے تو حضرت طلحہؓ کے فرزند کہنے لگے کہ یا امیر المؤمنین!
آپ مجھے مرحبا فرما رہے ہیں حالانکہ جناب نے میرے والد کو قتل کر ڈالا اور ہمارا مال قبضے میں
لے لیا ہے تو سیدنا علیؑ نے جواب میں فرمایا: تمہارا مال بیت المال میں علیحدہ محفوظ ہے۔ صبح
آکر اپنا مال لے لینا اور تیرا یہ کہنا کہ تم نے میرے والد کو قتل کیا ہے تو اس سلسلہ میں یہ معلوم
ہونا چاہیے کہ میں اور تیرے والد قیامت میں ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے حق میں اللہ
تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ (بہشت میں) مومنوں کے دل سے ہم کینہ کو دور کر دیں گے
اور وہ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے تخت نشین ہوں گے۔۔۔۔۔ الخ“

روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ:

(۱) واقعہ ہذا کا راوی بذات خود مجلس میں موجود تھا اور اس کا یہ اپنا بیان ہے کسی سے

لے طبقات ابن سعد ص ۱۱ آخر تذکرہ حضرت طلحہ بن جندب اللہ۔ طبع لندن۔

شہید نہیں۔

(۲) حضرت طلحہؓ کے فرزند نے امیر المؤمنین کو قاتل کہہ کر خطاب کیا ہے معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ کا قاتل حضرت علیؓ کے گروہ سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ قاتل مردان بن حکم نہیں تھا۔

(۳) اگر مردان بن حکم حضرت طلحہؓ کا قاتل ہوتا تو جواب میں حضرت علیؓ فرمائے کہ حضرت طلحہؓ کو خود تمہارے آدمی نے قتل کیا ہے۔ مجھے کیوں قاتل قرار دیتے ہو؟

(۴) یہ مکالمہ جنگ جمل کے متعلق بعد میں پیش آیا تھا۔ اس وقت (مردان کے قاتل طلحہؓ ہونے کا مسئلہ کیسے مخفی رہ سکتا تھا؟

مرگت دراز کے بعد دایلوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو گیا؟ اور واقعہ میں شرکت کرنے والوں پر یہ واضح نہ ہو سکا؟ (یا اللعجب)

مسئلہ کی تائید

مذکورہ مسئلہ کی تائید میں کبار علماء کے بعض بیانات پیش خدمت ہیں۔

● علامہ بدر الدین العینیؒ شارح بخاری نے شرح عمدۃ القاری میں اس چیز کو بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے۔

قتل یومہ الجمل اتاہ سہم لا یدری من دراہ و اتہم بہ

مردان (عمدۃ القاری ص ۲۶۵) جزء اول کتاب اللایمان باب الزکوۃ من الاسلام۔

یعنی حضرت طلحہؓ جمل کے روز قتل کئے گئے تیراں پر آکر لگا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کون چسکنے

دلا تھا؟ اور مردان کی طرف اس کی تہمت لگائی گئی۔

مطلب یہ ہے کہ صحیح طور پر طلحہؓ پر تہمیر چلانے والا تو معلوم نہیں لیکن اس بات کی نسبت مردان کی طرف کر دی گئی اس کو اتہام کہا جاسکتا ہے۔

● اور حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد سابع میں مؤرخین کے دونوں اقوال نقل کئے ہیں ایک

یہ کہ کہا جاتا ہے کہ مروان نے یہ تیر چلا یا تھا دوسرا یہ کہ مروان کے ماسوا کسی دوسرے شخص نے تیر چھینکا تھا۔

اس کے بعد اپنی رائے درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

----- "وهذا عندى اقرب وان كان الاول مشهوراً

الله اعلم" (البدایہ ص ۲۴ جلد سابع تحت ذکر طلحہ بن عبید اللہ)

یعنی مروان کے سوا کسی دوسرے شخص کا قاتل طلحہ ہو نا میرے نزدیک یہ قول صواب کے زیادہ قریب ہے اگرچہ پہلا قول مشہور ہو چکا ہے۔

مذکورہ اشیاء تو روایت کے اعتبار سے منقول ہیں۔

درایت کے اعتبار سے

اور درایت کے لحاظ سے یہ عرض ہے کہ :

واقعہ جمل میں دو فریق باہم متقابل صورت میں آئے ساتھ تھے اور حضرت طلحہ و زبیرؓ کے فریق میں مروان بن حکم موجود تھا۔ حضرت عثمانؓ کے بعض فرزند بھی اسی فریق میں تھے ان کے مقابل حضرت علیؓ سمجھے جا رہے تھے اور ان کا گروہ دوسرا فریق تھا۔

قتال ہذا میں علوی فریق کا پہلا بھاری ہرگیا اور وہ غالب آئے گئے اس صورت میں دوسرا فریق کے قدم اکھڑ گئے اور شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ان ابتداء کے حالات میں اگر حضرت طلحہؓ پیش قدمی کی بجائے پیچھے ہٹنے لگے ہوں اور کسی نے ناکہ رو کر دیا ہو تو ہو سکتا ہے لیکن اس حالت میں اپنی ہی جماعت اور اپنی ہی فریق کا آدمی ان پر حملہ آور ہو یہ بالکل عقل و دانش کے خلاف ہے۔ پھر حضرت طلحہؓ پر قاتلانہ وار کر کے مروان کا یہ کہنا کہ "اے عثمانؓ کے فرزندو! میں نے تمہارے باپ کے قاتل سے بدلہ لے لیا ہے۔" یہ مدد و غم جو یزید کو دیا گیا ہے۔

اگر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ حضرت عثمانؓ کے قاتلین میں سے تھے اور ان سے قتل ہوا کا بدلہ لینا ہی مقصود تھا تو یہاں بصرہ میں اگر قتال میں وار کرنے کی کیا حاجت تھی؟ وہیں مدینہ طیبہ میں ان سے بدلہ لے لیتے۔ یا پھر مکہ شریف میں کئی ماہ مشورے جاری رہے تھے وہاں موقعہ پاکر

بدلہ لیتے۔ اتنے دور دراز سفر میں کہیں ناگہانی حملہ کر دیتے۔ درود بخ تیار کرنے کے لیے بھی تدریجاً عقیقہ مندی سے کام لیتا چلا جیسے یہاں تو بالکل یہ داستان بڑی بے اصولی سے گھڑی گئی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ پر حملہ کنندگان فریق مقابل کے ہی آدمی تھے ان کی اپنی فریق کے آدمی نہیں تھے۔ یہی قرین قیاس ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جنگ جمل کا اختتام

جنگ جمل میں حضرت سیدنا علیؓ کی جماعت غالب آگئی اور دوسرے فریق کے اکابر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہم شہید ہو گئے اور یہ فریق مغلوب ہو گئی۔ ان حالات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حفاظت کے انتظامات ضروری تھے چنانچہ امیر المومنین حضرت علیؓ نے سب سے پہلے اس امر کی طرف توجہ فرمائی اور ایک جماعت کو حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہودج (جسے پالکی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے) کو اٹھا کر حفاظت میں لے لیں۔ آپؓ نے محمد بن ابی بکرؓ اور عمار بن یاسرؓ کو حکم دیا کہ کسی مناسب اور محفوظ مقام میں ان کے لیے قبۃ (خیمہ) لگائیں۔ اس حفاظتی تدبیر کے بعد محمد بن ابی بکرؓ نے اگر حضرت صدیقہؓ سے ضرورت دریافت کی اور عرض کیا کہ آپؓ کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں پہنچی؟

نیز خود حضرت علیؓ بھی تشریف لائے اور حضرت صدیقہؓ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد مزاج پرسی کی تو جواب میں حضرت صدیقہؓ نے فرمایا:

میں بخیریت ہوں۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپؓ کی مغفرت فرمائے۔

اور ساتھ ہی حضرت علیؓ کی جماعت کے دیگر اکابر حضرات بھی حضرت ام المومنین صدیقہؓ کی خدمت میں ضریت طلبی اور دریافتِ سلامتی کے لیے حاضر ہوئے اور ام المومنین کی خدمت میں تسلیات عرض کیں۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اور ابن جریرؒ بطبریؒ کے اس موقعہ کے الفاظ بعینہ درج کیے

جاتے ہیں :

..... وأمر على فترا أن يحملوا اليهود من بين القتلى
وأمر محمد بن أبي بكر وعماراً أن يضربا عليها قبةً وجاء
إليها انصوها محمد فساكنها هل وصل إليك شيء من الجراح ؟
فقلت : لا -

..... وجاء إليها علي بن أبي طالب أمير المؤمنين مسلماً
فقال كيف أنت يا أمه ؟ قالت بخير فقال يفضلك الله لك
وجاء وجوه الناس من الأمراء والاعيان يسلمون على
أمر المؤمنين رضي الله تعالى عنها ۛ

حضرت ام المؤمنین کی شان میں بدگوئی کا ایک واقعہ
اور

حضرت علیؑ کا اس پر سزا دینا

واقعہ جبل کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ چند ایام بصرہ میں قیام پذیر رہیں اس کے بعد
بصرہ سے حجاز کی طرف روانہ ہوئیں تو اس موقع پر حضرت علیؓ تشریف نہ لائے اور جس دایں
ام المؤمنین قیام پذیر تھیں آپؓ اجازت لے کر داخل ہوئے اور سلام کہا تو حضرت صدیقہؓ نے
سلام کا جواب فرمایا اور مرجا کہا۔

اس اثنا میں ایک شخص نے آکر امیر المؤمنین کو اطلاع دی کہ اے امیر المؤمنین اس

ۛ (۱) البدایۃ لابن کثیر ص ۲۴۳ طبع اول مصر تحت واقعات بعد از جبل۔

(۲) التاریخ لابن جریر الطبری ص ۲۱۵ تحت واقعات جبل ص ۲۶

مکان کے دروازہ پر دو شخص ام المومنین حضرت صدیقہؓ کے حق میں بدگامی اور طعن گوئی اور سب و شتم کر رہے ہیں۔ تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے الفقہاء بن عمرو کو حکم دیا کہ ان ہتک عزت کرنے والے دونوں شخصوں کو کپڑے اتار کر ہر ایک کو درے لگائے جائیں (اور شرعی سزا پوری کی جائے)۔

”..... فقال له رجل يا اميرالمومنين ! ان علي
الباب رجلين ينالان من عائشةؓ - فامر عليؓ الفقهاء بن
عمرو ان يجلدا كل واحد منهما مائة دان يخرجهما
من ثيابهما“ ۱

حضرت علی کا حضرت ام المومنینؓ کے حق میں اعلان عام

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے حق میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی جانب سے پورا اکرام کیا گیا اور کامل احترام کے ساتھ ان کی حجاز کی طرف واپسی ہوئی تھی۔

اس سلسلہ میں شیعہ کتب سے بھی اس مسئلہ کی تائید حضرت علی المرتضیٰؓ کے کلام کی صورت میں موجود ہے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے اہل بصرہ کے ساتھ بعد از جمل خطاب فرمایا اور اس خطاب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مقام و مرتبہ کو بیان فرماتے ہوئے کہا:

”وَلَهَا بَعْدَ حُرْمَتِهَا الْاُولَى“ ۲

یعنی حضرت صدیقہؓ کے حق میں (واقعہ جمل کے بعد بھی) وہی سابق اکرام و احترام باقی ہے جو اس سے قبل تھا اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔

۱۔ ابراہیم لابن کثیرؒ ص ۲۳۵ تحت حالات بعد از واقعہ جمل

۲۔ فتح البلاء ص ۲۸۳ تحت ومن كلامه له خا طب به اهل البصرة وفي وصف

السيدة عائشة..... الخ

مختصر یہ ہے کہ جو لوگ حضرت صدیقہؓ کے حق میں احترام اور ان کی شان کے خلاف بدگوئی کرتے ہیں ان کو اس مرتضویٰ وطن سے ہجرت حاصل کرنی چاہیے اور اپنے ایمان کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

بصرہ سے روانگی اور رخصتی کا انتظام و اہتمام

جب حضرت عائشہ صدیقہ کا حجاز کی طرف سفر کا قصد ہو گیا تو امیر المؤمنین علی المرتضیٰؑ کی طرف سے ضروریات سفر (سواری، زادراہ اور سامان سفر وغیرہ) بہیم پہنچائے گئے اور بطور اعزاز کے اہل بصرہ کی بعض شرفاء و خواتین کو اس سفر میں ہمسفری کے لیے تیار کیا گیا۔ اور ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر کو روانہ کیا گیا۔ اس سفر میں رخصتی کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ خود بھی تشریف لائے اور بھی کئی حضرات ام المؤمنینؑ کو رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اور باہمی الوداعی کلمات ذکر فرما کر ایک دوسرے کو رخصت کیا۔ حضرت علی المرتضیٰؑ نے حضرت صدیقہؓ کا احترام ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

----- واھا الزوجة بنیکم صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا

والآخرة ومار علیٰ معھا مودعاً و مشیتاً امیالاً و سرح

بنیہ معھا بقیۃ ذالک الیوم وکان یوم السبت مستهل

رجب سنۃ ست و ثلاثین^{۳۶} ھ

۱۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۴۵ تحت واقعات بعد از جل۔

۲۔ التاریخ لابن جریر الطبری ص ۲۲۵ تحت واقعات ص ۳۶۔

۳۔ الفتنہ وقعة الجمل ص ۱۸۳ تحت تجهیز علی عائشہؓ۔

یعنی ام المؤمنین حمزہ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں حرم محترم ہیں اور زوجه مکرمہ ہیں۔

پھر خود حضرت علی المرتضیٰ ان کے ساتھ کئی میل تک رخصت کرنے کے لیے پیادہ پا چلے اور اپنے فرزندوں کو اس دن ساتھ بھیجا۔ یہ سفر ہفتہ کے روز یکم رجب المرجب ۳۷ھ کو پیش آیا تھا۔

حاصل یہ ہے کہ اس موقع کے کوائف کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔
 ————— کہ ہر دو فریق کے مابین احترام کے جذبات موجود تھے۔ کسی قسم کا عناد اور فساد قلب میں نہیں تھا۔

———— اور ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت ملحوظ خاطر تھی۔
 ————— اسی بنا پر سیدنا علیؑ نے ضروریات سفر و زیارت اور سواریاں وغیرہ جیسا کہیں اور تو ان کو ساتھ کیا اور استند بار و تشیع کی خاطر خود شامل ہوئے اور اولاد کو ساتھ بھیجا۔
 ————— اس اہتمام و انتظام کے ساتھ حضرت صدیقہؓ کی بصرہ سے حجاز کی طرف واپسی ہوئی۔

واقعہ جمل کے بعد چند گزارشات

جنگ جمل کو سطور بالا میں اختصاراً ذکر کیا ہے۔ تفصیلات میں جانا مناسب نہیں سمجھا مؤرخین نے اپنے انداز کے موافق اس مسئلہ میں بہت کچھ طوالت سے کام لیا ہے ان کی دوران کار تفصیلات پر اتماد کرنا بظاہر بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر ان کے بیانات میں باہم تضاد اور عدم مطابقت بھی ہے جو انہیں تسلیم کرنے میں مزید دشواری پیدا کر دیتی ہے بنا بریں بقدر ضرورت ذکر کر دینا صواب سمجھا گیا ہے۔ ہاں یہاں اس باب میں حضرت علیؑ کے تاثرات بہت اہمیت رکھتے ہیں ان میں سے چند امور بیان کرنا مطلوب ہیں جو اس موقع و محل کے لحاظ سے منفعت بخش ہیں۔

سیدنا علیؑ کے تاثرات و ارشادات

①

واقعہ جمل کے موقع پر جانیں میں اختلاف رائے کی بنا پر جو کشیدگی اور نزاع رونما ہوا اور مصدقین کی محاذ عت کی وجہ سے وہ غیر اختیاری طور پر قتال کی شکل اختیار کر گیا تو اس موقع میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جو تاثرات تھے ان کو ایک ترتیب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ تاثرات کا یہ عنوان کافی طویل ہے لیکن اختصاراً چند چیزیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ امیر المؤمنین پر قلق اور اضطراب کی حالت طاری تھی اور اظہار تشویش کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے تھے۔

❶ اے اللہ! میرا ہرگز ایسا ارادہ نہ تھا اے اللہ! میرا مقصد مسلمانوں کے درمیان قتال نہ تھا۔

❷ اور اس روز فرماتے تھے کاش کہ بیس سال قبل میرا انتقال ہو گیا ہوتا۔

❸ نیز اپنے فرزند سیدنا حسنؑ سے فرماتے تھے۔ اے حسن! کاش تیرا باپ آج سے بیس سال قبل فوت ہو گیا ہوتا۔

❹ اور مجھے ہرگز یہ خیال تک نہ تھا کہ اس معاملہ کی نوبت یہاں تک پہنچے گی اس کے لیے مقامات ذیل ملاحظہ فرمادیں۔

(۱) ----- "حدث جیب بن ابی ثابت ان علیاً قال یوم الجمل،

اللہم لیس هذا اردت، اللہم لیس هذا اردت"۔

(۲) ----- قال علیؑ یوم الجمل وددت انی کنت مت قبل

لہ المصنف لابن ابی شیبہ ۲۵۰ جلد ۱۵ کتاب الجمل - طبع کراچی -

هذا العشرين سنة" ۱۷

(۳) ----- "قال فقال الحسن لقد رأيته حين اشتد القتال يلوذني ويقول : يا حسن ! لوددت اني مت قبل هذا العشرين حجة" ۱۸

(۴) ----- "عن قيس بن عباد قال : قال علي يوم الجمل : يا حسن ليت اباك مات منذ عشرين سنة - فقال له يا ابيه ! قد كنت انهاك عن هذا قال : يا بني ! اني لم اُر ان الامر يبلغ هذا" ۱۹

(۴۲)

اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ کی یہ کیفیت تھی کہ آنجناب نے فریق مقابل کے مقتولین جمل پر گنہ فرمایا تو ان کے حق میں دعائے مغفرت فرماتے ہوئے کہا : اے اللہ ! ان کی مغفرت فرما اور ان کو بخش دے۔

----- عن عبد الله بن محمد قال مر علي على قتلى من اهل البصرة فقال ، اللهم اغفر لهم" ۲۰

فریق مخالف کے حق میں انہار نفرت اور بددعا کی بجائے جناب علیؑ مغفرت کے

۱۷، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۸۵-۲۸۶ ج ۱۵ تحت کتاب الجمل طبع کراچی۔

۱۸، کتاب السنۃ امام احمد ص ۱۹۷ طبع مکرّمہ طبع اول۔

۱۹ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۸۵ ج ۱۵ تحت کتاب الجمل۔ طبع کراچی۔

۲۰، البدایہ لابن کثیر ص ۲۴۲ تحت واقعہ جمل۔ طبع اول۔ مصر۔

۲۱، کنز العمال ص ۹۵۵ ج ۴ تحت واقعہ جمل کتاب الفتن طبع اول دکن۔

۲۲ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۸۵ ج ۱۵ طبع جدید کراچی تحت کتاب الجمل۔

کلمات اور دعائیں چلے ادا کرتے تھے۔

اور ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے لیے آپؐ سے بددعا کے کلمات سرزد ہونا منقول ہیں۔

خاص طور پر محمد بن حنفیہ کا ایک بیان اکابر علماء نے نقل کیا ہے کہ آنجناب کے فرزند محمد بن حنفیہ جہلی کے روز حضرت علیؑ کی جانب سے صاحبِ علم (جھنڈا بردار) تھے اس وقت محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ قاتلین عثمانؓ کے حق میں بددعا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ :

”اے اللہ! قاتلین عثمانؓ کو قیامت کے روز چہرہ کے بل اوںدھا کر کے سزا دینا۔“

----- ”عن محمد بن علی بن ابی طالب بن الحنفیة وكان

صاحب لواء علی بن ابی طالب یوم الجمل قال : قال علی

رضی اللہ عنہ اللہم اکبب قتلہ عثمان لمناخرہم العذاب“

اور بعض روایات میں جناب امیر المومنینؑ سے قاتلین کے حق میں بددعا کے الفاظ

اس طرح بھی مروی ہیں کہ :

----- ”فقال اللہم احلل بقتلہ عثمان خزياً“

یعنی اے اللہ! قاتلین عثمانؓ پر ذلت اتار اور رسوائی نازل کر دے۔“

جناب سیدنا علی المرتضیٰؑ کا ان لوگوں کے حق میں بددعا فرمانا بالکل سہا ہے کیونکہ انہوں

نے ہی اہل اسلام کے درمیان شریکیز اور ہلاکت خیز حالات پیدا کر دیئے اور وقتِ اسلامیہ

کی وحدت کو پارہ پارہ کر ڈالا۔

۱۔ تاریخ الکبر لام بخاری ص ۳۳۳ قسم ثانی۔ طبع دکن۔

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ کتاب الفتن (المجل) طبع کراچی روایت ۱۹۶۷

(۳)

① اسی سلسلہ میں نورغین لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جنگ ہذا میں شہید ہو گئے تھے اور وادی ”السباع“ میں ان کی شہادت ہوئی تھی۔ وہاں حضرت علی المرتضیٰ القسریؒ نے گئے ہیں اور ان کے پاس جناب علیؑ اور آپؑ کے رفقا بیٹھ کر شدت غم کی بنا پر گریہ زاری کرنے لگے۔ یہ حضرت زبیرؓ کی ذات پر اظہار تاسف تھا جو حضرت علیؑ کی طرف سے واقع ہوا۔

----- وفن الزبیر رحمہ اللہ بوادی السباع وجلس علیؑ

یہ کسی علیہ ہوا صحابہؓ۔

وجہ یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ کی ذات گرامی وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہے کہ :

”----- لکل نبی حواری و حواری الزبیر و ابن عمتیؑ“

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک حواری (مساوہ و ناصر) ہونا ہے اور میرے حواری زبیر بن عوامؓ ہیں اور میری عمت محترمہ صفیہ بنت عبدالمطلب کے فرزند ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت زبیرؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں دین برحق کی سر بلندی کے لیے اللہ کی راہ میں تلوار اٹھائی تھی ۳

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۴۹ تحت زبیر بن العوامؓ۔

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴ (قلی نسخہ پیر چنڈا) تحت ما حفظت فی

الذبیر بن عوام

۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۴ (قلی نسخہ پیر چنڈا) تحت کتاب الاوائل۔ باب لول

ما فعل ومن فعلہ۔

اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کے متعلق یومِ قرینہ میں فرمایا کہ ”بالی واقعیؑ“
(میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں)

(۲) اسی طرح واقعہ ہذا میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت علی المرتضیٰؑ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اُن کے چہرہ اور سے گرد و غبار کو خود صاف فرمایا اور پھر اپنے فرزند جناب سیدنا حسن کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کاش کہ میں اس سے قبل فوت ہو گیا ہوتا۔ (اور مجھے یہ دن دیکھنا نہ پڑتا) اور یہاں دوسری روایت میں ہے کہ جناب علی المرتضیٰؑ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور غایت غلگنی کی کیفیت میں حضرت طلحہؑ کے چہرے اور ریش مبارک سے غبار اُگ کیا اور گریہ کرتے اور کلماتِ ترحم فرماتے تھے اور کہتے کہ کاش اس سے بیس سال قبل مجھ پر موت واقع ہو جاتی۔

----- ان علیا انتہی الی طلحة وقد مات فنزل و
اجلسه و مسح الغبار عن وجهه و لحية و هو يترو
عليه و يقول يا ليتني مت قبل هذا اليوم بعشرين
سنة ۳

(۳) اور اس مقام کی تیسری روایت میں اس طرح ذکر پایا جاتا ہے کہ :
----- عن ابی جعفر قال جلس علیؑ و اصحابہ یوم الجمل

۱۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۰۷ (قلمی) سخت ما حفظت فی الذییر بن العوام۔
۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۱۹ سخت کتاب الجمل (قلمی نسخہ پر چھڑا)
۳۔ جامع الفوائد ص ۳ سخت مناقب بقیة العشرة المبشرة (از محمد بن محمد الفاسی) بحوالہ
الطبرانی الکبیر۔

۲، تاریخ الاسلام للذہبی الجزر الثاني ص ۱۷۵ سخت طلحہ بن عبید اللہ طبع مصر۔

يُكُونُ عَلَى طَلْعَةِ وَالزُّبَيْرِ“۔ ۱۷

یعنی ابو جعفر (محمد باقر) فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ اور ان کے احباب جمل کے روز حضرت طلحہؓ و زبیرؓ دونوں پر گم یہ وزاری کرتے اور غم و الم کا اظہار فرماتے تھے۔

(۴) اس سلسلہ میں چہارم روایت مؤرخین اور محدثین کرام نے اس طرح ذکر کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دونوں کے حسن خاتمہ اور حسن انجام کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اُمید ہے کہ میںؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ اہل جنت میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

”وَنَزَعْنَا مِنْ فِئَةِ صَدُورِهِمْ مِنْ غُلٍّ اخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ

مُتَقَابِلِينَ“۔ ۱۸

مطلب یہ ہے کہ ہم تینوں احباب امید رکھتے ہیں کہ اس آیت مذکور کا مصداق ہوں گے اور جنت میں ہمارے درمیان سے غمگی اور کدورت زائل ہو چکی ہوگی اور قدرت کی جانب سے باہمی رنجش کا ازالہ کر کے آپس میں صفائی کرا دی جائے گی اور ہم بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔

۱۷ (۱) المصنف لابن ابی شیبہ (رقلمی) ص ۱۰۱ (کتاب الجمل)

(۲) المصنف لابن ابی شیبہ طبع کراچی ص ۲۶۱ جلد ۱۵۔ روایت ۱۹۶۲ کتاب الجمل۔

۱۸ (۱) طبقات ابن سعد ص ۸۳ تحت ذکر قتل زبیر ومن قتله۔

(۲) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۸۱-۲۸۲ طبع جدید کراچی (کتاب الجمل) ج ۱۵

(۳) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ طبع جدید کراچی ج ۱۵

(۴) السنن الکبریٰ بیہقی ص ۱۵۳ کتاب اہل البغی ج ۸

(۵) البدایہ لابن کثیر جلد سابع ص ۲۴۸ تحت طلحہ بن عبید اللہ۔

⑤ حضرت طلحہؓ کے فرزند محمد بن طلحہؓ بھی اسی جہل کے روز شہید ہو گئے تھے محمد بن طلحہؓ بڑے عبادت گزار اور صلہ رحمی کرنے والے بزرگ تھے حضرت علی المرتضیٰؑ کا جب ان پر گذر ہوا ہے تو آپؑ ان کے اوصاف جیلہ کے لحاظ سے فرماتے تھے :

----- السجّاد وربّ الکعبة هذا الذی قتله بترسیهؑ

اور بعض روایات میں ہے کہ اس طرح بھی ارشاد فرمایا واللہ کان سفّاً صالحاً

یعنی یہ بہت بڑے عبادت گزار اور سجدہ ریز تھے۔ ربّ کعبہ کی قسم : یہ وہ شخصیت ہیں جو اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے مقتول ہوئے اور جو ان صالح تھے۔ حضرت طلحہؓ کی اولاد پر حضرت علیؑ کے شفقت کے یہ کلمات حضرت طلحہؓ کی عظمت اور عالی مرتبت کی بنا پر صادر ہوئے۔

پھر اس کے بعد حضرت طلحہؓ کے ایک دوسرے صاحبزادے (عمران بن طلحہؓ) جنگ جہل میں اپنے والد کے مضبوط شدہ اموال کے حصول کے لیے جب حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور اپنے والد کے اموال و جائیداد (جو نشاستہ کے مقام میں تھے) کی واپسی کا مطالبہ پیش کیا تو آنجنابؑ نے ان کو اپنے قریب بلایا، اپنے پاس نشست دی اور ان کے والد گرامی پر رحم و ترحم کے کلمات ارشاد فرمائے اور کہا کہ ہم تمہارے اموال کو ضبط نہیں کرنا چاہتے۔ صرف ان کو اپنی حفاظت میں لیا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ نے حضرت طلحہؓ کے محفوظ کردہ تمام اموال ان کی اولاد کی طرف واپس کر دیئے۔

یہ امور مذکورہ ان حضرات کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ کے حسن معاملہ اور بہتر

۱۔ کتاب "نسب قریش" ص ۲۸۱ تحت ولد تیم بن مرہ (اولاد طلحہ بن عبید اللہ)

۲۔ کتاب "نسب قریش" لمصعب الزہیری ص ۲۸۱-۲۸۲ تحت ولد تیم بن مرہ۔

روابط پر وال ہیں۔ اور باہمی عدم کدورت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

⑥ نیز اسی طرح فریق مقابل کے ایک اور بزرگ عبدالرحمان بن عتاب بن اسید تھے یہ قبیلہ بنو امیہ۔ میں بڑی معتد شخصیت تھے اور اپنے قبیلہ میں بڑے صاحبِ فکار تھے۔ یہ بھی یومِ جمل میں شہید ہوئے تھے۔

جب علی المرتضیٰؑ ان کے پاس تشریف لے گئے تو کمالِ تاسف کا اظہار کرتے ہوئے یہ کلمات ارشاد فرمائے :

----- هذا یصوب قریش ----- الخ

یعنی یہ اپنے قبیلہ کے رئیس تھے ان کے قتل کی وجہ سے مجھے بڑا قلق اور اضطراب ہوا اور شرمندگی ہوئی۔

④

ما قبل کے مندرجہات کی روشنی میں یہاں یہ چیز بھی قابلِ ذکر ہے کہ :

① جناب علی المرتضیٰؑ نے واقعہ ہذا کے بعد جمل مقام میں (جو بصرہ کے قریب ہے) تین یوم اقامت فرمائی اور اس دوران دونوں فریق کے قتلیٰ پر نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ (یعنی فریقِ مقابل کے شہدا اور اپنے ہم نوا فریق کے شہداء کے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں کیا بلکہ تمام شہداء پر صلوٰۃ جنازہ پڑھوایا فرمائی اور دعائے مغفرت کی۔

② حضرت علی المرتضیٰؑ نے جنگِ جمل کے بعد متروکہ اور ضبط شدہ اموال کو مسجدِ بصرہ کے پاس جمع کروا دیا تھا۔

اور پھر اس کے بعد اموال کے وارثوں کو یہ اموال جنگی اسلحہ کے بغیر ان کی شناخت کے مطابق واپس لوٹا دیئے۔ اور کوئی تعزیر نہیں کیا۔

۱۔ کتاب "نسب قریش" لمصعب الزہیری ص ۱۹۳ تحت ولید عبداللہ بن خالد بن اسید

۲۔ کتاب "نسب قریش" لمصعب الزہیری ص ۱۲۲ تحت بنی مخزوم۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ ”البدایہ“ میں تحریر کرتے ہیں کہ :

 واقام علیؑ بظاہر البصرة ثلاثاً ثم صلی علی
 القتلی من الضریقتین ، وخص قریشاً بصلاة من
 بینہم ، ثم جمع ما وجد لا صحاب عائشةؓ فی
 المعسکر وامر بہ ان یحمل الی مسجد البصرة فمعن
 عرف شہداء مولاهم فلیاخذہ الا سلاھا کان
 فی الخزان علیہ سمة السلطان“۔

(۵)

اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تاثرات واقعہ جل کے متعلق ایک
 دوسرے رنگ میں پیش کئے جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ آنجنابؑ سے اپنی جماعت کے
 احباب اس مسئلہ کے متعلق وضاحت طلب کرنا چاہتے تھے کہ آنجنابؑ کے ساتھ جن لوگوں
 کا مقابلہ اور قتال پیش آیا ہے ان کے متعلق ہمارے کیا نظریات ہونے چاہئیں ؟ اور
 ان کو ہم کس درجہ میں خیال کریں ؟؟ چنانچہ ایک صاحب سوال کرتے ہیں کہ کیا اہل جمل
 مشرک ہیں ؟؟

تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ وہ تو مشرک سے فرار کر کے اسلام میں داخل ہوئے
 ہیں (وہ مشرک کیسے ہوئے) ؟

پھر سائل نے عرض کیا ”کیا ہم ان کو منافق گمان کریں ؟؟“
 تو اس کے جواب میں آنجنابؑ نے ارشاد فرمایا کہ :
 منافق لوگ تو اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کیا کرتے ہیں (یعنی یہ لوگ اللہ کا ذکر کرنے
 والے ہیں)۔

لہ البدایہ لابن کثیرؒ ۲/۲۴۲ تحت واقعات بعد ارجل ۔

پھر تیسری بار یہ گزارش کی گئی ”کہ آنحضورؐ لوگوں کے متعلق ہمارے کیا نظریات ہونے چاہئیں؟ تو امیر المؤمنینؑ نے ارشاد فرمایا کہ ”وہ تو ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر دی اور زیادتی کر ڈالی“

چنانچہ ابن ابی شیبہؒ نے ”المصنف“ میں اور دیگر کبار علماء کرام نے اس چیز کو اپنی اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے۔

----- عن ابی البختری قال : سئل علیؑ عن اهل الجمل

قال : قیل أمشرون هم ؟ قال من الشرك فزوا قیل

أ منافقون هم ؟ قال : ان المنافقين لا یذکرون الله

الا قلیلاً۔ قیل فما هم ؟ قال : اخواننا بعنوا علینا“۔

اس سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے بہت سے ارشادات منقول ہیں۔ ان فرامین میں انجنابؑ نے اپنے نظریات کو خوب واضح فرما دیا ہے۔ کسی تشریح و ترجمہ کی احتیاج باقی نہیں رہی۔

”یعنی ہمارے فریق مقابل مشرک نہیں اور نہ ہی منافق ہیں بلکہ مؤمن ہیں اور ہر ایک فریق دوسرے کے لیے دینی برادر ہے۔ اختلاف رائے کی بنا پر یہ معاملہ یہاں تک پہنچا ہے“

مطلب یہ ہے کہ زیادتی (یا بغاوت) جو واقع ہوئی تو اس وقت ہر ایک فریق

الحمد للہ، المصنف لابن ابی شیبہؒ ۲۵۶-۲۵۷ جلد ۱۵ طبع جدید (کراچی) روایت ۱۹۶۹ تحت

کتاب الجمل فی مسیر عائشہؓ وعلیؑ وطلحہؓ وزیئرؓ

۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۷۳ تحت کتاب قتال اہل البغی۔

۱۳، کنز العمال علی متقی ہندی ص ۴۶ روایت ۱۲۰۳ تحت کتاب الفتن من قسم الافعال (واقعہ جمل)

۱۴، کنز العمال علی متقی ہندی ص ۴۶ روایت ۱۲۱۷ تحت کتاب الفتن من قسم الافعال (واقعہ جمل)

اپنی اپنی جگہ پر یہ خیال کئے ہوئے تھا کہ دوسرے فرقے نے خلافت عہد کرتے ہوئے سجاد زکریا سے اس کو اختلاف رائے یا اجتہادی اختلاف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔

بطور تائید کے اکابر شیعہ کی طرف سے اس چیز پر صرف ایک حوالہ درج کیا جاتا ہے۔
امام جعفر صادق اپنے والد گرامی امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مقابلے میں قتال کرنے والوں کے حق میں شرک اور نفاق کی نفی کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے (دینی) برادر ہیں ہمارے خلاف انہوں نے زیادتی کی۔

----- جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام لم یکن

ینسب احداً من اهل حربہ الى الشریک ولا الى النفاق

وکن یقول ہم اخواننا بغنوا علینا۔^۱

قبل ان میں یہ روایات ہم نے کتاب ”مسئلہ اقربا لخواجہ“ کے صفحہ ۱۸۱ پر بقدر ضرورت ذکر کر دی ہیں تاہم اس موقع پر ”علوی تاثرات وارشادات“ کے عنوان کے تحت ان کو درج کرنا مفید خیال کیا ہے۔

۱۔ قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری الشیعی ص ۱۸۱ طبع قدیم ایران۔

(من علماء القرن الثالث ومن اصحاب امام حسن عسکری)

واقعہ جمل کے متعلق حضرت صدیقہؓ کے تاثرات و فرمودات

گزشتہ صفحات میں حضرت ام المؤمنینؓ کی طرف سے بیان کردہ بعض چیزیں تحریر ہو چکی ہیں جن میں سفر ہذا کے مقاصد اور دواعی سفر کو ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت صدیقہؓ کے فرمان کے مطابق اس سفر میں (فریق مقابل) کے ساتھ قتال کرنا ہرگز مطلوب نہیں تھا بلکہ اصلاح بین اہل اس مقصود تھی۔ اور ام المؤمنین لوگوں کے درمیان قتال پسند نہیں فرماتی تھیں بلکہ ان کی امکانی کوشش تھی کہ بغیر جنگ کے کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ یہ چیز ان کے متعدد بیانات میں صراحتاً پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ سابقاً ذکر ہو چکا ہے۔ اور بعض چیزیں اب پیش کی جاتی ہیں۔



ایک قدیم مصنف اور محدث عبدالرزاق نے اپنے ”المصنف“ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت صدیقہؓ کی طرف سے ایک معذرت کا بیان ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں :

۔۔۔۔۔ فقالت انما ارید ان یحجز بین الناس مکانی ،

قالت وسم احسب ان یکون بین الناس قتال و لو علمت

ذالك لسم اوقف ذالك الموقف ابداً۔ قالت فلم یسمع

الناس كلامی۔ وسم یلتفتوا الی وکان القتال لہ

یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے (بطور معذرت اور حقیقت حال کے) فرمایا کہ میرا خیال

لہ المصنف عبدالرزاق ص ۳۵۳ تحت غزوہ ذات السلاسل و خبر مل و معاویہؓ

تھا کہ میں اپنے مقام و مرتبہ کی بنا پر لوگوں کے درمیان (جنگ و قتال) سے مانع ہوں گی اور فرماتی ہیں کہ مجھے یہ لگائی ہی نہیں تھا کہ لوگوں کے درمیان قتال واقع ہو گا۔ اگر مجھے یہ بات قبل ازیں معلوم ہوتی تو میں اس مقام میں ہرگز نہ پہنچتی فرماتی تھیں کہ لوگوں نے میرا کلام نہ سنا اور میری بات کی طرف توجہ نہ کی اور قتال واقع ہو گیا۔“

مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقہؓ کا مدعا قتال نہ تھا بلکہ قتال سے مانع ہونا مقصود تھا (یہ حضرات چاہتے تھے) کہ دلوں فریق کے درمیان کوئی اصلاح اور صلح کی شکل پیدا ہو جائے اور قتال تک نوبت نہ پہنچے اور یہ فتنہ فرد ہو سکے۔ لیکن اشراؓ و مفسدین نے جب فتنہ کی آتش یکدم بھڑکا دی اور اس کے فساد کے شعلے فریقین میں پھیل گئے تو اس افراتفری کے عالم میں صلح و آشتی کی آواز کو کسی نے نہ سنا اور یہ معاملہ محدود سے تجاوز ہو گیا اور خلاف توقع کہیں سے کہیں جا پہنچا۔

امام غزالیؒ نے اس چیز کو بہت درست الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

----- والنظر بعائشة انها كانت تطلب تطفئة الفتنة

ولكن خرج الامر من الضبط فادخر الامور لا تبقی

على وفق طلب اوائلها بل تنسل عن الضبط“ ۱۷

یعنی ہمارا خیال حضرت صدیقہؓ کے حق میں یہی ہے کہ وہ فتنہ کی آتش کو فرد کرنا چاہتی

تھیں لیکن یہ معاملہ ضبط اور اختیار سے باہر ہو گیا۔

اور ایسا ہوتا ہے کہ واقعہ کے آخری حالات ابتدائی حالات کے تقاضوں پر باقی

نہیں رہتے بلکہ معاملہ انضباط سے خارج اور کنٹرول سے باہر) ہو جاتا ہے اسی طرح واقعہ

جمل میں یہ صورت پیدا ہو گئی تھی۔

۱۷ کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۹۹ تحت بحث ہذا۔ طبع مہری محمد بن محمد بن محمد ابو حامد غزالیؒ

الطوسی۔

مسئلہ کی تائید

① ایک مشہور صحابی ابوبکرہ (الثقفی) جو مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہیں اُن کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ وہ بھی واقعہ ہذا میں حضرت عائشہ صدیقہ کی رائے کے مطابق اصلاح بین الناس کے متقاضی تھے اور ان کا مقصد بھی قتال نہیں تھا لیکن جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو دفاع کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہا۔

”۔۔۔۔۔ المعروف من مذهب ابی بکرہ (الثقفی) انه كان على رأى عائشة في طلب اصلاح بين الناس ولو يكن قصد هم القتال لكن لما انشبت الحرب لم يكن ممن معها بد من المقاتلة“۔۔۔۔۔

حضرت ابوبکرہ (الثقفی) کی اس مسئلہ میں رائے حضرت عائشہ کے ساتھ متفق ہونے سے ام المؤمنین کے موقف کی تائید اور تصدیق پائی گئی۔

② دوسرا ایک اور واقعہ اسی جہل کے موقع پر پیش آیا تھا۔ وہ بھی مسئلہ ہذا کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔

وہ یہ ہے کہ جہل کے روز جب قتال شدت اختیار کر گیا تو اس وقت حضرت طلحہ کے فرزند محمد بن طلحہ ام المؤمنین حضرت صدیقہ کے پاس پریشانی کے عالم میں پہنچے اور عرض کیا ام المؤمنین! اس وقت قتال کے معاملہ میں آپ مجھے کیا حکم دیتی ہیں؟ یعنی کیا میں بھی فریق مخالف پر تیغ زنی کروں؟ تو اس وقت حضرت صدیقہ نے جواب میں فرمایا کہ ”اے بیٹے! اگر تجھے استعلاعت ہے تو آدم علیہ السلام کے دونوں فرزندوں میں سے مقتول فرزند (ہابیل) لے فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۱ ص ۱۳ تحت باب کذا للجمع بغیر ترجمہ و سقط لاین بطلال الخ (قصہ الجہل)

کی طرح اپنے ہاتھ روک لے اور صبر اختیار کر لے۔

----- محمد بن طلحہؓ قال لعاشۃ یوم الجمل

یا ام المؤمنین مات امری فی قالت ہی! ان استطعت ان

تکون کاخیر من ابی ادرفاعل۔

اور الاماتبہ میں بھی پیڑ ذیل الہ کے ساتھ مذکور ہے۔

----- قالت کن خیر ابی ادرفاعل فاغمد سیفہ

وکان قد سلہ ثم قام حتی قتل۔

یعنی محمد بن طلحہؓ کو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے فرزندوں میں سے بہترین

فرزند کی صورت اختیار کر۔ پس اس نے جو تلوار کھینچ رکھی تھی اس کو نیام میں کر لیا پھر کھڑا تھا حتیٰ کہ

کسی نے شبیدہ کر ڈالا۔

ان کی شہادت پر حضرت علیؓ کا متنازعانہ کلام قبل ازین ذکر کیا گیا ہے اور یہاں ان کی

شہادت کی کیفیت بیان کر دی ہے۔

مندرجات بالا کی روشنی میں اور کبار علماء کے بیانات کے پیش نظر ام المؤمنین حضرت

صدیقہؓ کا موقف نہایت واضح ہے کہ :

واقعہ ہذا میں ان حضرات کے سامنے قتال واقع کرنا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ کوئی مصالحت

کی صورت پیدا کر کے اس اختلاف کو بہتر طریق سے سلجھانا منظور خاطر تھا۔ لیکن شریکین

نے اس میں عواقب ڈال دیئے اور موافقات پیدا کر دیئے۔ جن کی وجہ سے اصل مدعا پایہ

تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ اور یہ سانحہ پیش آیا۔

۱۔ المصنف لایں ابی شیبہؒ ص ۲۸۲ طبع مجدد کراچی تحت کتاب الفتن (جمل)

روایت ۱۹۶۹

۲۔ الاماتبہ ص ۳۵۷ تحت محمد بن طلحہؓ بن عبید اللہ۔

(۲)

⑤ واقعہ ہذا کے متعلق حضرت ام المومنین کی طرف سے اظہارِ افسوس کے کلمات علماء کرام نے ذکر کئے ہیں۔ اور اس واقعہ کے وقوع پر پریشانی کے کلمات نقل کئے ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہؒ نے ذکر کیا ہے کہ:

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی تھیں کہ

عن عبد اللہ بن عید ابن عمیر قالت عائشہ: ودوت
انی کنت غصناً رطباً ولم اسر مسیری هذا لہ

یعنی میں اس کو پسند کرتی ہوں کہ میں ایک شاخ تر ہوئی (جس کو سہولت کاٹ دیا جاتا) اور میں یہ سفر اختیار نہ کرتی (جس سفر میں یہ سانحہ واقع ہوا) اس نوع کے اظہارِ تأسف کے متعدد بیانات حضرت عائشہؓ سے منقول ہیں یہاں صرف ایک قول اختصاراً ذکر کیا ہے۔

(۳)

واقعہ جمل کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فریقین کے متعلق اظہارِ ترحم کے بیانات اور مغفرت کے کلمات اکابر علماء نے نقل کئے ہیں۔

کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے فریق کے شہداء اور فریقِ مقابل (حضرت علی المرتضیٰ کی جماعت) کے شہداء کے حق میں شفقت اور ترحم کے کلمات کہے اور دعائیں فرمائیں۔ واقعہ ہذا سے حضرت صدیقہؓ کے قلبی تاثرات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کے دل میں باہم کدورت نہ تھی بلکہ دل صاف تھے۔ اور ایک دوسرے کے حق میں نیک جذبات رکھتے تھے۔

الحمد للہ لا بن ابی شیبہؒ ج ۲ ص ۲۸۱ تحت کتاب الجمل روایت ۱۹۶۶۴ طبع کراچی۔

چنانچہ ابن سیرین کہتے ہیں کہ خالد بن واثمہ جنگ جمل کے منسلک بعد حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے دریافت کیا حضرت طلحہؓ کا کیا بنا؟ تو خالد نے عرض کی وہ شہید ہو گئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور ان پر ترحم کے کلمات فرمائے پھر پوچھا کہ زبیرؓ کا کیا ہوا؟ تو خالد نے عرض کی ”وہ بھی شہید ہو گئے“ تو حضرت صدیقہؓ نے پھر کلمہ ترجیع ادا فرمایا اور کلمات ترحم فرمائے۔ پھر میں نے کہا (فریق مقابل سے) زید بن صوحان جو قبیلہ عبد القیس پر امیر تھا اور حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے تھا (قتل ہو گئے۔ تو حضرت صدیقہؓ نے ان پر بھی کلمہ ترجیع ادا فرمایا اور کلمات ترحم کہے۔ اس وقت خالد بن واثمہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا ام المومنین! میں نے طلحہؓ اور زبیرؓ کا ذکر کیا ہے تو آپ نے کلمہ ترجیع ادا کلمات ترحم فرمائے ہیں اور جب میں نے زید بن صوحان کی شہادت کا ذکر کیا ہے پھر بھی آپ نے کلمہ ترجیع ادا ترحم کے کلمات فرمائے ہیں۔ حالانکہ یہ ہر دو فریق متقابل تھے اور انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم یہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ تو حضرت صدیقہؓ نے ارشاد فرمایا کہ اے خالد! کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (وہ ان سب کی مغفرت فرما کر جنت میں ایک جگہ پر جمع فرما دے گا)۔

----- فقلت یا ام المومنین! ذکرمت طلحہ
فقلت یرحمہ اللہ و ذکرمت الزبیر فقلت یرحمہ
اللہ و ذکرمت زیداً فقلت یرحمہ اللہ و قد قتل
بعضہم بعضاً و اللہ لا یجمعہم اللہ فی الجنة ابداً۔

قالت : اولاً تدری ان رحمة اللہ واسعہ و هو
علیٰ کل شیء قدير“ ؟ (حدیث کے حوالہ جات صفحہ ۲۸۸ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔)

بعض شبہات اور ان کا ازالہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ پر طعن کرنے والوں کی جانب سے اس مقام میں مندرجہ ذیل شبہات ذکر کیے جاتے ہیں :

(۱)

ام المؤمنین حضرت صدیقہؓ نے سفرِ حجاز میں اپنے گھروں میں ٹھہری رہا اور جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں پہلے گھروں سے باہر نکلتی تھیں اس طرح نہ نکلی۔

”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى“
(سورہ نساء ۳۴)

”یعنی (اے ازواج النبیؐ) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں پہلے گھروں سے باہر نکلتی تھیں اس طرح نہ نکلو۔“

ازالہ

اس طعن کے جواب کے لیے یہ چند چیزیں ملحوظ رہیں۔ ان کے معلوم کر لینے سے اس طعن کا ازالہ ہو جائے گا۔

آیت مذکورہ بالا میں استقرار فی البیوت کے متعلق جو فرمان ہے وہ ایک خاص

۱۔ (دلائل النبوة للبیہقی ص ۲۱۶-۲۱۷ طبع جدید جلد سادس)

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۴۰ (تحت قتال اہل البغی) (جلد ثامن)

۳۔ المصنف جدید الرزاق ص ۲۸۹-۲۹۰ (جلد یازدہم)

۴۔ الاستیعاب ص ۵۲۱ تحت زید بن صوحان مد الاصابہ۔

۵۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۵ تحت واقعات بعد از حجاز (جلد سابع)

۶۔ الاصابۃ لابن حجر ص ۵۶۶ تحت زید بن صوحان

نوعیت اور کیفیت کے متعلق ہے۔ علی الاطلاق گھروں سے نکلنا انہیں منع نہیں کیا گیا۔ اس آیت میں جاہلیت کی رسم کے مطابق زیب و زینت کے ساتھ بے حجابانہ گھروں سے باہر نکلنا منع ہوا ہے مطلق نکلنا منع نہیں۔

طعن کرنے والوں کے قول کے مطابق اگر ازواج مطہرات کو گھروں سے نکلنا مطلقاً منع تھا تو وہ مندرجہ ذیل احکام شریعت پر کیسے عمل کر سکیں گی؟ حالانکہ بالاتفاق مندرجہ ذیل احکام ان کے حق میں بھی وارد ہیں اور انہوں نے یہ امور بھی سرانجام دینے ہیں۔

① حج اور عمرہ کے لیے تشریف لے جانا۔

② غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تشریف لے جانا۔

③ والدین اور اقرباء کی ملاقات کے لیے ان کا تشریف لے جانا۔

④ عیادت مریض کے لیے ان کا تشریف لے جانا۔

⑤ فوت شدہ کی تعزیت کے لیے تشریف لے جانا۔

⑥ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے وقت اپنے حجرات (گھروں) سے نکل کر

عیادت کے لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مقدسہ میں تشریف لانا۔

⑦ حضرت عمرؓ کے دور میں جب ازواج مطہرات سفر حج کے لیے تیار ہوئی ہیں تو ان کے

ساتھ حفاظ طوقی طور پر حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے روانہ کیا تھا۔

_____ ان عمراً أرسلہن للحج فی عہدہ وجعل

معہن عثمانؓ وعبد الرحمن بن عوفؓ وقال لہما انکما

ولدان باران لہن فلیکن احدکم اقدم مراکمہن

والآخر غلفھا۔ ولم یمنکر احد فکان اجماعاً سکتویاً

علی الجواز“ اُحد

یعنی امیر المؤمنین عمرؓ نے ازواج مطہرات کو اپنے دیر میں حج کے لیے روانہ کیا اور حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوفؓ کو ان کے ساتھ بطور نگران بھیجا اور فرمایا کہ تم ان کے نیک و صالح فرزند ہو پس تم میں سے ایک کو ان کی سوارلوں کے پیش پیش رہنا چاہیے اور دوسرے کو ان کو سوارلوں کے عقب میں رہنا چاہیے۔ پس اس صورت میں ازواج مطہرات نے یہ سفر اختیار کیا اور کسی صحابی نے مع حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس فعل پر انکار نہیں کیا۔ پس اس فعل پر اجماع سکوتی پایا گیا ہے فلہذا یہ فعل شرعاً جائز ہے اور قابلِ طعن نہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا اپنے بیوت سے نکلنا مطلقاً منع نہیں بلکہ معاملہ شرعی اور مصلحت دینی کے لیے نثر اور حجاب کے ساتھ خروج من البیت جائز ہے درال حاکمہ وقار کے خلاف کوئی بات صادر نہیں۔

اسی سلسلہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کا ایک دینی مصلحت کی خاطر یعنی اصلاح بین الناس اور مطالبہ فضا من خلیفہ عادل کے لیے سفر اختیار کرنا صحیح ہے اور اس کا جواز حج و عمرہ کی طرح ہے اور نقلی حج کے سفر سے کم درجہ میں نہیں۔
تحفہ اثنا عشریہ میں مذکور ہے کہ :

چوں سفر ہے باشد متضمن مصلحت دینی و دنیوی مثل جہاد و حج و عمرہ۔۔۔۔۔
و ایں سفر چوں برائے اصلاح ذات البین و تنفیذ حکم خاص خلیفہ عادل کہ
بظلم مقتول خدہ بود واقع شد مثل حج و عمرہ گردید لے

اور روح المعانی میں ہے کہ

اُحد (۱) روح المعانی ص ۱۲ تحت الایۃ و تترن فی بیوتکن۔۔۔۔۔ الخ

۲) تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳-۳۱ بحث جواب طعن اول (مطالعہ صدیقہ)

۳) تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۳ تحت جواب طعن اول (مطالعہ صدیقہ)

----- وهذا الايناني عروجهن للعجم اولمانيه مصلحه

دينته مع التروعد م الابتذال -

----- وكذا الميرالى البصرة لذا لك القصد فانه ليس

ادون من سفر حرج النفل

مندرجات بالاسے واضح ہو گیا حضرت صدیقہؓ کا یہ سفر شرعاً صحیح ہے اور کتاب

اللہ کے حکم کے خلاف نہیں ہے لہذا یہ طعن بے جا ہے۔

(۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر مفسرین نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ یہ سفر انہوں نے بغیر

شرعی محارم کے کیا تھا۔ اور محرم ان کے ساتھ نہیں تھے لہذا یہ سفر عند الشرع صحیح نہیں۔

ازالہ

اس طعن کے جواب میں یہ گزارش کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ سفر

ایک نیک مقصد کے لیے تھا اور شرعی محارم آپ کے ہمراہ تھے۔

علمائے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ حضرت صدیقہؓ کے خواہر زادے حضرت

عبد اللہ بن زبیرؓ ساتھ تھے اور آپ کے بہنوئی حضرت زبیر بن عوام جو حضرت اسماء بنت

ابی بکرؓ کے شوہر ہیں وہ بھی ساتھ تھے۔ اور اسی طرح تبصرے محرم حضرت طلحہ بن عبید اللہ

جو ان کی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر کے شوہر ہیں وہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور ان ہر دو

بہنوئیوں کی اولادیں بھی ساتھ تھیں۔

تحفہ اثنا عشریہ اور ”روح المعانی“ میں اس مسئلہ کی تفصیلات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں کہ :

”دریں سفر عبداللہ بن زبیرؓ ہمیشہ زادہ حقیقی دے ہمراہ دے بود۔ و طلحہ

لہ تفسیر روح المعانی ص ۹۰۔ تحت الایہ و قرن فی بیروت۔ الخ۔۔۔۔ الخ

بن عبید اللہ شوہر خواہر شمس ام کلثوم بنت ابی بکرؓ و زبیر بن العوامؓ شوہر خواہر دیگر گمشود۔ اسماء بنت ابی بکرؓ و اولاد ایں ہر دو نیز ہمراہ بود لے اور سید محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ :

----- دکان معها ابن اختہا عبد اللہ بن الزبیر
وغیرہ من ابنا و اغواھا ام کلثوم زوج طلحة و اسماء
زوج الزبیر بل کل من معها بمنزلة الابناء فی الحرمۃ
و کانت فی ہودج من عہد ۲۷

مختصر یہ ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ محارم ساتھ تھے ان کی معیت میں یہ تمام سفر ہوا تھا لہذا یہ طعن ساقط ہے۔

(۳)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جبل میں یہ قتال حضرت علی المرتضیٰؓ سے قلبی غنا اور عداوت کی بنا پر کیا تھا اور اس میں ناکامی کی بنا پر ندامت اور گمہ یہ کرتی تھیں۔ قصاص دم عثمانؓ کا مطالبہ ایک بہانہ تھا۔

نیز حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے متعلق بھی طعن کنندگان کی طرف سے یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات کو غلافت علیؓ کے ساتھ عداوت شدید بغی اور وہ خون عثمانؓ کا الزام عائد کر کے قصاص کے لیے کھڑے ہو گئے تاکہ قصاص کی آڑ میں اپنے اقتدار کی راہ ہموار کریں۔

ازالہ

اس کے متعلق ذیل میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۳ طبع لاہور تحت جواب طعن اول (مطالعن صدیقہ)

۲۔ روح المعانی ص ۳۳ تحت الایۃ و قیرون فی ہیوتکون..... الخ ص ۳۳

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا اس واقعہ پر ندامت کا اظہار اسی نوعیت کا ہے جس طرح کہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے اس واقعہ پر اظہارِ انسوس اور متأسفانہ کلام منقول ہے۔

① جب حضرت علی المرتضیٰؓ نے مقتولینِ جمل پر نظر ڈالی تو اس وقت بے ساختہ طور پر اپنے رانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ: کاش میں اس سے قبل فوت ہو گیا ہوتا اور بھلا دیا گیا ہوتا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ:

----- فقد مع الله رضى الله عنه لما وقع الانهزام

على من مع ام المؤمنين وقتل من قتل من الحميعين

طاف في مقتل القتلى كان يضرب فخزيه ويقول: يا ليتني

من قبل هذا اذ كنت نسياً منسياً۔^۱

تحفہ اثنا عشریہ میں ہے کہ: حضرت امیر قتلیٰ را ملاحظہ فرمود۔ رانہائے خود را کو فتن گرفت دے فرمود:

----- يا ليتني مت قبل هذا اذ كنت نسياً منسياً۔^۲

بیز حضرت علی المرتضیٰؓ سے اسی طرح کے کلمات چند صفحات قبل ہم نے ذکر کر دیئے ہیں اور متعدد مصنفین کے حوالہ جات بھی لکھ دیئے ہیں ان تمام مقامات میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ کی طرف سے واقعہ جمل اور مقتولینِ جمل پر ناسف اور سخت اضطراب کا اظہار پایا گیا ہے۔

تو اس مقام میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے کلام کا جو محل قائم کیا جاتا ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے فرمان میں بھی اسی نوع کا کلام پایا گیا ہے اور اس کا محل وہی ہے۔

۱۔ روح المعانی ص ۲۲ تحت الآية ۲۲۱ من في بيوتكم۔۔۔ الخ

۲۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۲۵ تحت طعن بفقہ (مطالعہ صدیقہؓ)

② تیزان حضرات کا واقعہ ہذا پر تأسف کرنا اور پریشانی کے کلمات کہنا خشیت الہی اور تقویٰ کی بنا پر ہے۔

لہذا اس اظہار مذمت کو حضرت علی المرتضیٰؑ کے ساتھ مقابلہ کرنے پر مذمت تصور کرنا توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ کے ذمہ میں شمار ہوگا۔

مختصر یہ ہے کہ جانبین کی طرف سے یہ اظہار افسوس مسلمانوں کے باہم قتال اور افتراق بین المسلمین پر ہے۔ اس سے ان دونوں حضراتؑ کی باہمی عداوت اور عناد کا تصور قائم کرنا اصل کلام کے محل سے بعید تر ہے اور مقصد کلام کے خلاف ہے۔

بعض قرائن و شواہد

سطور بالا میں جو گزارش کی گئی ہے کہ جنگ جمل کے وقوع پر دونوں حضراتؑ نے اظہار پریشانی فرمایا اور یہ سب اضطراب اور قلق اہل اسلام میں نظریاتی طوع پر افتراق و انتشار قائم ہو جانے پر تھا ان دونوں فریق کی ایک دوسرے کے ساتھ کوئی عداوت نہ تھی اور کوئی آپس میں عناد نہ تھا۔ اس چیز پر شواہد موجود ہیں۔

① گزشتہ صفحات میں اس سفر کے اختیار کرنے میں جو ارادہ اور قصد بیان کیا گیا ہے وہ اپنے مقصد میں واضح ہے کہ اصلاح بین المسلمین کی کوئی صورت نکل آئے ایک دوسرے کے ساتھ عداوت پورا کرنا مطلوب نہ تھی۔

② پھر جنگ کے وقوع سے قبل جو مصالحت کے مکالمات پیش آئے ان میں بھی مقصد کا اظہار پوری طرح نمایاں ہے ان میں بھی اصلاح بین المسلمین کے ماسوا کوئی نظریہ نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ قبل ازیں اپنے موقع پر اس کی تفصیل درج ہو چکی ہے۔

② واقعہ جبل کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کے درمیان تنازع کا تذکرہ ہوا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے عندیہ کا اظہار فرمایا۔

وقالت بعد وقوع ما وقع والله ! لو يكن بيني وبين علي الا ما يكون بين المرأة واحمائها^۱۔
اوپر یہی نظریہ البدایہ میں عبارت ذیل مذکور ہے۔

قالت رحمہ اللہ علیا لقد كان علي الحق وما كان بيني وبينه الا كما يكون بين المرأة واحمائها^۲۔
ان دونوں عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیؓ پر رحم فرمائے وہ حق پر تھے اور میرے درمیان اور علی بن ابی طالبؓ کے درمیان (کوئی عداوت وغیرہ نہیں ہوئی) مگر اتنی ہی بات کہ جو ایک خاتون اور اس کے دیوروں کے درمیان ہو جاتی ہے۔
یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ ایک وقتی طور پر ان حضرات کے مابین مناقشہ پیش آیا تھا جو بعد میں ختم ہو گیا۔

اس واقعہ کی نوعیت اسی قسم کی ہے جیسا کہ ایک عورت اور اس کے دیوروں کے درمیان خانگی مسائل میں بعض دفعہ وقتی طور پر مناقشہ پیش آ جاتا ہے لیکن بعد میں اس کا ازالہ ہو جاتا ہے اور دو اگلی کوئی عناد اور تضاد باقی نہیں رہتا۔

③ اور یہ مندرجہ ذیل امور بھی اس چیز پر دلالت کرتے ہیں کہ اس واقعہ میں

۱۔ روح المعانی ج ۱۳ تحت الآیۃ ۳۱۔ وقرون فی بیوتکم۔۔۔۔۔ الخ

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۰ جلد سابع تحت مدینہ رابع عشر عن عائشہ صدیقہؓ

حضرت صدیقہؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے مابین عناد اور عداوت نہ تھی۔

(۱) واقعہ ہذا کے متعلقاً بعد جناب علی المرتضیٰؓ نے ام المومنین حضرت صدیقہؓ کی خبر گیری کی اور سلامتی دریافت کرنے کے لیے فوراً انتظام کیا اور اپنی معتمد شخصیتوں کو اس کام کے لیے روانہ کیا۔

(۲) پھر اس کے بعد ام المومنین حضرت صدیقہؓ کی مزاج برسی کے لیے خود تشریف لائے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تسلیات عرض کیں اور احوال پرسی کی۔

(۳) حضرت علی المرتضیٰؓ شخص وقت ام المومنین کی خدمت میں حاضر تھے تو اس وقت وہ بدبختوں نے حضرت سیدہ صدیقہؓ کے خلاف بدکامی اور بدگوئی کی تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے ان کو موقعہ پر ہی تازیانے لگوائے اور سزا دی۔

(۴) مدینہ شریف کی طرف حضرت صدیقہؓ کی رخصتی کے لیے سفر کے انتظامات حضرت علی المرتضیٰؓ نے بڑی حفاظتی تدابیر کے ساتھ خود کیے اور اسند بار کے لیے خود بھی تشریف لے گئے اور اپنے عزیزوں کو بھی ساتھ بھیجا اور مزید عزت افزائی کے لیے بصرہ کی چند معتمد اور شریف خواتین کو ساتھ روانہ کیا۔

مندرجہ بالا امور کے حوالہ جات گزشتہ صفحات میں درج ہو چکے ہیں۔ اور دیگر علمائے کبار نے بھی ان واقعات کی اپنے اپنے مقام میں توثیق کر دی ہے۔ نیز ہم نے اپنی کتاب رحماء بینہم حصہ اول صدیقی کے اوائل بحثوں میں چند چیزیں درج کی ہیں جو ان حضرات کے روابط و تعلقات کو نمایاں کرتی ہیں اور ان کا تعلق جمل کے بعد کے واقعات کے ساتھ ہے۔

اسی طرح حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے حالات اور
⑤ حصول اقتدار کا مسئلہ جنگ جمل میں پیش آمدہ واقعات اس بات پر

دالالت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان ہردو حضرات کے درمیان منصب خلافت کے لیے کوئی اختلاف نہیں تھا۔ اور نہ ان کے درمیان عداوت تھی اور نہ ہی ان کے

سامنے حصول اقتدار کا مقصد تھا۔ اختلاف کی اصل وجہ قبل ازیں درج ہو چکی ہے۔
 قتال ہذا پیش آنے سے پہلے حضرت صدیق کے نظریات کے ساتھ انہوں نے
 اپنی ہمنوائی ظاہر کر دی تھی۔

اس کے بعد جنگ سے قبل مصالحت کی سعی کا ذکر بھی آپ کے سامنے آچکا ہے اور ان
 کے مقاصد قبل ازیں واضح ہو چکے ہیں۔

پھر حضرت علی المرتضیٰ کا ان حضرات کی شہادت پر تشریف لاکر پریشانی اور اضطراب
 کا اظہار کرنا اور تاسف و ترم کے کلمات کہنا اور دعائے مغفرت فرمانا اور حضرت زبیرؓ
 کے قاتل کو نار بہنم کی بشارت دینا وغیرہ سب چیزیں (جیسا کہ قبل ازیں درج ہو چکی ہیں) اس
 بات کے واضح قرائن ہیں کہ ان حضرات کے درمیان مخالفت وغیرہ کے معاملہ میں کوئی عداوت
 نہیں تھی۔ حتیٰ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر نماز جنازہ پڑھی اور ان حضرات کے
 اموال وغیرہ جو اپنی تحویل میں لئے تھے ان کے درنا کو واپس کر دیئے۔
 مذکورہ بالا امور کے حوالہ جات ”علوی تاثرات“ کے عنوان کے تحت درج کئے
 جا چکے ہیں۔

اختتام بحث پر گزارش

ما قبل میں مختصراً واقعہ جل کے متعلق احوال اور تاثرات تحریر کیے ہیں اب اس کے
 اختتام پر اپنی گزارش ہے کہ واقعہ ہذا کسی ذاتی عناد یا خانہ دانی عداوت یا منصب خلافت
 کے ساتھ مخالفت پر نہیں پیش آیا تھا بلکہ اجتہادی اختلاف رائے، بعض باہمی غلط فہمیوں
 اور مفسدین کے مجوزہ منصوبہ کے تحت جانبدار کے اختیار کے بغیر یہ ساخنہ پیش آیا چنانچہ
 ابوالحسن الحنفی نے شرح الطحاوی میں اس چیز کو ب عبارت ذیل نقل کیا ہے :

--- فجرت فتنۃ الجمل علی غیر اختیار من علی و رافع
طلحة و الزبیرؓ۔ و انما اثارها المفسدون بغير اختیار
السابقین ؑ

حوالہ ہذا قبل ازیں بھی درج کیا ہے تاہم اختتام پر پھر اس کا اعادہ بطور خاص بحث
کے مناسب خیال کیا ہے اس سلسلہ میں مزید چند چیزیں قابل ذکر ہیں جو واقعہ صفین کے
بعد یک جا درج کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

واقعات بعد از جمل

کوفہ کی طرف روانگی

حضرت علی المرتضیٰؓ جب واقعہ جمل سے فارغ ہوئے ہیں تو بصرہ میں قریباً پندرہ روز
قیام فرمایا اور جو ضروری امور قابل انتظام تھے وہ سرانجام دیئے۔ ان میں ام المؤمنین حضرت
عائشہ صدیقہؓ کو رخصت کرنا بھی شامل تھا۔ اور مقتولین کے درنار کو ان کے اموال کی واپسی
اور دیگر اسی نوع کے انتظام ان ایام میں مکمل فرمائے۔

بصو کے مقامی انتظامات سرانجام دینے کے بعد امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے کوفہ کی طرف رخت سفر باندھا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ پر حاکم مقرر فرمایا

۱۔ شرح البھاویہ ص ۳۱۴ سخت بحث ہذا طبع مکتبہ الریاض۔

اور زیاد بن ابیہ کو خراج کی وصولی اور بیت المال کی نظامت سونپ دی بنایا۔ اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بروز دوشنبہ ۱۲ رجب المرجب ۳۳ھ میں آپ کوفہ میں داخل ہوئے تو اس وقت حاضرین میں سے بعض افراد نے عرض داشت پیش کیا کہ آنجناب! قصر بعض میں فروکش ہوں (یہ امر اس کے لیے عمدہ قسم کی رہائش گاہ تھی) تو آنجناب نے فرمایا کہ میں اس میں اقامت نہیں اختیار کروں گا۔ کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے شاندار معاملات میں اقامت کو مکروہ جانتے تھے اس بنا پر میں بھی ایسے مقامات میں اقامت اختیار کرنا پسند نہیں کرتا۔

سیدنا علی المرتضیٰؑ کے فرمان سے ثابت ہوا کہ حضرت فاروقؓ کی روایات اور روایات کو پیش نظر رکھنا ان حضرات کے لیے نہایت اہم امتحا اور ان پر عمل درآمد جاری رکھتے تھے اور سیرت شیعین کی پابندی کرتے تھے۔ پھر آپؐ نے ”رحبہ“ میں اقامت کی۔ (یہ جامع مسجد کوفہ کے ساتھ عام قسم کی جائے اقامت تھی پھر آنجناب کوفہ کی جامع مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

----- فدا خلیا علیٰ یوم الاثنين لثنتی عشرة لیلة

خلت من رجب سنة ست وثلاثین فقیل له : انزل

بالقصر الایمن ، فقال : لا ! ان عمر بن الخطاب کان

یکره نزوله فانا اکرمه لذلك ، فنزل فی الرحبة

۱۷۰۰ البدایہ لابن کثیر ص ۲۴۵ جلد سابع (فصل بعد از فراغ جبل)

۱۷۰۱ تاریخ طبری ص ۲۴۵ جلد ۵ تحت تائید ابن عباس علی البصرة .

۱۷۰۲ اسیرت المؤمنین علیہ السلام ص ۵۴۵ تحت عنوان (پائے تخت کی تبدیلی) از مفتی جعفر حسین شیعین ۔

وصلی فی الجامع الاعظم رکعتین۔^۱

کوفہ میں اقامت اور انتظامات کی سرانجام دہی

حضرت علی المرتضیٰؑ نے کوفہ میں مستقل اقامت اختیار فرمائی اور مدینہ طیبہ کی بجائے دارالخلافہ کوفہ کو قرار دیا۔

بعد کے مؤرخین نے کوفہ کو دارالخلافہ قائم کرنے پر مختلف رائے زنی کی ہے اور کئی نوع کی آراء تحریر کی ہیں لیکن اس تجزیے کا کوئی معتد بہ فائدہ نظر نہیں آتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور کے حالات کے تقاضوں کے تحت انہوں نے یہی مناسب خیال فرمایا اور بہتر یہی ہے کہ ان حضرات کی ”مصلحت یعنی“ اور ”عاقبت اندیشی“ پر اس مسئلہ کو چھوڑ دیا جائے۔
ابنۃ اتنی چیز واضح ہے کہ پھر اس کے بعد مدینہ طیبہ کو بعد والے خلفاء دارالخلافہ کی حیثیت نہ دے سکے اور وہ بات صحیح ثابت ہوئی جو عبداللہ بن سلامؓ نے حضرت علیؑ کو مدینہ سے خروج کرتے وقت از روئے خیر خواہی کہی تھی۔

----- وقال : يا امير المؤمنين ! لا تخرج منها فوافقه

لئن خرجت منها لا يعود اليها سلطان المسلمين ابدا۔^۲

^۱ البدایہ لابن کثیر ص ۲۵۳ تحت فصل فی وقعة صفین۔

^۲ (۱) البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۲ تحت ذکر مسير امير المؤمنين علي من المدينة الى البصرة۔۔۔۔۔ (۲)

(۳) الاصابة لابن حجر ص ۳۱۳ جلد ثانی تحت عبداللہ بن سلام

(۴) تاریخ طبری ص ۱۶۱ تحت خروج علی الی الریدة۔

یعنی اے امیر المؤمنین! مدینہ طیبہ کی اقامت آپ ترک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ نے مدینہ منورہ کی اقامت چھوڑ دی تو مسلمانوں کا کوئی خلیفہ بھی یہاں مقیم نہ ہو سکے گا۔ الخ

کوفہ میں قیام کے بعد ابن عباسؓ نے جامع مسجد کوفہ میں خطبہ دیا اس میں لوگوں کو امور خیر کی طرف ترغیب دی اور شر و رفساد سے منع فرمایا۔ اور کوفہ کے علاقہ کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی۔

ان ایام میں مختلف اطراف کے ملکی انتظامات کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو سر انجام دیا۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰؓ نے مصر کے علاقہ کی طرف قیس بن سعد بن جبار کو والی بنا کر روانہ کیا۔ قیس سے قبل عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اس علاقہ کے والی تھے وہ شام کی طرف حضرت امیر معاویہؓ کی جانب چلے گئے اور انہوں نے امیر معاویہؓ کو یہاں سے پیش آمدہ حالات کی اطلاع کی۔

بلاد مصر میں قیس بن سعد نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی بیعت کے لیے مساعی کیں۔ ایک قریہ ”خربتہ“ کے لوگوں نے بیعت قبول نہیں کی اور قتل عثمانؓ کے واقعہ کو بڑی اہمیت دی اور حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص کے مسئلہ کو مقدم رکھا۔

یہاں ایک بزرگ مسلمہ بن مدیح الانصاری تھے انہوں نے بھی بیعت سے اعراض کیا اور قیس بن سعد نے بھی اس مسئلہ میں ان سے کوئی تعارض اور معارضہ نہیں کیا۔

کچھ ایام کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کی قیس بن سعد کے متعلق دوسری رائے ہوئی تو آپؓ نے قیس کو منصب سے الگ کر دیا اور ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا والی بنا کر بھیجا۔ وہاں انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی جانب سے تمام انتظامات کئے۔

لحد ابداً یہ مصر ۲۵۳ ہجری (فصل فی وقعتہ الصفین)

اور حلقہ خرمہ تا وغیرہم کے لوگوں کو بھی دعوت بحت دی لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے
اور اپنی مخالفت پر قائم رہے۔^۱

انتظامات کے سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے ہمدان کے علاقہ میں جریر بن عبداللہ
کی جانب اور آذربایجان کے علاقہ میں اشعث بن قیسؓ کی طرف قاصد بھیجے کہ وہ اپنے علاقوں
کے عوام اور سرکردہ افراد سے حضرت علی المرتضیٰؑ کے لیے بیعت لیں اور واپس آکر حالات سے
مطلع کریں چنانچہ انہوں نے اس پر عمل درآمد کیا۔

شعبۃ الخبریر بن عبداللہ۔ دکان علی
ہمدان من زمان عثمانؓ۔ والی الاشعث بن قیس۔ وهو علی
نیابۃ آذربایجان من زمان عثمانؓ۔ ان یاخذ البیعة علی
من هنالك من الرعايا ثم یقبل الیہ، ففعل ذالک۔^۲

واقعہ صفین

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا علاقائی انتظامات کے بعد اس
مسئلہ کی طرف توجہ فرمائی کہ اہل شام کو بیعت خلافت کی دعوت دی جائے اور شام کے گورنر حضرت
امیر معاویہؓ (جو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور سے اس منصب پر فائز چلے آ رہے تھے)

۱۔ (۱) البدایہ لابن کثیر ص ۲۵۱-۲۵۲ تحت سنۃ ست و ثلاثین ۳۶۔

(۲) تاریخ ابن جریر الطبری ص ۲۳۱ تحت سنۃ ۴۶۔

۲۔ (۱) البدایہ لابن کثیر ص ۲۵۳ تحت فصل فی رقتہ الصفین۔

(۲) تاریخ طبری ص ۲۳۵ تحت توجیہ علی بن ابی طالب جریر بن عبداللہ۔

اس بیعت میں شامل ہوں اور تمام اپنے زیر اثر علاقے میں اکابر لوگوں کو اس بیعت پر آمادہ کریں۔ اس سلسلہ میں جناب امیر المؤمنین علی المرتضیٰ نے متعدد بار اہل شام کی جانب اقدام کی سعی فرمائی اور لوگوں کو آمادہ کیا کہ اہل شام سے بیعت حاصل کرنے میں تعاون کریں۔

اس مرحلہ میں جو صورت حالات پیش آتی رہی اس کو آپ کے فرزند محمد بن حنفیہ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ :

آجنا ب اہل شام کے ساتھ غزا کرنے کا ارادہ کرنے اور علم بلند کرتے لیکن بعض افراد اس چیز پر مخالفت کرتے اور ان کی رائے منتشر ہو جاتی تو عبوراً حضرت علیؑ کو اپنا ارادہ فسخ کرنا پڑتا۔ ایسی صورت متعدد بار پیش آئی۔

آخر کار آنجناب نے لوگوں کو اہل شام کی طرف اقدام کے لیے تیار کر لیا۔ اور پھر علیؑ اقدام کے لیے مشورہ طلب کیا بعض حضرات نے یہ مشورہ دیا کہ آپ اپنے جیوش و عساکر کو روانہ کر دیں اور خود یہاں مقیم رہیں اور بعض دیگر احباب نے مشورہ دیا کہ جناب کو خود تشریف لے جانا چاہیے تو آپؑ نے خود تشریف لے جانا زیادہ مناسب سمجھا کیونکہ آپؑ کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت امیر ساؤدیہ اور عمر دین العامرؓ دونوں اپنے عساکر کے ساتھ خود تشریف لائینگے۔

صفین کی طرف اقدام اور صورت واقعہ

حضرت علی المرتضیٰؑ شام کی طرف تشریف لے جانے کے لیے عزم کر کے کوفہ سے نکلے اور ”خیلۃ“ کے مقام پر قیام کیا اور وہاں جیوش و عساکر کے متعلقہ انتظامات درست کیے۔

۱۔ طبقات لابن سعد ص ۵۶۵ قسم اول تحت محمد بن الحنفیہ۔

۲۔ تاریخ لابن جریر الطبری ص ۲۳۶ تحت سنہ ۳۶ھ تحت عنوان خروج علی بن ابی طالب الی صفین۔

کو فرمایا قائم مقام حضرت ابو مسعود (عقبہ بن عامر) الانصاری کو متعین فرمایا :
اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ اپنے عساکر سمیت نخیلہ سے ارض شام کی طرف روانہ
ہوئے اور دریائے فرات کے قریب ذوالحجہ ۳۶ھ میں قیام فرمایا۔

جب حضرت امیر ساداتؑ کو حضرت علی المرتضیٰؑ اور ان
صفین کا محل وقوع کے عساکر کے متعلق خبر پہنچی تو وہ بھی اپنے جوش کے
بہرہ ملک شام کی مشرقی سرحد کے قریب آپہنچے۔

بلاد شام کی مشرقی جانب میں صفین ایک مقام ہے وہاں فریقین کی جماعتوں کا
اجتماع ہوا یہ محرم ۳۶ھ کا موقعہ ہے۔

اس مقام میں اس چیز کی تشریح و توضیح پہلے کر دینا مناسب ہے کہ آئندہ واقعہ جو
فریقین کے درمیان پیش آیا اس میں ”ما بے النزاع“ اور ”ما بے الاختلاف“ کون
سا امر تھا؟ اور فریقین کے اپنے اپنے نظریات اور مواقف کیا تھے؟

لہذا پہلے فریقین کے ایک ایک موقف کی تشریح درج کی جاتی ہے اس کے بعد
دیگر امور کا ذکر حسب ترتیب ہوگا۔ (بے توفیق)

صفین میں فریقین کا موقف

- ① حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ بیشتر ہاجرین اور انصار
نے میری بیعت قبول کر لی ہے لہذا اہل شام کو بھی میری بیعت میں داخل ہونا چاہیے۔
اور اطاعت قبول کرنی چاہیے اور وہ اگر یہ صورت اختیار نہ کریں گے تو پھر قتال ہوگا۔ لہ
- ② نیز حضرت علی المرتضیٰؑ کا اس مسئلہ میں موقف یہ تھا کہ فریق مقابل کے مطالبہ

لے البدایہ لابن کثیر ص ۱۲ جلد ۲ تحت ترجمہ معاویہؓ

----- ٣ ----- وكان على يقول ادخل في البيعة واحضر مجلس

الحكم والطلب الحق تبلغه

... فقال لهم على ادخلوا في البيعة والطلب

الحق تصلوا فيه ^{٢٤}هـ

(۴) فیزعلاء نے کہا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی جماعت کے لیے اس مسئلہ میں یہ چیز بھی پیش نظر تھی کہ فریق مقابل ہمارے نزدیک ”اہل البغی“ میں سے ہے لہذا جب تک حق کی طرف رجوع نہ کریں ان کے خلاف قتال لازم ہے۔
ما حفظ ابن حجرؒ اور علامہ ابوالشکور السالمی نے کہا ہے :

----- اذ حجة علي ومن معه ما شرع لهم من

قتال اهل البغی حتی یرجعوا الی الحق“ ۳۷

۵۰ البدایہ لابن کثیر ص ۱۲۷ تحت ترجمہ معاویہؓ

تتمه (۱) شرح ترمذی شریف ابن العربی^۲ ص ۲۹ تحت شرح مناقب معاویه^۳ ۱۳۴

(۲) تفسیر قرطبی ج ۳۱ ص ۱۴۲ سورة الحجرات تحت مسئلہ رابعہ

رسول الاصابه لابن حجر ^{ص ۵۱۵} تحت علی بن ابی طالب -

۳۲۷ تحت باب ما يذكر من ذم الرأى وتكلف القياس

١٢٤-١٢٥ تحت القول السابع في خروج معاوية

فرقی مقابل

① حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت (جن میں متعدد صحابہ کرام تھے جو ملک شام میں اقامت پذیر تھے) کی رائے یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ظلماً شہید کیے گئے ہیں اور ان کے قاتلین ملوی۔ جیش میں موجود ہیں لہذا ان سے قصاص لیا جائے۔ اور ہمارا مطالبہ صرف قصاص دم عثمانؓ کے متعلق ہے۔ خلافت کے بارہ میں ہمارا نزاع نہیں ہے۔

② حضرت علی المرتضیٰؓ سے بیعت خلافت نہیں کی جاسکتی جب تک کہ قاتلین حضرت عثمانؓ ان کے ساتھ ہیں۔ اور ان کو شرعی سزا نہیں دی گئی۔ یا پھر دیگر صورت یہ ہے کہ ان کو ہمارے حوالہ کیا جائے تاکہ ان سے قصاص لیا جاسکے۔

③ حاصل مطلب یہ ہے کہ امر خلافت آپ کے لیے ہم تسلیم نہیں کریں گے جب تک کہ اہل فساد اور اہل شر کو ختم نہ کیا جائے جنہوں نے خلیفہ برحق حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کے ناقہ شہید کر ڈالا تھا۔ یہ چیز دین کے معاملہ میں بڑی رخصت انداز ہے اور اہل اسلام کے حق میں خلل عظیم کا موجب ہے۔

چنانچہ ابن ابی شیبہؒ نے حضرت امیر معاویہ کا قول ذکر کیا ہے کہ :

”..... قال معاویۃؓ ما قاتلت علیاًؓ الا فی امر عثمانؓؓ“

یعنی معاویہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے ساتھ میرا قتال صرف حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں ہے۔“

اور نصر بن مزاحم الشیبی نے بھی حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے یہی قول نقل کیا ہے

لے المصنف لابن ابی شیبہؒ ص ۱۲ کتاب الامراء۔ طبع کراچی۔

کہ : ”۔۔۔۔۔ واما الخلافة فلنا نطلبها“ کہ

یعنی (اس مقام میں) ہم خلافت کے طلب کار نہیں ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے علماء سلف نے یہ حجت تحریر کی ہے کہ :

”۔۔۔۔۔ حجة معاوية ومن معه ما وقع معه من قتل

عثمان مظلوماً ووجود قتلته باعياً لهم في العسكر العراقي“ کہ

”یعنی حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمنواؤں کی حجت اور دلیل یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ ظلماً

قتل کر دیئے گئے اور ان کے قاتلین بذات خود عراقی جیش میں موجود ہیں۔“

علامہ شعرانیؒ اور صاحب مسامرہ وغیرہ علماء نے اصل سنازعہ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ :

”وليس المراد بهما شهداء علي في معاوية المنازعة في الامارة

كما اتهمهم بعضهم وانما المنازعة كانت بسبب تسليم

قتله عثمان رضي الله تعالى عنه الحث عشرتم ليقبضوا منهم“

۱۰ الفتنة وقعة الصفيين لفريرين مزاحم المنقري الشيعي ص ۱۰ تحت كتاب معاوية و

عمرو وال اهل المدينة ۔

۱۱ فتح الباري ص ۲۲۶ تحت كتاب الانضمام بالكتاب ما يذكرون من ذم الراعي

وكلت القياس ۔

۱۲ تفسیر القرطبي ص ۳۱۶ تحت سورة المرات مسك الرابعة ۔

۱۳ كتاب البواقيت والخواهر للشعراني ص ۲۲ تحت البحث الرابع والاربعون في بيان وجوب الكف الا

المسامرة ملكا ل بن ابی شريك ص ۱۵۸ الجرائد في طبع مصر تحت الاصل اناس في فضل العصابة ۔

۱۴ الصواعق المحرقة مع تلخيص النان ص ۲۱۶ تحت بحث في طبع ثاني مصر ۔

یعنی ان دونوں حضرات کے مابین امامت و خلافت میں نزاع نہیں تھا، چنانچہ بعض کو دہم ہوا، بلکہ قاتلوں کو حضرت عثمانؓ کے وارثوں کی طرف تسلیم کر دینے میں صرف تنازع تھا تا کہ وہ ان سے قصاص لے سکیں۔
مندرجات بالا کی روشنی میں فریقین کے الگ الگ مواقف سامنے آگئے ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے پیش کردہ وجوہ کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی دلیل معذرت یہ ذکر کی گئی ہے کہ موجودہ حالات میں قاتلین عثمانؓ کو شرعی سزا دینا یا فریق مقابل کے سپرد کرنا موجب عظیم شر اور فساد ہے اور اس کی وجہ سے عثمانؓ اور قتال میں ایک دیگر انتشار اور اضطراب واقع ہوگا اور معاملہ نظم و ضبط سے خارج ہو جائے گا۔
لہذا اس میں تعیل کی بجائے تاخیر لازم ہے۔

----- لان علیاً کان رأی ان تاخیر تسلیمہم اصوب
اذا البادرة بالقض علیہم مع کثرة عشاثرہم واختلاطہم
بالعسکر یؤدی الی اضطراب امر الامامة العامة ۱۰
اس طرح ہر ایک فریق کے مواقف سامنے آگئے لیکن یہ دونوں حضرت اپنے اپنے نظریات پر شدت سے قائم رہے اور کوئی نتیجہ خیر امر سامنے نہ آسکا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں ایک چیز قابل وضاحت ہے اس کا ذکر کر دینا مفید ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے کتاب البواقیت والحوادث للشمس فی صبحۃ تحت البیوت الرابع والاربعون فی بیان وجوب الکف عما شہر بین العصابة ۹

۱۰ الصواعق المحرقة لابن حجر المکی معہ تطہیر النہج ص ۱۲۱ تحت بحث ہذا طبع ثانی معرہ

کی طرف سے یہ مشہد پیش کیا جاتا ہے کہ شرعی قواعد کی رو سے مقتول کے قریبی درناہ کو قصاص طلب کرنے کا حق ہوتا ہے اور یہی لوگ مطالبہ قصاص کے صحیح حق دار ہوتے ہیں۔

اس ضابطہ کے اعتبار سے حضرت امیر معاویہؓ کو قصاص دم عثمانؓ کا مطالبہ پیش رکھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اور ان کا یہ اقدام ضابطہ کے اعتبار سے صحیح نہیں۔

اس اشتباہ کے رفع کرنے کے لیے یہ تفصیل پیش خدمت ہے۔

مطالبہ قصاص دم عثمانؓ اصلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے فرزند شامل تھے اور خاص طور پر حضرت ابان بن عثمانؓ کا اسم گرامی کبار علماء نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے چنانچہ شیعہ کے اکابر علماء اور صنفین نے اس مسئلہ کو تصریحاً ذکر کر کے اشکال رفع کر دیا ہے۔ ذیل میں حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ سلیم بن قیس الہلالی الشیبی کہتے ہیں کہ :

”۔۔۔۔۔ ان معاویۃ یطلب بد مر عثمانؓ و معہ ابان

بن عثمانؓ و ولد عثمانؓ“^۱

”یعنی دم عثمان کے قصاص کے مطالبہ میں امیر معاویہ کے ساتھ ابان بن عثمان اور حضرت عثمانؓ کے دیگر فرزند شامل تھے۔“

مطالبہ ہذا کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ متفرد اور اکیلے نہیں تھے۔

نیز مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ابو مسلم الخولانی اور ان کی جماعت کے ساتھ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے وضاحت کی تھی کہ

”۔۔۔۔۔ انا ابن عمہ وانا اطلب بد ملہ وامرؤ الی الخ^۲

۱۔ کتاب سلیم بن قیس الکوفی الہلالی العامری الشیبی ص ۱۵۳ مطبوعہ نجف اشرف تحت بحث

معاویہؓ قرار الشام وقفناہم۔

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۱۶۹ تحت ترجمہ معاویہؓ

یعنی میں مظلوم و مقتول خلیفہ کے چچے کا بیٹا ہوں اور یہ معاملہ (دالیوں کی طرف سے) میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اس بنا پر مقتول کے خون کے قصاص کا مطالبہ کر رہا ہوں۔
ان تصریحات کی روشنی میں ان کا یہ مطالبہ اندرونی ضابطہ درست ہے اور اقدام صحیح ہے۔ پس اس اشتباہ کو شیعہ کے کبار علماء اور اہل سنت کے مصنفین نے رفع کر دیا ہے مزید کسی جواب کی حاجت نہیں۔

ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ کے لیے اتنی بات مزید درج ہے کہ سلیم بن قیس الہملانی کو شیعہ علماء اصحاب امیر المؤمنین علی المرتضیٰؑ میں شمار کرتے ہیں۔
تو اس استشہاد سے زیادہ پختہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ بعض لوگوں کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطالبہ قصاص کو غیر آئینی اقدام قرار دینا یہ معلومات کی کمی کی بنا پر ہے ورنہ یہ معاملہ ہرگز قابل اعتراض نہیں ہے اور اصول شرعی کے یہ مطابق ہے۔

رفع نزاع کے لیے مساعی

فریقین کے درمیان اس دور کے بعض اکابر حضرات کے ذریعے رفع نزاع کی مساعی کی گئیں۔ ان میں سے بعض مساعی تو کوثر میں مرتضوی قیام کے درمیان ہی سے جاری تھیں جو جریر بن عبداللہ الجلی کی دسالت سے شروع ہوئیں اور بعض دوسرے حضرات کے ذریعے بعد میں فریقین کے خلیفہ اور صفین کے مقامات میں قیام کے دوران جاری رہیں۔

ان میں سے بعض مساعی کو بطور اختصار کے ہم یہاں ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ پہلے حضرت جریر بن عبداللہ کی رفع نزاع کی مساعی کو ذکر کیا جاتا ہے اس کے بعد دیگر حضرات کی کوششوں کا ذکر کیا جائے گا۔

①

① اس سلسلہ کی ابتداء حضرت سیدنا علی المرتضیٰؑ نے اس طرح فرمائی کہ ایک مشہور صحابی حضرت جریر بن عبد اللہؓ کو ایک خط لے کر حضرت امیر معاویہؓ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس خط میں پرچند درج تھی کہ ہمارے امیر نے ہماری بیعت کر لی ہے اور واقعہ جل بھی اسی نزاع کی وجہ سے پیش آچکا ہے آپ اور آپ کے علاقہ کے لوگوں کو اس بیعت میں داخل ہو جانا چاہیئے۔

جریر بن عبد اللہؓ نے ملک شام میں جا کر حضرت معاویہؓ کی خدمت میں یہ خط پیش کیا تو آپؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ اور دیگر اکابر اہل شام کو اس خط سے مطلع کیا اور اس بات پر مشورہ طلب کیا۔

ان حضراتؓ نے یہ موقف اختیار کیا کہ جب تک قاتلین عثمانؓ کو قتل نہ کیا جائے یا قاتلین کو ان کے سپرد نہ کر دیا جائے آپ کی خلافت تسلیم نہ کی جائے گی اور نہ بیعت کی جائے گی۔ اس کے بعد حضرت جریر بن عبد اللہؓ نے واپس آ کر حضرت علی المرتضیٰؓ کو جواباً اطلاع کر دی۔

----- وبعثہ وكتب معه كتاباً الى معاوية يعلمه

باجتماع المهاجرين والانصار على بيعته۔ وخبیره بما

كان في وقعة الجمل ويدعوه الى الانخول فيما

دخل فيه الناس۔-----

فلما انتهى اليه جرير بن عبد الله اعطاه الكتاب فخطب معاوية

عمرو بن العاص و رؤس اهل الشام فاستشارهم فابوا

ان يبايعوا حتى يقتل قتلة عثمان او يسلموا اليهم وقتله

عثمان الخ

عزالت نشینی

حضرت جریر بن عبداللہ کو جب اس مسئلے میں ناکامی ہوئی تو یابوس
الکھ ہو کر عزالت نشینی اختیار کر لی۔ اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف اطلاع ارسال کر دی کہ حضرت
علی المرتضیٰؓ نے آپ کی شرائط کو تسلیم نہیں کیا۔ لہ

----- شو سکن جریر الکوفۃ وارسلہ علی رسولاً

الح معارۃ شو اعتزل الفریقین وسکن قرقیا

حتی مات سنة احدى وقيل اربع وخمسين۔ لہ

یعنی حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس مراسلت اور پیغام رسانی کے بعد جریر بن عبداللہ
فریقین سے غیر جانبدارانہ طور پر الگ ہو گئے اور قرقیا کے مقام میں سکونت اختیار
کر لی حتیٰ کہ ۴۵ھ یا ۴۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۲)

ادرا ان ایام میں ایک تابعی بزرگ عبیدہ السلمانیؓ نے بیع اپنے دیگر احباب
(علقمہ بن قیس، عامر بن عبد قیس، عبداللہ بن عبید بن مسعود وغیرہم) کے رفع نزاع کی کوئی
صورت نکالنے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ

لہ ۱۱، البدایہ ص ۲۵۳ جلد سابع تحت وقعة الصفین۔

۱۲ تاریخ طبری ص ۲۳۵ تحت توجیہ علی جریر بن عبداللہ الخ

لہ ۱۱، البدایہ لابن کثیر ص ۲۵۳ تحت واقعة صفین

۱۲ اخبار الطوال لشمس المومنی ص ۱۶۱ تحت بحث ہذا۔

لہ ۱۱، الاصابہ لابن حجر ص ۲۲۳ تحت جریر بن عبداللہ البجليؓ

دم عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ درپیش ہے اور حضرت علیؓ کے ہاں قاتلین پناہ لیے ہوئے ہیں اس بنا پر ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔

پھر یہی چیز حضرت علیؓ کی خدمت میں ان حضرات نے پہنچائی تو حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ :

وَاللّٰهُ حَاقِلَت وَلَا امْرِت وَلَا مَالِيَت يٰ اَحِبِّ

یعنی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ! نہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے، نہ میں نے اس کا کسی کو حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے (قتل عثمانؓ) پر قاتلین کا تعاد ل کیا ہے۔

اور قاتلین اپنی تاویلات فاسدہ کی بنا پر اس فتنہ میں پڑ گئے تھے۔ اولاً انہوں نے حضرت عثمانؓ کو میری خلافت سے قبل ہی قتل کر دیا ہے۔ میرا اس میں دخل نہ تھا۔

امیر معاویہؓ ان کے جواب میں تقاضا کرتے تھے کہ یہ لوگ ان کے جنود و چوبوش میں شریک و شامل ہیں ان سے قصاص دلایا جائے۔

ان وفود کے مکالمات میں تفصیلات پائی جاتی ہیں جن کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی طرف سے برآء از قتل کے بعد بیعت و اطاعت کا مطالبہ مقدم تھا اور حضرت معاویہؓ کی فریق کی جانب سے قود و قصاص کا تقاضا پیش پیش تھا۔ اس جہد کے باوجود کوئی مایہ الاتفاقی چیز سامنے نہ آ سکی جس پر نزاع ختم ہو جاتا۔

(۳)

نیز اس موقع پر کہا راء نے ایک دیگر نسبی ذکر کیا ہے اس کو بھی بالا جمال قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے ایک بزرگ ابو مسلم الخولانیؓ ہیں جو اپنے زہر و

سہ ابوالبراء لابن کثیرؒ ج ۲ صحت سنہ ۴۷۷ھ (بحث ہذا)۔

عبادت اور تقویٰ میں مشہور تھے انہوں نے بھی صبح اپنے دیگر ساتھیوں کے جذبہ اخلاص کے تحت اس مختلف فیہ مسئلہ میں رفع اختلاف کی خاطر ایک سعی کی۔

چنانچہ ابومسلم الخولانیؓ اپنے احباب کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ آپ خلافت کے بارے میں حضرت علیؓ سے تنازع کرتے ہیں کیا آپ ان کے ہم پایہ ہیں؟ تو حضرت معاویہؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں ان کا ہم پایہ نہیں ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ افضل ہیں اور ام خلافت میں زیادہ حقدار ہیں۔

لیکن تم جانتے نہیں کہ حضرت عثمان مظلوماً قتل کیے گئے؟ اور میں ان کا قریبی رشتہ طرہ ہوں، اور میں ان کے خون کے قصاص کا طالب ہوں؟ تم حضرت علیؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ قاتلین عثمان ہمارے سپرد کر دیں ہم امر خلافت ان کے لئے تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچے اور گزشتہ گفتگو ان کے سامنے پیش کی۔ تو حضرت علیؓ نے قاتلین عثمان کو ان کے حوالے نہیں کیا۔

اور اس مقام میں بعض روایات میں اس طرح بھی منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا کہ وہ بیعت میں داخل ہوں اور اطاعت قبول کر لیں اس کے بعد یہ مسئلہ میرے سامنے پیش کریں اور فیصلہ طلب کریں۔ لیکن اس بات پر حضرت امیر معاویہؓ تیار نہیں ہوئے۔

چنانچہ حافظ الذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی و دیگر اکابرین نے اس گفتگو کو اپنے اپنے الفاظ میں درج کیا ہے اور فرماتے ہیں :

----- جاء ابومسلم الخولانیؓ واناس الى معاويةؓ وقالوا

انت تنازع علياً امرانت مثله؟ فقال لا والله الف

لا علم انه افضل مني ولاحق بالامر ولكن استع تعلمون

ان عثمان قتل مظلوماً وانا ابن عمه والطالب بدمه. قالوه

فقولوا له فليدفع لي قتلة عثمان واسلم له - فأتوا
علياً فكلموه فلم يدفع اليهم" ۱۷

اور بعض روایات میں بالامضون کے ساتھ مزید یہ الفاظ بھی منقول ہیں :

”فقال يدخل في البيعة ويحاكمهم الى فامتنع معاوية“ ۱۸

تاثرین کرام کے سامنے رفع نزاع کے لیے متعدد کوششیں یہاں محضراً ذکر کر دی ہیں ان
حضرات کی طرف سے یہ نہایت مخلصانہ جدوجہد تھی جو مفید ثابت نہ ہو سکی۔ آخر کار فریقین اپنے
اپنے موقف سے دست بردار ہونے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اس کے بعد حالات میں شدت پیدا
ہوتی چلی گئی۔

فریقین میں مخلصین حضرات کے بغیر عوامی قسم کے فسادیں عناصر موجود تھے منازعت کے
ہولناک حواقب اور خطرناک انجام پر جن کی نظر نہیں تھی۔ یہ لوگ اپنی جہلی شریہندی اور فساد
انگیزی سے باز نہیں رہ سکتے تھے بچا پنج انہوں نے جانین کو ایک دوسرے کے قریب لانے
کی بجائے بڑی پھیل کر یسید کیا اور معاملہ سلجھانے کی بجائے الجھا دیا۔ اور صلح کی بجائے قتال
قائم کرنے پر اصرار کیا۔

حاصل یہ ہے کہ یہ باہمی مسامحی اور مراسلت نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکی اور فریقین میں شدید
قتال پیش آیا۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ :

”----- فتراسلوا فلم يجمع لهم امر فوقع القتال

۱۷ را، سیر اعلام النبلاء، طبع ہی ۹۲۰ تحت معاویہ بن ابی سفیان

۱۸ تاریخ اسلام، طبع ۱۹۸۰ تحت وقعة الصفین ۳۷ طبع مصر۔

(۳) عقیدۃ السفارین ۳۲۹-۳۳۰ تحت قتل عمار والقرول فی معاویہؓ

۱۹ فتح الباری شرح حجر العسقلانی ص ۴۲۷ تحت کتاب الفتن۔ بعد از باب خروج النار۔

الی ان قتل من الفریقین“۔
 یعنی جانین میں مارسلہ ہوئی لیکن کسی بات پر معاملہ تمام نہ ہو سکا تو قتال واقع
 ہوا اور فریقین سے لوگ مقتول ہوئے۔

جنگی تفصیلات سے اجتناب

مصنفین کے مقام پر فریقین ہیں جو قتال واقع ہوا اس کی تفصیلات کتب تاریخ میں بہت
 مفصل اور طول و طوال ذکر کی گئی ہیں۔ ان طویل واقعات کو ذکر کرنا مفید مقصد نہیں۔ پھر ان میں
 واقعات کی نوعیت، تعداد شرکار اور ان کے حیوش کی تعداد پھر ان کے امرار کا تقریر پر محاذ
 جنگ میں جنگی تفصیلات اور قتلی جانین کی تعداد وغیرہ یہ سب چیزیں مختلف فیہ امور ہیں۔ اور
 کتابوں میں ان کا ذکر مختلف تعبیرات کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اولاً متخالف امور میں کوئی توجیہ
 و تطبیق پیدا کر لینا ہمارے دائرہ اختیار سے باہر اور طغر الفیاط سے خارج ہے۔

سوان واقعات کی وادی تفصیلات میں قدم رکھنا پھر ان کی دستوں کو طے کر لینا
 کوئی سہل امر نہیں ہے بلکہ محض تر ہے۔ لہذا اکابر علمائے اس موقع کے مطابق جو اجمال
 ذکر کیا ہے اسی پر اکتفا کرنا بہتر خیال کیا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اگرچہ طبری سے کم تفصیلات درج کی ہیں لیکن پھر بھی قتال کے واقعات
 لکھے ہیں اور اس کے باوجود وہ بعض مقامات پر تحریر کرتے ہیں کہ:

----- فقتل فی هذا الموطن خلق کثیر من الفریقین

لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ وَقَتْلَ مَنْ الْعِرَاقِيِّينَ خَلَقَ كَثِيرًا يَنَا لَه
اور ایک دوسرے مقام میں لکھا ہے کہ :

قَتَلَ خَلْقَ كَثِيرٍ مِنَ الْإِيَّانِ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ فَأَنَا مَثَلُهُ
وَأَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ ۲۷

ان عبارات کا مفہوم یہ ہے کہ ان مواضع میں فریقین کی جانب سے بہت لوگ قتل ہوئے جن کی صحیح تعداد اللہ جل شانہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

البتہ اتنی چیز ذکر کر دینے میں حرج نہیں کہ فریقین کی طرف سے جن اکابر کی اس قتال میں شہادت ہوئی ہے ان میں حضرت عمار بن یاسرؓ، خزیمہ بن ثابتؓ وغیرہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی جماعت میں تھے۔ اور اہل شام کے ہاتھوں ان کی شہادت ہوئی۔ اور عمار کی شہادت کی پیشگوئی جو حدیث شریفہ میں صحیح ثابت ہوئی اس کا تذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اپنے مقام میں پیش کیا جائے گا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت سے حضرت عبید اللہ بن عمر بن الخطابؓ، ذوالکلاعؓ اور حوشبؓ وغیرہم اہل عراق کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

جنگ صفینؓ میں بہت سے اکابر حضرات کی شہادت ہوئی جیسا کہ اجمالاً سطور بالا میں لکھا ہے لیکن ان کے اسما کی تصریحات نہیں تحریر کی جا رہی۔ اور مندرجہ بالا بزرگوں (حضرت عمارؓ، ذوالکلاعؓ و حوشبؓ) کے نام ذکر کر دینے میں ایک خاص وجہ ہے ان شاء اللہ العزیز ان مباحث کے آخر میں ان کی کچھ تفصیل پیش کی جائے گی قلیل سی انتظار فرمادیں۔

۱۔ البدایہ ص ۲۶۱ تحت سنہ ۴۰ھ بحث صفین۔

۲۔ البدایہ ص ۲۶۵ تحت سنہ ۴۰ھ تحت واقعات صفین۔

تحکیم

مضین کے مقام میں فریقین کے درمیان شدید ترین قتال جاری رہا بعض مؤرخین کے قول کے مطابق چہار شنبہ پچھنبہ جمعہ اور شب شنبہ ماہ صفر ۳۷ھ کے اوقات اس جنگ میں مشکل ترین تھے اور ان ایام میں گھسان کی لڑائی ہوئی۔ اے اس موقع پر اہل شام کی طرف سے (قتال کو ختم کرنے کے لیے) یہ تدبیر پیش کی گئی کہ اللہ کی کتاب کا فیصلہ فریقین کو تسلیم کر لینا چاہیے۔

چنانچہ اس کے موافق حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں یہ پیش کش کی گئی اور آپؑ نے مصالحت کی اس دعوت کو قبول کر لیا۔ کتاب اللہ کے حکم کے مطابق دونوں فریق مل کر نے پر آدہ ہوئے اور ساتھ ہی قتال کو موقوف کر دیا گیا۔ اور طے یہ ہوا کہ ہر ایک فریق کی طرف سے ایک ایک حکم اس مسئلہ کے فیصلہ کے لیے منتخب کیا جائے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ فیصل منتخب ہوئے اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ فیصل تسلیم کئے گئے کتاب اللہ کی روشنی میں یہ حضرات جو فیصلہ کریں وہ منظور ہوگا۔ اور طے ہوا کہ ہر دو فریق کے یہ دونوں فیصل دو تہ اجمندل کے مقام پر مجتمع ہو کر فیصلہ کریں گے۔

۱۔ البیہار لابن کثیر ص ۲۱۱ تحت حالات مضین ۳۷ھ۔

۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیا ط ص ۱۶۱-۱۶۲ تحت سنہ ۳۷ھ

۳۔ الجبر ملذجی ص ۲۲ تحت سنہ ۳۷ھ

۴۔ بلقات ابن سعد ص ۲۱۱ تحت ذکر تحکیم الحکمین۔

ماہی حاشہ ص 319

اور بعض علماء نے تحریر کیا ہے کہ ”اذرح“ نامی دومرہ البندل کے قریب تھا اس میں فیصلہ حکیم تجویز کیا گیا۔ اور یہ واقعہ قریباً ۱۰ یا ۱۲ صفر ۳۷۰ کسبہ۔

خوارج کی ابتدا اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ کی جماعت میں سے بعض لوگوں نے آپؑ کے حکمیں تسلیم کر لینے کے فیصلے سے اختلاف کیا اور سختی سے اصرار کیا کہ حکمیں کو تسلیم کرنا شرعاً درست نہیں اور ”لا حکم الا للہ“ کا نعرو لگا کر حضرت علیؑ کی جماعت سے الگ ہو گئے۔ اور آپ کے قعادن سے کنارہ کش ہو گئے اور ایک الگ مقام میں جا کر امامت اختیار کی جسے ”حروراء“ کہتے تھے اور بقول بعض مؤرخین یہ جماعت بارہ ہزار کے قریب تھی ان کو خوارج کہا جاتا ہے۔

۔۔۔۔۔ دابوا ان یساکنوہ فی بلدہ ، وذلوا بہمکات
یقال لہ حروراء ، وانکر وعلیہ اشیاء فی مایزعمون
انہ ارتکبھا۔ لہ

یعنی انہوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ ایک شہر میں مل کر سکونت اختیار کرنے کو ترک کر دیا اور حروراء کے مقام میں اقامت کر لی۔ اور اپنے زعم میں انہوں نے حضرت علیؑ پر کئی چیزوں کے ارتکاب کے متعلق اعتراض قائم کر لیے۔ لہ

حقیقہ حاشیہ ۳۱۹

۱) البدایہ ابن کثیر ص ۲۷۲ تحت بحث واقعہ صفین ۳۷

۲) طبقات ابن سعد ص ۲۳۳ تحت عنوان عام۔

۳) المعجم البلدان یا قوت الحموی ص ۵۹ تحت دومرہ البندل۔

۴) تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۷۳-۱۷۴ جلد اول۔

۵) البدایہ لابن کثیر ص ۲۷۸ جلد سابع تحت خروج الخوارج۔

۶) خوارج کے متعلق لغتاً اشیاء کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ اپنے مقالہ پر ہوگا یہاں صرف مسئلہ حکم کے ساتھ ان کا اختلاف کے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ (منہ)

چنانچہ واقعہ تحکیم پیش آنے کے بعد ہر ایک فریق اپنے اپنے بلاد کی طرف واپس ہو گئے
حضرت علی المرتضیٰ کو فخر شریف لائے اور حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت بلاد شام کو واپس
ہوئے۔

کیفیت یہ تھی کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰؓ کی جماعت میں اس مسئلہ پر افتراق و انتشار
واقع ہو گیا تھا (جیسا کہ اوپر ذکر کیا ہے)
اور حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت اور اہل شام میں سکون تھا کوئی اضطراب و اختلاف
نہیں تھا۔

----- ورجع علیٰ الکوفہ باصحابہ مختلفین علیہ۔ ورجع

معاویہؓ الی الشام باصحابہ متفقین علیہ۔ ۳۷

اپنے اپنے بلاد کی طرف فریقین کی یہ واپسی صفر ۳۷ھ میں ہوئی تھی۔ درمیان میں چند
ماہ وقف رہا اس دوران مراسلہ جاری رہی اور فیصل حضرات کے مقام متعین (دومۃ الجندلیا
اذرج) میں مجتمع ہونے کے لیے کوششیں ہوتی رہیں۔

اجتماع فریقین

آخر کار دونوں فریق ماہ رمضان شریف ۳۷ھ میں دومۃ الجندلی (یا اذرج) کے مقام
پر مجتمع ہوئے۔

حضرت سیدنا علیؓ و فخر شریف نہیں لے گئے تھے بلکہ ان کی جانب سے ان کے قائم

۳۷ ۱، نصب الراية للزليعي ص ۷۷ جلد ۱، کتاب البيوع تحت الحديث الخامس۔

(۲) طبقات ابن سعد ص ۲۱ تحت تحکیم الحکیمین۔ طبع لیڈن

مقام حضرت عبداللہ بن عباسؓ شریک ہوئے اور ان کے ہم نوا کچھ اور حضرات بھی ساتھ تھے اور حضرت معاویہؓ خود شامل اجتماع ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے ہم خیال اہل اہلبیت تھے۔ اور فیصل حضرات یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت علیؓ کی جانب سے تسلیم شدہ تھے) اس مقام پر تشریف لائے اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ فیصل مقرر تھے وہ بھی آپہنچے۔

ابن کثیرؒ نے مزید اکابرین امت کے نام جو اس موقع پر شامل ہوئے تھے ذکر کئے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ہشیرہ بن شبیبہؓ، عبدالرحمن بن العاصؓ، مخزومی، ابو جہم بن حذیفہ، عبدالرحمان بن ابی بکر وغیرہ۔

اس مقام میں مؤرخین کے بیانات بہت کچھ مختلف ہیں حقیقتہً واقعہ کے مطابق مسئلہ کو ذکر کرنا سہل کام نہیں ہے تاہم اتنی چیز ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ۔

----- جب دونوں فیصل حضرات جمع ہوئے ہیں تو انہوں نے مسلمانوں کی مصلحت کے پیش نظر اور غیر اندیشی کی خاطر غور و فکر فرمایا دونوں بزرگوں کی رائے یہ ہوئی کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو خلافت اور اپنے منصب سے الگ کیا جائے اور یہ معاملہ پھر سے اکابرین امت پر چھوڑا جائے جس کو اس منصب کے لیے لائق تر سمجھیں اس کو منتخب کر لیں انتخاب میں مذکورہ حضرات میں سے کسی ایک پر اتفاق کریں یا ان کے ماسوا کسی دوسرے شخص کو تجویز کر لیں۔

فلما اجتمع الحکمان فراضا علی المصلحة للمسلمین ونظرا فی

تقدیر امور ثم اتفقا علی ان یعزلا علیا ومعاویة ثم یجلا

الامر شورى بین الناس یتفقوا علی الاصلح لہم منہما

اور من غیرہما۔ ۱۷

۱۷ البدایہ ص ۲۸۲ تحت سفقہ اجتماع الکلیں۔

_____ اس مرحلہ کے بعد ان دونوں حکیمین کی رائے کا تذکرہ بعض مؤرخین نے اس طرح کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ نے عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ کو والی بنانے کی طرف اشارہ کیا جب کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے فرزند عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو والی بنانے کی رائے پیش کی کہ وہ بھی علم و عمل اور زہد میں ایک مقام کے حامل ہیں اس پر حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ وہ آدمی تو صادق اور صحیح ہیں مگر آپ نے اپنے فرزند کو ان فتن میں ملوث کر دیا ہے۔

----- وقد اشار ابو موسیٰ بتولية عبد الله بن عمرو

بن الخطاب فقال له عمرو : قول ! بنی عبد الله فانه

يقاربہ فی العلم والعمل والزهد فقال له ابو موسیٰ

انك قد غفست ابنك فی الفتن معك ، وهو مع ذالك

رجل صدق۔^{۱۷}

_____ اور بعض دیگر مؤرخین کے نزدیک حضرت عمرو بن العاصؓ کی طرف سے یہ رائے بھی پیش کی گئی کہ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کو منتخب کر لیا جائے مگر حضرت ابو موسیٰؓ اس رائے سے متفق نہیں ہوئے اسی طرح مزید بھی اس مسئلہ میں بحث تھیجٹ ہوئی لیکن ان امور میں اختلاف رائے کی بنا پر معاملہ ہذا میں انتشار واقع ہو گیا اور کوئی متفقہ فیصلہ نہ ہو سکا۔
فلہذا تحکیم نتیجہ خیر ثابت نہ ہوئی ناکام ہو گئی۔

اسی چیز کو خلیفہ ابن خیاط نے اپنے مختصر الفاظ میں ب عبارت ذیل ذکر کیا ہے۔

”----- فلو يتفق الحكماء علی شیءٍ واختلف الناس“^{۱۸}

۱۷ البدایہ ابن کثیر ص ۲۸۲ تحت صفۃ اجتماع الحکیمین۔

۱۸ تاریخ خلیفہ ابن خیاط (المتوفی ۲۴۰ھ) ص ۱۶۴ تحت وقۃ الضمین ۲۷ھ

”یعنی دونوں فیصل حضرت کسی چیز پر متفق نہ ہو سکے اس بنا پر لوگوں میں افتراق واقع ہو گیا۔“

اندریں حالات فریقین اپنی اپنی جماعتوں کے ساتھ واپس چلے گئے اس کے بعد اہل شام نے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ اس سے قبل حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے خلافت کی بیعت نہیں لی تھی۔

----- وبایع اهل الشام لمعاوية بالخلافة في ذي القعدة

سنة سبع وثلاثين“۔

”یعنی اہل شام نے حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ذی القعدة ۳۷ھ میں کی۔“

اس سے قبل وہ اپنے سابقہ منصب امیر شام ہونے پر قائم تھے جو ان کو سابق خلفاء کی جانب سے حاصل تھا۔

ایک تشریح

تحکم کے موقع پر مورخین اور ان کے بعض رواۃ نے جو تعبیری اختیار کی ہیں وہ حقائق اور واقعات کے خلاف ہیں۔

ان کے متعلق یہاں ایک انتباہ ذکر کر دینا مفید ہے۔

انتباہ

حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کے متعلق یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ معاملات میں ظاہر بنی تھے اور

۱۔ تاریخ خلیفہ ابن نبیاؓ ۱/۲۷۱، تصدق واقعہ صفین۔ (۳۷ھ)

۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خلدون ص ۱۱۲۵، الجلد الثانی تحت دلائل و مریدین العالمین مصر

سیاسی بصیرت کے حامل نہیں تھے نیز وہ معاملہ فہمی میں زیرک نہیں تھے۔
اور اسی طرح کسی مؤرخین حضرت عمرو بن العاصؓ کو واقعہ ہذا میں ”خداغ اور مکار“ شخص کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

یہ سب بیان کرنے والوں کی اپنی قبیح تعبیریں ہیں جو ان کا برصغیر کرامؓ کی شان میں تنقیض کا موجب بنتی ہیں اور تحقیر کا تاثر دیتی ہیں سو یہ روایات کسی صورت میں صحیح نہیں۔

اس مقام میں پہلے ہم حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اور جناب عمرو بن العاصؓ کے باہم مکالمہ کی روایات پر نقد اور تجزیہ پیش کرتے ہیں جن کی بنا پر لوگوں نے ان ہردو صحابہ کرامؓ حضرات کو مورد الزام ٹھہرایا اور ان کی تحقیر و تنقیض کے درپے ہوئے۔ اس کے بعد ہم ان حضراتؓ کے مقام و مرتبہ کو اختصاراً بیان کر کے ان کے حق میں صفائی پیش کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

اس سلسلہ میں عموماً طبریؒ کی روایات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جن کے رواۃ پر اہل فن نے جرح اور تنقید ذکر کی ہے۔

لہذا یہ روایتیں درجہ اعتماد سے ساقط ہیں۔

سند پر کلام

۱۔ طبریؒ کی ان روایات کا بنیادی راوی ”ابو مخنف لوط بن یحییٰ“ ہے یہ شخص علمائے رجال کے نزدیک سخت قسم کا شیعہ و رافضی ہے، ضعیف ہے اور کچھ قابل اعتماد نہیں۔ اخباری اہل ہوی ہے۔ چنانچہ حافظ الذہبیؒ اور ابن حجر العسقلانیؒ ذکر کرتے ہیں کہ:-

(۱)..... لوط بن یحییٰ ابو مخنف اخباری لایوثق بہ..... تالف لایوثق بہ..... ترکہ

ابو حاتم وغیرہ۔ قال الدارقطنی ضعیف، قال یحییٰ بن معین (مرقۃ، لیس بشیء۔ قال ابن عدی شیعۃ محترق صاحب اخبارہم علیہ

۱۔ میزان الاعتدال للذہبی ص ۴۱۹-۴۲۰ (طبہ بیروت) تحت لوط بن یحییٰ۔

۲۔ لسان المیزان لابن حجر العسقلانی ص ۴۶۲ تحت لوط بن یحییٰ طبع دکن،

مطلب یہ ہے کہ ابو مخنف ناقابل اعتماد ہے، متروک ہے، بیکار ہے۔ صحابہ کے نام پر جملنے والا شیعہ ہے روایتیں چلانے والا اخباری اور قہر گرواوی ہے۔ اور قہر گروگوں کے بیانات قابل تسلیم نہیں ہوتے۔

۲۲، طبری کی ان روایات کا دوسرا راوی "ابو حنبلہ الکلبی یحییٰ بن ابی حنیہ" ہے۔
یہ شخص اہل فن کے نزدیک مندرجہ ذیل جرح و نقد کے ساتھ مجروح و مقدوح ہے۔
ابن حبان ذکر کرتے ہیں۔

.... کان ممن یدلس عن الثقات۔ ما سمع من الضعفاء فالترقی بہ المناکیر العی

یروہا عن المشاہیر۔

... قال (یحییٰ بن سعید القطان) لیس بشئ۔

.... قال (یحییٰ بن مبین) کان ضعیفاً۔ علیہ

اسی ابو حنبلہ الکلبی پر ابن عدی نے مندرجہ ذیل جرح اور نقد کیا ہے۔

... متروک الحدیث.... کوئی ضعیف.... وہو من جملة المستضعفین بالکوفة علیہ

اور علامہ الذہبی نے تحریر کیا ہے کہ :-

قال یحییٰ بن سعید القطان لا استعمل ان ادوی عنہ۔

قال النسائی والدارقطنی ضعیف.... کان یدلس۔ علیہ

مندرجہ بالا تنقیدات کا حاصل یہ ہے کہ :-

یہ شخص مدلس تھا اور ضعیف راویوں سے جو کچھ سنا اس چیز کو ثقات کی طرف منسوب کر کے نقل کر

دیتا تھا۔ اس طرح اس نے مشاہیر لوگوں سے منکر روایات نقل کی ہیں۔ علمائے فن کے نزدیک یہ شخص ضعیف

علیہ کتاب الجوہرین لابن حبان ج ۲ ص ۷۲ تحت یحییٰ بن ابی حنیہ۔ (طبع دکن)

علیہ الکامل لابن عدی ص ۲۴۹۹ - ۲۴۷۰ تحت یحییٰ بن ابی حنیہ

علیہ میزان الاعتدال للذہبی ص ۲۷۱ تحت یحییٰ بن ابی حنیہ (طبع بیروت)

ہے بلکہ کسی درجہ میں نہیں۔ اور اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

یہ شخص شیخان کوفہ میں سے تھا اور یحییٰ قطان اس کے متعلق فیصلہ دیتے ہیں کہ میں اس شخص سے روایت نقل کرنا حلال نہیں سمجھتا۔

مقررہ ہے کہ اس مقام کی روایات کے مرکزی رواۃ مندرجہ بالا جرح کے ساتھ مجروح اور مضعف ہیں اور اہل فن کے نزدیک نہایت غیر معتاد و ناقابل اعتبار ہیں۔

پس ان روایات کی روشنی میں مذکور اکابر صحابہ کرامؓ کے خلاف جو تنقیص و تحقیر کی جاتی ہے وہ سراسر افتراء اور دروغ گوئی ہے۔

اس قسم کے تاریخی اور اخباری مغویات کی بنا پر اکابر صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ کو داغدار نہیں کیا جاسکتا۔

اب ہم سطور ذیل میں ان ہر دو صحابہ کرامؓ کے دینی مقام کو واضح کرنے کے لیے چند ایک چیزیں پیش کرتے ہیں جن سے ان حضراتؓ کی اہلیت و صلاحیت اور دیانت واضح طور پر ثابت ہوتی ہے اور یہ چیزیں ان کی عدالت پر شواہد کے درجہ میں ہیں۔

ان کے ملاحظہ کر لینے کے بعد ایک منصف مزاج اور حق پسند آدمی حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ اور جناب عمرو بن العاصؓ پر اس قسم کے مطاعن وار کرنے کا ہرگز روادار نہیں ہوگا۔ بلکہ حکیم کے موقع کے حالات کو ان کے فکری اختلاف اور اجتہادی رائے کے تنوع پر محمول کرے گا۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ (یعنی عبداللہ بن قیس) کے فضائل و مناقب سے ان کے تراجم ملویں۔

حافظ الذہبی نے تحریر کیا ہے کہ آپ جلیل القدر اور فاضل صحابہ کرامؓ میں سے تھے۔ آپ متعدد بار اسلامی حکومت کے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ حتیٰ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بعض علاقوں (زبید، عدن) پر عامل اور والی مقرر فرمایا۔

اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو بصرہ اور کوفہ کا والی بنایا۔

... استعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم، ابا موسى الاشعريؓ (عبدالله

بن قيس) على نابيد وعدن. ثم دلى الكوفة والبصرة لعمركم على

بعدہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں اہل کوفہ نے سید بن العاصؓ کو کسی معاملہ میں اختلاف کی بنا پر کوفہ سے نکال دیا اور حضرت موسیٰ الاشعریؓ کو اپنا امیر تسلیم کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو کوفہ کا والی مقرر کریں اس پر حضرت عثمانؓ نے ابو موسیٰ الاشعریؓ کو کوفہ کا والی مقرر فرمایا اور آپ مینا عثمانؓ کی شہادت تک کوفہ کے عامل اور والی رہے۔

”..... وفيها (سنة ٣٢ هـ) اخرج اهل الكوفة سعيد بن العاص، ووليا

ابا موسى الاشعري وكتبوا الى عثمان يسالونه ان يولي ابا موسى فولاكاه عليه

یہ چیزیں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کی فطری اہمیت اور طبعی صلاحیت پر دال ہیں کسی سطحی آدمی اور سادہ لوح شخصیت کو ایک وسیع علاقہ کی حکومت سپرد نہیں کی جاتی اور نہ اس کو امیر اور والی مقرر کیا جاتا ہے نیز جناب علی المرتضیٰؓ کا حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو بطور فیصل تسلیم و منظور کر لینا ہی ان کی دیانت و امانت و لیاقت کی بڑی قوی دلیل ہے۔

اسی طرح حضرت عمرو بن العاصؓ کی دیانت، امانت اور صداقت اسلام میں مسلمات میں سے ہے اور بے شمار فضائل و کمالات کے یہ حامل ہیں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ :-

عمرو بن العاص قریش کے صالحین میں سے ہیں۔

”... قال طلحة بن عبيد الله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

يقول ان عمرو بن العاص من صالحى قریش ۛ ۛ

نیز آپؐ کی دیانت کی یہ قوی دلیل ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمان کے علاقہ پران کو عامل مقرر فرمایا اور آپؐ پورے عہد نبوی میں وہاں عامل رہے پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی آپؐ کو ولایت عمان سے تبدیل نہیں فرمایا۔

۱۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۴۵ تحت سنة ۳۲ هـ ج اول

۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۵۷ تحت تسمية عمال عثمان بن عفان۔

۳۔ مسند ابی یوسف المصنف ص ۳۱۳ ج ۱ اول روایت ۶۴۱-۶۴۲ تحت مسند طلحة ۛ

۴۔ اسد الغابۃ فی معرفة الصحابة لابن اثیر الجزری ص ۱۷۱ تحت عمرو بن العاص ۛ

۵۔ البدایۃ لابن کثیر ص ۲۶ بحوالہ ترمذی تحت عمرو بن العاص ۛ ۛ

”... واستعمله رسول الله صلى الله عليه وسلم على عمان فلم يزل

عليها مدة حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم واقرة

عليها الصديق عليه السلام

اسی طرح عہد نبوت کا ایک دیگر واقعہ محدثین نے ذکر کیا ہے اس سے حضرت عمرو بن العاصؓ کا مقام دیانت اور اخلاص مزید واضح ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن العاصؓ خود ذکر کرتے ہیں کہ ایک بار رجناب بنی اقدیس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگی ہم پیش آئی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف فرمان دے کر آدمی بھیجا کہ عمرو بن العاصؓ کو جا کر کہو کہ وہ اپنی تیاری کے ساتھ ہتھیار اور جنگی لباس پہن کر ہمارے پاس پہنچے۔

جناب عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تیاری کر کے حاضر خدمت ہوا۔ اس وقت سردار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے۔ میرے حاضر ہونے پر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم تجھے ایک خاص قسم پر بھیجنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں تجھے کلامت رکھے گا۔ اور مال فیئمت عنایت فرمائے گا۔ اور ہم اس مال میں سے تجھے بھی عنایت کریں گے۔

”... قلت يا رسول الله! ما كانت هجرة في الممال وما

كانت الا لله ولرسوله قال نعم بالممال الصالح للرجل

الصالح“ رواه في شرح السنة وروى احمد نحوه۔ وفي

روايته نعم الصالح للرجل الصالح عليه السلام

اور بعض روایات میں یہ مضمون اس طرح مذکور ہے کہ:-

”..... قلت يا رسول الله! اني لما اسلمت رغبة في الممال انما

اسلمت رغبة في الجهاد والكنينة معك قال يا عمر ونما

عليه السلام :- البداية والنهاية لابن كثير ٢٥٨ تحت سنة ٣٣ھ

عليه السلام :- مشکوٰۃ شریف ص ٣٢٦ الفصل الثاني باب رزق الولاة وديارهم (طبع نور محمدی دہلی)

بالمال الصالح للمعروف الصالح علیہ

یعنی عمرو بن العاصؓ نے جواباً عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے مال کے لیے ہجرت نہیں کی بلکہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا مندی اور جہاد کے لیے ایمان لایا اور ہجرت کی۔

بقول بعض روایات میں نے اس لیے ہجرت کی تھی کہ مجھے جنابؐ کی معیت نصیب رہے۔ تو آنجنابؐ صلعم نے فرمایا کہ اے عمرو! پاک اور حلال مال نیک اور صالح شخص کے لیے عمدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح مسند امام احمدؒ میں دور نبوتؐ کا ایک واقعہ درج ہے۔ وہ بھی قابل لحاظ ہے۔ ایک بارسید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دو شخص اپنا ایک تنازعہ (کیس) لے کر حاضر ہوئے اتفاقاً عمرو بن العاصؓ وہاں موجود تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ ان متخاصمین کے درمیان تنازعہ کا فیصلہ تم کرو۔

تو عمرو بن العاصؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس معاملہ میں آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگرچہ میں زیادہ اولیٰ ہوں (بھڑ بھی تم ہی فیصلہ کرو) اس پر عمرو بن العاصؓ نے (بطور استفادہ اور طلب و مناجات کے) عرض کیا کہ اگر میں ان کے مابین تنازعہ کا فیصلہ کروں تو یہ میرے لیے کس طرح سود مند ہو گا۔؟

تو ان کی اس گزارش پر بطور قاعدہ کے ارشاد نبوتؐ صلعم، ہوا کہ:-

.....عن عبد اللہ بن عمرو عن عمرو بن العاصؓ قال جاء

علیہ السلام، فقال صحابۃ لا امام الا محمد ص ۹۱۲ تحت عمرو بن العاصؓ ۲۵

۱۹، مسند امام احمد ص ۱۹ تحت عمرو بن العاصؓ (طبع اول مصر)، روایت ہذا کا معنیوں و درج ذیل مقالت میں ملے۔

۲۰، مسند امام احمد ص ۲۱۲ تحت بقیہ حدیث عمرو بن العاصؓ (طبع اول مصر)

۲۱، موارد النکاح - نور الدین البیہقی ص ۵۴ باب فضل عمرو بن العاصؓ

۲۲، ادب المفرد للبخاری ص ۵۳ طبع مصر تحت المال الصالح للمعروف الصالح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصمان یختصمان فقال لعمر و اقض بینہما
یا عمر و! فقال انت اولی بذالک متی یا رسول اللہ! قال وان کان
قال فاذا قضیت بینہما فمالی؟ قال ان انت قضیت بینہما فاصبت علیہ
القبض فذلک عشر حسنات وان انت اجتہدت فاحطأت فذلک حسنة
یعنی اگر تم نے ان کے مابین درست اور صحیح فیصلہ کیا تو تمہارے لیے دس نیکیاں ہوں گی اور
اگر تم نے اپنے اجتہاد میں خطا کی تو پھر بھی تمہارے لیے ایک نیکی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مندرجہ بالا سے واضح ہوا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت میں عمرو
بن العاصؓ ایک نہایت صالح و فاضل اور دیانتدار شخص تھے۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامنے
دو متحاکمین کے تنازعہ کا فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا اور بطور ترغیب ساتھ ہی قضاء کا قاعدہ فہائش فرمایا۔
یہ چیزیں عمرو بن العاصؓ کی طبی صلاحیت اور دینی وثاقت پر دال ہیں۔ یہ بزرگ بارگاہ نبوت
سے ہدایت یافتہ اور کمال اخلاص کی سند یافتہ تھے۔ عہد نبوت میں ان پر پورا پورا اعتماد کیا جاتا تھا اور
ان میں خدع و نفاق ہرگز نہیں تھا۔

نیز اکابر تابعین میں سے ایک بزرگ قبیلہ بن جابرؓ ہیں وہ اکابر صحابہ کرامؓ کے ہم نشین رہے۔
وہ ان حضرات کی ہمیشگی کے تاثرات اپنی ایک روایت میں ذکر کرتے ہیں جس سے ان حضرات کی کمال
دیانت اور کمال اخلاص اور دینی وثاقت ثابت ہوتی ہے۔ قبیلہ بن جابر فرماتے ہیں کہ:-

..... قال صحبت عمر بن الخطابؓ فما رأیت رجلاً أقرأ لکتاب اللہ و

لدا فقه فی دین اللہ ولا احسن مداراةً منه و صحبت طلحةؓ بن عبید اللہ

فما رأیت رجلاً اعطی لجزیل عن غیر مسئلة منه و صحبت معاویہ

بن ابی سفیانؓ فما رأیت رجلاً اقل حلماً منه و صحبت عمرو بن

العاصؓ فما رأیت رجلاً! بین او قال انصح نظراً منه ولا اکرم

علیہ۔ مسند امام احمد رحمہ اللہ ۳۰۵ تحت بقیہ حدیث عمرو بن العاصؓ (طبع مصر) ۳۵

جلیسا ولاشبہ سریو تہ بعلانیہ منہ الخ" علیہ

یعنی میں عمر فاروقؓ کی محبت میں رہا وہ اللہ کی کتاب کے بہت قاری اور اس کے دین کے بڑے فقیہ تھے بڑی عمدہ خاطر و مدارت کرنے والے تھے ان صفات میں حضرت عمر فاروقؓ سے بہترین میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور طلحہ بن عبید اللہؓ کا میں ہم نشین رہا وہ سوال کے بغیر بہت کچھ عطا کیا کرتے تھے اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی خدمت میں بھی رہا ہوں میں نے ان سے بہتر حلیم الطبع کوئی شخص نہیں دیکھا۔ پھر قبیسہ بن جابرؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمرو بن العاصؓ کی مضاجبت میں رہا ہوں تو میں نے ان کا ظرف نہایت خالص اور ظاہر پایا یہ بڑے باعزت اور شریف ہمنشین تھے ان کا باطن ظاہر کے بالکل موافق اور مشابہ تھا۔ (صاحب اخلاص تھے ان میں نفاق نہیں تھا)

مندرجہ بالا امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تحکیم کے ثالث اور فیصلہ حضرات "ایماندار" "دیانتدار" اور صاحب اخلاص تھے۔ ان میں غداری اور بدیشی نہ تھی یہ حضرات نفاق سے دور تھے۔ امت کے مصلح ان کے پیش نظر تھے۔ انہی دیانتدارانہ رائے کی بنا پر انہوں نے اپنی اپنی فرتی کی جانب سے نمائندگی کی کسی حیلہ اور مکر کی بنا پر انہوں نے یہ معاملہ نہیں کیا تھا۔

حاصل یہ ہے کہ تحکیم کے مسئلہ میں اجتہاد فکر کی بنا پر رائے میں اختلاف واقع ہوا تھا جو دوسری فرتی نے تسلیم نہیں کیا اس وجہ سے یہ حضرات کسی متفقہ فیصلہ پر نہ پہنچ سکے اور معاملہ تحکیم ناکام رہا۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ: "المجتہد قد یخطئ ویصیب" یعنی مجتہد اپنے اجتہاد میں خطا اور غلطی دونوں کا متحمل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ حضرات اس مقام میں قابل اقتراض اور مورد وطن نہیں۔ اور اگر یہ چیز پیش نظر رکھی جائے کہ: "ما شاء اللہ کان دمالہ ما شاء اللہ" اور "ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" تو اس نوع کا تردد دور ہو جاتا ہے۔

علیہ: راہ تاریخی بلقہ دمشق لابن عساکر (مخطوطہ عکسی) ص ۵۲۶ تحت عمرو بن العاصؓ

۲۴ تاریخ الاسلام للذہبی ص ۲۳۹ تحت تذکرہ عمرو بن العاصؓ

۳۱، الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص ۳۰۲ تحت عمرو بن العاصؓ (مختصر)

چند اہم مباحث اور ازالہ شبہات

گوشہ ادراک میں ”واقعہ صفین“ کا ایک مختصر سا خاکہ تفصیلات سے اجتناب کرتے ہوئے پیش کیا۔ ہے تاریخ اسلام میں یہ واقعہ اپنی نوعیت میں ایک بڑا نازک مسئلہ ہے۔ اس کے وقوع کے بعد اسلامی تاریخ میں کئی اور پیچیدہ مسائل پیدا ہوئے محترضین نے مطاعن صحابہؓ کے لیے اس سے ایک مستقل دستاویز تیار کی۔ اعداء اسلام نے طعن و تشنیع کے لیے اس کو ہدف بنا لیا اور مخالفین صحابہؓ نے طعنہ زنی کی خاطر اس کو زینہ قرار دیا۔

— حقیقت یہ ہے کہ بندوں کی تدبیر پر خدا تعالیٰ کی تقدیر غالب رہتی ہے۔ ”جمل وصفین“ کے واقعات جن حالات میں پیش آئے ہیں۔ ان کے صحیح حالات کو منع کر لینا ہمارے لیے ”محالات عادیہ“ میں سے ہے اور ان کے تکوینی حکم و مصالح کو دریافت کر لینا ہمارے دائرہ اختیار سے بالاتر ہے۔

اکابرین امت کی ہدایات کی روشنی میں ان واقعات کے متعلق چند ”مباحث“ درج کئے جاتے ہیں جو ان اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سونطقی رفع کرنے اور بدطبی رفع کرنے میں مفید ہوں گے اور مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے لیے سودمند ثابت ہوں گے۔ (بھون اللہ تعالیٰ) نیز ان مباحث کے ساتھ ساتھ کچھ ازالہ شبہات کا سلسلہ بھی قائم کیا گیا ہے تاکہ ان مواقع میں پیش آمدہ اعتراضات کا ازالہ بروقت ہو سکے اور ان کے لیے کوئی الگ فصل قائم کرنے کی حاجت نہ رہے۔

گشتی مراسلہ

اس سلسلہ میں ہم بطور تمہید و مبادی کے اولاً حضرت علی المرتضیٰؑ کا وہ فرمان درج کرتے ہیں جس میں خود انہوں نے اہل صفین کے ساتھ ماہر الاختلاف مسئلہ کی نوعیت واضح کر دی ہے اور اس میں کوئی خفا باقی نہیں چھوڑا۔ حضرت مرتضیٰؑ کا ایک گشتی فرمان بالفاظ ذیل مذکور ہے اور شیعہ کی متمدن کتب میں منقول ہے۔

--- وكان بدء امرنا انا التقينا والقوم من اهل الشام والظاهر
ان ربنا واحدٌ ونبينا واحدٌ ودعوتنا في الاسلام واحدة لا نستزیدهم
في الايمان بالله والتبديق برسوله صلى الله عليه وآله ولم ولا نستزیدوننا
الامر واحد الا ما اختلفنا فيه من دمر عثمان ونحن منه براءٌ له

الحجۃ البلاغہ ص ۲۴ تحت ومن کتاب له علیہ السلام مکتبہ الی اهل الامصار یقتضی فیہ

ماجرى بینہ و بین اهل صفین ۔۔۔ بلع مہری ۔

۲) شرح نہج البلاغہ لابن میثم الجمرانی جلد خامس بلع تہران۔ ص ۱۹ خطبہ ۵۷

۳) شرح نہج البلاغہ (الدرة النجفیة) ص ۲۲ بلع قدیم من کلام مرہ علیہ السلام الخ

اہل الامصار یقتضی فیہ ماجرى الخ

حاصل یہ ہے کہ جناب مرتضیٰؑ نے جو چٹھی اپنے مسلوکہ شہروں کی طرف لکھ کر ارسال تھی اس میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے ان واقعات کو ذکر کیا ہے جو ان کو صفین میں پیش آئے آپ نے فرمایا کہ ابتدا ہمارے واقعات کی یہ ہوئی کہ ہم لوگ اور شام کے لوگ (ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کے لیے) جمع ہوئے حالانکہ واضح بات ہے کہ ہم دونوں (قوموں) کا رب ایک اور ہم دونوں کے نبی ایک ہیں۔ ہماری اور ان کی دعوت اسلام ایک ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے بڑھے ہوئے ہیں نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں پس ان کا اور ہمارا تمام (دینی معاملہ) بالکل ایک جیسا ہے۔ لیکن خون عثمان کے بارے میں ہمارا اور ان کا اختلاف ہو گیا ہے۔ حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ الخ

گشتی مراسلہ ہذا کے ذریعے مسئلہ واضح ہو گیا کہ :-

① اہل صفین (حضرت معاویہؓ و جماعت معاویہؓ) کا اور حضرت علی المرتضیٰؑ کا اور ان کی جماعت کا اختلاف نہ تھا بلکہ دونوں فریق کا مذہب ایک تھا دونوں جماعتیں مسلمان و مومن تھیں اور دونوں کی دعوت دینی ایک تھی۔

② تصدیق ایمانی میں دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے فائق نہیں تھا دونوں یکساں اور برابر تھے اور دونوں کامل الایمان تھے کوئی ناقص الایمان نہ تھا۔

③ صرف ایک سیاسی مسئلہ باعث اختلاف تھا یعنی دم عثمانؓ کے معاملہ میں باہمی

وقتی نزاع درپیش تھا اس میں آپؐ نے فرمایا ہم خون عثمانؓ سے بری ہیں۔

مراسلہ ہذا کے ذریعہ بہت سے شبہات خود بخود مرتفع ہو جاتے ہیں۔ تاہم ان تہمیدی اشارے کے بعد اب اصل مباحثہ چند عنوانات کی صورت میں پیش خدمت ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں

①

اظہار تأسف

واقعہ ہذا پر اکابرین حضرت کی جانب سے اظہار تأسف پایا جاتا ہے یہ قتال ان حضرات کے درمیان ضرور واقع ہوا ہے لیکن کئی غلط فہمیاں حاکم مقبض جن کی بنا پر غیر اختیاری حالات پیدا ہوئے اور قتال تک نوبت پہنچی۔ یہ حضرات اس واقعہ پر نہایت کبیدہ خاطر اور زاندام تھے اور اس کے وقوع پر ہر دو فریق نہایت متأسف و محزون تھے۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایات اس نوع کی کبار علماء نے نقل کی ہیں۔ ایک موقع پر جناب امام حسن نے حضرت علی المرتضیٰ سے یوم صفین میں سنا آپ فرماتے تھے۔

(۱) --- یا لیت احمی لو تلد فی ولیت الی مت قبل

الیوم۔ ل

یعنی (حضرت علی المرتضیٰ نے پریشانی کے عالم میں فرمایا) کاش کہ مجھے میری ماں نے جنم نہ دیا ہوتا اور کاش کہ میں اس روز سے قبل فوت ہو گیا ہوتا۔

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر امام صفین میں جب آپ نے حضرت ابو موسیٰ کو فیصلہ کرنے کے لیے اپنی جانب سے حکم تجویز کر کے روانہ کرنے کا قصد فرمایا تو اس مقام پر حضرت

لہذا التاریخ البکیر لایام البغدادی ص ۳۸۵ قسم ثانی۔ طبع دکن۔

(۲) کتاب السنۃ لایام احمد ص ۱۹۶ طبع اول مکہ مکرمہ۔

علی المرتضیٰؑ کی ایک اضطراری کیفیت علماء نے نقل کی ہے چنانچہ محدث ابن ابی شیبہؒ نے اس واقعہ کو عبارت ذیل نقل کیا ہے۔

(۲) --- عن سليمان بن مهران قال حدثني من سمع علياً
يوم مصفين وهو عاض على شفتيه لو علمت ان الامر
يكون هكذا ما خرجت - اذهب يا ابا موسى فاحكم
ولو خسر عني“ ۱۷

یعنی سلیمان بن مهران کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بیان کیا جس نے صفین کے موقعہ پر خود حضرت علی المرتضیٰؑ سے سنا تھا۔ اس وقت آپ کی اضطراری کیفیت یہ تھی کہ آپ اپنے لب مبارک کو زیر و فدا کر رہے تھے اور فرماتے اگر اس معاملہ کے متعلق مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہاں تک پہنچے گا تو میں اس کے لیے خروج ہی نہ کرتا۔

حضرت ابو موسیٰؓ کے حق میں فرمان دیا کہ آپ تشریف لے جائیں اور فیصلہ کریں اگرچہ اس میں مجھے خسارہ ہو۔“

حضرت علی المرتضیٰؑ کا اسی طرح کا ایک فرمان کتاب الآثار میں امام البریلوسف نے نقل فرمایا ہے اور اس میں بھی حضرت علی المرتضیٰؑ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کو اپنی جانب سے حکم مقرر فرماتے ہوئے کہا کہ: ”خلصني منها ولو بعرق رقبتي“ ۱۸
جس کا مفہوم یہ ہے کہ ”مجھے اس معاملہ سے نجات دلائیے خواہ مجھے اس میں نقصان اٹھانا پڑے۔“

یہ علویؑ فرامین اظہار تأسف کے طور پر حضرت علی المرتضیٰؑ سے صادر ہوئے ہیں یہ ان

۱۷ (۱) المصنف لابن ابی شیبہ نقلی پر ص ۱۰۳ کتاب الجمل۔

(۲) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۹۳ طبع کراچی جلد ۱۵ روایت ۱۹۶۹۸ تحت کتاب الجمل۔

۱۸ کتاب الآثار امام ابی یوسف ص ۲۸ روایت ۹۱۹ طبع بیروت (لبنان)

حضرات کے تقویٰ اور دیانت اور خشیعہ الہی کے غلبہ پر محمول ہیں۔ یہ کسی جرم کے ارتکاب کے بعد اس پر نہ امت پر دلالت نہیں کرتے۔

نیز مندرجہ بالا فرامین علوی کا محمل اور موقع جو تجویز کیا گیا ہے بعینہ اسی نوع کی اضطرابی کیفیت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بعض اوقات طاری ہوتی تھی اور اس موصوفہ بھی واقعہ جل پر اظہار تأسف اور گریہ فرماتی تھیں تو وہ کسی جرم کے ارتکاب کی تلافی پر ایسا نہیں کرتی تھیں بلکہ ان کا یہ فعل کمال اتقا اور خشیت الہی کے غلبہ کی بنا پر تھا۔ اس چیز کو قبل ازیں بعد از جل کے مباحث (بعض شبہات اور ان کا ازالہ) میں نقل کیا گیا ہے۔

(۲)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یعنی لوگوں نے اس مقام میں یہ طعن قائم کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے دونوں فریق کے باہم قتال ذاتی عناد اور جماعتی عداوت کی بنا پر واقع ہوئے۔ ان حضرات کے درمیان دیرینہ عداوت تھی اور ایک دوسرے کے خلاف ان کے سپنے کینہ و بغض سے پُرتھے اور دنیاوی اغراض ان کے پیش نظر تھیں۔ اس بنا پر انہوں نے یہ حمل و صفیں کی جنگیں لڑیں اور اہل اسلام میں عظیم فساد قائم کر دیا۔

ازالہ

اس طعن کو صاف کرنے کے لیے ذیل میں ہم چند امور پیش کرتے ہیں ان پر نظر غائر فرما لیں انشاء اللہ تعالیٰ شبہات بالا دور ہو جائیں گے صرف انصاف شرط ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے اول حضرت علی المرتضیٰ کے چند فرامین اور ان کی جماعت کے اکابر حضرات کے اس موقع کے فرمودات ایک ترتیب سے ذکر کئے جاتے ہیں۔

اور اس کے بعد فریق ثانی کی طرف سے چند چیزیں پیش کی جائیں گی جو اپنی جگہ پر اس شبہ

کے ازالہ کا باعث ہوں گی۔

اول: سیدنا علی المرتضیٰؑ ایک شخص کے جواب میں جو آپ کے مقابلین کے حق میں غلو کرنے ہوئے ان کی طرف کفر کی نسبت کر رہا تھا۔ یعنی سیدنا حضرت علی المرتضیٰؑ کے مقابلین کو کافر کہہ رہا تھا۔ تنبیہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ایسا مت کہو بلکہ ان کے حق میں کلمہ خیر ہی کو تحقیق ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی۔ اور ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارا آپس میں کفر اور اسلام کا اختلاف نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے دین الگ الگ ہیں بات صرف اتنی ہے کہ انہوں نے گمان کیا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف تجاوز کیا ہے اور ہم خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے حقوق سے تجاوز کیا ہے اس نقطہ نظر پر ہم نے ایک دوسرے کو خلاف متال کیا۔

(۱) ----- حدیث ابو زرعة عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال

سمع علیؑ یوم الجمل اولیوم صفین رجلاً یغلوا فی
القول یقول الکفر۔ قال لا تقولوا فاما هم زعموا انا بغینا
علیہم وزعمنا اھم بغوا علینا۔ لہ

(۲) ----- قال اسحق بن راھویہ حدیث ابو نعیم

حدیث سفیان عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال سمع علیؑ
یوم الجمل اولیوم صفین رجلاً یغلوا فی القول۔ فقال
لا تقولوا الا خیراً انما هم قوم زعموا انا بغینا علیہم
وزعمنا اھم بغوا علینا فقاتلناھم۔ لہ

لہ تاریخ لابن عساکر کامل ص ۲۷۹ طبع دمشق۔

لہ ۵، منهاج السنة لابن تیمیہ ص ۳۱۱ تحت الکلام ولما قال اسلف ابن اشدہ
(بانی مائتہ آئندہ صفحہ پر)

نیز اسی طرح بعض دیگر روایات میں یہی سوال حضرت علی المرتضیٰؑ سے منقول ہے کہ کیا اہل بغادت (جمل وصفین والے) مشرک ہیں؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ یہ لوگ تو مشرک سے فرار کر کے مسلمان ہوئے یہ کیسے مشرک ہیں؟ پھر سوال کیا گیا کہ کیا یہ لوگ منافق ہیں؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ منافق لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں (یہ لوگ تو کثرت سے ذکر کرنے والے ہیں) پھر سوال کیا گیا کہ پھر ان کا کیا حکم ہے اور یہ لوگ کس درجہ میں ہیں؟ تو آنجناب نے فرمایا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں اور ہمارے خلاف انہوں نے بغادت کی ہے۔^{۱۱}

مسئلہ ہذا پر شیعہ کی طرف سے تائید (۱) اور شیعہ اکابر نے اپنے ائمہ کرام سے حضرت علی المرتضیٰؑ

کا یہ فرمان عبارت ذیل نقل کیا ہے بغور ملاحظہ فرمائیں۔

----- جعفر عن ابیہ (محمد باقر) ان علیاً

علیہ السلام لم یکن بنسب احداً من اہل حویمہ الی

الشراء ولا الی النفاق ولكن یقول ہواخواننا بغوا علینا^{۱۲}

یعنی جعفر صادق حضرت محمد باقر سے حضرت علیؑ کا نظریہ نقل کرتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰؑ

اپنے صحابین کے حق میں شرک اور نفاق کی نسبت نہیں کرتے تھے لیکن یوں فرماتے تھے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغادت کی۔

(لغیہ حاشیہ) امور بالاستغفار لا صحاب محمد۔۔۔ الخ

(۲) المنتقى لهذا من ۳۵ -

۱۱ (۱) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ قلمی پر جلد ۱ (باب الجمل)

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۰۸ کتاب قال اہل البقی

(۳) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ص ۳۲ تحت آیت فاصلحو این اخو یکم رسوۃ حجرات

۲۰ قرب الاسناد لحداد الشریح الجیری الشیعہ ص ۲۵ طبع قدیم۔

(۲) اسی طرح امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ :

----- جعفر عن ابیہ ان علیاً علیہ السلام کان
یقول لا ھل حریہ انا لم نقاتلہم علی التکفیر لہم
ولم نقاتلہم علی التکفیر لنا۔ وکلنا رأینا انا علی حق
ورأوا غم علی حق" ۱

مطلب یہ ہے کہ حضرت امام محمد جعفر صادق امام محمد باقر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؑ اپنے مقابلین کے حق میں فرماتے تھے کہ ہم ان سے ان کی تکفیر کی بنا پر قتال نہیں کر رہے اور نہ ہی ان سے اس وجہ سے قتال کر رہے ہیں کہ وہ ہماری تکفیر کرتے ہیں (یہ بات نہیں) بلکہ بات یہ ہے کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ یقیناً وہ حق پر ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ان کا اور ہمارا قتال کفر اسلام کی وجہ سے نہیں بلکہ حق ہونے اور ناحق ہونے پر ہے۔

گزشتہ اوراق میں ہر ایک فریق کا اپنا اپنا موقف گذر چکا ہے اعادہ کی حاجت نہیں یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ کی جانب سے اصرار تھا کہ پہلے بیعت خلافت تمام کی جائے بعد میں مطالبات (قصاس وغیرہ) پیش کئے جائیں۔

فریق مقابل (حضرت معاویہؓ اور ان کے ہم نوا اجاب) کا مطالبہ تھا کہ خلیفہ شہیدؓ کے قصاس کا مسئلہ اہم ہے اس کو پہلے حل کیا جائے مفسدین آپ کے گردہ میں موجود ہیں۔ اس لیے پہلے انہیں پکڑیں اس کے بعد بیعت ہوگی۔

دوم : اسی طرح ایک دوسرا واقعہ اس موقع میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی جماعت میں پیش آیا۔ ایک دن حضرت علی المرتضیٰؑ اپنی جماعت کے سانحہ تشریف لارہے تھے تو اس وقت ایک شخص عدی بن حاتم طائی بھی آپ کے ہمراہ تھا انہوں نے بنی طے کے ایک

۱۔ قرب الاسناد لعبد اللہ بن جعفر الحمیری من علماء القرن الثالث ص ۲۵ طبع ایران

مقتول کو دیکھا جس کو حضرت علی المرتضیٰؑ کی جماعت نے قتل کر ڈالا تھا تو عدی بن حاتم کہنے لگا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ یہ بے چارہ کل سلطان تھا اور آج کا فرما پڑا ہے حضرت علی المرتضیٰؑ نے یہ کلام سن کر فرمایا کہ ایسا نہ کہو یہ کل بھی یوں تھا اور آج بھی یوں ہے۔

(۱) ----- عن سعد بن ابراهیم قال خرج علی بن ابی طالب

ذات یومٍ ومعه عدی بن حاتم الطائی ما ذار بعل من طئی قتل قد قتله اصحاب علیؑ فقال عدی یا ویم هذا کان امی مسلماً والیوم کافراً فقال علیؑ مهلاً کان امی مؤمناً والیوم مؤمنٌ ۱۰

(۲) ایک دیگر مقام میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی جماعت نے آنجنابؑ سے اصحاب معاویہؓ کے مقتولین کے متعلق سوال کیا کہ ان کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یمن ہیں (ان پر کفر کا اطلاق درست نہیں)

----- محمد بن راشد عن مکحول ان اصحاب علیؑ سألوه

عن من قتلوا من اصحاب معاویةؓ قال هم المؤمنون

وفی رواية سئل عن من قتل بصفین ما هو؟ قال

هم المؤمنون ۱۱

۱۰ تاریخ لابن عساکر کامل ص ۳۳۲ جلد اول طبع دمشق۔

۱۱ تلخیص ابن عساکر لابن بدران ص ۷۷ جلد اول۔

۱۲ تاریخ لابن عساکر کامل ص ۳۳۲ جلد اول۔

۱۳ منهاج السنة لابن تیمیہ ص ۶۱ جلد ۳۔

۱۴ المنتقى للذهبی ص ۳۳۵ طبع مصر

موسم : نیز اس مقام میں حضرت عمار بن یاسرؓ کا قول اپنے مقابلین اہل شام کے حق میں اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ : ایک شخص نے اہل شام کے حق میں کفر کی نسبت کی اور ان کو کافر کہنے لگا تو حضرت عمارؓ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ ایسا مت کہو کیونکہ ان کے اور ہمارے نبی ایک ہیں ان کا اور ہمارا قبلہ ایک ہے (یعنی ہم دونوں فریق اہل اسلام میں سے ہیں) لیکن بات یہ ہے کہ وہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہو کر امر حق سے متجاوز ہو چکے ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے ساتھ قتال کریں تاکہ وہ حق کی طرف لوٹ آئیں۔

----- عن زیاد بن الحارث قال كنت الى جنب عمار بن ياسر بصفين وركبتي خمس ركبتة فقال رجل كفنراهل شام فقال عمار لا تقتولوا ذالك نبينا وبنيتهم واحد وقلتنا وقلتهم واحدة ولكنهم قوم مفتولون حادوا عن الحق فحق علينا ان نقاتلهم حتى يرجعوا اليه " - ١٤

مندرجہ بالا چیزیں قبل ازیں ہم نے اپنی کتاب مسئلہ اقرالوازی " ۱۶۷ ص ۱۶۹ تک سیدنا معاویہؓ کے حالات میں ذکر کی ہیں اور یہاں کچھ مزید حوالے اضافہ شدہ ہیں اور عنوانات دوسرے طریق سے مرتب کئے ہیں۔ یہ ایک فریق کے متعلق پیریں نقل کی ہیں۔ آئندہ مسئلہ میں فریق مقابل کی چند چیزیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۴۱، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۹ طبع مبدیہ کراچی روایت ۱۹۶۸ء تحت کتاب الجمل۔

۱۴۲، تنہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۶۱-۶۲۔

۱۴۳، فتح الباری شرح بخاری شریف ص ۲۷ تحت کتاب العقی۔ طبع قديم مصر۔

فرق مقابل کے متعلق حضرت امیر معاویہؓ کے تاثرات

ذیل میں چند چیزیں ایسی ذکر کی جاتی ہیں جو اس بات پر قوی قرائن ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان یہ قتال اور نزاعات بنا برعناد نہیں تھے بلکہ اپنے اپنے نظریات کے تحت یہ امور صادر ہوئے۔ لیکن جانبین ایک دوسرے کے حق میں نیک نیت تھے ان میں کوئی گروہی عداوت قائم نہیں تھی اور یہ حضرات ایک دوسرے کے حق میں کیمہ درنہیں تھے۔ مثلاً :-

① مورخین نے لکھا ہے کہ جب ابوذر داؤد اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان ہر دو فریق کے درمیان رفع نزاع کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت معاویہؓ نے ان دونوں بزرگوں کو فرمایا تھا کہ :-

”قاہلین عثمان کے قصاص کے مسئلہ میں نزاع ہے اور ان لوگوں نے حضرت علیؓ کی جماعت میں پناہ لے رکھی ہے۔ حضرت علیؓ ان سے اگر قصاص دلا دیں تو اہل الشام میں سے پہلا شخص ہوں گا جو حضرت علی المرتضیٰؓ کی بیعت کر دل گا۔“

”۔۔۔۔۔ فقولاً للہ فلیقتلنا من قتل عثمان شہداً

أنا اول من بايعه من اهل الشام“

یہ مسئلہ قبل ازیں اپنے مقام میں ذکر ہو چکا ہے تاہم یہاں ایک دوسرے مقصد کے لیے درج کیا گیا۔

② نیز علماء نے اسی نوعیت کا ایک دوسرا واقعہ لکھا ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰؓ

لہ البدایہ ج ۲ ص ۲۵۹ تحت ۳۷۷۔

اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان قتال جاری تھا اور واقعہ تحکیم تک نوبت نہیں پہنچی تھی تو شاہ روم نے ان جنگی حالات پر نظر کرتے ہوئے اہل اسلام پر حملہ کر دینے کی تیاری کی اور موقع کو غنیمت سمجھا اور مسلمانوں پر حملہ کے لیے ایک غلیم شکر جمع کیا۔

ادھر حضرت معاویہؓ کو شاہ روم کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے شاہ روم کو خط لکھا کہ :

----- واللہ لئن لم تنتہ وترجع الی بلادک یا لعین!

لا مصلحتن انا وابن عمی علیک ولا نخرجک من جمیع

بلادک ولا ضیق علیک الارض ہمارجت فعند ذالک

خاف ملک الروم وانکث وبعث یطلب الہدنة

یعنی حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! اگر تو اس اقدام سے نہیں رُکے گا اور اپنے بلاد کی طرف واپس نہیں لوٹ جائے گا تو اے لعین! میں اور میرے چچا کے بیٹے تیرے خلاف باہم صلح کر لیں گے اور میں تجھے تیری آبا دیوں سے نکال ددں گا اور زمین کے فراخ ہونے کے باوجود تم پر اسے تنگ کر دوں گا۔

تو اس کے بعد بادشاہ روم نے خوف کھایا اور اپنے اقدام سے رُک گیا اور قاصد بھیج کر صلح کا طلب گار ہوا۔

⑤ اسی طرح ایک اور واقعہ مقصد مذکور پر دلالت کرتا ہے یہ واقعہ اگرچہ ہجرت علی المرتضیٰؑ کی شہادت کے بعد کا ہے تاہم مقصد کے لیے مفید ہے یعنی ایک فریق کے دوسرے کے حق میں نظریات واضح ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب علی المرتضیٰؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع حضرت معاویہؓ کی خدمت میں موصول ہوئی تو حضرت معاویہؓ نے اسے ساختہ گریہ کرنے لگے۔ ان کی اہلیہ ان کے

۱۔ البدایہ لابن کثیر ص ۱۱۹ تحت ترجمہ معاویہؓ۔

پاس موجود تھیں وہ کہنے لگیں کہ آپ حضرت علی المرتضیٰؑ کے ساتھ برسرِ پیکار رہے ہیں اور اب رونے لگے ہیں تو حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی اہلیہ بیکہہ قرعہ کہنے بعد یوں فرمایا کہ تو نہیں جانتی کہ اہل اسلام کا فضیلت، فقر اور علم میں کس قدر نقصان ہوا ہے؛ اور کیسی گراں قدر ہستی سے قوم محروم ہو گئی۔

”۔۔۔۔۔ لما جاء خبر قتل عليؑ الى معاوية جعل يبكي
فقال له امرأته أتبكيه وقد تأملتہ ؟ فقال
وبك ! انك لا تدريين ما فقد الناس من الفضل
والفقه والعلم“ لہ

② اب ایک اور واقعہ گزشتہ مسئلہ کی تائید میں مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔ یہ
مزارِ الصلوات کا واقعہ ہے جو شیعہ علماء نے بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے خاص حایاتی لوگوں میں سے مزارِ الصلوات ایک شخص تھا حضرت
علی المرتضیٰؑ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت امیر معاویہؓ نے
فرمایا کہ علی المرتضیٰؑ کے آپ اوصاف بیان کریں۔ تو وہ کہنے لگا کہ اگر آپ اس مسئلہ سے مجھے
معاف رکھیں تو بہتر ہوگا۔ تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ضرور بیان
کرے پس مزار نے حضرت علی المرتضیٰؑ کے اوصاف بیان کرنا شروع کیئے حضرت معاویہؓ سن
کر رونے لگے حتیٰ کہ اتنا روئے کہ ان کی ریش مبارک تر تیز ہو گئی۔

۔۔۔۔۔ وكان ضرار من اصحابه (علی) عليه السلام

قد دخل علی معاوية بعد موته فقال : صف لي علياً
فقال او تعفيني عن ذالك فقال والله لتفعلن منكم

لہ اہلایہ ص ۱۳ تحت ترجمہ معاویہؓ و ذکر شیعی من ایا مہ و دولتم۔

بھذا الفصل نبکی معاویة حتی اھضمت الحیثۃ لہ

ضرارہ العدائی کا یہ واقعہ استیعاب لابن عبدالبر وغیرہ میں اہل السنۃ کے ہاں بھی دستیاب ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سابقہ سطور میں دونوں فریق کی جانب سے چند ایک چیزیں نقل کی ہیں اور اس نوع کے واقعات مزید بھی تاریخ میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں اس بات پر قرائن ہیں کہ ان ہر دو حضرات (حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ) کے درمیان مذکورہ جنگ و جدال جو واقع ہوئے ہیں وہ بنا برعنا و اور فساد نہیں تھے بلکہ صرف غلط فہمیوں پر مبنی تھے (جیسا کہ اس بحث کی ابتداء میں ہم نے ذکر کیا ہے) اور وقتی مسائل کے تحت اپنے اپنے نظریات کے موافق واقع ہوئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن صاحب عناد راویوں اور زانغ عن الحق ناقلین نے ان چیزوں کو دوامی کینہ و عداوت کی شکل دینے کی مذہم کوشش کی ہے۔

اب اس بحث کے آخر میں علماء سیرت و محدثین اور مؤرخین کے وہ اقوال ذکر کیے جاتے ہیں جن سے اصل مسئلہ واضح ہوتا ہے اور وارد کردہ شبہ رفع ہو جاتا ہے۔

(۱) ----- فیما کان بینہم من الفتن کما وقع بین

علیؑ و معاویہؓ رضی اللہ عنہما احسن التاویلات والمعامل

لہ (۱) درۃ نجفۃ شرح نہج البلاغۃ ص ۳۶ طبع ایران (تقدیم طبع)۔ (شیعہ)

(۲) شرح نہج البلاغۃ لابن میثم الجھانی ص ۲۶۶ طبع تہران۔ (شیعہ)

(۳) شرح نہج البلاغۃ مدیدی طبع بیروت ص ۳۴۳-۳۴۵ تحت ذکر من غیر ضرار بن حمزہ

الضالی لمعاویۃ عند دخولہ علی معاویۃؓ۔

۴۔ الاستیعاب لابن عبدالبر ص ۳۳ تحت تذکرہ علی بن ابی طالب۔

لَا تَهَا مَرُوقَعَتْ بِاجْتِهَادِ مِنْهُمْ لَا غَرَضَ الْفَسَانِيَةِ

وَمَطَامِعِ دُنْيَوِيَةٍ كَمَا يَنْظُنُّ الْجَهْلَةُ ۞

یعنی حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے درفتن میں جو واقعات پیش آئے ان کے لیے عمدہ تاویل اور بہتر محمل قائم کیا جاتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ یہ واقعات ان کے اجتہاد کی بنا پر ان سے صادر ہوئے تھے۔ کسی نفسانی اغراض کی خاطر اور دنیاوی طبع و حرص کے لیے نہیں واقع ہوئے تھے جیسا کہ جاہل بھول لوگوں نے گمان کر رکھا ہے۔

(۲) مشہور مؤرخ ابن خلدون فرماتے ہیں :

----- ولما وقعت الفتنة بين علي ومعاوية دهي

مقتضى العصبية كان طريقهم فيها الحق والاجتهاد

ولم يكونوا في محاربتهم لغرض دنيوي ولا يثار

باطل ولا يستعار حق كما قد يتوهمه متوهمو

وينزع اليه ملحد ۞

یعنی جب حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان فتنہ واقع ہوا اور یہ عصبیت کا مقتضی تھا تو ان کا طریقہ اس معاملہ میں تلاش حق کی خاطر تھا اور بطور اجتہاد تھا۔ اور دنیاوی غرض کے لیے ان کے درمیان یہ محاربات نہیں تھے اور کسی باطل چیز کو ترجیح دینے کے لیے بھی نہیں تھے اور نہ ہی کینہ و بغض کی بنا پر تھے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو اس بات کا دہم ہوا ہے اور بعد اس کو باطل کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔

۱۔ نسیم الریاض شرح الشفاء شہاب الدین الخفاف ص ۴۶ تحت فصل ومن توقیرہ ونبرہ

توقیر اصحابہ الخ (مطبوعہ مطبع عثمانیہ) ترکی۔

۲۔ المقدمہ ابن خلدون ص ۲۶ تحت انقلاب الخلافة الى الملك (طبع بیروت)۔

(۳)

”لعن وسب اہل شام سے منع“

فریق مقابل کے حق میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمودات میں مزید حد پیر میں قابل ذکر ہیں جو اکابر علماء اور مؤرخین نے تحریر کی ہیں وہ یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

مثلاً حضرت علیؑ کی خدمت میں اپنے مقابلہ میں اہل الشام کا جب بھی تذکرہ ہوتا تو ان کے حق میں آسنا بٹ سب و شتم اور لعن طعن کرنے سے لوگوں کو منع فرماتے اور اس کی وضاحت میں ارشاد فرماتے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اہل شام میں چالیس ابدال ہوں گے۔ جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرا قائم مقام ابدال بھیج دیتے ہیں ان کی برکات سے اللہ تعالیٰ بارشیں بھیجتے ہیں اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اہل شام سے عذاب پھیر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ سند احمد میں مروی ہے کہ :

(۱) ----- حدیثی شریح بن عبید قال ذکر اهل الشام

عند علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه وهو بالعراق

فقالوا عنهم يا امير المؤمنين - قال لا انا سمعت

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الابدال يكونون

بالشام وهم اربعون رجلاً كلما مات رجل ابدل الله

مكانه رجلاً يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء

ويلصق عن الشام بهم العذاب^{لہ}

لہ (۱) سند لاہ نام احقر ۱۳۲ جلد ۱ تحت مسند علیؑ

۱۴ مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲ باب ذکر اهل اليمن والشام

(باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

(۲) اسی طرح جب یوم صفین میں ایک شخص نے کہا کہ اے الشّام اہل شام پر لعنت کر اور جناب مرتضیٰ کو علم ہوا تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ ”اہل شام کو سب و شتم مت کرو۔ تحقیق شام میں ابدال ہیں ابدال ہیں ابدال ہیں۔“

----- عن عبد اللہ بن صفوان قال قال رجل یوم

صفین اللہم العن اهل الشام قال فقال علیؑ : لا تسب

اهل الشام جمّاً غفیراً فان بها الابدال ، فان بها الابدال

فان بها الابدال ۔ لہ

(۳) ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں منع سب کا ایک مستقل باب ذکر کیا ہے جس میں اس مسئلہ پر بہت سی بائند روایات درج کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت پیش خدمت ہے :

”----- عن الحارث بن حرمّل عن علی بن ابی طالبؑ

قال : لا تسبوا اهل الشام ، فان فیہم الابدال “

اور کنز العمال میں ہے کہ :

”یا اهل العراق : لا تسبوا اهل الشام فان فیہم الابدال“

بقیہ ماشہ (۳) تہذیب و تلخیص ابن عساکر لابن مدرّان ص ۵۹ جلد اول تحت ان بالشّام کیون الابدال۔

لہ دار المصنف بعد الرزاق ص ۲۴۹ ج ۱۱ باب الشام

(۴) دلائل النبوۃ ص ۴۹ ج ۲ تحت ما جاء فی اخبارہ بملک معاویہؓ (البیہقی)

رس البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۲۰۲ باب معاویہ بن ابی سفیان و ملکہ “

لہ (۱) تاریخ لابن عساکر کامل ص ۲۳۳ ج ۱۱ رطب مجلس علی دمشق) تحت باب النہی عن سب

اهل الشام ۔

۲ کنز العمال ص ۱۵۸ ج ۱۰ قدیم طبع ۔ دائرۃ المعارف ۔ جید آباد ۔ دکن ۔ (بحوالہ ابن عساکر)

یعنی مارث بن حرمل حضرت علی المرتضیٰؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آنجنابؑ نے فرمایا اے اہل عراق! اہل شام کو سب دشتم مت کرو۔ تحقیق ان میں اہل ہیں۔

کتاب ”مسئلہ اقربا نازی“ میں ہم نے یہ روایات درج کی ہیں۔ یہاں صفین کے مباحث کو صاف کرنے کے لیے یہ معین ہیں اس لیے ان کا اعادہ فائدہ مند سمجھا گیا ہے

شیعہ کی طرف سے تائید

حضرت علی المرتضیٰؑ کے کلام میں موجود ہے کہ ”صفین“ کے مقام میں آنجنابؑ نے اپنے ساتھیوں سے سنا کہ وہ جنگ صفین کے ایام میں اہل شام کو سب دشتم و لعن طعن کرنے لگے تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے یسٹن کر ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لیے سب و لعان بنا کر دے جاتا ہوں لیکن اگر تم لوگ ان کے اعمال اور احوال کو ذکر کرو تو یہ اچھی بات اور درست قول ہو گا اور عذر قابل قبول ہو گا۔ نیز سب دشتم کی بجائے آپ لوگوں کو ان کے حق میں بول کہنا چاہیے کہ اے اللہ! ہم کو اور ان کو غوریزی سے محفوظ فرما اور ہمارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی اصلاح کی صورت پیدا فرما دے اور راستے سے ہٹکے ہوئے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔ حتیٰ کہ ناواقف آدمی حق بات کو پہچان لے اور تجاوز سے باز آجائے جو اس میں حرم کیے ہوئے ہے۔

چنانچہ بیچ البلاغہ میں یہ مضمون بہارت ذیل مذکور ہے۔

ومن کلامہ علیہ السلام وقد سمع قوماً
من اصحابہ یسبون اهل الشام ایا مرحرہم بصغین
الحی اکرہ لکم ان تکونوا سبابین وکنتم لو دصفتہم
اعمالہم و ذکرتمہما لہم کان اموب فی
القول وابلغ فی العذر وقلتم مکان سبکم ایاہم

اللهم احقق دماءنا ودمائهم واصلح ذات بيننا وبينهم
وامددهم من ضلالتهم حتى يعرف الحق من جهله
ويعر عوى عن الغي والعدوان من لهج به ۛ

(۲)۔ اسی طرح احمد بن داؤد (ابو حنیفہ الدینوری) الشیعی مؤرخ نے اپنی کتاب

اخبار الطوال میں یہی فرمان مرتضوی مفصل طور پر ذکر کیا ہے جس میں حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت
کو سب شتم اور لعن طعن کرنے سے جناب مرتضیٰؓ نے منع فرمایا ہے اور اصلاح ذات البین کی
ہدایت کی ہے اور ان کے حق میں دعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے ۛ

اتنی چیز ذکر دینا مناسب ہے کہ یہ فرمودات علوی قبل ازیں کتاب مسئلہ اقربا نوازی
ص ۱۸۳ تا ۱۸۷ پر بھی درج کئے گئے تھے لیکن یہاں ان مباحث میں ان کا اعادہ مفید ہے
اور خصوصاً یہاں بعض ضروری چیزوں کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔

(۴)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مخالفین کی جانب سے یہاں ایک یہ اعتراض بھی قائم کیا جاتا ہے جس کے ازالہ
کے لیے قدرے تفصیل کی ضرورت ہے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور ان کی جماعت کی طرف سے حضرت امیر معاویہؓ
اور ان کی جماعت پر سب و شتم اور لعن طعن کی بعض روایات کتابوں میں موجود ہیں۔

اور گزشتہ سطور میں آپؐ نے فرامین علوی میں پیشتر اقوال لعن و طعن اور سب و شتم

ۛ نہج البلاغہ ص ۲۲۰ تحت من کلامہ علیہ السلام فی النہی عن سب

اہل الشام۔ طبع مصر۔

ۛ الاخبار الطوال للذہبی ص ۱۶۵ تحت وقعة الصفین۔ طبع مصر۔

سے منہ کے ذمہ کئے ہیں۔ تو پھر ان میں تعارض کے رفع کی کیا صورت ہوگی؟ اور اس کا ازالہ کس طرح کیا جائے گا؟

الجواب

اس کے متعلق ذیل میں چند ضروری گزارشات درج کی جاتی ہیں ان پر نظر غائر کر لینے سے اشتباہ مذکور زائل ہو جائے گا۔

اولے ۱۔ یہ چیز قابل ذکر ہے کہ جن روایات میں حضرت علیؑ کے فریق مقابل (حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت) کو سب و شتم اور لعن طعن کیا گیا ہے وہ روایات از روئے قواعد فن درست نہیں ان کے راوی اور ناقضین مجروح اور مردود الودایت ہیں مثالی کے طہ پر اس نوع کی روایات کے راوی ابو مخنف (وط بن یحییٰ) ابو جناب الکلبی (یحییٰ بن ابی حنیہ) اور ہشام بن محمد بن السائب الکلبی وغیرہ وغیرہ ناقضین معن طعن ہیں اور یہ لوگ علماء رجال کے نزدیک کذاب، جھوٹے، مفتتری اور شیعہ امامیہ ہیں۔

اور روایت میں اپنی طرف سے ملاوٹ اور آمیخت کرنے والے اور درودِ کوئی سے کام لینے والے ہیں۔ ان کی پوزیشن مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں نیز دیگر رجال کی کتب کی طرف بھی توجہ کر کے تسلی ہو جائے گی۔

- ۱۔ میزان الاعتدال ملذھی ————— تحت یحییٰ بن ابی حنیہ
 - ۲۔ میزان الاعتدال ملذھی ————— تحت ہشام بن محمد بن السائب الکلبی
 - ۳۔ میزان الاعتدال ملذھی ————— تحت وط بن یحییٰ (ابو مخنف)
 - ۴۔ المغنی فی الضعفاء ملذھی ————— تحت ہشام بن محمد بن السائب الکلبی
 - ۵۔ کتاب المجرمین لایمن جہان تحت یحییٰ بن ابی حنیہ ————— (ابو جناب الکلبی)
- دوم ۱۔ یہ بات ہے کہ سب و شتم عین الفریقین کی جو روایات پائی جاتی ہیں اولاً تو باعتبار سند کے صحیح نہیں بلکہ مجروح و مقدوح ہیں جیسا کہ ابھی ذکر کیا ہے۔

ثانیاً اگر ان میں سے بعض سند کے اعتبار سے صحیح ہوں تو وہ محکم اور واضح روایات کی روشنی میں قابل تاویل ہوں گی اور اگر ان میں تاویل نہ ہو سکتی ہو تو وہ ان نصوص کے جن میں صحابہ کرام کی عدالت و صداقت ثابت ہے خلاف ہوں گی۔ فہمذادہ متروک اور ناقابل اعتناء ہوں گی۔

اور نیز حضرت علی المرتضیٰؑ سے جب بعض طعن و طعن سے منع ثابت ہے تو محکم روایات کی روشنی میں ان تشابہ روایات سے اعراض کیا جائے گا۔ اور وہ ہرگز لائق التفات نہ ہوں گی۔ یہ اصول یاد رکھیں۔

قاعدہ

”۔۔۔۔۔ واذا اختلف كلام امام فيؤخذ ما يوافق الاحلة

الظاهرة ويعرض عما خالفها“

۱۔ الزواجر لابن حجر مکی ص ۲۸ ج اول تحت کبریۃ الادلی۔

۲۔ فتاویٰ الثانی ص ۳۱ جلد ۳ باب المرتد۔ طبع قدیم۔

یعنی جب امام کے کسی کلام میں اختلاف پایا جائے تو وہ بات جو اولیٰ ظاہرہ کے موافق ہوگی وہ اخذ کی جائے گی اور جو اس کے خلاف ہوگی اس سے اعراض کیا جائے گا۔

فہمذا اس قاعدہ کی رو سے محکم و طعن اور سبب و شتم کی مذکورہ روایات قابل قبول نہیں بلکہ قابل رد ہوں گی۔

مسوئو، نیز یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ بعض اوقات کلام میں الفاظ تو سبب و شتم کے پائے جاتے ہیں لیکن ان سے مراد کالی گلوچ نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات باہمی درشت کلامی، سخت گوئی اور تلخ نوازی کو روایت کرنے والے سبب و شتم سے تعبیر کر دیتے ہیں ایسے مواقع میں صرف فریق مخالف کے عیوب کی نشان دہی کرنا اور دوسرے کی رائے کا تحفظ اور اپنی رائے کو درست ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی بعض دفعہ کلام مذکورہ بالا معانی اور مفہیم کی صورت میں ہوتا ہے لیکن ناقل اسی کو سبب و شتم اور محکم و طعن سے تعبیر کر دیتا ہے۔

بالفرض والتفہیر کہیں روایات میں سبب و شتم اور لعن طعن پایا بھی جائے تو اس کے مقابل ان روایات پر بھی نظر ڈالنے کی اشد ضرورت ہے جن روایات میں سبب و شتم اور لعن و طعن سے منع کیا گیا ہے۔ پھر ان متقابل روایات میں درج ذیل قاعدہ کے مطابق تطبیق اور ترجیح قائم کی جائے گی۔

قاعدہ

----- والمحدث مقلد علی المبیح (یعنی اذا اجتماعا)

مطلب یہ ہے کہ جب حرام کرنے والی چیز اور مباح کرنے والی چیز باہم متقابل پائی جائے تو حرام کرنے والی چیز کو مباح کرنے والی چیز پر ترجیح دی جاتی ہے۔

فہند اسبب و شتم اور لعن و طعن سے منع کرنے والی روایات کو اپنی متقابل (اباحت کی روایات) پر ترجیح قائم ہوگی۔

پچھارم، اب اس مرحلہ میں ایک چیز قابل تشریح باقی ہے وہ یہ ہے کہ بعض روایات میں پایا جاتا ہے کہ ہر دو فریق سیدنا علی المرتضیٰؑ اور سیدنا امیر معاویہؓ نمازوں میں ایک دوسرے پر بدعا کرتے تھے۔

اگر بالفرض یہ واقعہ صحیح ہو تو یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ یہ ان ایام کا واقعہ ہے جس ایام میں باہمی قتال شروع تھا اور جنگ کے موقع میں یہ چیز مؤرخین نے نقل کی ہے۔ تو یہ ایک وقتی مسئلہ تھا نہ کہ دائمی۔

نیز ہر ایک فریق اپنے شرعی حق اور اپنے اجتہاد و صادق کی بنا پر دوسرے فریق کے حق میں یہ کلمات کہنا جائز سمجھتا تھا۔ ہر ایک فریق کی مجتہدانہ حیثیت تھی۔ اپنی اجتہادی فکر کی بنا پر تنوت نازلہ پڑھی پھر موقعہ گزر جانے کے بعد اس فعل کو ترک کر دیا لیکن ناقلین واقعہ نے کلام کی تعبیر اس شکل میں کر دی گویا یہ فعل دواماً ہوتا رہا ہو حالانکہ یہ فعل دائمی نہ تھا بلکہ ایک وقتی فعل تھا جو موقعہ گزرنے کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ ان روایات میں "عین حارہ" کے الفاظ پائے جاتے ہیں جو اپنی جگہ اس فعل کو وقتی اور عارضی قرار دیتے ہیں اور اس کے دہائی ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اس سبب کو بالدرام قرار دینا حقیقت کے برعکس اور واقعات کے برخلاف ہے۔

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ پہلے تو وہ روایات باعتبار عدم صحت کے قابل توجہ نہیں ہیں۔ (جن میں سب دشتم پایا جاتا ہے) اگر بالفرض درست بھی ہوں تو مذکورہ بالا قواعد کی رو سے وہ قابل عمل و قابل اعتنا نہیں۔ اور جو واقعہ وقتی طور پر پیش آیا تھا اور موقعہ گزرنے کے ساتھ ختم ہو گیا۔ اس کو دائمی فعل قرار دینا صحیح نہیں۔ اب اہل شام کو سب کرنے سے منع کی روایات ہیں وہ اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور اہل اسلام کو حضرت علی المرتضیٰؑ کی تعلیم ہی ہے کہ اہل شام اور امیر اہل شام کو سب دشتم نہ کی بلکہ اور برائی سے یاد نہ کیا جائے۔ بلکہ خیر سے ذکر کیا جائے۔

بہتر اس فن کے علماء فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا آپس میں تعلق باوجود فرق مراتب کے برادرانہ رہا ہے اور باہم برادر حضرات اگر بعض اوقات ایک دوسرے کے ساتھ سخت کلامی کر دیں۔ تو یہ کوئی عجیب بات نہیں لیکن ایک اجنبی شخص کو ان حضرات کے حق میں طعن و تفتیح کرنے یا بدگویی کرنے کا ہرگز کوئی جواز نہیں پہنچتا۔

”۔۔۔۔۔ وبالجملة اذا وقع بينه والاطعن باللسان

فالاطعن باللسان اسهل منه الا انه لا يجوز بغیرهم

والاخوان يسابون ولا يجوز للاجنبی سب بعضهم“۔

الحال انہ من طعن امیر المؤمنین معاویۃ از مولانا عبدالعزیز صاحب پرہاروی مفت بیع ملتان

(۵)

روایت الفئۃ الباغیۃ کے متعلق ایک اشتباہ

پھر اس کا ازالہ

اس واقعہ کے متعلق ایک مشہور روایت جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ زیر بحث لائی جاتی ہے اس میں آنجناب صلعم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو مسجد نبویؐ کی تعمیرِ اول کے موقع پر جب کہ وہ خشک غام اٹھاٹھا کر لائے تھے، ارشاد فرمایا تھا کہ ”ویح عمار! تقتله الفئۃ الباغیۃ“

(یعنی قابلِ رحم عمار! اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی)

اس روایت کی روشنی میں معتز ضیہ یہ اعتراض قائم کرتے ہیں کہ جنگِ صفین کے موقع پر حضرت عمارؓ بن یاسرؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کی حمایت میں شریکِ قتال ہوئے تھے اور شدتِ قتال کے حالات میں حضرت امیرِ معاویہؓ کی جماعت کے ہاتھوں ان کی شہادت واقع ہوئی۔

لہذا اس واقعہ کی رو سے حضرت امیرِ معاویہؓ کی جماعت باغیوں کی جماعت ٹھہری اور شرعاً باغی وہ ہوتا ہے جو خلیفہ برحق کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے اور خلیفہ برحق کے خلاف یہ فعل بقولِ معتز ضیہ بغاوت اور فسق ہے۔

بنابریں حضرت امیرِ معاویہؓ اور ان کی جماعت پر بغاوت اور فسق کا اعتراض وارد

ہے اور بقولِ معتز ضیہ یہ لوگ باغی و طاغی ہیں

الجواب

اس مقام میں چند چیزیں قابلِ وضاحت ہیں ان میں سے بعض چیزیں مختصراً پیش کی

جاتی ہیں جو اہل علم کے مناسب ہیں۔ اور اس روایت کے متعلقہ بعض مباحث دیگر بھی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اگر سیر معادینہ کے مطالعین کے جوابات مرتب کرنے کی توفیق ہوئی تو ان کو دیاں درج کیا جائے گا۔

اولے : گزارش ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی حروب و قتال اپنی اپنی جگہ پر بجا و تاویل واجتہاد تھے اگرچہ بعض ان میں اپنے تاویل واجتہاد میں حق پر تھے اور بعض اس تاویل میں خطا پر تھے۔ اور جن کی تاویل صحیح اور نیکری رائے درست ہوئی وہ دو گنے اجر کے مستحق ہیں اور دوسرا ایک اجر کے لائق ہیں۔

چنانچہ یہ قاعدہ حدیث شریف میں موجود ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”اذا اجتهد الحاكم فاصاب فله اجران واذا اجتهد
فاخطا فله اجر“۔^۱

یعنی جو حاکم اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچے اس کے لیے دو اجر ہیں اور جو اجتہاد کرے اور خطا پر پہنچے اس کے لیے ایک اجر ہے۔
اسی مسئلہ کو حافظ ابن حجرؒ نے عبارت ذیل تحریر کیا ہے۔

----- والظن بالصحابۃ فی تلك الحروب اھم
كانوا فيها متأولين والمجتهد المخطئ اجر واذا ثبت هذا
فی حق احاد الناس فثبتہ للصحابۃ بطریق الاولیٰ۔^۲
یعنی صحابہ کرامؓ کے باہمی قتال کے متعلق گمان یہی ہے کہ وہ لوگ ان حروب میں متاویل

۱۔ البدایہ ج ۲، بحوالہ صحیح بخاری۔

۲۔ ۱، الاصابہ لابن حجر العسقلانی ص ۱۵۱ تحت ابی النادیۃ۔

۲، نصب الرایۃ للزیلعی ص ۶۹ جلد رابع کتاب البیوع تحت حدیث الخامس۔

تھے اور مجتہد مخطی کے لیے ایک اجر ہوتا ہے جب یہ بات عام لوگوں کے لیے ثابت ہے تو صحابہ کرام کے لیے اس کا ثبوت بطریق اولیٰ درست ہے۔

دوم : روایت مندرجہ بالا کی رو سے حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت پر بغاوت کا اطلاق پایا جاتا ہے مگر اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ اس فعل سے ان کی تکفیر لازم نہیں آتی (جیسا کہ مخالفین امیر معاویہ نے اس سے طعن تکفیر مرتب کیا ہے)

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اس مسئلہ کو بعبارت ذیل واضح کیا ہے فرماتے ہیں کہ :

----- ولا يلزم من تسمية اصحاب معاوية بغاة

تكفيرهم كما يحاوله جملة الفرقة الضالة من

الشيعة وغيرهم لانهم وان كانوا بغاة في نفس

الامر فانهم كانوا مجتهدين فيما تعاطوه من القتال

وليس كل مجتهد مصيباً بل المصيب له اجران والمخطي

له اجرٌ له

مطلب یہ ہے کہ اصحاب معاویہؓ کے حق میں بغاوت کے اطلاق سے ان کی تکفیر لازم نہیں آتی (جیسا کہ شیعہ کے جاہل فرقے اس چیز کی کوشش کی ہے) اس لیے کہ اگرچہ یہ لوگ نفس الامر میں باغی ہوں تو بھی یہ اپنے قتال میں مجتہد ہیں۔ اور ہر مجتہد مصیب نہیں ہوتا مجتہد مصیب کے لیے دو اجر اور مخطی مجتہد کے لیے ایک اجر ہوتا ہے۔

اور علماء نے اس مقام میں یہ چیز بھی بالصرحت درج کی ہے کہ اہل سنت والجماعت اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ امام برحق تھے ان کے خلاف جس نے

۱۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۱۸ تحت فصل بنا مسجد الشریف (نبوی)

۲۔ البدایہ ص ۲۴۹ جلد سابع تحت مخرج الخوازم۔

۳۔ البدایہ لابن کثیر ص ۱۲۶ تحت ترجمہ معاویہؓ

خروج کیا ہے وہ ان کا خروج بنا برا جہاد ہے اور وہ ان کے حق میں معاف ہے۔

”۔۔۔۔۔ ان اهل السنة اجمعوا على ان من خرج على

على نكر مائله وجهه خارج على الاما ما لم يلق الا ان هذا

الباغي الاجتهادى معفو عنه“

سوم : اس مقام میں کبار علمائے عقائد نے یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ باغی کے افعال و احکام موجب فسق نہیں ہیں۔ اور اس پر اکابر علماء نے دلائل پیش کئے ہیں۔ مثلاً

۱۔ باغی کی شہادت اور گواہی بالاتفاق عند الشریع مقبول ہے۔

۲۔ باغی کی طرف سے بچکانہ نماز اور جمعہ، امارت حج اور قضا کے لیے فاضل متعین کرنا وغیرہ

وغیرہ کے تصرفات شرعاً درست اور صحیح ہیں۔ اور باغی اپنے افعال میں متاثر ہے

باغیوں کی خطا کبار میں شمار نہیں کی جاتی۔ لہذا اس پر فسق کا اطلاق نہیں ہوتا۔

چنانچہ ابوالشکور السالمی نے اس مسئلہ کو بابت ذیل نقل کیا ہے۔

①۔۔۔۔۔ وقد اذنا ان الباغي لا يفسق لان شهادته مقبولة

بالاتفاق۔ والثاني ان الباغي ما دل في دعواه، ولان

حد الباغي ان يدعى الامارة مع شبهة الدعوى وكان

لهم شبهة الدعوى فتا دلوا في ذلك وانخطا وفي

تاويلهم وخطاهم ما كان من الكبار فالدین حتى

يلوجب الفسق والكفر۔۔۔۔۔ ولانه يجوز صلوة والجمعة

والعجم وتولية القضاء وغير ذلك من الولاية من

جهة الباغي دل انه ما كان فاسقاً“

الح الفاہمہ عربی، لعن ابن الزمخشیر معاویہ از مولانا ابوالعزیز پرہاروی ص ۳۸ تحت جواب السامع۔ طبع ملتان۔

۳۔ کتاب التبیہ لابن الشکور السالمی ص ۱۶۸ تحت القول السابع طبع حزب الاحناف لاہور۔

⑤ اسی طرح سعد الدین علامہ تفتازانیؒ نے شرح مقاصد میں اہل صفین کے متعلق تصریح کر دی ہے کہ :

----- دلیسو اکفارا ولا فسقة ولا ظلمة لمالہد من

التاویل وان کان باطلا فغایة الامر انھما خطا وافی الاجتہاد

و ذالک لا یوجب التفتیق فضلا عن التکفیر ولہذا امنع علی

اصحابہ من لعن اهل الشام وقال اخواننا بغوا علیناؒ لہ

⑥ نیز علامہ علی قاریؒ نے اس بحث میں صفین والوں کے حق میں اس مسئلہ کو اسی طرح ذکر کیا ہے کہ :

”----- شوکان معاویة مخطیاً الا انہ فعل ما فعل عن

تاویل فدم یصریہ فاسقاًؒ“ لہ

⑦ حضرت امام ربانیؒ نے اپنے مکتوبات میں اس مسئلہ میں فسق کا قول کرنے والوں کی تردید فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ :

----- وکتب القوم مشعونة بالخطا والاجتہادی کما

صرح بہ الامام الغزالی والقاضی البوبکر وغیرہما۔ پس تفتیق

و تفصیل در حق محاربان حضرت امیر (علی) جائز نباشد۔۔۔ الخ

لہ شرح مقاصد علامہ سعد الدین تفتازانیؒ ج ۲ ص ۲۳ تحت بحث سابع طبع استنبول۔

لہ شرح فقہ کبر للامام علی قاری ص ۸۲ طبع جنبائی۔ دہلی۔

لہ ۱۰ مکتوبات امام ربانیؒ ج ۲ ص ۲۴ دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۱۱ طبع قدیم کھنؤ۔

طبع جدید لاہور ص ۶۴-۶۸ حصہ چہارم مکتوب ۱۱ طبع لاہور۔

۱۲ مکتوبات امام ربانیؒ ج ۲ ص ۱۳۵ تا ص ۱۳۷ جلد ثانی مکتوب ۶۴ بنام خان خاناں طبع قدیم کھنؤ۔

⑤ اسی طرح امام غزالیؒ نے اس مقام پر ”الاقتصاد فی الاعتقاد“ میں نا صاحب کلام فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ :

----- والظن بمعادية انه كان على تاويل وظن فيما كان
يتعاطاه وما يحكى سوى هذا من روايات الأحاد فالصحيح
منه مختلط بالباطل والافتلاف أكثره اختراعات الروافض
والخوارج وأرباب الفضول الخائضون في هذه الفنون الخ
(الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۹۹ طبع مصر) آخر باب الثالث فی الامامة -

مختصر یہ ہے کہ اکابر علماء کی مذکورہ عبارات نے یہ واضح کر دیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰؑ کے مقابلہ میں قتال کرنے والے (یعنی حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت) اس قتال کی وجہ سے نہ کافر ہیں اور نہ فاسق ہیں اور نہ ہی گمراہ ہیں اور جو کچھ ان سے صادر ہوا ہے وہ بنا بر ظن و تاویل کے ہے لہذا حضرت معاویہؓ جمہور علماء سلفاً و خلفاً کے نزدیک معذور ہیں اور قابل طعن و مذمت نہیں۔ حدیث مذکور (الفیۃ الباغیۃ والی) ان تمام اکابر علماء کے امت کے سامنے ہے اور اس کی روشنی میں ان حضرات کے یہ فرمودات ہیں جو ہم نے نقل کئے ہیں

فلہذا مسئلہ ہذا کے سلسلہ میں انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کو مورد طعن نہ بنایا جائے اور ان کے حق میں بحال و مسامح تیار نہ کئے جائیں۔ اور جن بعض مصنفین مثلاً شارح مواقف وغیرہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کے حق میں تفسیق کا قول ذکر کیا ہے وہ درست نہیں۔ اور تفسیق کا یہ قول تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ جمہور معتزلہ کا مذہب ہے چنانچہ کتاب جامع الاصول من احادیث رسول اللہ ابن اثیر الجزیری میں یہی مسئلہ ب عبارت ذیل دستیاب ہے۔ انہوں نے اس کو نقل کرنے کے بعد اس کا رد بھی تحریر کیا ہے بقدر ضرورت اہل علم کے لیے عبارت نقل کی جاتی ہے۔

----- وذهب جمہور المعتزلة الى ان عائشة و

وطلحة والزبير و معاذية وجميع اهل العراق والشام
 فاق بقا لهم الامام الحق، يعنون عيدا كرم الله وجهه^ﷺ
 پھر آگے چل کر علامہ ابن اثیر الجزری نے اس قول کا بہترین رد پیش کیا ہے:
 ”۔۔۔۔۔ وكل هذا اجراء على السلف يخالف السنة، فان
 ما جرى بينهم كان مجنياً على الاجتهاد، وكل مجتهد
 مصيب والمصيب واحد مثاب والمخطئ، معدور لا ترد
 شهادته“^۱

نلاحظ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کے مقابلہ میں قتال کرنے والے حضرات کو ناسق
 قرار دینا جمہور معتزلہ کا مذہب ہے اور اہل سنت والجماعہ کا یہ قول نہیں۔
 اور ابن اثیر نے اس تفسیق کے قول کے جواب میں واضح کر دیا ہے کہ یہ بات سلف
 صالحین کے خلاف جرأت کرنے کے مترادف ہے اور سنت طریقہ کے مخالف ہے۔
 اس لیے کہ جو کچھ ان حضرات کے درمیان واقع ہوا وہ یعنی علی الاجتہاد تھا اور ہر مجتہد مصیب
 ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن مصیب ایک ہی ہوتا ہے اور دوسرا مخطیٰ معذور ہوتا ہے۔
 اور اس کی شہادت رد نہیں کی جاتی۔

نیز حافظ ابن کثیرؒ نے ”اباعث الخبیث“ میں یہی مسئلہ بالفاظ ذیل درج کیا ہے:
 ”۔۔۔۔۔ وقول المعتزلة الصحابة عدول الامن قاتل

۱۔ جامع الاصول من احادیث رسول اللہ لابن اثیر الجزری ص ۳۴ تحت الفرع
 الثالث فی بیان طبقات المعبروعین۔

۲۔ جامع الاصول من احادیث رسول اللہ لابن اثیر الجزری ص ۳۴ تحت الفرع الثالث
 فی بیان طبقات المعبروعین۔

علیاً قولہ باطل، مردول، مردود،۔۔۔

پس اس تصریح کے بعد شرح مواقف وغیرہ کے تفسیق کے قول کا جواب مکمل ہو گیا اور مندرجہ بالا اکابرین امت کے ارشادات کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت کے حق میں فسق کا قول کرنا ہرگز درست نہیں۔

فائدہ

مسئلہ ہذا کے آخر میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ پر باقی کا اطلاق (روایت خبیثۃ الباغیۃ) اُس دور تک ہے جب تک کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ ان کی مصالحت علانیاتی تقسیم کے اعتبار سے نہیں ہوئی تھی۔

یہ امر تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین سنگھ میں مصالحت ہو گئی تھی اور یہ طے ہو گیا تھا کہ علق کا تمام ملک حضرت علی المرتضیٰؓ کے لیے ہے اور شام کا تمام ملک حضرت امیر معاویہؓ کے لیے ہے اور ان میں سے کوئی فریق دوسرے فوٹوں پر حملہ اور غارت گری نہیں کرے گا اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف قتال کریں گے۔ اور منقریب ”ہدایت“ ہذا کا ذکر ہم اپنے مقام پر کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز حضرت علی المرتضیٰؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حسنؓ نے ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۱۸ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح اور مصالحت کر کے ان کی بیعت کر لی تھی۔ ۳۔ مصالحت و بیعت ہذا کے بعد حضرت امیر معاویہؓ تمام اہل اسلام کے لیے ایک صحیح اور مستم خلیفہ

۱۔ الباعث الحثیت لابن کثیر ص ۱۸ تحت النوع التاسع والثلثون طبع مصر۔

۲۔ تاریخ الامین ج ۱ بطبری ص ۱۸ تحت سنۃ اربعین (۴۰)۔

۳۔ الکامل لابن اثیر الجزری ص ۱۹۳ تحت سنۃ اربعین (۴۰)۔

۴۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۲ تحت سنۃ اربعین (۴۰)۔

۵۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۸۴ ج ۱ طبع اول تحت سنۃ ۴۱ ھ۔

منتخب ہو گئے تھے اور اسی بنا پر اس سال کو ”عام الجماعة“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس چیز کو صاحب ”الصواعق المحرقة“ نے عبارت ذیل نقل کیا ہے۔

----- فالحق ثبوت الخلافة لمعاوية من حينئذ وانہ

بعد ذالك خليفة حق وامام صدق“۔^{۱۷}

اور چند سطور کے بعد اس مسئلہ کو عبارت دیگر تحریر کیا ہے :

----- علمنا انه بعد نزول الحسن له خليفة حق و

امام صدق“۔^{۱۸}

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سیدنا حسنؑ کے بیعت کر لینے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی ”خلافت صحیحہ“ ہے اور وہ ”خليفة برحق“ ہیں۔ اور اہل اسلام کے لیے ”امام صادق“ ہیں۔

اندریں حالات یعنی حضرت معاویہؓ کے خلیفہ برحق اور امام صادقؑ منتخب ہو جانے کے بعد ان کے حق میں ”طاغی و باغی“ ہونے کا قول کرنا حقیقت واقعہ کے برخلاف ہے

اور اس دور کے تمام صحابہ کرامؓ اور تمام مامی حضرات کے متفقہ فیصلہ کی تغلیط کرنا ہے

نیز اس دور کے مناقشات اور تنازعات جو اکابرین امت نے ختم کر دیے تھے اور

”استحاد بین المسلمین“ کی جو صورت قائم کر دی تھی اس کو پارہ پارہ کرنے کی یہ مذہب کو کشش

ہے مزید برآں یہ چیز حقیقت واقعہ کے برخلاف ہو۔ نے کے ساتھ ساتھ ”اتفاق بین

المسلمین“ میں رخنہ اندازی کی قبیح تدبیر ہے اور صحابہ کرامؓ کے حق میں بدگوئی نشر کرنے

اور ائمہ کبار کے خلاف منافرت پھیلانے کا نیا انداز ہے اللہ تعالیٰ ایسے اشخاص کو ہدایت

۱۷۔ الصواعق المحرقة معہ تطہیر الجنان ص ۲۱۸ تحت العاتمة فی بیان الاعتقاد

اہل السنة فی الصحابة۔۔۔۔ الخ

۱۸۔ الصواعق المحرقة معہ تطہیر الجنان ص ۲۱۹ تحت العاتمة فی بیان

الاعتقاد اہل السنة فی الصحابة۔۔۔۔ الخ

نفسیب فرمائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ صلح و مصالحت کے بعد حضرت معاویہؓ نہ باغی ہیں، نہ طامغی ہیں، نہ فاسق ہیں، نہ جاتر ہیں نہ ظالم ہیں، بلکہ اہل اسلام کے لیے برحق خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین ہیں اور امام صادق ہیں۔

تنبیہ: مندرجہ بالا امور میں سے بعض کے حوالہ جات قبل ازیں کتاب ”مسئلہ اقربا نوازی“ میں ذکر کر دیئے تھے لیکن یہاں بعض اہم امور کا اضافہ کیا گیا ہے اس وجہ سے اسیر ہے کہ قارئین کرام اسے سودمند پائیں گے۔

(۶)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگوں کی طرف سے یہ ایک اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے کہ جہل و صفین میں جو قتال اکابر صحابہ کرامؓ میں واقع ہوئے ہیں بظاہر یہ قرآن مجید کی آیت (جس میں صحابہ کرامؓ کی صفت ”رحماء بینہم“ وارد ہے) کے برخلاف ہیں اور ان کا یہ عمل آیت مذکورہ کے مفہوم کے متعارض ہے حالانکہ یہ حضرات بالیقین قرآن مجید کے عامل اور حامل تھے۔

ازالہ

اعتراض ہذا کو صاف کرنے کے لیے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں ان پر بنظر انصاف غور کر لینے سے مسئلہ ہذا حل ہو جائے گا۔ اور اعتراض پوری طرح زائل ہو جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(۱)

اس مقام میں مسئلہ ہذا کی تفہیم کے لیے اہل علم یہ قاعدہ بیان کیا کرتے ہیں کہ جب کسی جماعت یا گروہ کی تعریف کی جاتی ہے یا ان کے اوصاف اور اسحوال ذکر کیے جاتے ہیں تو ان کا

بیان کرنا ایک مجموعی حیثیت سے مقصود ہوتا ہے۔ اور وہاں غالب احوال کے اعتبار سے اوصاف کو متبرہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کا عمومی طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے۔

پھر اگر وہاں اس کا جزوی طور پر خلاف پایا جائے یا اس جماعت کے بعض افراد سے بعض اوقات کوئی اس کے متعارض چیز صادر ہو جائے تو وہ اس حکم کلی اور قاعدہ عمومی کے خلاف مقصود نہیں ہوتی۔

مختصر یہ ہے کہ کسی امر جزوی کا کسی امر کلی کے متعارض پایا جانا اہل نہم کے نزدیک قاذج نہیں سمجھا جاتا۔

(۲)

دوسری یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ بعض اوقات ہر دو فریق میں اختلافات رونما ہوتے ہیں اور قتال تک نوبت پہنچتی ہے تاہم ان سے رحمت کی صفت بالکل مفقود نہیں ہوتی اور نشان شفقت بالکلیہ مسلوب نہیں ہوتی۔

یہ دونوں فریق نیک نیتی کے ساتھ اپنے فریق کو حق بجانب خیال کرتے ہوئے دوسرے فریق سے محارب ہوئے تھے لیکن ذاتی عداوتوں اور نفسانی اغراض کے لیے نبرد آزما نہیں ہوئے تھے۔ اس چیز پر قرائن موجود ہیں :

① کسی فریق نے دوسرے فریق کے ایمان کا انکار نہیں کیا اور ان کو بے دین قرار نہیں دیا۔ نیز ایک فریق نے دوسرے فریق کے فضائل اور دینی کارناموں کا انکار تک نہیں کیا۔

② اسی طرح کوئی فریق دوسرے فریق کو ذلیل اور رسوا کرنے کے درپے نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ اپنے مقابل کو قید نہیں کیا۔ مال نہیں لوٹا ان کی خواتین کی بے حرمتی نہیں کی۔ اور ان کے کسی زخمی کو مزید زخمی نہیں کیا۔

(۳)

جمل مصیفین کے واقعات میں ہر ایک فریق اپنے آپ کو حق پر خیال کرتا تھا اور اجتہاد الحق

دوسرے فریق کے ساتھ مناقشہ قائم کیے ہوئے تھا۔ دوسرے لفظوں میں ایک حق شرعی کی خاطر فریق مخالف کے ساتھ قتال پر آمادہ تھے اور یہ چیز ”رحماء بینہم“ کے مفہوم کے خلاف نہیں۔

حاصل یہ ہے کہ ایک امر دینی اور اپنے شرعی حق کو قائم رکھنے کے لیے بعض اوقات شدت اختیار کی جاتی ہے جیسے اجرائے حدود اور کفارات کے واقعات دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور صحابہ کرامؓ کے دور میں پیش آئے باوجودیکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور مومنوں پر رؤف الرحیم ہیں اور صحابہ کرام میں انہا المؤمنون اخوة کی صفت موجود ہونے کے باوجود اجرائے حدود اور کفارات کے واقعات رونما ہوئے۔ اور کبار صحابہؓ کے درمیان بعض دینی مسائل اور معاشرتی معاملات میں اختلافات پیش آتے رہے۔

پھر ان حضرات کے باہم قتال کی نوعیت اس قسم کی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ گوشتین کے بعض اعمال پر غصہ آتا ہے۔ اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت کے برے اعمال پر ناراض ہوتے ہیں۔ یا مال کو اپنی اولاد کے افعال پر بعض دفعہ ناراضگی ہوتی ہے۔ حالانکہ ان سب میں رحمت اور شفقت کی صفت موجود ہے۔ اور اس کے باوجود غیض و غضب بھی پایا جاتا ہے یعنی ان امور کی روشنی میں مسئلہ بالاحل کیا جاسکتا ہے۔

(۴)

اس مقام میں بعض علماء کرام مثلاً شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے موضع القرآن میں ایک عمدہ چیز تحریر کی ہے وہ یہ ہے کہ ”جو تندی اور نرمی اپنی خود ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سرفراز ہو وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔“

اسی قول کی روشنی میں مناقشات اور قتال میں اصحاب کا مسئلہ بہتر طریق سے سمجھایا جاسکتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان حضراتؓ نے سختی کی جگہ پر سختی اختیار کی ہے اور نرمی کے مقام

میں نرہی افتیار کی۔ پس اس طریقت سے ان کے یہ افعال آیت کے خلاف نہیں ہیں۔

(۵)

علامہ کرام فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان جو منازعات جاری ہوئے ان کا درجہ اسی طور پر ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان ماجرا پیش آیا۔ اس بات کے باوجود یہ لوگ حد ولایت اور نبوت سے خارج نہیں ہوئے۔
اسی طرح جو کچھ صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلافی واقعات پیش آئے وہ بھی اسی درجہ میں ہیں۔

(۱) ----- قال ابن قریل ومن اصحابنا من قال ان سبیل
ما جرت بین الصحابة من المنازعات کسبیل ماجری بین
اخوة یوسف مع یوسف، ثم انهم لم یخرجوا بذلک
عن حد المولایة والنبوة فذلک الذلک الامر فیما جری بین
اصحابه "۔

(۲)۔ اسی نوع کا ایک دوسرا واقعہ حضرت انبیاء علیہم السلام میں پایا جاتا ہے مثلاً
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام میں ایک مسئلہ پر اختلاف رائے ہوا اور اس
پر تنازع پیش آیا حتیٰ کہ سر کے بال کشید کرنے اور دست پر گریبان ہونے تک فوسٹ پہنچی۔
یہ تنازعہ دشمنی کی بنا پر واقع نہیں ہوا اور اس واقعہ کو کوئی بھی عدالت پر محمول نہیں کرتا۔
(۳)۔ اسی طرح باپ کا بیٹے کو تادیب و تنبیہ کی خاطر زد و کوب کرنے کے واقعات محبت
اور شفقت پدری کے خلاف نہیں سمجھے جلتے نیز جراح اور ڈاکٹر (سرجن) کا نشتر لگانا
حتیٰ کہ بعض اعضاء کا کاٹ دینا اور مریم کو تکلیف پہنچانا مریض کے حق میں رحمت اور
شفقت کے خلاف نہیں سمجھا جاتا۔

الح تفسیر القرطبی ص ۳۲۲ تحت آیت وان طائفان من المؤمنین الخ (العبران)

④

جمل و صفین کے مقتولین سے حسن معاملہ

ما قبل میں اپنے مقابلین کے حتمی حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے اکابر و فقہاء کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ اب فریق مقابل کے مقتولین کے ساتھ جو حسن سلوک روا رکھا گیا اس کے بعض واقعات درج کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ مؤرخین نے یہ چیز لکھی ہے کہ حضرت علی الرضیؑ نے جس طرح اپنی جماعت کے مقتولین پر نماز جنازہ ادا فرمائی اسی طرح اپنے مخالف فریق کے قتل پر بھی نماز جنازہ ادا کی۔ ان لوگوں میں اہل بصرہ، اہل کوفہ اور مکہ و مدینہ کے بعض قریش یعنی بھی حضرات شامل تھے مطلب یہ ہے کہ جنازہ کے معاملہ میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ بلکہ امتیاز سب پر نماز جنازہ ادا فرمائی اور ایک عظیم تبرہ میں اعضاء مقطوعہ کو حضرت علی الرضیؑ کے فرمان سے دفن کر دیا گیا۔

سید بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ :

”۔۔۔۔۔ وسلم علی قتلاهم ومن اهل البصرة، وعلی قتلهم من

اهل الكوفة وصلى على قبري من هؤلاء هؤلاء فكانوا مدنيين

ومكيتن ودفن على الاطراف في قبة مرعظيم عليه

۱۔ الفتنہ ووقعہ الجمل ص ۷۸ تحت "دفن الشکلی وتوجع علیؑ علیہ"۔

نیز اسی طرح جب امیر معاویہ کی جماعت کے کچھ (زخمی) افراد کو سیدنا س
اجاب نے اسیر بنالیا اور ان میں سے بعض کا جب انتقال ہوا تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے
سے ان کو غسل اور کفن دیا گیا۔ اور ان پر نماز (جنازہ) پڑھی گئی۔
چنانچہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ :

----- قال عقبہ بن علقمة الشکری شہدات مع علیؑ
یوم صفین فاتی بخمسة عشر اسیراً من اصحاب معاویة
فکان من مات منهم غسله وکفنه وصلی علیہ^۱۔

(۸)

صفین کے قتلی جنتی ہیں

نیم ابن ابی ہند ایک بزرگ ہیں جو اپنے چچا سے مندرجہ ذیل واقعہ نقل کرتے ہیں مدہ
اس طرح ہے کہ ان کے چچا کہتے ہیں کہ میں صفین میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے ساتھ تھا نماز کا
وقت ہو گیا تو ہم نے نماز کے لیے اذان کہی اور فریق مقابل نے بھی اپنی جگہ پر نماز کے لیے
اذان دی۔ ہم نے بھی (جماعت کے لیے) اقامت کہی انہوں نے نماز ادا کی ہم نے بھی نماز
پڑھی۔ نماز کے بعد ہم لوگوں کے سامنے یہ منظر تھا کہ ہمارے اور ان کے درمیان مقتولین
صفین پڑے تھے اس منظر کو دیکھ کر میں نے حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

مَا تَقُولُ فِي قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ ؟ فَقَالَ مِنْ قَتْلَانَا وَمِنْهُمْ

یرید وجہ اللہ والدہ الارخرة دخل الجنة^۲۔

۱۔ تمییز تاریخ لابن عساکر لابن بدرال ص ۴۷ باب ماورد من اقوال المنصفین
فیمن قتل من اهل الشام لصفین۔

۲۔ السنن بسید بن منصور ص ۳۷ القسم الثانی من المجلد الثالث روایت ۲۹۷۸ طبع مجلس علمی کراچی۔

کے مقتولین کے حق میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ تو جناب
اور فکر آخرت کے ارادہ پر ہم دونوں فریق میں سے مقتول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنا پر قتل ہونے والے فریق میں سے شہید ہیں اور جنت میں
جائیں گے کیونکہ... جنگ نہیں صرف اختلاف رائے پر جنگ ہوئی ہے اور اس میں
غرض فاسد نہیں ہے۔

اسی نوع کی ایک دیگر روایت کبار علماء نے ہا سند نقل کی ہے اس میں بھی یہی مسئلہ درج
ہے کہ جناب علی المرتضیٰؑ سے صفین کے قتلی کے متعلق حکم دریافت کیا گیا تو آنجناب نے واشکاف
الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ قتلانا وقتلناھو فی الجنتہ“ ۱

یعنی ہمارے مقتولین اور ان کے قتلی دونوں فریق جنت میں جائیں گے۔

مندرجات بالا کے ذریعہ واضح ہو گیا کہ ان حضرات کے درمیان نہ فاسد و فساد کی بنیاد
واقعات نہیں پیش آئے جہاں حسد و عناد دونوں جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ وہاں اس نوع
کے عمدہ مکالمات اور حسن معاملات مفقود ہوتے ہیں۔

اسی طرح اس مضمون کو علامہ الشیبیؒ نے اپنی عبارت میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے :

قال الشیبی : ہما اهل الجنة لقي بعضهم بعضاً فسلم

يفترأحد من احد ۲

۱ (۱) المصنف لابن ابی شیبہ ۱۰۳۶ ج ۱ قلمی پیر ص ۱۱۱ باب ما ذکر فی الصفین۔

۲ (۲) مجمع الزوائد للشیخ ۳۴۵ ج ۴ باب ما جاء فی معادیہ بن ابی سفیان بحوالہ طبرانی

۳ (۳) سیر اعلام النبلاء للذہبی ۹۵ ج ۳ تحت تذکرہ معادیہ بن ابی سفیان۔

۴ (۴) کنز العمال للعلی متقی ہندی ۲۵ ج ۴ تحت وقعة الصفین۔ طبع اول۔

۵ (۵) البدایہ لابن کثیر ۲۶۶ ج ۲ تحت آخر قصہ حکیم۔ طبع اول

یعنی اہل صفین اہل جنت میں سے ہیں ان کے بعض کا بعض کے ساتھ قتال ہوا ہے۔
لیکن کسی ایک نے بھی دوسرے سے فرار نہیں کیا۔ اور چونکہ ان کا قتال اظہار کی بنا پر تھا (اور
دل میں عناد نہیں رکھتے تھے) اس وجہ سے یہ لوگ جنت کے مستحق ہیں۔

تنبیہ : مندرجہ بالا حوالہ جات میں سے بعض حوالے ”مسئلہ اتر بانواری“ کے
مسلک پر درج ہو چکے ہیں یہاں مزید اس مضمون میں اضافہ کیا گیا ہے۔

بیزیرہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ دونوں فریق کے قتالی کی مغفرت کے متعلق چند ایک بشارات
بطریق خواب ان اسباب کے آخر میں درج ہوں گی (انشاء اللہ تعالیٰ) قلیل انتظار فرمائیں۔



اہل جہل و صفین کے متعلقہ چند فقہی احکام

جہل و صفین کے واقعات سے علماء سلف نے بعض فقہی احکام مرتب کیئے ہیں ان کا ترمیم
اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ دو نہوت میں کفار اور مشرکین کے ساتھ جنگیں ہوئیں تو ان کے متعلقہ
احکام اس دور میں معلوم ہو گئے۔ چنانچہ جب بعد میں کفار کے ساتھ قتال پیش آئے تو ان
کے حق میں سابقہ قواعد اور احکام موجود تھے لیکن جب اہل تاویل و اہل تبعی کے ساتھ یعنی
اہل اسلام میں باہمی (حروب و قتال واقع ہوئے۔ مثلاً جنازہ، غسل، کفن و دفن اور
فراہم شدہ مال وغیرہ) کے متعلق فقہی احکام قبل ازیں معلوم نہ تھے اور نہ مدون تھے اور نہ ہی
ان کی کوئی مثال و نظیر سامنے تھی۔

جہل و صفین پیش آنے کے بعد ان واقعات کے ذریعے احکام مذکور معلوم ہوئے اور
بعد کے علماء و فقہاء کرام نے باغیوں کے احکام یہیں سے حاصل کیئے۔ گویا یہ جنگیں ان مسائل
کی تشریح کے لیے ایک بخوبی مصلحت و حکمت کا درجہ رکھتی ہیں۔ ایں جو ممکن نے تبصرہ الحان میں
لکھا ہے کہ وقد مدّ عن الشافعیؒ انه قال اخذت احکام البغاة والخوارج

من مقاتلہ علیٰ اہل الجمل وصفین والخواجہ“ اور صاحب الجامع لاحکام القرآن
فاضل القرطبیؒ نے درج ذیل عبارت میں اس مسئلہ کو نقل کیا ہے کہ:

----- ان حکمة اللہ تعالیٰ فی حرب الصحابة التقریف
منہم ہ لاحکام قتال اہل التاویل - اذکان احکام قتال
اہل الشریک قد عرفت علی لسان الرسول صلی اللہ علیہ
وسلم وفعلمہ علیہ

حضرت علی المرتضیٰؑ نے اس موقع پر متعدد ذرائع جاری کیے تھے ذیل میں ان سے بعض
فقہی احکام بطور استفادہ و نمونہ کے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ جس شخص نے اپنا دروازہ بند کر لیا اس کو ایذا نہ دی جائے اس پر ایمان ہے۔

۲۔ ہتھیار ڈالنے والے پر ایمان ہے۔

۳۔ مدبر (پیٹھ پھیر کر جانے والے) کا تعاقب نہ کیا جاوے۔

۴۔ اسیر یعنی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

۵۔ زخمی کو مزید زخمی نہ کیا جائے۔

۶۔ مقتولین سے لباس و ہتھیار سلب نہ کیے جائیں۔

۷۔ مسلمان مرد کو غلام اور مسلمان عورت کو لونڈی نہ بنایا جائے۔

۸۔ کسی عورت کی پردہ دری نہ کی جائے یعنی اسے بطور لونڈی کے حلال تصور نہ کیا جائے

۹۔ شکست خوردہ لوگوں کے اموال کو مال غنیمت کا حکم نہ دیا جائے اور اس مال سے خمس

نہ نکالا جائے۔

الحمد للہ تفسیر القرطبیؒ ج ۳۱۹ سورۃ الحجرات تحت آیت فاصطوبوا بینہما بالعدل۔

(۲) تطہیر الجنان لابن حجر مکی رحمہ اللہ ص ۳۱ (الفصل الثالث تحت تنبیہ)

طبع مصر۔

۱۔ جس مال کا مالک متیہوں، طریق سے معلوم ہو جائے اسے مالک کی طرف لوٹا یا جائے۔

یہ چند احکام بطور نمونہ کے درج کر دیئے ہیں۔

یہ احکام جو حضرت علی المرتضیٰؑ سے منقول ہیں ان کی اصل یہ فرمان نبویؐ ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، ابن قدامتہؒ نے ”المغنی“ میں اسے نقل کیا ہے۔

”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال:

یا ابن ام عبد: ما حکم من بغی علی امتی؟ فقلت: اللہ ورسولہ اعلم۔

فقال: لا یتبع مدبرہم ولا یجاز علی جریحہم ولا یقتل اسیرہم

ولا یقسم فیہم“

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود سے فرمایا، جو میری امت پر بغاوت کرے اس کا کیا حکم ہے؟ تو ابن مسعودؓ نے عرض کیا اے اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا ان کے (جنگ سے) پشت دے کر جانے والے کا تقاب نہ کیا جائے ان کے زخمی کو مزید زخمی نہ کیا جائے اور ان کے قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور ان کے اموال کو غنی کا حکم دے کر تقسیم نہ کیا جائے۔

سندرجہ بالا فقہی احکامات کو محدثین و فقہاء و مؤرخین و کابر علماء نے اپنی تصانیف میں بصراحت نقل کیا ہے۔ یہ مسئلہ کوئی پوشیدہ امر نہیں ہے اہل علم حضرات کو معلوم ہے۔ اللہ جن حضرات کو ان مسائل کی طرف توجہ نہیں ان کے اطمینان کے لیے مصنفین کی اصل عبارات میں سے چند ایک چیزیں پیش خدمت ہیں اور باقی حوالہ جات کو خواہشی میں ذکر کر دیا ہے۔ تمام عبارات بلفظ نقل کرنے میں بے حد تطویل ہے۔

(۱) عن جعفر عن ابیہ ان علیاً امر منادیہ فنادی لیوم البصرة:

الا لا یتبع مدبر ولا ید فف علی جریح ولا یقتل اسیر

لہ المغنی لابن قدامتہ ج ۵۲/۲ تحت کتاب قتال اہل البغی۔

ومن اغلق بابہ فهو آمن ومن القى السلاح فهو آمن

ولا تأخذ من متاعهم شيئاً“ ۱۷

(۲) ”عن الضحاک ان علیاً نماہزم لہلثۃ واصحابہ امر منادیہ

ان لا یقتل مقل ولا مدبر ولا یفتح باب ولا یتحمل

فرج ولا مال“ ۱۸

(۳) ”ثم قال یا قنبر من عرف شیئاً فلیأخذہ قال زید

فرد ماکان فی العسکر وغیرہ“ ۱۹

(۴) ”عن شفیق ابن سلمۃ ان علیاً لم یسب یوم الجمل

و لم یقتل جریماً“ ۲۰

نیز اسی طرح واقعہ صفین کے متعلق بھی احکام علما نے با سند ذکر کیے ہیں مثلاً ابن ابی

شیبۃ نے اور ابن سعد نے ب عبارت ذیل یہ مسئلہ ذکر کیا ہے ۔

----- عن ابی امامۃ قال : شہدت صفین

فکانوا لایجھرون علی جریم ولا یطلبون مولیاً

ولا یسلبون قتیلہ“ ۲۱

۱۷ دا، المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۲۲۲ طبع کراچی۔ کتاب الجہاد روایت ۱۵۱۲۳۔

۱۸ کتاب السنن لمسید بن منصور ص ۳۶۶ قسم ثانی تحت باب جامع الشہادۃ۔

۱۹ دا، المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۲۶۶-۲۶۷ طبع کراچی۔ کتاب الجمل روایت ۱۹۶۳۵۔

۲۰ کنز العمال ص ۸۳ طبع کتاب الفتن من قسم الافعال (رجل) روایت ۱۲۰۷۔

۲۱ المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۲۸۷ طبع کراچی۔ کتاب الجمل روایت ۱۹۶۷۹۔

۲۲ المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۲۵۷ طبع کراچی۔ کتاب الجمل۔

۲۳ دا، المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۲۲۲ طبع کراچی۔ کتاب الجہاد روایت ۱۵۱۲۵۔

یعنی ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی اپنی سند کے ساتھ الامامة الباطلی سے یہ مسئلہ نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ میں واقعہ صفین میں حاضر تھا اس موقع پر زخمی کو مجروح نہیں کرتے تھے اور پشت دے کر جانے والے کا قاتل نہیں کرتے تھے اور کسی مقتول کا لباس دہتھا نہیں سلب کرتے تھے۔ اس کے بعد مسئلہ ہذا کے متعلق فقہاء کرام اور دیگر مؤیدین علماء کے صرف حوالہ جات ذیل ہیں تحریر کیے جاتے ہیں۔

ارباب تحقیق رجوع فرما کر تسلی حاصل کر سکیں گے۔

- ۱۔ المبسوط للخری ص ۱۲۶ (باب الخوارج)
 - ۲۔ المبسوط للخری ص ۱۲۶ (باب الخوارج)
 - ۳۔ نصب الراية للذیلعی ص ۲۶۳ کتاب السیر باب البغاة
 - ۴۔ فتح القدر ص ۱۲ (باب البغاة بلیع مصر قدیم)
 - ۵۔ فتح الباری ص ۴ (باب قصہ جل)
 - ۶۔ فتح الباری ص ۲۸ (باب واقعہ جل)
 - ۷۔ کنز العمال ص ۸۴ کتاب الفتن من قسم الافعال (جل) روایت ۱۳۰۲ بلیع اول دکن
 - ۸۔ الفتنہ ووقعة الجبل ص ۱۸۱ باب سیرة علی فین قاتل یوم الجبل
 - ۹۔ تاریخ لابن جریر الطبری ص ۶ تحت ۳۷
- مذکورہ بالا احکامات جو جل وصفین کے متعلق ذکر کئے گئے ہیں ان احکامات کو شیعہ کے کبار علماء نے بھی اسی نوعیت کے ساتھ درج کیا ہے ہم صرف ان کے حوالہ جات درج کرنے میں عبارت درج کرنے میں طوالت ہوتی ہے ناظرین کرام تسلی فرمادیں حوالہ جات پیش کردہ صحیح ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا

(۲) کتاب الطبقات - لابن سعد ص ۱۳۲ ق ۲ تحت ابی امامة الباطلی - بلیع اول لیثون۔

(۱) وقعة الصفین لتصرین مزاحم المنقذی الشیعی ص ۲۳۰ (المتوفی ۱۲۱۵ھ)

تحت خطبہ علیؑ فی التصریع علی القتال - طبع مصر -

(۲) الاخبار الطوال لابی حنینہ احمد بن داؤد دینوری الشیعی ص ۱۵۱ طبع مصر -

(المتوفی ۲۸۵ھ) تحت وقعة الجمل -

(۳) علل الشرائع لابن بابویہ القمی الشیعی ص ۶۰۳ (المتوفی ۳۸۸ھ) باب

۳۸۵ (لواء العجل)

وغیرہ وغیرہ -

مختصر یہ ہے کہ حسب فرمان علار ان جنگوں سے قبل قبل بعض احکام پوشیدہ تھے اور ان کے تکوینی مصالح مستتر تھے جو ان کے وقوع کے بعد لوگوں کے سامنے آئے۔ ان چیزوں کو مالک کریم ہی بہتر جانتا ہے کہ اس طرح کیوں ہوا؟ ہم لوگوں کے فہم کی رسائی سے بلند تر ہیں۔

جمل وصفین کے واقعات

اکابرین امت کی نظروں میں

سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے مابین جس دور میں باہمی عمارت و مشابرتِ دقیق طور پر پیش آئے ہیں اس دور کا نام ”دورِ فتن“ ہے اور اسے ”اجتلاء“ کے ایام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

ان نئے پیش آمدہ حالات کے احکام دیگر پر اس دور کے ایام سے کچھ مختلف ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ان مشابرت میں دونوں فریق سے الگ اور غیر جانبدار رہی اور کسی فریق کے ساتھ حمایت نہیں کی۔ ان حضرات کو ”قاعدین“ اور معتزلین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ :

”۔۔۔۔۔ دکان من الصحابة خذلق لودید خلوا فی شیئی من القتال“۔۔۔۔۔

یعنی صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو قتال اور جنگ و جدال کے ان واقعات میں کسی فریق کے ساتھ شامل نہیں ہوئی وہ الگ رہی ہے۔

قاعدین حضرات کا موقف : قاعدین حضرات کا موقف یہ تھا کہ بعض نصوص صریحہ میں دارِ دہے کہ :

۱۔ مسلمانوں کے درمیان فتنہ قتال کے ایام میں ملحدہ رہنا بہتر ہے۔

لے الاصابۃ لابن حجر العسقلانیؒ ص ۵۱ ج ۲ / ص ۵۲ ج ۲ تحت ترجمہ علی بن ابی طالبؓ۔

۲۔ نیز اہل اسلام پر ہتھیار اٹھانے کے حق میں وعیدات وارد ہیں۔ یہ بات بھی ان کے پیش نظر تھی
 ۳۔ دیگر یہ چیز بھی ان کی نظر بصیرت کے سامنے تھی کہ اس فتنہ کے مفاسد اس کے مصالح
 پر غالب آتے جا رہے ہیں (اور ان کی اصلاح کی کوئی صورت سامنے نہیں آ رہی)۔ اس
 وجہ سے بھی ان امور سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

چنانچہ جناب ابوسعود کا نظریہ فتح الباری شرح بخاری شریف میں مذکور ہے کہ:
 ① "..... وکان ابو مسعود علی رأی ابی موسیٰ فی الکف فی

القتال تمسکاً بالاحادیث الواردة فی ذالک ومانی
 حمل السلاح علی المسلم من الوعد" ۱۱

یعنی کف عن القتال کے معاملہ میں اور مسلمانوں کا مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے
 مسئلہ میں وعید کی وجہ سے ابوسعود کا خیال وہی تھا جو حضرت ابوموسیٰ الشعمریؓ کا خیال تھا
 یعنی وہ ان امور میں عملاً حصہ نہیں لیتے تھے۔

اور شرح الطحاویہ میں مسئلہ ہذا اس طرح منقول ہے کہ:

② "..... وقعد عن القتال اکثر الاکابر لما سمعوه من

النصوص فی الامر بالقعود فی الفتنة" ۱۲

③ "..... ولما رأوه من الفتنة التي ترلومفسدتها

علی مصلحتها" ۱۳

قاعدین کے بعض اسامہ قاعدین حضرات کے اسامہ علماء نے بہت سے
 ذکر کئے ہیں جنہوں نے ان قتال و مشاجرات میں

عملی طور پر حصہ نہیں لیا اور کسی فریق کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ان میں سے چند ایک حضرات کے

۱۱۔ فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۵ ص ۵۰ تحت باب قصۃ الجمل۔

۱۲۔ شرح الطحاوی فی العقیدۃ السلفیۃ ص ۲۳ تحت بحث ہذا طبع مکتبۃ الریاض۔

اسامیہاں ذکر کیئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ سعد بن ابی وقاصؓ (سعد بن مالکؓ)

۴۔ ابو موسیٰ الاشعری (عبداللہ بن قیسؓ)

۵۔ محمد بن مسلمۃ الانصاریؓ

۶۔ بریدۃ بن الحصیب الاسلمیؓ

۷۔ ابو مسعود انصاریؓ

۸۔ ولید بن عقبہ بن ابی معیطؓ

۹۔ جریر بن عبداللہ البجلیؓ

۱۰۔ سعید بن زیدؓ

۱۱۔ زید بن ثابت الانصاریؓ

۱۲۔ ابو درداءؓ

۱۳۔ سلمۃ بن اکوعؓ

۱۴۔ صہیب رومیؓ

۱۵۔ ابوامامۃ الباصلیؓ

۱۶۔ ابو ثعلبۃ النخعیؓ ————— وغیرہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مذکورہ بالا صحابہ کرامؓ کے علاوہ بھی ایک خاصی تعداد تلاش کرنے سے دستیاب ہو سکتی ہے جو ان تمام مشاجرات سے الگ رہی اور مندرجہ حضرات کے حوالہ کی ضرورت محسوس نہ ہو تو حواشی میں بعض مآخذ کے نام ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ رجوع فرما کر تسلی کر سکتے ہیں۔

الحمد لله، طبقات ابن سعد ج ۴، ص ۷۰۷۔ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

افادہ مقصد یہ ہے کہ ایک کثیر جماعت صحابہ کرامؓ کا مشاہیرات ہذا سے اجتہاد کرنا اور غیر جانب دار رہنا یہ اہل اسلام کے لیے عملی سبق ہے اور خاموش نصیحت ہے کہ ان تنازعات میں حصہ نہ لیا جائے اور اس میں ان کے جواز و عدم جواز پر بحث نہ کی جائیں۔ ایک فریق کی طرف داری کر کے دوسرے فریق پر نہ الزامات عائد کئے جائیں نہ ان کے حق میں بدگمانی پھیلائی جائے اور تنقیدات کا باب بھی مفتوح نہ کیا جائے۔ ان مسائل میں بحث و مباحثہ سے کٹ لسان کیا جائے اور زبان طعن و راز نہ کی جائے اور دشنام طرازی سے زبان کو بچایا جائے۔

اسی میں ایمان کی خیر اور دین کی سلامتی ہے اور یہی طریق کبار علمائے اسلام کے نزدیک اسلم ہے اور یہی شیوہ دیانت و اردل کے ہاں مستحسن ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بڑے اکابر صحابہ و تابعین و دیگر علمائے امت کے بطور نصیحت کے بے شمار فرمودات کتابوں میں موجود ہیں ان میں سے فقہ و ضرورت چند ایک ناظرین کرام کی خدمت میں تحریر کئے جاتے ہیں ایک منصف مزاج و دین دار شخصیت کے لیے بہت کافی ہیں۔

مسئلہ مشاہیرات میں سلف صالحین کی ہدایات

(۱)

اس سلسلہ میں پہلے ایک مشہور صحابی حضرت ابوسعید الخدریؓ کا فرمان ان کے ایک ثقہ تلمیذ کے ذریعہ تحریر کیا جاتا ہے چنانچہ ایک دفعہ جناب ابوسعید الخدریؓ کی خدمت میں بعض (بقیہ حاشیہ) (۲) الاماہد لابن حجرؒ ج ۲، ج ۲-۳۔

(۳) دول الاسلام ملذھی ج اول

(۴) فتح الباری شرح بخاری شریف - ۱۳۷۰ (کتاب الفتن) وغیرہ وغیرہ

لوگوں نے حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تنازعات و اختلافات کا ذکر کیا تو حضرت ابو سعیدؓ نے بڑا عمدہ نصیحت آمیز جواب فرمایا اور توقف کی تلقین کی۔

— عن سعید بن یزید عن ابی نصرۃ قال ذکرنا علیاً
وعثمان وطلحۃ والزبیر عند ابی سعید فقال اقوام
سبقتم لهم سوابق واصابتهم فتنه وردوا امرهم
الی اللہ

یعنی فرمایا کہ یہ وہ جماعت ہیں کہ ان کے بہت نیک اعمال سابقاً ان سے صادر ہو چکے
ہیں اب ان پر فتنہ اور ابتلا کا دور آیا ہے ان کا معاملہ خداوند کریم کے سپرد کر دیا جائے

(۲)

اسی طرح جلیل القدر تابعی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (جو اپنے عدل و انصاف میں ممتاز
و مشہور ہیں) کی خدمت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کے اختلافات و
نزاعات کا ذکر اس دور کے بعض افراد نے کیا (جیسا کہ لوگ اپنی مجالس میں گزشتہ واقعات
کو تجزیہ و تبصرہ کی خاطر دہرایا کرتے ہیں) تو ایسی صورت حالات کو دیکھ کر سیدنا عمر بن
عبدالعزیزؒ نے ناامانہ انداز میں ارشاد فرمایا کہ:

----- قال (محمد بن النضر) ذکرنا اختلاف اصحاب
محمد صلی اللہ علیہ وسلم عند عمر بن عبدالعزیز
فقال امرنا ان یرج اللہ ایدیکم منہ ما نفعملون الستکم
فیہ؟

۱۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۴۵ طبع جدید کراچی روایت ۱۹۶۴ء

۲۔ طبقات لابن سعد ص ۲۸۲ تحت عمر بن عبدالعزیزؒ۔

یعنی یہ وہ معاملات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ لے تمہارے ہاتھوں کو درد رکھا ہے تو پھر تم اپنی زبانوں کو اس میں کیوں تلوث کرتے ہو؟
یعنی ان چیزوں میں تمہیں زبان استعمال کر کے حصہ نہیں لینا چاہیے اور آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

(۳)

نیز اسی نوعیت کی ایک دوسری روایت حضرت عمر بن عبد العزیز کی صاحب طبقات نے نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ :

حضرت سیدنا علیؑ حضرت سیدنا عثمانؓ اور اہل جہل و صفین کے درمیان جداتحت پیش آئے ان کے متعلق عمر بن عبد العزیزؓ سے سوال کیا گیا تو خلیفہ عادل نے معقول انداز میں بہترین جواب دیا۔

----- سنل عمر بن عبد العزیز عن علی و عثمان و الجمل

وصفین ما کان بینہم و فقال تلک دماء کف اللہ

بدی عنہا وانا اکرہ ان اغمس لسانی فیہا۔

فرمایا کہ یہ وہ خون ربی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کو روک رکھا ہے تو میں نہیں پسند کرتا کہ اپنی زبان کو اس میں ڈبو دوں (اور استعمال کروں)

ان مشاہرت کے حق میں خلیفہ منصف کے یہ نصاب اور علیؑ فرامین ہیں کہ ان جداتحت میں کلمہ خیر کے بغیر زبان استعمال نہ کی جائے اور صحابہ کرامؓ کے معاملات میں حرف شکایت زبان پر نہ لایا جائے۔

مقصود یہ ہے کہ ان کے اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے اس میں رائے زنی کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لہ طبقات لابن سعد ج ۲۹۱ تحت عمر بن عبد العزیز۔

(۴)

علامہ القرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں مسئلہ ”مشاہرات بین الصحابہ“ کے تعلق اکابرین امت کے آر اور ان کی ہدایات نہایت عمدہ پیرائے میں درج کی ہیں ایک بزرگ ”الحاسی“ نے امام حسن بصریؒ سے ہر اشادات نقل کے لیے ہیں۔ فاضل القرطبیؒ کہتے ہیں کہ :

--- وقد سئل الحسن البصري عن قتالهم فقال: قتال
شبهه أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم وغنما وعلما
وجهلنا واجتمعوا فاتبعنا واختلفوا فوقفنا، قال الحاسبي
فمن نقول كما قال الحسن ونعلم ان القوم كانوا
اعلم بما دخلوا فيه منا، واتبع ما اجتمعوا عليه،
ونقف عند ما اختلفوا فيه ولا نبتدع رأيا منا. ونعلم
انهم اجتهدوا وارادوا الله عز وجل، اذ كانوا غير
متهمين في الدين ولما آل الله التوفيق“

یعنی صحابہ کرامؓ کے باہمی قتال و مشاہرات کے حق میں حضرت حسن بصریؒ سے سوال کیا گیا (یہ کیسے پیش آئے تھے؟ ان کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان امور میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ وغیرہ) تو حضرت حسن بصریؒ نے ارشاد فرمایا کہ :

① نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کرامؓ ان معاملات میں موجود اور حاضر تھے ہم لوگ موجود نہ تھے بلکہ غائب تھے۔

② (شرکائے واقعہ) صحابہ کرامؓ ان امور کو ہم سے بہتر جانتے تھے ہم نہیں جانتے (کہ یہ واقعات کیسے اور کس طرح پیش آئے؟)

الح الجامع لامکام القرآن للقرطبی ۳۲۲ تحت آیت ”وان طائفتان من

المومنین۔۔۔ الخ (العبرات)

③ صحابہ کرام جن کاموں پر مجتمع اور متفق ہوئے ہم نے ان کی اتباع کی۔

④ اور جن چیزوں میں ان کا اختلاف واقع ہوا تو ہم نے اس میں توقف اختیار کیا۔

حضرت حسن بصریؒ کے ان زہین فرمودات کے بعد امام محاسبؒ فرماتے ہیں کہ :

ہم بھی حضرت شیخ حسن بصریؒ کے فرمان کے موافق قول کرتے ہیں جس طرح انہوں نے ہدایت فرمائی ہے ہمارا یقین ہے کہ صحابہ کرامؓ ہم سے زیادہ عالم تھے۔ جن امور میں وہ داخل ہوئے پھر جن چیزوں پر ان کا اجتماع ہو گیا اس میں ہم ان کے پیروکار ہیں۔ اور جن چیزوں میں ان کا اختلاف ہو گیا ان میں ہم نہیں داخل ہوتے بلکہ توقف اور اجتناب کرتے ہیں۔ اور ہم اپنی طرف سے کوئی جدید رائے نہیں قائم کرتے۔

اور ہمیں یقین ہے کہ انہوں نے اخلاص کی بنا پر معتبرانہ رائے قائم کی (پھر اس پر گامزن ہوئے) یہ لوگ دین کے معاملہ میں غیر متہم تھے اللہ تعالیٰ سے ہم خیر کی توفیق طلب کرتے ہیں (ان کے ساتھ ہم حسن ظن اور نیک گمان رکھتے ہیں)

⑤

سابقہ نصائح کی طرف امام (محمد بن ادریس) الشافعیؒ کی بھی یہی نصیحت ہے فرماتے ہیں :

--- قال الشافعیؒ وغیرہ من السلف تلک دماء طهر الله

عنہا ایدینا فلنطهر عنہما السننۃ لہ

یعنی امام شافعیؒ اور دیگر سلف صالحین کا فرمان ہے کہ یہ وہ خون ریزیاں ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا پس ہمیں چلبہ ہے کہ ہم اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں اور بچائے رکھیں۔

یہ ان حضرات کی بڑی قیمتی ہدایات ہیں جنہیں اس مسئلہ میں پیش نظر رکھنا ہمارا فرض ہے۔

لہذا بشرع موافق ص ۳۴ طبع مصر تحت المقصد السابع انہ یجب تعظیم الصحابة کتبہم الخ

۲، الجامع الاحکام القرآن للقرطبی ص ۳۲۱ الجز سادس عشر تحت وان طالعان من المؤمنین الخ

(۶)

نیز علامہ قرطبیؒ نے صحابہ کے قتال کے حق میں یہ نصیحت کی ہے اور ساتھ دلائل بھی ذکر کیے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ان حضرات میں سے کسی ایک صحابی کے حق میں خطا کو متعین طور پر نسبت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال میں مجتہد کی حیثیت میں تھے اور اخلاص کی بنا پر ان سے یہ افعال صادر ہوئے یہ تھا کہ حضرت ہمارے لیے پیش رو اور مقتدا ہیں ان کے باہمی اختلاف کے متعلق رکھنے کے لیے حکم ہے اور میں حکم ہے کہ ہم ان کا ذکر خیر کے ساتھ کریں برائی کے ساتھ نہ کریں۔

۱۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہیں صحت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہے۔ اور اس کا بہت بڑا احترام ہے۔

۲۔ دوسرا یہ ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق سب کرنے سے منع فرمایا۔

۳۔ تیسری یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطائیں معاف فرمادی ہیں۔

۴۔ چوتھی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے حق میں رضامندی کی خبر دے رکھی ہے۔

لا يجوز ان ينسب الى احد من الصحابة خطأ مقطوع به
اذ كانوا كلهم واجتهدوا فيما فعلوه وارادوا الله عز وجل
وهم كلهم لنا ائمة وقد تعبدنا بالكف عما شجر بينهم
والا نذكرهم الا باحسن الذكر لحرممة القعبة ولنهي النبي
صلى الله عليه وسلم عن سبهم وان الله غفر لهم
واغفر بالرضا عنهم

الحاج امام الاحكام القرآن للقرطبي ص ۲۲۱ طبع مصر تحت آية وان طائفتان الخ

④

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مشاجرات کے حق میں کھن لسان کرنے اور ان کے عیوب بیان کرنے سے بکنے پر، اور ان کے فضائل و محاسن کے اظہار پر اہل سنت متفق ہیں اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے جس طریقے پر واقع ہوا حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہؓ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلاف جاری ہوا ہے ان تمام چیزوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ نیز ہر فضیلت والے کو اس کے موافق فضیلت دینا چاہیے۔

 واتفق اهل السنة على وجوب الكف عما شجر
 بينهم والامساك عن مساوئهم واظهار فضائلهم
 ومحاسنهم وتسليم امرهم الى الله عز وجل على ما كان
 وجبى من اختلاف على وطلعه والزبير وعائشة و
 معاوية رضي الله تعالى عنهم على ما قد مبينه واعطاء كل
 ذي فضل فضله الخ " اهـ



منازعات و مشاجرات بین الصحابہ کے متعلق جس طرح ہم نے سابقاً اکابرین امت کے اقوال ذکر کئے ہیں اسی طرح اب اس مسئلہ کے اختتام پر حافظ ابن حجر کا قول کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے فتح الباری شرح بخاری شریف میں ذکر کیا ہے ۔

۱۷ غیۃ الطالبین ص ۱۴ مترجم للشیخ عبد القادر جیلانی فصل ونعتقد اہل السنۃ بطبع نوکسیر

الاجابة

ابن حجر العسقلانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں جو تنازعات پیش آئے ان کی وجہ سے کسی ایک پر بھی طعن کرنے اور عیب لگانے سے اہل سنت والجماعت نے منع کیا ہے اور اس منع پر اہل سنت کا اتفاق ہے اگرچہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان میں سے کون حق پر تھے اور کون حق پر نہیں تھے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حروب باہمی اجتماع کی بنا پر تھے (عناد کی بنا پر نہ تھے) اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کرنے والے کو عاف فرمادیا ہے بلکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مجتہد مصیب کو دو اجر دیتے جاتے ہیں اور مجتہد غلطی کو ایک اجر دیا جاتا ہے۔

”-----“ وأتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن على

أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف

المحقق منهم ولو لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا من

اجتهاد وقد عفا الله تعالى عن المخطئ في الاجتهاد - بل ثبت أنه

يؤجر أجرين واحداً وإن المصيب يؤجر جريراً كما سيأت

بيان في كتاب الأحكام“ لہ

یہ تمام فرمودات اپنے اپنے مفہوم میں واضح ہیں ان میں مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں ہے

● حاصل یہ ہے کہ تنازعات صحابہ کرامؓ میں بطور نقد و تنقید نہ لیتے سے اکابرین امت نے

منع فرمایا ہے اور کف لسان کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد

کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

● اور ان کے ان معاملات میں حسن ظن رکھنے کا فرمان دیا ہے۔

● اسی چیز میں دنیا و عقبیٰ کی سلامتی مضمر ہے اور حفاظت دین و ایمان کے لیے اسلم طریق یہی ہے۔

● اسی طویل سمع خراشی سے مقصد یہ ہے کہ جمل وصفین دلائل کے حق میں ہمارے نظریات

سلف صالحین کے فرمودات کے موافق ہونے چاہیں اور ہمارے تاثرات ان کے

لحد فتح الباری شرح بخاری شریف ج ۲۸ کتاب القس (باب إذا اتقى المسلم بسيفهما)

خلاف نہیں ہوئے چاہیں۔

اب ہم اہل صفین کے حق میں دو بشارتیں بطریق خواب ذکر کرتے ہیں جو مسئلہ بڑا کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کو کام انہیں نظر استحسان دیکھیں گے۔

اہل صفین کے حق میں دو یا ہوا صالحہ

①

بشارت اولیٰ

گزشتہ صفحات میں اکابرین امت کی چند ہدایات پیش خدمت کی ہیں اب ان کے آخر میں اہل صفین کے متعلق ہم دو یا ہوا صالحہ یعنی عمدہ خواب ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کو اکابر محدثین و مورخین نے اپنی متعدد تصانیف میں ذکر کیا ہے اور یہ اہل صفین کے حق میں بشارت عظمیٰ ہے۔
علماء فرماتے ہیں کہ دلائل شرعیہ اور تاریخی شواہد کی موجودگی میں اگرچہ اس کی چند اہم حجتیں نہیں ہے تاہم فطری طور پر روایات صالحہ اور بشارت صادقہ سے ایک قسم کا اطمینان اور سکون طابع میں پیدا ہو جاتا ہے۔ نابراین ذیل میں اس واقعہ کے متعلق چند بشارت صحیحہ و روح کئے جاتے ہیں جنہیں کبار علماء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے اور اس کو رد نہیں کیا یہ چیز عند العلماء قبولیت کی علامت ہے۔

تالیین میں ایک بزرگ مرد بن شرحبیل ہیں جن کی کینت **الوئیسرہ کا خواب** الوئیسرہ ہے یہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے مشہور تلمیذ اور ثقہ راوی ہیں۔ آپ بڑے راست گو اور معتمد شخصیت ہیں۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ الوئیسرہ صفین میں حضرت علیؓ کی حایت میں

شریک جنگ تھے۔

ابو مسعود فرماتے ہیں کہ اہل صفین کے معاملہ کے متعلق میں پریشانی میں تھا اور میں ان دونوں فریق کے درمیان کوئی فیصلہ کن بات معلوم نہیں کر سکا تھا۔

پس اس حالت میں مجھے ایک غراب میں دکھایا گیا کہ میں جنت میں داخل ہو کر اہل صفین کے پاس پہنچا ہوں۔ وہ ایک سرسبز باغ میں ہیں اور وہاں بہترین پل رہی ہیں۔ وہاں میں نے جنتیوں کے خیمے لگے ہوئے دیکھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے خیمے ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ خیمے ذوالکلاع اور حوشب کے لیے ہیں (یہ دونوں بزرگ حضرت معاویہؓ کی حمایت میں جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے)

اس کے بعد میں نے پوچھا کہ عمار بن یاسرؓ اور ان کے ساتھی کہاں ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ ان کا مقام اور قیام آگے ہے میں نے کہا یہ کیسے ہو ا لانکہ ان کے بعض نے بعض کو قتل کیا تھا؟ تو جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو واسع المغفرت پایا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کی مغفرت فرمادی ہے۔

پھر میں نے پوچھا کہ اہل نہروان کا کیا ہوا تو اس کے متعلق جواب ملا کہ وہ شہید اور سختی میں ڈال دیئے گئے۔

ابن ابی شیبہؒ نے اس واقعہ کو عبارت ذیل نقل کیا ہے۔

۱۔۔۔۔۔ عن ابی وائل قال رأى في المنام البوميسرة عمرو

بن شرحبيل وكان افضل اصحاب عبد الله بن مسعود قال

رايت كان ادخلت الجنة فرأيت قبايا مضروبة فقلت

لمن هذه ؟ ف قيل هذه لذي الكلاع وحوشب وكانا ممن

قتل مع معاوية ثبو مرصين قال قلت وابن عمار واصحابه

قال امامك قلع وكيف وقد قتل بعضهم بعضاً ؟

قال فقیل انھم لقوا اللہ فوجدوه واسم المغضرة قال

قلت فما فعل اهل النهر؟ قال فقیل لقوا جبرحاً۔^۱

ابو یوسفؒ کے اس واقعہ خواب کو مندرجہ ذیل محدثین، مؤرخین نے اپنی اپنی عبارات کے ساتھ اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔ ذیل میں ہم ان کے صرف حوالہ جات نقل کرتے ہیں تاکہ اہل تحقیق رجوع فرما کر تسلی کر سکیں۔ تمام عبارات نقل کرنے میں تطویل ہوتی ہے۔ ان تمام حوالہ جات میں سب سے مفصل واقعہ سعید بن منصور نے ذکر کیا ہے۔

- ۲۔ طبقات لابن سعد (متوفی ۲۴۵ھ) ص ۱۸۸-۱۸۹ آخر ترجمہ عمار بن یاسر (طبع طبرک)
- ۳۔ کتاب السنن لسعید بن منصور الخراسانی (متوفی ۲۲۷ھ) ص ۳۶۹ باب جامع الشهادة (القسم الثانی) روایت ۲۹۵۵۔

۴۔ کتاب المعرفة والتاریخ ص ۳۱۴ طبع بیروت از ابو یوسف یعقوب بن سفیان البسوی المتوفی ۲۷۷ھ)

- ۵۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصبغانی (المتوفی ۴۲۳ھ) ص ۴۴ تحت عمرو بن شریل۔
- ۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) ص ۱۷۸ تحت قتال اہل البقیع حیدر آبادی
- ۷۔ المعبر للذہبی (المتوفی ۴۸۸ھ) ص ۳۷۷ تحت سبع ذلکائین۔
- ۸۔ مرآة الجنان لیلان فی (المتوفی ۷۸۸ھ) ص ۱۰۲ جلد اول تحت ۳۷۔
- ۹۔ الاصابہ لابن حجر العسقلانی ص ۲۸۲ تحت الخویش ذو ظلم (المتوفی ۸۵۲ھ) ج اول

تنبیہ

مذکورہ بالا علماء کرامؒ میں سے بعض حضرات نے اس اسناد کے صحیح ہونے کی تصریح فرمادی ہے۔

- ۱۔ المعنف لابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) ص ۲۹۰ جلد ۱۵ تحت روایت ۱۹۹۹ تحت باب ۲۹۱
- ۲۔ ذکر فی صفین۔ طبع کراچی۔

مثلاً حافظ ذہبی، یعقوب البسوی شیخ یا فخری اور ابن حجر نے اس روایت کے اسناد کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ مندرجہ بالا تمام حضرات نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے لیکن کسی ایک بزرگ نے بھی اس کی تردید نہیں کی جیسا کہ سابقاً ہم نے ذکر کیا ہے یہ چیز اس کے قابل تسلیم ہونے کے لیے کافی ہے۔

(۲)

بشارت ثانیہ

خلیفہ صالح حضرت عمرو بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا دوبارہ صالح

حضرت عمرو بن عبد العزیزؓ اپنے دور کے اکابر تابعین میں سے مشہور ثقہ اور معتبر شخصیت ہیں ان کا خواب محدث ابو یوسف بن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عمرو بن عبد العزیزؓ فرماتے تھے کہ میں نے جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور دیکھا ہوں کہ جناب ابو بکر الصدیقؓ اور عمر بن الخطابؓ جناب کی خدمت میں تشریف فرما ہیں نے آنجناب صلعم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور ایک طرف بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ تشریف لائے پھر ان دونوں کو ایک مکان میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا میں اس منظر کو دیکھ رہا تھا پھر جلدی میں حضرت علی المرتضیٰؓ اس مکان سے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے کہ رب کعبہ کی قسم! اس معاملہ کا میرے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ پھر تھوڑی ہی دیر گزری کہ حضرت امیر معاویہؓ اس مکان سے باہر تشریف لائے اور یوں کہہ رہے تھے۔ رب کعبہ کی قسم! میرے لیے مغفرت فرمادی گئی ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں ابو بکر بن ابی الدنیا کے حوالے سے یہ تمام واقعہ نقل کیا ہے اہل علم اصل عبارت ملاحظہ فرما کر اطمینان فرمائیں۔

----- عن عمرو بن عبد العزيز قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في المنام وأبو بكر وعمر جالسان عنده فسلمت عليه وجلست - فبينما أنا جالس إذا أرتى بعلي ومعاوية قد دخلا بيتاً واجيف الباب وأنا انظر فما كان بأسرع من أن خرج علي وهو يقول قُضِيَ لي ورب الكعبة - ثم ما كان بأسرع أن خرج معاوية وهو يقول غُفِر لي ورب الكعبة " له

مندرجہ بالا روایا رسالہ کو جناب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی مشہور تصنیف ”کیمائے سعادت“ میں فارسی عبارت میں کلمات ذیل کے ساتھ درج کیا ہے اہل علم کی تسلی کے لیے یہ عین عبارت تحریر کی جاتی ہے ۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں :

عمرو بن عبد العزیزؓ میگوید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دیدم بالبوکر وعمرؓ نشستہ - چون بالیشان نشستم ناگاہ علیؓ ومعاویہؓ را میاوردند - و در خانه فرستادند و در بر بستمند و وقت علیؓ را دیدم کہ بیرون آمد و گفت قُضِيَ لي ورب الكعبة یعنی حق مرا نہا دند پس بزودی معاویہؓ بیرون آمد و گفت غُفِر لي ورب الكعبة مرا نیز عفو کردند و بیا مرزیدند " له

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عبد العزیزؓ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

له البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۱۳۱ ۱/۲ بجمع مہر تحت ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان (و ما ورد فی مناقبہ و فضائلہ)

له کیمائے سعادت (فارسی) للغزالی ص ۲۸۳ (مطبع محمدی بیہی) تحت پیدا کردن احوال مردگان کہ مکتوف شدہ است بطریق خواب ۔

وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا حضرت ابو بکر و عمرؓ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جب میں بھی آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا تو ناگہاں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو لایا گیا اور ایک مکان میں داخل کر کے اس کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہوا ہے اور پھر جلد ہی ہی حضرت امیر معاویہؓ باہر تشریف لائے اور آکر کہا کہ رب کعبہ کی قسم مجھے معاف کر دیا گیا ہے اور بخش دیا گیا ہے۔

ان اشارات کے ذریعہ مسئلہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی شان کریبی نے صنفین والے حضرات کے ساتھ عفو و معافی کا معاملہ فرما دیا ہے اور ان کی باہمی آویزشوں سے درگزر فرما کر مغفرت فرمادی ہے۔

فہذا ہمیں بھی ان لوگوں کے حق میں حسن ظن رکھنا لازم ہے اور ان کے متعلق بدگمانی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ (جیسا کہ قبل ازیں بھی ذکر کیا ہے)

تنبیہ

بحث ہذا کے آخر میں رفع شبہ کے طور پر چند کلمات درج کیے جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خواب محض خیال اور وہیم ہوتا ہے اس بنا پر اس پر کچھ اعتما د نہیں اور نہ ہی اس سے کوئی صحیح تاثر لیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند معروضات تحریر کی جاتی ہیں۔

در اصل خواب کئی قسم کے ہوتے ہیں بعض رؤیا و صالحہ صحیح ہوتے ہیں اور بعض محض وہیم اور پریشانی خیالی ہوتی ہے جس کو ”اضغاث اسلام“ سے تعبیر کیا جاتا ہے صحیح خواب (یعنی رؤیا صالحہ) کے متعلق قرآن مجید میں متعدد واقعات مذکور ہیں مثلاً (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب اپنے فرزند اسمعیل علیہ السلام کے ذبح کے متعلق (الی اذ بھلت فانظر ما ذاتری)

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب (انی رأیت احد عشر کوكبا

والشمس والقمر رايتهم حولي ساجدين)

(۳) نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب مبارک جسے (نقد صدق اللہ رسولہ

الروایاء بالحق) الخ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

اسی طرح اور بھی کئی واقعات ذکر کئے جاسکتے ہیں۔

حدیث شریف میں صحیح رؤیاء کے متعلق متعدد روایات صحیحہ پائی جاتی ہیں۔ مثلاً

① نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت باقی نہیں ہے

الانبیاء البشراء۔ لوگوں نے عرض کیا بشارات کیا ہیں تو آنجناب نے فرمایا الریاء والحدیث

یراها الرجل الصالح او تری له

یعنی بشارات کی تشریح فرماتے ہوئے آنجناب مسلم نے فرمایا کہ وہ نیک خواب

ہیں جو نیک انسان خود دیکھتا ہے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا شخص دیکھتا ہے۔

② آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے کچھ

باقی نہیں مگر الریاء والحدیث ہے۔

لیس یبقی بعدی من النبوة الا الریاء والحدیث

ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں حدیث شریف میں بہت سے واقعات رؤیاء صالحہ

کے متعلق پائے جاتے ہیں مثلاً :

① حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خواب موطا امام مالک باب ما جاء

فی دفن الیبت میں مذکور ہے آپؐ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند

لحم الموطا امام مالک ص ۲۷۸ طبع مجتبیٰ دہلی (باب ما جاء فی الریاء)

۲۱ المسند لمسلم ص ۲۷۸ کتاب الریاء باب فی قولہ تعالیٰ ہم البشری --- الخ

لحم الموطا امام مالک ص ۲۷۸ طبع مجتبیٰ دہلی (باب ما جاء فی الریاء)

میرے حجرے میں اگر گرے ہیں پس میں نے اس خواب کو اپنے والد صدیق اکبرؓ کی خدمت میں بیان کیا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور میرے حجرے میں ہی آنجناب کا دفن ہوا تو اس وقت حضرت صدیق اکبرؓ نے مجھے فرمایا ہذا احد اقطارک وهو غیرہا یعنی یہ ان تین مابتلاوں میں سے ایک ہیں اور یہ ان سب سے بہتر ہیں۔

⑦ دوسرا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خواب ہے جو آنجناب نے جمعہ کے روز خطبہ میں ذکر فرمایا:

”ایھا الناس انی رأیت دیکاً احمر نقرتنی نفرتین
ولا اری ذالک الا حضور اجلی“ ۱

یعنی اے لوگو! میں نے ایک سرخ مرغے کو دیکھا ہے کہ اس نے دو چوہیں مجھ پر بگائی ہیں اور اس سے میں نے اپنے انتقال کا قریب ہونا سمجھا ہے۔
اسی نوع کے بہت سے رؤیا صحیحہ دستیاب ہو سکتے ہیں لیکن تاہم مسئلہ کے لیے مندرجہ بالا اشارہ کافی ہیں۔

مذکورہ ہر دو خواب اہل صفین کے حق میں جو ذکر کئے گئے ہیں ان کو حجت اقامی کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے۔

اور ان کو محض وہم و خیال قرار دے کر رد نہیں کیا جاسکتا۔ پس ان کی دہی حیثیت ہے جو ایک صمیم خواب کے لیے ہوتی ہے۔ اور ایک ایمان دار شخص کے لیے قابل اطمینان ہے اور سکون قلبی کی خاطر مفید ہے۔

فہمدا اہل صفین کے حق میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ مالک کریم نے ان کی مغفرت کا سامان فرما کر ان کو نجات دے دی ہے۔

۱۔ موطا امام مالک منہ طبع مجتہد کی دہلی باب ”ما جاء فی دفن الیت“۔

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۴۲، ۴۳ جلد ۱۱ بحث ما عبرہ عمر۔ طبع کراچی۔

خروج الخوارج

واقعہ صفین سے فارغ ہونے اور ”تحکیم“ میں ناکامی کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک اور اہم واقعہ پیش آیا وہ یہ ہے کہ فرقہ خوارج نے خروج کیا۔

”خوارج“ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اپنی جماعت کے افراد تھے اور مسئلہ تحکیم کو قبول کر لینے پر معترض ہو کر ان الحکمہ اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جماعت سے الگ ہو گئے۔ اس وقت ان کی تعداد بعض نے سولہ ہزار اور بعض نے بارہ ہزار لکھی ہے اور عند البعض بارہ ہزار سے بھی کم تھی۔^۱

ان کے سرکردہ افراد عبداللہ بن دہب، حرقوص بن زہیر، شریح بن ادنیٰ، عروہ بن جریر، البرکۃ اور عبداللہ بن الکوار وغیرہ وغیرہ ذکر کیے جاتے ہیں۔

کوفہ کے علاقہ میں ایک مقام حر درار تھا وہاں انہوں نے پہلے اپنا مرکز قائم کیا اور پھر جو لوگ ان کے ہم نوا تھے وہ سب افراد نہروان کے مقام میں مجتمع ہو گئے اور بعد ازاں فرقہ کی حیثیت اختیار کر لی اور یہ لوگ اپنے نظریات میں نہایت جبری تھے۔

واجتمع الجميع بالنهر داء وصارت لهم عوكة ومنعة

وهم جند مستقلون وفيهم شجاعة الزمخ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ان کے پیش کردہ مسائل میں بحث و تمییز کی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس قبائلیں پر ان میں سے بعض لوگ اپنے خیالات سے رجوع کر کے واپس ہو گئے اور بعض اپنی ضلالت و گمراہی

^۱ البدایہ لابن کثیر ص ۲۶۹ تحت احوال خوارج

^۲ البدایہ ص ۲۸۶ تحت ذکر خروج الخوارج من الکوفۃ۔

پر قائم رہے یہ

یہ لوگ اپنے خیالات میں انتہا پسند بے باک اور سخت تشدد تھے اور حضرت علی المرتضیٰ سے اس بات پر سخت ناراض تھے کہ انہوں نے ”تحکم“ کیوں قبول کی ہے؟
مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؑ اپنی جگہ پر خطبہ دے رہے تھے کہ خارجیوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ:

اے علیؑ! آپ نے اللہ کے دین میں لوگوں کو شریک کر ڈالا ہے حالانکہ احکم
اللاہ۔ اس شخص کے اور بھی بہنو مجلس میں موجود تھے ان سب نے یہ نعرہ لگانا شروع
کر دیا۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ”اللہ“ کے بغیر کسی کے لیے حکم نہیں ہے۔ تو حضرت
علی المرتضیٰؑ نے یہ منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ہذہ کلمۃ حق یراد بها باطل۔^۱
یعنی یہ کلمہ حق ہے لیکن اس کا مفہوم غلط یا جا رہا ہے۔

خوارج کے معاملہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں نرم رویہ اختیار فرمایا
تھا تا کہ ان کی کچھ اصلاح ہو سکے اور یہ اپنے تشدد سے باز رہیں۔ اس سلسلہ میں علما نے
لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے ایک دفعہ ان کے حق میں رعایت فرماتے ہوئے ان کو
خطاب کر کے فرمایا کہ

”۔۔۔۔۔ ان لکم علینا ان لا تمنعکم مساجدنا ما لم تخرجوا
علینا ولا تمنعکم نصیبکم من هذا الفی ما دامت ایدیکم
مع ایدینا ولا نقاتلکم حتی تقاتلوننا“^۲

۱۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۷۹ تحت احوال خوارج۔

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۸۱ تحت احوال خوارج۔

۳۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۸۳ تحت ذکر خروج الخوارج من الکوفۃ الخ

۴۔ کتاب الاموال لابن عبد القاسم بن سلام ص ۲۳۲ تحت الاعطیۃ والارزاق لاهل الرد عن الاسلام

یعنی ہم تمہیں اپنی مساجد سے منع نہیں کرنا چاہتے جب تک کہ تم ہمارے خلاف خروج نہ کرو اور مال فتنے سے بھی ہم تمہارا حصہ روکنا نہیں چاہتے جب کہ تمہارا تعاون ہمارے ساتھ رہے۔ اور ہم تمہارے خلاف قتال نہیں کریں گے جب تک کہ تم ہمارے خلاف قتال نہ قائم کرو۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا یہ قول بطور ارخار عنان کے ہے لیکن یہ لوگ اپنے تشدد اور لقیشت میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اور اپنے اندر غلط مقاصد رکھتے تھے جو اسلام کے برخلاف تھے چنانچہ ان کی یہ چیزیں انتہا کو پہنچ گئیں یہاں تک کہ جو ان کے نظریات کے خلاف ہو اور ان کو نہ تسلیم کرے اس کو کافر یقین کرتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں ان لوگوں کے شر و فساد کی رپورٹ پہنچائی گئی اس طرح پر کہ انہوں نے زمین میں فساد ڈال رکھا ہے اور خوہریزی اختیار کر رکھی ہے۔ راستوں پر ڈاکہ زنی اختیار کر لی ہے اور شریعت کے محارم کو حلال کر ڈالا ہے۔

چنانچہ انہوں نے عبداللہ بن خطاب صحابی رسول اور دیگر حضرات کو قتل کر دیا تھا۔

”..... ان الخوارج قد عاشوا فی الارض فساداً وسفکوا
الد ماء وقطعوا السبل واستحلوا المحارم وکان من جملة
من قتلوه عبد اللہ بن خطاب صاحب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم“

اس کے بعد بھی حضرت علی المرتضیٰؑ نے ان کو ہدایت کرنے کے لیے بعض صحابہؓ مثلاً قیس بن سعد بن عبادہ، ابوالیوب انصاریؓ وغیرہم کو پھر روانہ فرمایا مگر تاکہ ان کو نہائش کریں لیکن ان لوگوں پر ان رعایات اور ہدایات کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر کار ان کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ

۱۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۸۷ تحت خروج الخوارج من الکوفہ

۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۲۸۷ تحت مسیر امیر المؤمنین علی ابی الخوارج

کے قتال کی نوبت آئی

خوارج کیساتھ جنگ ہنروان خوارج کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ کی طرف سے قتال کی نوبت پیش آئی تاہم اس میں حضرت علی المرتضیٰؑ

کی طرف سے خاص ہدایات تھیں مثلاً

۱۔ ایک بات تو یہ تھی کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنی جماعت کی طرف سے ایک علم کھڑا کیا تھا اس کے متعلق فرمایا کہ جو شخص اس جھنڈے کی طرف آجائے (اپنی جماعت کو چھوڑ کر ہماری جماعت سے مل جائے) تو وہ امان میں ہے۔

۲۔ اسی طرح جو شخص اس مخالف جماعت کو چھوڑ کر کوئی طرف آجائے یا مدائن کی طرف چلا جائے وہ بھی امان میں ہے۔

۳۔ آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جب تک کہ مخالف فریق ہم پر حملے کی ابتداء نہ کرے تب تک اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔ (ابتداء بالقتال نہ کرو)

ان حالات میں غاصی تشدد پر اتر آئے ہوئے تھے لاکھو الاملہ کا نعرہ لگاتے اور حملہ کرتے تھے اس صورت میں شدید قتال پیش آیا۔ اُن کے بہت سے لوگ مارے گئے اور موزنین کے قول کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؑ کی جماعت کے سات آدمی قتال میں شہید ہوئے اور بقول بعض ۱۲-۱۳ آدمی شہید ہوئے اور یہ واقعہ شعبان ۳۸ھ میں پیش آیا تھا (خلیفہ بن خیاط ص ۱۸۱، ۱۸۲ جلد اول تحت ۳۸ھ)

ایک واقعہ جنگ ہنروان کے اختتام پر ایک واقعہ پیش آیا کہ ابو کثیر موی انصار کہتے ہیں کہ میں ہنروان کے قتال میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے

کے ساتھ تھا۔ وہاں بے شمار غار جیوں کو حضرت علیؑ کی طرف سے قتل کیا گیا تو اس موقع پر بعض لوگوں کے دل میں ان کے مقتول ہونے کی وجہ سے شبہ پیدا ہوا تو حضرت علیؑ نے

لے البدایہ لابن کثیر ص ۲۸۸ تحت امیر المومنین علیؑ ال خوارج۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ بعض لوگ دین سے اس طرح نکل جاتیں گے جیسے تیرکان سے نکل جاتا ہے۔ اور پھر واپس نہیں لوٹیں گے۔ ان لوگوں میں ایک سیاہ رنگ کا شخص ہوگا جس کی پستان خورتوں کی مانند بڑھا ہوا ہوگا اور اس کے گرد سائے عدد سیاہ تل ہوں گے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس شخص کو تلاش کیا جائے وہ ان مقتولین میں ہوگا چنانچہ اسے قتلیٰ میں تلاش کیا گیا تو اسی حلیہ کا ایک شخص دوسرے مقتولین کے نیچے دبا ہوا پایا گیا اس کے گلے میں کمان تھا اس شخص کے دستیاب ہونے پر حضرت علی المرتضیٰؑ نے فرمایا اللہ اکبر۔ صدق اللہ ورسولہ۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی نعرہ سکیمیر بلند کیا اور اس طرح لوگوں کے دل میں جو قتال کے جواز کے متعلق اشتباہ تھا دور ہو گیا۔

شرپند عناصر کی سرکوبی

حضرت علی المرتضیٰؑ کے دور میں بہت سے فسادی عنصر موجود تھے جنہوں نے ابتدا میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی حمایت، اور موافقت کی مگر آخر میں آنجنابؑ کے خلاف شور شیں کھڑی کر دیں۔ یہ وہی اشرار تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف تحریک اٹھائی اور اہل اسلام میں فساد کے باعث بنے اور شہادت عثمانؓ کے مرتکب ہوئے۔

پھر اس کے بعد حمل و صفین کے واقعات میں یہی عناصر پیش پیش تھے جو نزاع و اختلاف کے داعی تھے اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنا ان کا اولین مقصد تھا حمل و صفین کے بعد بھی یہی تحریبی عناصر حضرت علی المرتضیٰؑ کے دور میں جنگ و قتال وقتاً فوقتاً کھڑا کرتے رہے۔ اور اپنے انجام کو پہنچتے رہے۔

۱۔ مسند امام احمدؒ ۸۸-۹۱-۹۲ جلد اول تحت مسند علی۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کا اپنے دور میں ان کی وجہ سے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اسی لیے آپؑ نے ان کو ختم کرنا ضروری خیال کیا۔

چنانچہ قبیلہ بنی ناجیہ کے رئیس الحارث بن راشد ناجی نے علم بغاوت بلند کیا اور کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰؑ کو جماعت نے قتل کر کے اسے ختم کر دیا۔

اسی طرح عدی بن حاتم نے آپؑ کے خلاف نزاع کھڑا کیا نیز اشرس بن عوف الشیبانی الاشہب بن بشر البعلی سعید بن نفال التیمی وغیرہ لوگ غلاف ہوئے اور قتال پر آمادہ ہوئے مگر اس قسم کے شرکھڑا کرنے والے لوگوں کا حضرت علی المرتضیٰؑ نے استیصال کر دیا۔

غالیوں کا خصوصی گروہ

سیدنا علی المرتضیٰؑ کے عہد خلافت میں جس طرح خوارج ایک مستقل فتنہ تھا۔ اور حضرت موصون کی مخالفت میں انتہا پسند گروہ تھا ان کی سرکوبی کے لیے آنحضرتؐ نے پوری جدوجہد کی۔ (جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے)

اسی طرح ان کے مقابل ایک دوسرا گروہ غالیوں کا تھا جنہوں نے ”حب علیؑ اور حب ابن ابی بکرؓ کا بادہ اوڑھ رکھا تھا یہ لوگ اپنے آپ کو شیعیان علیؑ کہتے تھے۔ بعد میں اس گروہ کو ”روافض“ کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ روافض جناب علی المرتضیٰؑ کی ذات بابرکات کے متعلق مدرج و ثنا میں بے حد غلو کرتے تھے ان کے ابتدائی مراحل کے ”مذہبات باطلہ“ ہیں۔ یہ ہے کہ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ بنی اقدیس کے خاص وصی اور خاتم الامویاؑ ہیں جیسا کہ حضرت یوشع بن نون حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے

الحمد للہ رب العالمین کثیر ص ۳۵-۳۶ تحت فصل

اور ان کے بعد ان کے قائم مقام بھی ہوئے۔

لہذا دراصل خلافت کا حق صرف حضرت علی المرتضیٰؓ کو ہے اور ان کی خلافت و امامت پر یقین رکھنا فرض ہے اور ان کے اعداء (یعنی اکابر صحابہؓ) سے بتری واجب ہے کیونکہ ان اعداء نے ان کا حق غصب کر لیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

نیز یہ لوگ خصوصاً حضرات شیخینؓ کی عیب جوئی اور تنقیص شان کرتے تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو ان سے افضل قرار دیتے تھے اور جو شخص ان کے یہ مفروضات کا ذبیہ تسلیم نہ کرتا اسے گمراہ کہتے تھے۔ اس گروہ کا مرکزی سرخیل عبداللہ بن سبا یہودی نژاد تھا جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا اور مندرجہ بالا نظریات فاسدہ کا بانی بھی شخص ابن سبا تھا اس نے اپنے گمراہانہ خیالات سے بہت سے ناواقف لوگوں کو متاثر کیا اور ان لوگوں نے ایک مستقل گروہ کی شکل اختیار کر لی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابتدائی حالات میں ان کے ساتھ فمائش کی خاطر کچھ نرمی اختیار کی لیکن جب ان کا غلو شدت اختیار کر گیا اور اہل اسلام میں ان کی وجہ سے تفریق بین المسلمین کا شدید خطرہ بڑھ گیا تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی ان پر گرفت سخت کر دی اور آخر کار ان غالی جمہیت کی ٹوٹی کو آگ میں جلا دیا اور ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں فرمائی۔

ناظرین کرام مطلع رہیں کہ ابن سبا اور اس کے گروہ کے متعلق ہم نے قبل ازیں متعدد مقامات پر ان کے نظریات اور حالات بقدر ضرورت ذکر کر دیئے ہیں۔ مثلاً

۱، کتاب ”وحماء بینہم“ ص ۹۱ تا ص ۹۳ تحت روایت دوازدم

۲، مسئلہ اقربانوازی ص ۳۷ تا ص ۳۸ تحت، بحث خامس

مندرجہ مقامات میں مسئلہ ہذا کے لیے سنی، شیعوہ کتب سے مستند حوالہ جات درج کر دیئے ہیں نیز ان غالیوں کے متعلق کچھ کلام آئندہ سطور میں تفصائل میں غلو کے عنوان کے تحت ذکر کیا جائے گا۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ)

مقرر یہ ہے کہ سابق دور میں فرقہ ہذا کے یہ خیالات فاسدہ ابتدائی تھے اس موقع پر حضرت موصوفؓ

نے اس غالی فرقہ کو مٹانے کی تمام تر سعی کی جیسا کہ مندرجہ حوالہ جات میں ذکر کیا گیا ہے لیکن وقتی طور پر سزا یافتہ ہونے کی وجہ سے کچھ فرو ہو گئے تاہم کسی لوگوں میں ان کے باطل نظریات کے اثرات قائم تھے۔ پھر حسب موقعہ یہ لوگ بڑھتے رہے اور ان کے عقائد مخصوصہ میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور دولامہ مسلمانوں کے لیے ایذا رسانی کرتے رہے اور ”فتور عظیم“ کا باعث بنے رہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے عہد خلافت سے لے کر آج تک یہ لوگ افتراق و انتشار بین المسلمین کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں دین اسلام کے تعامیوں کے برخلاف اور آخرت میں سراسر خسران کا باعث ہیں۔

بعض انتظامی امور

حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت عثمانؓ کے متعین کردہ حکام دولہ کو عموماً معزول کر دیا تھا اسی سلسلہ میں آپؑ نے عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کر کے قیس بن سعد کو مصر کا وال بنا یا تھا پھر آنجنابؑ کی یہ رائے ہوئی کہ محمد بن ابی بکر کو قیس بن سعد کی جگہ پر وال بنا یا جائے۔ چنانچہ آپؑ نے قیس بن سعد کو معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر کو وال بنا کر مصر روانہ فرما دیا۔

محمد بن ابی بکرؓ نا تجربہ کار نوخیز جوان تھے اہل مصر نے ان کی ولایت کو خفت کی نگاہ سے دیکھا اور یہ بعض امور میں جلد باز ثابت ہوئے اور صحیح طوع پر اہل مصر پر اقتدار قائم کرنے میں ناکام رہے خصوصاً آخرتاً کے ملاقات میں جو لوگ حضرت عثمانؓ کے طرفدار تھے اور ان کی مظلومانہ شہادت سے خاصے متاثر تھے ان لوگوں نے بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ ان حالات کی اطلاع جب حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں پہنچی تو آپؑ نے الاشتر النخعی کو محمد بن ابی بکرؓ کی معاونت کے لیے روانہ فرمایا۔ اشتر النخعی ابھی مصر میں نہیں پہنچے تھے کہ

راستے میں ان کا انتقال ہو گیا۔ جب حضرت علی المرتضیٰؑ کو اشتر النخعی کے انتقال کی خبر موصول ہوئی تو آپؑ بخم اور متأسف ہوئے۔

ادھر ان حالات کی خبر صحابہ حضرت امیر معاویہؓ کو ہوئی تو انہوں نے عمرو بن العاصؓ کو ایک جماعت کے ساتھ مصر کی طرف روانہ فرمایا اور مندرجہ ذیل ہدایت کیں۔

----- وادصاہ بتقوی اللہ والرفق والھل والتؤدۃ و

ان یقتل من قاتل ویعضوا عن من ادبر وان یدعوا الناس
الی الصلح والجماعۃ۔

”یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو اللہ کے خوف، نرمی اور حوصلہ مندی کی ہدایت فرمائی۔ مقاتلہ کرنے والے کے خلاف قتال کرنے اور بیٹھ پھرنے والے کو معاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ آپ لوگوں کو صلح اور جماعت کے ساتھ رہنے کی دعوت دیں۔“

جب عمرو بن العاصؓ اپنی جماعت کے ساتھ علاقہ مصر میں پہنچے تو خربتہ کے لوگ بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گئے ان حضرات کا محمد بن ابی بکرؓ سے معارضہ ہوا اور محمد بن ابی بکرؓ مقابل کی تاب نہ لا سکے اور آخر معاویہ بن خدیج کے ہاتھوں مقتول ہوئے اور علی المرتضیٰؑ ان کی بروقت کوئی امداد نہ کر سکے اور انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور عمرو بن العاصؓ نے مصر کے انتظامات اپنی تحویل میں کر لئے۔

یاد رہے کہ محمد بن ابی بکرؓ اور الاشتر النخعی دونوں نے حضرت عثمانؓ پر حملہ آوری اور ان کے خلاف شورش میں پیشتر حصہ لیا تھا۔

تنبیہ

یہاں مؤرخین (طبری وغیرہم) نے الاشتر النخعی کے انتقال کے اسباب بیان کرتے

لہ البدایہ ابن کثیر ج ۳ ص ۳۸۷ تحت ۳۸۷۔

کیا تھا۔ پھر اس نے الاشتر کو مسموم شربت پلا کر ہلاک کر دیا۔

اس واقعہ کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ :

”۔۔۔ فی هذا انظر“۔۔۔ یعنی یہ واقعہ قابلِ تامل ہے اور اس کی صحت میں شک

دشہ ہے۔

حافظ ابن کثیر کے قول کی تائید طبقات ابن سعد میں مندرجہ قول سے ہوتی ہے۔

... وولاه على عليه السلام مصر، فخرج إليها فلما

كان بالعريش شرب شربة عسل فمات ٤٤

یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ نے الا شتر کو مصر کا والی بنا کر روانہ کیا۔ جب وہ العریش کے مقام

پرہیز کیا تو اس نے شہر کا شربت پیا اور فوت ہو گیا۔

اور خلیفہ ابن خیاط نے تحریر کیا ہے کہ :

..... "وفيها رسالة" ولي على الاشتراك في المصروفات

بالقلزم من قبل ان يصل اليها" ٣٥

یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ نے الا شتر کو مصر کا والی بنایا مگر وہ قلعہ م کے مقام پر مصر

پہنچنے سے قبل ہی فوت ہو گیا۔

ابن سعد اور خلیفہ ابن خیاط یہ دونوں مورخین طبری سے باعتبار سن و سال کے مقدم

ہیں۔ انہوں نے الاشتراکی موت جس طرح نقل کی ہے وہ قرین قیاس ہے۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله. ٣١٢ تحت سنة ١٢٨٥ هـ طبع اول مصر.

٢٤ طبقات ابن سعد $\frac{١٢٥}{٢٢}$ تحت الاشراف مالك بن الحارث النخعي

۳۸ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ص ۱۴۲ تحت ۳۸

نیز یہ بات نہایت عجیب ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کو الاشتر کا اس شخص کے پاس پہنچنا
ادرد ہاں سے پیاس بجھانے کا معاملہ آپؓ کو قبل از وقت کیسے معلوم تھا؟ کہ انہوں نے اس
شخص کو الاشتر کی ہلاکت پر مامور کر دیا؟

اسی طرح محمد بن ابی بکرؓ جو معاویہ بن خدیج کے ساتھ معارضہ میں مقتول ہوئے
تھے ان کی میت کو گدھے کی کھال تلاش کر کے پھر اس میں آپ کو لپیٹ کر بلانے کی تجویزیں
کرنا یہ سب حضرت امیر معاویہؓ پر الزام تراشی ہے اور داستان کو ہولناک بنانے کی مساعی ہیں
اور ان کے حق میں تنہا اور نفرت نشر کرنے کی تدبیریں ہیں۔

محمد بن ابی بکرؓ کے قتل کے متعلق مؤرخین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جو اپنے مقام میں
درج ہیں ان میں سے جو چیز قرین قیاس ہے اس کو ہم نے یہاں نقل کر دیا ہے۔

۲۔ زیاد پر اعتماد اسی طرح ان ایام میں کئی اور واقعات مؤرخین نے تحریر کئے ہیں
ان میں سے ایک واقعہ علاقہ فارس اور کرمان سے متعلق ہے۔

دہاں کے لوگ حضرت علی المرتضیٰؓ کی اطاعت میں شامل نہیں رہے تھے اور خراج وغیرہ کے
معوق میں انہوں نے سرکشی اور خردائی اختیار کر لی تھی۔ تو اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ نے
انتظامات کو درست کرنے اور ان لوگوں کو اطاعت میں ماتحت رکھنے کے لیے اپنے ساتھیوں
ابن عباسؓ اور جابر بن عبد اللہؓ سے مشورہ کیا چنانچہ زیاد بن ابیہ کو اس مہم کے لیے بوزوں
خیال کیا گیا کیونکہ زیاد مذکور صائب الراي شمار ہوتا تھا اور سیاست دان تھا۔ لہذا اس پر
پورے اعتماد کی بنا پر مذکورہ علاقوں میں اس کو والی بنا کر ارسال کیا۔

زیاد بن ابیہ نے فارس اور کرمان کے علاقوں میں پہنچ کر ان لوگوں کی شور و شعلوں کو
فرو کیا اور ان کو مرکز کے ماتحت کر دیا اس طرح وہ مطیع ہو گئے اور خراجات کی مالی آمدن
پھر بحال ہو گئی۔ زیاد بن ابیہ نے یہ مہم مدلل گسٹری اور امانت کے ساتھ سر انجام دی۔

لے البدایہ لابن کثیر ص ۳۲ تحت ۲۹

اس موقع پر مورخین نے یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ
۳۔ زیاد کو نائب بنانا عبد اللہ بن عباس حضرت علی المرتضیٰ کی طرف سے بصرہ

پر والی تھے۔ انہیں حضرت علی کی خدمت میں کوہ جانے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے زیاد بن ابیہ کو بصرہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اور خود کوہ تشریف لے گئے۔ اس دوران حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عبد اللہ بن عمرو الحضری کی دسالت سے اہل بصرہ کی طرف ایک مکتوب پہنچا۔ اس میں انہوں نے اہل بصرہ کو اپنی اطاعت کی طرف دعوت دی تھی۔ عبد اللہ بن عمرو الحضری قبیلہ بنی تیمم کے پاس ٹھہرے۔ بنی تیمم حضرت علی المرتضیٰؓ کی اطاعت سے برگشتہ ہو کر عبد اللہ کے حمایتی بن گئے جب یہ خبر بصرہ پہنچی تو زیاد بن ابیہ نے ایک دستہ سپاہ حالات کی مدد سے کے لیے روانہ کیا جس کا دھاوا قبیلہ تیمم سے مقابلہ ہوا اور امیر دستہ قتل ہو گیا۔

حضرت علیؓ کے عہد میں زیاد نہایت معتد شخص تھا اور اس کی کارکردگی اور اہم امور کی سرانجام دہی بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھی۔

جب اس واقعہ کی خبر علی المرتضیٰؓ کی خدمت پہنچائی گئی تو انہوں نے
۱۔ واقعہ احراق اس شورش کو ختم کرنے کے لیے جاریہ بن قدامہ تیمی کو فوجی

دستہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اور جاریہ نے موقع پر پہنچ کر ان لوگوں کا محاصرہ کر لیا جن کا امیر عبد اللہ بن عمرو الحضری تھا۔ بعدہ جاریہ بن قدامہ نے ان کو رجوع کی دعوت دی مگر وہ اپنی رائے پر قائم رہے قتال کی نوبت آئی۔ جاریہ بن قدامہ نے انہیں شکست دی اور ان کو جلاؤ والا لے

ایک واقعہ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ مین کے علاقہ میں
۲۔ واقعہ احراق بسر بن اوطاة حضرت امیر معاویہ کی طرف سے پہنچا۔ اس

وقت حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف سے مین کے حاکم عبید اللہ بن عباس تھے۔ آپ بسر بن اوطاة

لہ اہدایہ ص ۳۱۶ تحت ۳۸۔

کا معاوضہ نہ کر سکے اور کو نہ چلے گئے۔ وہاں حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں حالات بیان کیے تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے بسر کی سرکوبی کے لیے جباریہ بن قدامہ کو ایک جمعیت کے ساتھ روانہ فرمایا جب جباریہ بن قدامہ نجران (یمین) پہنچے تو بسر بن ارطاة بھاگ گیا مگر اس کے حمایتی شیعان عثمان کو جباریہ بن قدامہ نے قتل کر دیا اور آگ میں جلادیا۔

فسار جارية (بن قدامہ) حتی بلغ نجران فحرق بها وقتل ناساً من شيعة عثمان وهرب بسر واصحابه^۱۔
جباریہ بن قدامہ کے اقدامات میں یہ اوراق کے واقعات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

عبید اللہ بن عباس کے فرزندوں پر ظلم کا واقعہ اور اس پر نقد

اس مقام میں بقول بعض مؤرخین (طبری وغیرہم) یہ چیز ذکر کی گئی ہے کہ بسر بن ارطاة نے عبید اللہ بن عباسؓ کے دو صغیر السن لڑکوں کو قتل کر دیا تھا جن میں ایک کا نام عبدالرحمان اور دوسرے کا نام تھم تھا۔

اس کے متعلق قابل ذکر یہ بات ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد اس کی صحت میں کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ "وفی صحیحہ عندی نظر" ^۲ یعنی اس واقعہ کی صحت میرے نزدیک مشکوک اور مشتبہ ہے۔

اور بسر بن ارطاة کے اسی واقعہ کو قدیم مؤرخ خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تاریخ کے جلد اول میں مندرجہ کے تحت درج کیا ہے ^۳۔

۱۔ و ۲۔ البدایہ ابن کثیرؒ ۳/۲۲۲ تحت مندرجہ

۳۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط ۱۸۲/۱۲ تحت مندرجہ

لیکن اس میں عبید اللہ بن عباس کے فرزندوں کے قتل کا ذکر تک موجود نہیں حالانکہ یہ چیز واقعہ ہذا میں بہت اہم تھی۔

یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ بعض مؤرخین نے اس واقعہ کو المٹا کر بنانے کے لیے اس میں اضافہ کر دیا ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے مطاعن میں اضافہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی اور حضرت معاویہؓ کے مطاعن کے جوابات مرتب کرنے کی صورت پیدا ہوئی تو اس وقت عبید اللہ مذکور کے فرزندوں کے قتل کے مسئلہ کو ضروری تشریحات کے ساتھ درج کیا جائے گا تاکہ اس واقعہ کی اصل حقیقت واضح ہو سکے (ان شاء اللہ تعالیٰ)

اہم مصالحت

جنگ صفین کے بعد حکیم میں ناکامی کی صورت میں اہل شام نے حضرت امیر معاویہؓ کو اپنا امیر بنالیا۔

اس چیز کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کے ماتحت بعض علاقوں میں بعض اوقات شورشیں ہوتی رہی ہیں (جن میں سے چند ایک کا ذکر ہم نے گذشتہ صفحات میں کر دیا ہے) ان کو فرو کرنے میں حضرت علی المرتضیٰؓ مصروف کار رہے۔

آخر کار دونوں حضرات (سیّدنا علی المرتضیٰؓ اور سیّدنا امیر معاویہؓ) میں باہمی صلح کے لیے مراسلت اور مکاتبت کا سلسلہ جاری ہوا جسے مؤرخین نے اپنے اپنے انداز میں ذکر کیا ہے۔

انجام کار سہمہ میں ان دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان درج ذیل نکات پر صلح ہو گئی جس کو معاہدہ جنگ بندی کہا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ ملک عراق اور اس کے ملحقات حضرت علی المرتضیٰؓ کے تحت احکم ہوں گے۔
- ۲۔ ملک شام اور اس کے ملحقات حضرت امیر معاویہؓ کے ماتحت ہوں گے۔
- ۳۔ کوئی فریق دوسرے فریق کے علاقہ پر فوج کشی اور غارت گری نہیں کرے گا۔

۴۔ ہر دو فریق ایک دوسرے کے خلاف قتال کرنے سے گریز کریں گے
فریقین کے درمیان اس معاملہ پر پختہ عہد ہو گیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس
مصالحیت کے شاہد تھے۔

جیسا کہ ابن جریر الطبری نے مصالحت ہذا کو عبارت ذیل نقل کیا ہے :
”۔۔۔۔۔ وفي هذه السنة (سنة) حبريت بين علي و معاوية
المهادنة بعد مكاتبات يطول ذكرها على وضع الحرب
بينهما وان يكون ملك العراق لعلی و لمعاوية الشام
ولا يد تمّل احدهما على صاحبه في عمله بعتش ولا غارة
ولا غزوة۔۔۔۔۔ وامسك كل واحد منهما عن قتال
الآخر۔ وبعث الجيوش الى بلادهم واستقر الامر على
ذالك“ ۱

اور ابن کثیرؒ نے مزید لکھا ہے کہ :

وانه (ابن عباسؓ) كان شاهداً للصلح“ ۲

مختصر یہ ہے کہ واقع تحکیم کے بعد چند واقعات حضرت علی المرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں
پائے جاتے ہیں جن میں فریقین کے درمیان مناقشات اور معارضات پیش آتے رہے اور بعض
اوقات شدت معارضہ میں باہمی قتال تک نوبت پہنچتی رہی۔

لیکن انجام کار ان کشیدہ حالات کی اصلاح کے لیے فریقین کی باہمی مصالحت و مہاندت

۱۔ ۲۔ تاریخ لابن جریر الطبریؒ ص ۸۱ تحت ۴۴۰

۳۔ البدایہ لابن کثیرؒ ص ۲۲۲ تحت ۴۴۰ بحوالہ ابن جریرؒ۔

۴۔ الکامل لابن اثیر الجزیری ص ۱۹۳ طبع مصر تحت ۴۴۰

۵۔ المستظم لابن الجوزی ص ۲۹ جلد ۳۔

ہوگئی۔ یہ مصالحت سنگدہ میں ہوئی تھی۔

پھر اس کے بعد اسی سال (رمضان المبارک سنگدہ) میں خوارزم کے ہاتھوں حضرت علی المرتضیٰؑ کی المناک شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر عنقریب اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ کیا جائے گا۔

فضائل و مناقب

آیات قرآنی امیر المؤمنین بیتنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ قرآن مجید کی وہ آیات جن میں فضائل صحابہ کرام

ذکر کئے گئے ہیں ان آیات کے مصداق جس طرح دیگر صحابہ کرام ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؑ بھی ہیں۔ خصوصاً وہ آیات جن میں ہما جوین کرام کی مدح و ثنا کے ساتھ ان کا استحقاق غلات بیان فرمایا گیا ہے ان آیات کے مفہوم اور استحقاق خلافت میں آنجناب شامل ہیں اور صحیح مصداق ہیں۔ اس نوع کی آیات قرآنی کا کافی ذخیرہ ہے۔

اڈلے : وہ آیت جس میں اعلیٰ فضائل و درجات مذکور ہیں۔

----- والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار

والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوانہ

واعادہم جئات تجری تحتہا الانهار خالدین فیہا

ابدا ذالک الفوز العظیم (سورۃ توبہ - پ ۱)

ترجمہ : ”اور جو لوگ قدیم الاسلام میں سب سے پہلے ہجرت کر لے والے

اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیروکار بن گئے ان کی پیروی کے ساتھ اللہ

راضی ہو ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے

ان کے باغ کہ جہتی ہیں نیچے ان کے نہیں۔ رہا کریں ان میں ہمیشہ یہی ہے

بڑی کامیابی“

آیت ہذا کے مدلول کی روشنی میں درج ذیل فضائل و کمالات بصراحت مذکور ہیں۔

۱۔ السابِقون الاولون : دین اسلام میں داخل ہونے کے شرف میں سبقت کرنے والے اور قدیم الاسلام ہیں۔

۲۔ المهاجرون : فضیلت ہجرت کے ساتھ موصوف ہیں جو اسلام میں ایک اعلیٰ اور امتیازی منصب ہے۔

۳۔ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ورضوا عنه : اللہ تعالیٰ کا ان پر راضی ہونا اور ان کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا ان کے حق میں بشارتِ عظمیٰ ہے۔

۴۔ اعد لهم جنت : دخول جنت کی نعمت ان کے لیے دائمی ہے۔

الفوز العظیم : مذکورہ چیزیں ان کے حق میں عظیم کامیابی کی سند ہیں۔

دیگر صحابہ کرام کے ساتھ ان سب امور کے مصداق سیدنا علی بن ابی طالب بھی ہیں اور مذکورہ اوصاف و فضائل کے ساتھ شرف ہیں۔

دوم : ذیل آیت دمرہ خلافت کے متعلق ہے جو موجودہ مؤمنین صالحین کے ساتھ کیا گیا ہے۔

----- وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلح

ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من

قبلهم وليمكنهم الذي ارتضى لهم

وليبدلهم من بعد خرفهم امنا - يعبدونني لا يشركون

بى شيئا - ومن كفر بعد ذلك فاويلك هو المفلتون -

(سورة نور پ ۱)

ترجمہ : دمرہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے

میں اور انہوں نے نیک کام کئے ہیں البتہ حاکم کر دے گا ان کو ملک میں

جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے پہلے لوگوں کو۔ اور جادے گا ان کے لیے دین
ان کا جو پسند کیا ان کے لیے۔ اور ان کو اس دے گا ان کے خوف کے بدلہ
میں۔ میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرے ساتھ کسی چیز کو اور جو
نا شکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔“

مندرجہ بالا آیت کریمہ کے مفہوم سے صحابہ کرامؓ کے حق میں درج ذیل فضائل و مناقب
مستخرج و مستنبط ہیں۔

- ۱۔ استخلاف : اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ خلافت کا وعدہ فرمایا ہے
جس طرح کہ سابقہ تمام کو خلافت کے شرف سے نوازا گیا تھا۔
- ۲۔ تمکین : جو دین ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے ان کو اس دین کے
قیام کی خاطر تمکین فی الارض یعنی قدرت نصیب ہوگی۔
- ۳۔ امت : اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو اس میں تبدیل فرما دے گا (یعنی دین
اسلام غالب آجائے گا اور مخالفین سے خطرات ختم ہو جائیں
گے)۔

۴۔ توحید : یہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ
کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔

۵۔ کفران نعمت پر وعید : جو ان حالات کے بعد کفران نعمت کرے گا وہ فساد میں
شار کیا جائے گا اور بے دینی کی راہ پر ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ آیات قرآنی کا ایک ذخیرہ موجود ہے جن میں سابقین ہمارے
کے لیے فضل و کمال، رضائے خداوندی کی سند اور خلافت کا حصول نیز جنت کی بشارتیں
وغیرہ اشیاء مذکور ہیں۔ ان سب میں دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بطریق احسن شامل
و شریک ہیں۔

لہذا جناب سیدنا علی المرتضیٰؑ کے فضل و کمال اور علوم و تربیت میں کوئی شک و شبہ تک نہیں جس جماعت کی اللہ تعالیٰ خود مدح و ثنا فرمائیں ان کی فضیلت سے انکار کرنا دین سے برگشتگی اور اسلام سے روگردانی کے مترادف ہے۔

احادیث نبویؐ

اسی طرح امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؑ کے بہت سے فضائل احادیث نبویؐ میں صحیح اسانید کے ساتھ موجود ہیں۔

ان میں سے چند ایک روایات اختصاراً ذیل میں پیش کی جاتی ہیں اگرچہ قبل ازیں ان کا ذکر اپنے اپنے موقع پر ہو چکا ہے۔

اولے : غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ کے جہاد میں شرکت سے متخلف ہونے کی پریشانی کا ازالہ فرماتے ہوئے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور علی کے ارشاد فرمایا:

----- اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون من

موسى الا انه لا نبى بعدىؑ۔ لہ

یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس موقع پر) حضرت علی المرتضیٰؑ سے فرمایا کہ آپ کیا پسند نہیں کرتے کہ میری جانب سے اس مقام پر ہوں جس مقام پر ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تھے مگر بات یہ ہے کہ کوئی نبی میرے بعد نہیں ہوگا۔

اس فرمانِ نبوت میں جناب علی المرتضیٰؑ کے لیے ایک عظیم منصب کا ذکر فرمایا گیا ہے

لہ ۱، بخاری شریف، جلد اول ص ۲۶ تحت مناقب علی بن ابی طالبؑ۔ طبع دہلی۔

۲، مسلم شریف ص ۲۷ جلد ثانی باب فضائل علیؑ۔ طبع دہلی۔

کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی نسبت سے جناب علیؑ کی وقتی نیابت کی فضیلت بیان فرمائی۔

لیکن دائمی نیابت و خلافت مراد نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں اس کی وضاحت بیان کر دی گئی ہے۔

دوم : حضرت علی المرتضیٰؑ کے حق میں غدیر خم کے مقام پر بعض شکایات کے ازالہ کے لیے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
----- من كنت مولاه فعلي مولاه۔

یعنی جس شخص کے لیے میں محبوب اور دوست ہوں پس علی بن ابی طالب اس کے محبوب اور دوست ہیں۔

اس مقام پر حضرت علی المرتضیٰؑ کے حق میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے معترضین کے اعتراضات کا ازالہ فرمایا گیا۔ اور حضرت موصوف کے ساتھ دوستی اور محبت کی ترغیب دلائی گئی یہ چیز جناب علیؑ کے لیے شرف بالائے شرف ہے۔ اور قبل ازیں اس روایت کی تشریح بقدر کفایت حجتہ الوداع کے بعد درج کی جا چکی ہے ہاں رجوع فرمائیں۔

حضرت عمرؓ کا ایک قول حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری اوقات میں ایک اہم ارشاد

فرمایا تھا وہ ناظرین کرام کے پیش خدمت ہے۔

----- عن عمر قال : ما احب الحق بهذا الامر من

هؤلاء النفر الذين توفى رسول الله عليه

وسلم وهو راض فسمي علياً وعثمان والزبير

وطلعتہ وسعدہ وعبدالرحمن“ (رواہ البخاری) ۱۔

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ یعنی (مسئلہ خلافت) میں ان افراد حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ (بن عوام) حضرت طلحہؓ (بن عبید اللہ) حضرت سعدؓ (بن ابی وقاص) اور حضرت عبدالرحمنؓ (بن عوف) (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے بہتر کوئی شخص زیادہ حق دار نہیں (کیونکہ یہ وہ افراد ہیں جن سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رضامند ہو کر اس عالم سے رخصت ہوئے۔

مختصر یہ ہے کہ اپنی قابلیت و صلاحیت کے علاوہ ان حضرات کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کی سند فضیلت بھی حاصل ہے اور ان حضرات میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر نمایاں طور پر موجود ہے اور یہ آپؐ کے مقام رفعت کا بین ثبوت ہے۔

فضائل علوی کا اجمالی خاکہ

اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰؓ کے فضائل و کمالات احادیث نبویؐ میں صحیحہ اسانید کے ساتھ بہت مواقع میں مذکور ہیں ان کا احصاء اور شمار کر لینا ایک مشکل امر ہے تاہم ذیل میں چند ایک فضائل ایک نظر میں اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں۔

① نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام صحابہ کرامؓ کا اپنی اپنی نوعیت کی صورت میں جس طرح تعلق قائم ہے اور رابطہ عقیدت مستحکم ہے۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰؓ کا نسبتی تعلق اور خاندانی انتساب قائم ہے۔

② جناب علی المرتضیٰؓ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ مقدس کی سربراہ اور وہ شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ آپؐ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہے۔

۱۔ بخاری شریف ج ۵۲۴ باب قسمۃ البیعة

(۳) امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ شفقت میں ابتدا ہی سے تربیت پانے کا شرف حاصل ہے۔

(۴) ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر آنجناب صلعم کے حکم کی تعمیل میں استراحت کرنے کی فضیلت ان کو نصیب ہوئی اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وراثت اور امانات کو متعلقہ لوگوں تک پہنچانے کی سعادت ان کو حاصل ہوئی۔

(۵) اسلام میں ہجرت مدینہ کی عظیم فضیلت سے آپ کا مشرف ہونا مسلمات میں سے ہے۔ آنجناب مہاجرین کا ملین سے ہیں۔

(۶) مشہور مشہور غزوات (غزوہ بدر، احد، احزاب وغیرہ) میں آپ کے شجاعانہ کارنامے مشہور ہیں خصوصاً جنگ خیبر میں آپ کے ہاتھوں آخری قلعہ (قوص) کے فتح ہونے کی بشارت ان کے لیے اسلام میں مشہور و معروف ہے۔ اسی بنا پر فاتح خیبر ہونے کا لقب عوام و خواص کی زبانوں پر پایا جاتا ہے۔

(۷) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کے مختلف مواقع (بیعت رضوان وغیرہ) میں آپ کا شامل ہو کر مستفیض ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

(۸) امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کا سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی ہونا اور دیگر کئی مکاتیب و وثائق کا محرر ہونا امر مسلم ہے۔

(۹) اسلام میں ”میشرہ بمشرہ“ حضرات کا مقام دیگر افراد امت سے بہت رفیع ہے ان میں جناب علی المرتضیٰ شریک و شامل ہیں اور زبان نبوت کے ذریعہ انہیں جنت کی بشارت حاصل ہے۔

(۱۰) سلسلہ میں جب آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کو امیر مروج بنا کر روانہ فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سورۃ براءۃ (توبہ) کی بعض آیات

- کی تبلیغ کے منصب ہر فائز فرمایا اور آپ نے مکہ مکرمہ جا کر اس فریضہ کا حق ادا کیا۔
- (۱۱) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اوقات میں تیمار داری کے فرائض سرانجام دینے کا شرف حاصل ہوا۔
- (۱۲) سیدنا علی المرتضیٰؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دیگر اکابر صحابہ کرام کی میت میں غسل نبوی کی متعلقہ خدمات تکمیل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔
- (۱۳) سید المومنین صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و خلافت راشدہ کے اعلیٰ مناصب میں آپ کو راشد علیہ رابع ہونے کا ارفع منصب نصیب ہے اور کئے والے تمام خلفاء امت پر فوقیت قائم ہے۔

امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ قلیل سے فضائل اختصاراً ذکر کیے ہیں اب ان کا اختتام ان کلمات پر ہم کرنا چاہتے ہیں جو حضرت شاہ دل اللہؒ نے آنجناب کی فضیلت میں اجمالاً بیان کیے ہیں۔

شاہ صاحب حضرت علی المرتضیٰؑ کی فضیلت میں فرماتے ہیں کہ :

”..... بایں دالت کہ شبہ نیست کہ حضرت مرتضیٰؑ انرا فاضل امت است و خدا تعالیٰ در وی وجہ فصیلت بے حساب جمع کردہ است از دین و شجاعت و حضور و مشاہیر و قرب نسب و محبت کاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و شدت در امر خدا تعالیٰ و تابع امر الحق شدن و زہد در دنیا کردن وغیرہ“۔

یعنی اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جناب علی المرتضیٰؑ امت کے اولین کاملین میں سے ہیں خدا تعالیٰ نے ان میں بے حساب شرف و فضیلت کی اقسام جمع فرمادی ہیں مثلاً

۱) قرۃ العین فی تفضیل الشیخین ص ۲۸۴ تحت بحث فضائل علوی۔ طبع مجتہائی دہلی۔

۲) الزلۃ الخفا کامل ص ۲۶۵ مقصد دوم تحت فضائل علوی۔ طبع اول بریلی۔

پرہیزگاری، تقویٰ اور بہادری اور مشاہدہ شریعہ میں حاضر رہنا اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی قربت اور محبت کاملہ اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں شدید ہونا اور حق بات کے تابع رہنا اور دنیا کا تارک اور زاہد ہونا وغیرہ وغیرہ۔

نیز اکابر صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ بزرگان دین کے بیشتر سلاسل کا مرکز فیض اور مصدر رند جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے اور یہاں سے فیوض و برکات نبوی جاری ہیں۔

تنبیہ

اہل تحقیق کی خاطر یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ ابن کثیرؒ نے ”البدایہ والنہایہ“ جلد سابع (ربیع اول) کے آخر میں ۳۳۲ھ سے ۳۶۱ھ تک حضرت علی المرتضیٰؑ کے واقعہ شہادت اور آپؑ کی اولاد شریف کا ذکر کرنے کے بعد آپ کے فضائل کے لیے ایک مستقل باب باندھا ہے۔ اس باب میں فضائل کی بہت سی چیزیں ذکر کی ہیں اور ساتھ ساتھ قابل نقد چیزیں بھی بیان کر دی ہیں۔ گویا اہل علم کے لیے بہت سی مفید چیزیں نقد و تحقیق کے بعد یکجا سامنے آگئی ہیں۔

گزشتہ سطور میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے چند ایک مسلم فضائل و کمالات اجمالاً و اختصاراً ذکر کیے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے فضائل و کمالات کتابوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جیسا کہ امام احمد اور دیگر علماء کبار سے منقول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کو نقل کرتے ہیں کہ

----- ”ثم یرد فی الحق احد من الصحابة بالاسانید الجیاد

اکثر ما جاء فی علیؑ“

فتح الباری ص ۵۰۰ باب مناقب علیؑ ابن ابی طالب۔

یعنی صحابہ کرامؓ میں سے کسی صحابیؓ کے حق میں اتنی کثیر عمدہ روایات وارد نہیں ہوئیں جتنی حضرت علی المرتضیٰؓ کے حق میں پائی گئی ہیں۔

کثرت فضائل کا سبب آپ کے فضائل و مناقب میں روایات کی کثرت کی وجہ بیان فرماتے ہوئے علما نے لکھا ہے

کہ آپؓ کے مخالفین کی کثرت تھی۔ بعض مخالفین آپ کے فضائل و مناقب کے منکر تھے مگر ان کا اختلاف سیاسی نوعیت کا تھا۔ اور بعض مخالفین آپ کی مخالفت میں انتہادرجہ کے متشدد تھے اور سیاسی و مذہبی اختلاف میں حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ شدید عناد اور بغض رکھتے تھے ان لوگوں کو غور و خراج کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس مخالفت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور دیگر اکابر حضرات نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل و کمالات کی روایات کو خوب واضح کیا اور ان روایات کا بار بار اعادہ کیا تاکہ مخالفین حضرت علیؓ کے اعتراضات کا مکمل جواب ہو سکے۔ اس طرح یہ طریق کار حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے حق میں کثرت روایات کا موجب ہوا۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے فضائل میں افراط اور غلو کی راہ اختیار کی اور اس معاملہ میں حد سے متجاوز ہو گئے۔ ان لوگوں کو ردافض کہا جاتا ہے۔

فضائل میں غلو علما نے لکھا ہے کہ جتنا قدر اس امت میں حضرت علی المرتضیٰؓ پر جھوٹ لگایا گیا ہے اس قدر کسی شخصیت پر جھوٹ نہیں باندھا گیا۔ اس سلسلہ میں حافظ ذہبیؒ نے عامر الشجعی کا قول بالفاظ ذیل نقل کیا ہے۔

---- ”ما کذب علی احد من هذه الامة ما کذب علی علیؓ“^۱

۱۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ ص ۲۱۲ تحت ذکر ابو عمرو عامر الشجعی۔

۲۔ میزان الاعتدال للذہبیؒ ص ۲۱۲ تحت تذکرہ الحارث بن عبد اللہ الاموری طبع قدیم مصر۔

اسی طرح حافظ ابن قیمؒ نے کتاب ”المنار المنیف“ میں ابو یعلیٰ الخلیلی کا قول ”کتاب الارشاد“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

”..... قال الحافظ ابو یعلیٰ الخلیلی فی ”کتاب الارشاد“ وضعت الرافضة فی فضاء علیؑ واهل البیت نحو ثلاث مائة الف حدیث“

یعنی حضرت علیؑ اور اہل بیت کے فضائل میں رافضیوں نے تین لاکھ کے قریب روایات وضع کر کے چلا دی ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ اس قول کی تائید میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ :

”..... ولا تستبعد هذا فانك لو تتبعت ما عند هؤلاء ذالك لوجدت الامر كما قال“

یعنی اس ربات کو بعید نہ جانا چاہیے کیونکہ اگر تم اس مواد کا تتبع اور جستجو کرو جو ان لوگوں کے پاس موجود ہے تو تم اس معاملے کو اسی طرح پاؤ گے جیسا کہ (ابو یعلیٰ الخلیلی) نے کہا ہے۔

شیعہ کی طرف سے تائید مسئلہ ہذا کے متعلق بعض شیعہ علماء نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے حق میں کثرت سے دروغ تصنیف کیا گیا ہے اور جماعتی عصیت نے ایسی روایات کو جنم دیا ہے جن کی کوئی اصل نہیں اور وہ بالکل بے سرو پا ہیں۔

چنانچہ شارح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید الشیبی معترلی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس مضمون کی تصریح کر دی۔

”..... ولكن الشأن في الصحيح ما يروى عنه عليه السلام فقد أكثر الكذب عليه وولدت العصية

احادیث لا اصل لها“ لہ

حضرت علیؑ کے ارشادات زیر بحث مسئلہ میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے اپنے بیانات شیعہ سنی (دونوں فرقہ) کی

کتاہوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو بہ نظر غائر ملاحظہ فرمائیں۔

اہل سنت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ میرے تعلق لوگ (محبت میں) افراط اور (حقوق) میں تفریط کریں

گے۔ اور یہ دونوں قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔

① ----- عن ابی مریم قال سمعت علیاً یقول یھلک

فی رجلان مفرط فی حبی ومفرط فی بغضی“ لہ

۲۔ اور یہی مسئلہ جناب مرتضیٰؑ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسرے الفاظ

کے ساتھ نقل کیا ہے: اس روایت میں اس طرح ہے کہ:

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں ارشاد فرمایا کہ: تمھاری مثال ایسی ہے

جیسی عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے نہایت بغض سمجھا حتیٰ کہ اس کی والدہ پر ہتھان لگا دیا

اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی حد سے زیادہ محبت کی حتیٰ کہ انہوں نے اس مقام اور منزلت

میں اتنا اجر ان کے شان کے شایاں نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میرے حق میں بھی دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں

گے ایک وہ لوگ جو محبت میں افراط اور زیادتی کرنے والے ہیں اور وہ درج سرائی کرتے ہیں

جس کا میں اہل نہیں ہوں۔

اور دوسرے وہ لوگ ہلاک ہوں گے جنہیں میرے ساتھ عداوت اور بغض ہے اس

لہ شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ص ۳۳۲ تحت فی ترجمہ عار و فی مدرج القناعۃ والعقل طبع بیروت قدیم

لہ کتاب السنۃ لا امام اعدۃ طبع اول مکہ مکرمہ۔

بنا پرانہوں نے مجھ پر بہتان باندھ رکھا ہے۔

(۲) ----- عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیلک مثل من عیسئ البغضتہ الیہود حتی بھتوا امہ
واجبتہ النصاری حتی انزلوہ بالمنزلۃ النبیست لہ۔
ثم قال (علیؑ) یھلک فک رجلان محب مفرط
یقتر ظنی بما لیس فک۔ ومبغض یمحلمہ شنائی علی
ان یمھتئ۔ رواہ احمد۔

شیعہ کے نزدیک مسئلہ مذکور کے متعلق حضرت علی المرتضیٰؑ کے فرامین شیعہ
کی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے

بقدر ضرورت چند ایک حوالے پیش خدمت ہیں۔

بیچ البلاغۃ میں علی المرتضیٰؑ کا فرمان موجود ہے جس میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے حق
میں درج سرائی میں مبالغہ کرنے کے متعلق وعید موجود ہے نیز حضرت علیؑ کے حق میں ان کے
حقوق کی کوتاہی کرنے اور تنقیص کرنے کے متعلق حضرت علیؑ کی زبان سے زبرد تو بیخ منقول
ہے۔

----- "قال علیہ السلام یھلک فک رجلان محب"

مفرط و باہت مفتر (وہذا مثل قوله علیہ السلام)

ھلک فک رجلان محب قال"۱

یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں میرے حق میں دو شخص ہلاک ہوں گے ایک جو محبت

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵ باب مناقب علی۔ الفصل الثالث۔ بحوالہ احمد

۲۔ بیچ البلاغۃ ص ۲۳ تحت اقوال علی المرتضیٰؑ۔ طبع مصر۔

۳۔ امالی شیخ صدوق ص ۳۶۳ تحت مجلس ۸۹۔ طبع قدیم۔

میں افراط اور زیادتی کرنے والا ہے اور دوسرا جو مجھ پر بہتان اور افتراء باندھنے والا ہے۔
مختصر یہ ہے کہ محب غالی اور بغض و عداوت رکھنے والا دونوں ہلاک ہوں گے۔

الحاصل

مندرجات بالا میں حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰؑ کے فرامین کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح کر دیا گیا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و حقوق میں لوگوں کی طرف سے بہت افراط اور تفريط کی گئی ہے۔ اور یہ امر شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے فضائل میں غلو کرنے والے طبقے سے خود حضرت علی المرتضیٰؑ نے برآء کا ذکر کیا ہے اور تفريط کرنے والے طبقے سے بھی اظہار نفرت فرمایا ہے۔

ان طبقات کے درمیان ”اہل السنۃ والجماعۃ“ کا طریقہ نہایت بہتر اور متوسط ہے۔ وہ نہ اس مسئلہ میں غلو کے قائل ہیں اور نہ ہی شان مرتضویٰ میں تقصیر و تفريط کو جائز سمجھتے ہیں۔ ”خیر الامور اوسطھا“ کے قاعدہ کے مطابق ان کا طریقہ صحیح ہے۔ اور بین الافراط والتفريط ہے۔

چنانچہ اہل السنۃ کے مسلک اعتدال کی تائید میں اس موقع پر ہم حضرت علی بن الحسین (سیدنا زین العابدینؑ) کا فرمان ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

----- عن یحییٰ بن سعید، قال کنا عند علی بن الحسین فجاؤ

قوم من الکوفیین فقال علی یا اهل العراق احبونا حب

الاسلام سمعت ابی یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلوا یا ایہا الناس لا ترفعونی فوق قرری فان اللہ

اتخذنی عبدًا قبل ان یتخذنی نبیًا۔ ۱۷

۱۷۔ الشریک للہاکم مع التلخیص للزحبی ۱۷۱/۲ تحت کتاب معرفۃ الصحابہؓ

یعنی یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ حضرت زین العابدینؑ کی خدمت میں موجود تھے اس اثناء میں کوفیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی (امام زین العابدینؑ ان لوگوں کی غلو عقیدت سے واقف تھے) تو حضرت زین العابدینؑ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اہل عراق تم لوگ اسلام کے قاعدے کے مطابق ہمارے ساتھ محبت رکھا کرو۔ (غلو سے کام نہ لیا کرو) اور فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی (سیدنا امام حسینؑ) سے سنا ہوا ہے کہ وہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! ہمارے مرتبے سے ہم کو بلند نہ کر دیکو نکم اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنانے سے پہلے اپنا عبد بنایا ہے۔“

فہلذا ”فرمودات نبوی“ اور ”آئمہ کرام کے بیانات“ کی روشنی میں مسئلہ ہذا میں کمی بیشی اور افراط و تفریط کی راہ نہیں اختیار کرنی چاہیے۔ اور روافض اور خوارج و نو اصب کے طریقے کو متروک کر کے جاوہ اعتدال پر قائم رہنا چاہیے۔

افتاء وقضاء

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقام صحابہ کرامؓ میں بہت بلند ہے اور انجنا بٹ مختلف اوصاف جلیلہ کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سرشت میں بے شمار کمالات ودیعت فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک افتاء وقضاء کی اعلیٰ صلاحیت ہے۔

چنانچہ ہم آئندہ سطور میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی اس صفت کا ملہ کے متعلق چند چیزیں ناظرین کرامؓ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اصل مسئلہ سے قبل تمہیدی چیزوں میں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے حق میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ علی المرتضیٰؑ کی اس فن میں مہارت کا اصل باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مبارک ہے جو ان کے حق میں اکسیر

ثابت ہوئی اور اس کی تاثیر کی وجہ سے امت مسلمہ کو فرائد حاصل ہوئے۔

احادیث اور روایات کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک
دعائے نبوی صلع بار نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو بین

کے طرف روانہ کرنے کا قصد فرمایا تاکہ آپ وہاں جا کر لوگوں میں تنازعات کے فیصلہ کرنے کا
 کام سرانجام دیں۔

تو اس موقع پر جناب علی المرتضیٰؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش
 کی کہ میں اس میدان میں نو وارد شخص ہوں۔ مجھے قضا کے معاملہ میں معلومات نہیں ہیں میں
 ان لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ کر سکوں گا؟ تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی
 المرتضیٰؑ کے سینہ پر اپنا دست مبارک لگایا اور ان کے حق میں شرح صدر کی دعا فرمائی کہ
 اے اللہ! ان کے دل کو ہدایت دینا اور ان کی زبان کو درست رکھنا اور ساتھ ہی اس
 مسئلہ کے بنیادی ضوابط تعلیم فرمائے حضرت علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ دعائے نبوی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب بھی مجھے دو شخصوں کے درمیان قضا اور فیصلہ کا موقع
 ملا ہے تو مجھے کبھی تردد نہیں ہوا اور معاملہ فہمی میں کبھی کوئی اشکال نہیں رہا۔

”..... عن علیؑ قال بعثی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی

اہل الیمن لا قضی بینہم : قلت یا رسول اللہ! الی

لا علم لی بالقضاء فضرب بیدہ علی صدری وقال

اللہم اھد قلبہ وسد لسانہ۔ قال فما شکلت فی

قضاء بین اثنتین حتی جلست مجلسی هذا۔“ لہ

۱، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۷۶ تحت کتاب اقضیۃ رسول اللہ صلع۔ طبع کراچی

۲، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۷۶ تحت کتاب الفضائل۔ طبع کراچی۔

۳، طبقات لابن سعد ص ۲۲۱ القسم الثانی تحت ذکر علی بن ابی طالب (بقرہ عایشہ اگلے صفحہ پر)

(۱) دعار کے بعد اسی موقع پر سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰؑ کو قضا کے متعلق

قضا کے لیے ضوابط

بعض بنیادی ضابطے تعلیم فرمائے تھے وہ یہ ہیں کہ: ”جب آپ کے پاس دو فریق کوئی تنازعہ لے کر پیش ہوں تو تم کسی ایک فریق کا کلام سن کر فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ تم دوسرے فریق کا بیان نہ سن لیں“ تو حضرت علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ: قضا کے معاملہ میں اس ضابطہ پر میں ہمیشہ کاربند رہا ہوں۔ اور میرے لیے قضا کا مسئلہ خوب سہل رہا ہے کبھی اشکال نہیں پیش آیا۔

(۱) ----- عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اذا التقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع ما
یقول الآخر۔ فانک سوف تری (کیف تقضی) قال علی:
فما زلت بعدھا قاضیاً ۱۷

قضا کے باب میں اسلامی آئین میں ضابطہ بالا کے تحت ہمیشہ فیصلے کئے جاتے ہیں۔ اور فقہاء اور ائمہ کرامؒ کی تعلیمات میں ضابطہ ہذا کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام کے ہر دور میں اس کی روشنی میں اسلام کے قاضی فیصلے کرتے چلے آئے ہیں۔
اسی طرح دیگر روایت میں ہے کہ :

(فقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کا) (۴)، المستدرک للحاکم ص ۱۲۵ تحت کتاب معرفة العبادۃ۔

(۵) مسند لایم احمد ص ۱۵۶ جلد اول تحت مسند علی بن ابی طالب۔

۱۷، المعنف لابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ کتاب اقصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ طبع کراچی۔

۱۸، المعنف لابن ابی شیبہ ص ۲۹۱ تحت کتاب البیوع والاقتضیۃ۔ طبع کراچی۔

۱۹، مسند لایم احمد ص ۹۰ تحت مسند علی بن ابی طالب۔

۲۰، طبقات لابن سعد ص ۱۱۱ القسم الثانی۔ تحت علی بن ابی طالب۔

(۲) ----- عن عبد الله بن عبد العزيز العمري قال استعمل

النبي صلى الله عليه وسلم على بن ابي طالب على ايمن قال
على رضى الله عنه : دعاني فارصاني وقال لي قد مر الوضيع
قبل الشريف وقد مر الضعيف قبل القوي وقد مر
الرجال على النساء له

یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کے علاقہ پر حضرت علی المرتضیٰ کو عامل و
حاکم بنا کر روانہ فرمائے لگے تو علی المرتضیٰ کو بلوا کر متعلقہ ہدایات ارشاد فرمائیں ۔
فرمایا کہ (معاملات) میں شریف آدمی سے معمولی آدمی کو اور قوی آدمی سے ضعیف
آدمی کو مقدم رکھنا اور مردوں کو خواتین پر مقدم قرار دینا ۔

ان نصائح کے ذریعے معاشرتی زندگی کے آئین اور قضاء کے ضوابط معلوم ہوئے ۔
اور کمزور و ضعیف افراد کے حقوق کی مراعات کو ملحوظ رکھا گیا ۔

عہد نبوت میں قضاء و افتاء کا مسئلہ صحابہ کرام کی جماعت میں اکابر حضرات
بڑی بڑی صلاحیتوں کے حامل تھے۔

اور اسی بنا پر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات کو مختلف مناصب پر حسب حیثیت فائز
فرماتے تھے۔ چنانچہ محدثین اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ عہد نبوت میں افتاء کا کام حضرت صدیق
اکبر حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد تھا
اور یہ چار ذیل حضرات عہد نبوی صلعم میں مفتی تصور کیے جاتے تھے اور مسلمان ان حضرات
کی طرف اپنے مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے ۔
چنانچہ قاسم بن محمد ذکر کرتے ہیں :

له المراسيل لابن داود سليمان بن اشعث السجستاني ص ۴۲ (طبع مصر) تحت (ما جاء في القضاء)

----- قال : كان أبو بكر وعمر وعثمان وعلي يفتون

على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم" لہ

ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین کی ابتدا میں ذکر کیا ہے کہ اس عہد میں افتاء کے منصب پر صحابہ کرامؓ میں سے سات حضرات فائز تھے اور فتویٰ کے باب میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ان حضرات میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمایاں حیثیت تھی۔

----- " وكان المكثرون منهم سبعة عمر بن الخطاب

وعلي بن ابي طالب وعبد الله بن مسعود وعائشة ام المؤمنين

زيد بن ثابت عبد الله بن عمر وعبد الله بن عباس" لہ

خلافت راشدہ میں فقہی و علمی مذاکرات
نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے بعد صحابہ کرامؓ

کے دور میں ان حضرات نے علمی و فقہی مسائل میں مذاکرات کے لیے مختلف حلقے قائم کئے ہوئے تھے۔ ان حلقوں میں چند اکابر حضرات مجتمع ہوتے تھے اور آپس میں مسائل پر گفت و شنید کرتے اور علمی بحث و تحقیق کی اگر ضرورت ہوتی تو وہ بھی کی جاتی تھی۔

بعض مصنفین کی روایت کے مطابق ان میں دو حلقے زیادہ مشہور تھے ایک حلقہ اس طرح قائم تھا کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اور عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابتؓ یہ حضرات باہم فقہی مذاکرات کرتے تھے۔ اور دوسرا حلقہ اس طرح قائم تھا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور ابو موسیٰ الاشعریؓ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم یہ حضرات ایک دوسرے کے سامنے علمی و فقہی مسائل پیش کرتے تھے۔

لہ طبقات لابن سعد ص ۹۹ القسم الثاني تحت ذكر من كان يفتي بالسند يسنة

ويقندى بلہ۔

لہ اعلام الموقعین لابن قیمؒ ص ۵ طبع قدیم دہلی۔

اس طریقہ کے ذریعے پیش آمدہ مسائل منقح ہو جاتے تھے اور اس کی روشنی میں مسائل بیان کئے جاتے تھے۔

(۱) ---- "عن عامر بنہ قال: تفقہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ رطل - ثلاثۃ منہم یلقی بعضهم علی بعض وثلاثۃ منہم یلقی بعضهم علی بعض - فكان ابن مسعود وعمر بن خطاب وزید بن ثابت یلقی بعضهم علی بعض وكان علی بن ابی طالب والی بن موسیٰ الاشعری والی بن کعب یلقی بعضهم علی بعض" ۱۔

(۲) ---- "اخبونا ابو عینفۃ عن الہیثم عن الشعبي قال كان سنة من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تذاکروا الفقہ منہم علی بن ابی طالب والی بن موسیٰ علی حدیۃ وعمر وزید وابن مسعود" ۲۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ صحابہؓ میں سے باہم فقہی مذاکرات کیا کرتے تھے حضرت علی المرتضیٰؓ اور ابی بن کعبؓ ابو موسیٰ اشعریؓ کا ایک حلقہ تھا۔ اور حضرت عمرؓ زید بن ثابتؓ عبداللہ بن مسعودؓ کا دوسرا حلقہ تھا اور ان حضرات کے درمیان مختلف مسائل پر تبادلہ خیالات ہوتا تھا۔

۱۔ کتاب الآثار لا امام ابی یوسف الانصاری ص ۱۱۱ تحت باب الغزو والبعث۔ طبع بیروت
 ۲۔ کتاب الآثار لا امام محمد الشیبانی ص ۱۱۱ طبع قدیم انوار محمدی کھنور تحت باب فضائل الصحابة
 ومن اصحاب النبی صلعم من كان تذاکروا الفقہ
 کتاب الآثار لا امام محمد ص ۱۱۱ باب فضائل الصحابة۔ طبع کراچی۔

خلافت راشدہ میں اہم مناصب

خلافت راشدہ کے عہد میں اکابر

صحابہ کرامؓ کو ان کی اہلیت و صلاحیت

کی بنا پر خلیفہ راشد کی طرف سے اہم مناصب تفویض کیے جاتے تھے اور ان کے تعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی فراست کاملہ سے لوگوں کو تلقین اور ترغیب دلاتے تھے۔

اس سلسلہ میں محدثین نے حضرت عمر فاروقؓ کا ایک خطبہ نقل کیا ہے۔ جو آپؓ نے

”جہادیتہ“ کے مقام پر اپنے کارکنوں اور دیگر اہل اسلام کے اجتماع میں ارشاد فرمایا تھا۔ وہ اس طرح ہے کہ:

----- ان عمر بن الخطاب خطب الناس بالجابية فقال

ف خطبته من جاء يسأل عن القرآن فليات البت

بن كعب ومن جاء يسأل عن الحلال والحرام فليات

معاذ بن جبل ومن جاء يسأل عن الفرائض فليات

زيد بن ثابت ومن جاء يسأل عن المال فليات

فان الله جعلى خازناً فاني بادي بازواج النبي صلى الله

عليه وسلم فخطبهم ثم بالمهاجرين الذين اخرجوا

من ديارهم واموالهم وشوانا واسمالي ثم

بالانصار الذين تبوءوا الدار والايمان من قبلهم ثم من

اسرع الى الهجرة اسرع اليه العطاء ومن ابطأ عن

الهجرة ابطأ عنه العطاء۔ لہ

لہ، کتاب السنن نسیم بن منصور ص ۱۶۲ القسم الثاني۔ تحت باب اجار فی فضل الجہادین علی

القادمین (طبع مجلس علمی)

۱۔ کتاب الاموال لابن عبد القاسم بن سلام ص ۲۲۳ تحت باب فرض الاعطیہ من الفی۔
(بقرہ حاشیہ لکھے مطہرہ)

یعنی حضرت عمر فاروقؓ نے شام میں جاہلیہ کے مقام پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
 کہ جو شخص قرآن مجید سے متعلق چیزوں کا سوال کرنا چاہے وہ ابی بن کعبؓ کے پاس آئے۔
 اور جو شخص ملال و حرام کے متعلق مسائل کا حل دریافت کرنا چاہے وہ معاذ بن جبلؓ کے
 پاس آئے۔

اور جو شخص مسئلہ وراثت اور فرائض کے متعلق معلوم کرنا چاہے وہ زید بن ثابتؓ
 کے پاس آئے۔

اور جس شخص کو مال کی طلب ہو وہ میرے پاس آئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المال کا خازن
 بنایا ہے۔ میں تقسیم اموال میں اہمات المؤمنینؓ کو ترجیح دوں گا پھر اس کے بعد مہاجرین
 کو دوں گا۔ (اور مہاجرین میں میں اور میرے ساتھی شامل ہیں) اس کے بعد میں انصار
 کو دوں گا۔ پھر جو شخص ہجرت میں جلدی کر کے پہنچا ہے اس کو اموال دیتے جائیں گے
 اور جو شخص ہجرت میں مؤخر ہو گیا ہے اس کو عطائے اموال میں بھی مؤخر رکھا جائے گا۔
 مذکورہ بالا بیان میں دینی مسائل میں ایک گونہ طریق کار ذکر ہوا ہے اور تقسیم اموال
 میں اسلامی خدمات اور دینی تفوق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ فراست فائدہ کی کمال ہے۔
 فائدہ جہد خلافت میں اس طرح شخصیت کی صلاحیتوں کے اعتبار سے دینی اور
 انتظامی امور تفویض کئے جاتے تھے۔

اسی سلسلہ کے موافق سیدنا علی المرتضیٰؓ نے عہد نبوت سے ہی منصب قضا پر فائز چلے
 آ رہے تھے۔ ان کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ فرمایا کرتے تھے کہ:
 "علی بن ابی طالبؓ مدینہ میں سب سے زیادہ قضا کے مناسب ہیں"
 یہ مضمون صحابہ کے ذیل اقوال میں مذکور ہے نیز محدثین و مؤرخین نے بھی حضرت
 علی المرتضیٰؓ کے مسئلہ قضا کو کئی عبارات کی شکل میں درج کیا ہے:

(القیہ حاشیہ) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۱ تحت کتاب الفرائض۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب سارے ”اعلیٰ قاضی“ ہیں اور ابی بن کعبؓ ہمارے ”اعلیٰ قاری“ ہیں،

(۱) ”----- عن ابن عباس خطبنا عمر فقال علی اقضانا

والی (بن کعب) اقرؤنا“

(۲) ”----- عن علقمة عن عبد اللہ (بن مسعود) قال

کنا نتحدث ان من اقضى اهل المدينة ابن ابی طالب“

(۳) ”----- واقرأہ ابی بن کعب وکان یقال علیم

بالقضاء علی“

(۴) اور ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے مدینہ طیبہ

پر حضرت علیؓ کو قاضی متعین فرمایا:

”وفیہا ولی عمر بن الخطاب یوم الثلثاء فثمان بقیین من

جمادی الاخریٰ منہا فولی قضاء المدینہ علی بن ابی طالب“۔۔۔ الخ

۱۔ داہ بخاری شریف ص ۶۲۲ تحت کتاب التفسیر آیت ما فیخ من ایہ۔

۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۱۲ القسم الثانی تحت علی الرضیؓ

۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۵۱۹-۵۱۶ کتاب فضا کل القرآن

۴۔ ابی شیبہ الطوسی اشیع ص ۲۵۵ جلد اول طبع بیروت

۵۔ طبقات لابن سعد ص ۱۱۲ القسم الثانی تحت باب اصول الفرائض۔

۶۔ کتاب السنن سعید بن منصور ص ۲ القسم الاول تحت باب اصول الفرائض۔

۷۔ ابدیہ لابن کثیر ص ۱۱۳ جلد سابع تحت ۱۱۳۔

۵) اور کہا کرتا جین میں سے سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب ایک چیز موقوفی مرقعہ سے حضرت علیؓ سے پہنچ جائے تو پھر ہم اس (قول علیؓ) کے برابر کسی چیز کو قرار نہیں دیتے اور ان کے فیصلہ کو قضاء کے باب میں اولیت دیتے ہیں۔

---- وقال سعيد بن جبیر کان ابن عباسؓ يقول اذا جاءنا

الثبت عن علیؓ لا نعدله بحد

مندرجات بالا کی روشنی میں واضح ہوا کہ منصب قضا علفاء حضرات کے دور میں جناب مرتضیٰؑ کے لیے متعین تھا اور آپ اس دور کے چیف قاضی شمار کئے جاتے تھے۔ اور ان کے فیصلے امت میں میاری حیثیت کے حامل تھے۔

اجرائے حدود اور حضرت علی المرتضیٰؑ

اس کے بعد چند ایک واقعات سیدنا علی المرتضیٰؑ کے قضا کے متعلق پیش خدمت ہیں۔ اگرچہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے قضا کے بے شمار واقعات علماء نے روایات اور فقہ کی کتابوں میں ذکر کئے ہیں جن کا ضبط تحریر میں لانا ایک مشکل امر ہے تاہم چند ایک واقعات کا ذکر کر دینا مفید خیال کیا گیا ہے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بعض دفعہ حضرت

زنا پر سزا

علی المرتضیٰؑ کرم اللہ وجہہ کو شرعی حد لگانے کے لیے مقرر فرمایا

جاتا تھا۔

چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک عورت (جاریت) پر شرعی حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ عورت ایام

لہ الاصابۃ لابن حجر العسقلانی ص ۳۵ تحت (۵۶۹) علی بن ابی طالبؑ

نفاس میں ہے اور مجھے خوف ہوا کہ اگر اس پر حد لگائی تو برداشت نہ کر سکے گی بلکہ مرجائے گی۔ اس چیز کو میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گزارش کی تحسین فرمائی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب میں نے اس کے ایام نفاس میں ہونے کی اطلاع عرض کی تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایام نفاس کے ختم ہونے تک اجرائے حد کو ملتوی کرنے کا حکم فرمایا۔

----- فاصرنی اجلہ ہا فاذا ہی حدیث عہد بنفاس۔

فحشیت ان انا جلہ تھا ان اقتلہا۔ فذکرت ذالک للنبی

صلی اللہ علیہ وسلم فقال احسنت۔ رواہ مسلم

وفی روایۃ ابی داؤد قال دہما حتی ینقطع دہما

ثما اقم علیہا۔۔۔ الخ

اسی طرح اجرائے حد کا ایک اور واقعہ محدثین نے ذکر کیا ہے **دوسرا واقعہ** کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جس

نے زنا کا اقرار کیا تھا۔ آپؑ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو شادی شدہ ہے تو اس نے کہا ”جی ہاں“۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ اسے رجم کیا جائے گا اور اسے محسوس رکھا۔ جب شام کو حد جاری کرنے کے لیے اسے پیش کیا گیا تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے لوگوں کو اس کے جرم سے مطلع فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اس کا نکاح تو ہو چکا ہے لیکن رخصتی نہیں ہوئی۔

تو حضرت علی المرتضیٰؑ یہ چیز معلوم کر کے بڑے غوش ہوئے اور فرمایا کہ اس کو سنگسار

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۱ کتاب الحمد و آخِر فصل اول طبع نور محمدی۔ دہلی۔ بحوالہ مسلم و ابی داؤد۔

۲۔ مسند امام احمد ص ۱۵۶ جلد اول طبع اول مصری تحت مسند علیؑ۔

۳۔ مسند امام احمد ص ۱۳۵ جلد اول طبع اول مصری تحت مسند علیؑ۔

(رجم) نہ کیا جائے بلکہ اس پر زنا کی شرعی حد (اسی تازیانے) جاری کی جائے۔

(۸۵۶)۔۔۔۔۔ عن حنظل بن المعتمر قال : اتى على رضى الله

تعالى عنه برجل قد اقر على نفسه بالزنا فقال له :

احصنت ؟ قال : نعم قال : اذا ترجمه فرفعه

الى الحبس فلما كانت بالعضى دعابه وقص امره على الناس

فقال له رجل : انه قد تزوج امرأة ولم يدخل

بها۔ ففرح على بها الملك۔ فضربه الحد۔“ لہ

سرقہ پر سزا اسی طرح جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سرقہ پر شرعی حد جاری کرنے کے واقعات محدثین نے درج کیے ہیں۔ ان میں

سے ایک واقعہ درج ذیل ہے۔

ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے حکم سے ایک سارق (چور) کا ہاتھ قطع کیا گیا پھر آپؑ نے اس مقطوعہ ہاتھ کو عبرت اور تنبیہ کے طور پر سارق کے گلے میں لٹکانے کا حکم فرمایا واقعہ ہذا کے ناقل قاسم بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے خود سارق کے گلے میں اس کا مقطوعہ ہاتھ لٹکا ہوا دیکھا۔

(۹۰۲۳)۔۔۔۔۔ عن الاعمش عن القاسم عن ابيه

(عبد الرحمن) ان عليا قطع يد سارق فزأيتهما معلقة

يعني في عنقه۔“ لہ

لہ کتاب السنن لسعيد بن منصور ج ۲۱ القسم الاول تحت باب ما جاء في الرجل يزني۔۔۔۔۔ الخ

لہ ۱، المصنف لابن أبي شيبة ج ۱۲ کتاب الحدود۔ طبع کراچی۔

۲، المصنف عبد الرزاق ج ۱۹ جلد ما شراب اعتراف السارق۔

(۳) السنن الكبرى للبيهقي ج ۲۵ تحت تعليق اليد في حق السارق۔

(۹۰۲۴) - - - - - عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابيه ان

علياً قطع يد رجل شرب علقها في عنقه۔

شراب نوشی پر سزا شراب نوشی معاشرہ میں ایک نہایت قبیح عادت ہے اس کے سد باب کے لیے اسلام نے سخت احکام جاری کیے ہیں۔

چنانچہ محدثین نے خلافت رضوی میں شراب خور کو حد لگانے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں ایک شخص کو جو شراب سے مخمور تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ اسے نشہ اتر جانے تک روکے رکھو۔ جب اس کا نشہ اتر گیا تو آپ نے اس شخص کو اسٹی دے لگوائے اور حکم دیا کہ ابھی اسے قید خانہ میں رکھو۔ پھر دوسرے دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو بیس درے اور نگاتے جائیں اور ساتھ ہی یہ تشریح فرمائی کہ اسٹی درے تو ہم نے اسے شراب نوشی کی سزا کے طور پر لگوائے تھے اور بیس درے ہم نے رمضان شریف کی بے حرمتی کرنے پر لگوائے ہیں۔

(۸۶۷۳) - - - - - عن ابی مصعب عطاء بن ابی مروان عن ابيه

ان علیاً اتی بالنجاشی سکران من الخمر فی رمضان فترکہ حتی صما، ثم ضربہ ثمانین ثم امر به الی السبعین ثم اخرجه من العذ فصر به عشرين فقال، ثمانین للقمرو عشرين لجرأتک علی اللہ فی رمضان۔

(۸۷۴۴) - - - - - عن عطاء بن ابی مروان عن ابيه قال: اوتی برجل شرب

خمرأف رمضان فجلباه ثمانین وعزره عشرين۔

۱۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۶ تحت کتاب الحدود۔ طبع کراچی۔

۲۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۶ تحت کتاب الحدود۔ طبع کراچی۔

علماء فرماتے ہیں کہ اسی نوعیت کا ایک واقعہ قبل ازیں حضرت عمر فاروقؓ کے در خلافت میں پیش آیا تھا اور حضرت عمرؓ نے شراب خور کو شراب نوشی کی سزا کے طور پر انٹی ڈرے اور رمضان شریف کی بے حسی پر مین ڈرے مزید گولائے تھے۔

(۸۷۲) ----- حدثنا ابو خالد عن حجاج عن ابی سنان البکری

قال : اتی عمر بن عبد الجبل مشرب نعوذ فی رمضان فصر به

ثمانین وعززه عشرين

گوشہ واقعہ میں جو جناب مرتضیٰؑ نے مین ڈرے گولائے تھے گویا اس کی نظیر پہلے عہد فاروقی میں پیش آچکی تھی کہ رضائی البارک کے احترام کے خلاف کرنے والے کے لیے مین ڈرے لگانا صحابہ کرام کے دور کا فیصلہ ہے اور اہل اسلام کے لیے قابل استناد اور لائق حجت ہے۔

اجرائے حد میں انصاف کا تقاضا نیز حضرت علی المرتضیٰؑ کے دور میں حد لگانے کا ایک واقعہ پیش آیا۔

آنجنابؑ نے اپنے غلام قنبر کو ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو باہر لے جا کر در سے لگاؤ جب وہ تازیانے لگا چکا تو مغروب نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ قنبر سے مجھے تازیانے مقررہ مقدار سے زیادہ لگائے ہیں تو آنجناب نے قنبر سے اس بارے میں دریافت فرمایا۔ قنبر نے عرض کیا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ اس پر سیدنا علیؑ نے مغروب کو فرمایا کہ تو قنبر کو تین تازیانے لگا دے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے قنبر کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم کسی کو تازیانے لگاؤ تو شرعی حدود سے تجاوز مت کیا کرو۔

یہ چیز علوی دور کے عدلی گتیری کی بہترین مثال ہے۔

لے المصنف لابن ابی شیبۃ ج ۵ ص ۱۰۳ تحت کتاب الحدود۔ طبع کراچی۔

(۸۰۶۳) ----- فقال علی! یا قنبر، فقال الناس یا قنبر، قال:

اخرج هذا فاجلده، ثم جاء المبلود فقال: انه قد زاد
 علی ثلاثة اسواط فقال علیؓ، ما تقول؟ قال صدق
 یا امیرالمومنین! قال: خذ السوط فاجلده ثلاثه
 اسواط، ثم قال: یا قنبر! اذا جلدت فـ لا تـ
 الحدود۔

تنبیہ:

قضا اور افتاء کے بعض مسائل سابقاً ”رحماء بینہم“ حصہ فاروقی باب دوم
 کی فصل اول و دوم میں بقدرت ضرورت ذکر ہو چکے ہیں۔

عہد علوی کا عملی نظم = سابق خلفاء کے مطابق تھا =

گزشتہ سطور میں رضوان شریف کی بے حسی کے سلسلہ میں واقع ذکر کیا ہے اور
 اس میں حضرت عمر فاروقؓ کے فیصلہ کے مطابق حضرت علیؓ کا عمل درآمد ذکر ہوا ہے۔
 اس نوع کے بے شمار واقعات حضرت علیؓ کے عہد میں پیش آئے تھے اور
 سیدنا علیؓ خلفائہ ثلاثہ کے فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کرتے تھے۔ اور ان کا طریق عمل
 ایک طرح کا ہوتا تھا۔

لحہ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۴۴ تحت کتاب الدیات۔ طبع کراچی۔

۱۔ فاروقی فیصلہ کو تبدیل نہ کرنا

مثلاً کتاب الخراج للامام ابی یوسفؒ میں مذکور ہے کہ نزاری بخران ایک فیصلہ کے لیے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ جو ان کے حق میں ہوا تھا اس میں حضرت علیؓ سے ترسیم و تفسیح کرائیں۔ تو اس وقت حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ ”کان رشید الامر“

یعنی حضرت عمرؓ کا تھارے حق میں فیصلہ درست ہے اور وہ معاملہ فہم اور درست فیصلہ فرمانے والے شخص تھے۔

اس مقام میں علماء نے درج کیا ہے۔

----- ”توکان (علی) مخالفاً لیسیرۃ عمر لدھم۔“

یعنی مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی سیرت کی مخالفت کرتے تو اس موقع پر کر سکتے تھے کیونکہ ان کی اپنی خلافت کا دور تھا اور اس سے کوئی مانع چیز نہیں تھی لیکن انہوں نے فاروقی فیصلوں کا خلاف نہیں کیا بلکہ ان کا احترام ملحوظ رکھا اور علماًً نظم ایک دوسرے کے مطابق رکھا اور ان کی موافقت اختیار کی۔

۲۔ جزیہ کا مسئلہ

اس مقام میں شیعہ کے اکابر مؤرخین نے یہ چیز درج کی ہے کہ اس دور کے صنعت

الحمد للہ کتاب الخراج للامام ابی یوسفؒ فصل فی قصۃ بخران و اہلبہا۔

(۲) کتاب السنۃ للامام احمدؒ ص ۱۹۸-۱۹۹ طبع اول مکہ مکرمہ۔

(۳) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۱۲۰ تحت ادب القاضي۔

(۴) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۲ کتاب الفضائل۔ طبع کراچی۔

کاروں اور اہل حرفت پر ہزیہ لگایا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صنعت کاروں سے ان کی حیثیت کے مطابق ہزیہ وصول کرتے تھے۔

اسی طریق کار کے مطابق حضرت علی المرتضیٰؑ بھی اپنے دور خلافت میں صنعت کاروں پر ہزیہ (ٹیکس) لگا کر وصول کرتے تھے اور ان دونوں خلفاء کا طریق کار ایک تھا۔

 ”وَكَانَ عُمَرُ يَأْخُذُ الْجُزْيَةَ مِنَ أَهْلِ كُلِّ صِنَاعَةٍ
 مِنْ صِنَاعَتِهِمْ بِقِيَمَةٍ مَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ وَكَذَلِكَ فَعَلَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ“

۳۔ سابق قضاۃ کے ساتھ موافقت کی ہدایت

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰؑ کا ایک اور فرمان محمد بن سیرین نے نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ اپنے دور خلافت میں اپنے قاضیوں کو حکم دیتے تھے کہ جس طرح تم سابق خلفاء کے عہد میں فیصلے کیا کرتے تھے اسی کے مطابق اب بھی فیصلے کیا کرو تا کہ جماعتی نظم قائم رہے۔ میں باہمی اختلاف سے خائف ہوں، یعنی سابق احباب و اصحاب کے ساتھ اختلاف کرنے کو ناپسند کرتا ہوں،

آنجناب کے اس فرمان سے بالکل واضح ہے کہ آپؑ جماعتی رائے کو پسند کرتے تھے اور اختلاف و انتشار سے اجتناب کرتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ جس طرح میرے احباب و اصحاب اختلاف کے بغیر اس عالم سے رخصت ہوئے ہیں اسی طرح میں بھی اختلاف کے بغیر انتقال کروں۔

 ”عَنْ ابْنِ سِيرِينَ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ : اقْتَضُوا كَمَا كُنْتُمْ“

۱۔ تاریخ یعقوبی از احمد بن ابی یقوب الشیعی ص ۱۵۲ تحت اجتماع الدہاتین من المصر

ایام عربین الخطاب - طبع بیروت -

تقضون حتی تكونوا جماعة، فانی اخشی الاختلاف“ ۱
 اور بخاری شریف کے الفاظ میں یوں مذکور ہے۔
 ابن سیرین عبیدۃ السلمانی عن علیؓ قال اقضوا كما كنتم تقضون
 فانی اگرہ الاختلاف حتی يكون الناس جماعة ادا موت
 كما مات اصحابی“ ۲

۴۔ اولاد مقابلہ کے وظائف کا مسئلہ

اسی سلسلہ میں ایک اور مسئلہ بھی ذکر کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مقابلہ کی اولاد کے لیے کچھ وظائف مقرر کیے جاتے تھے
 جو ان کی ضروریات زندگی کے لیے کفیل ہوتے تھے۔
 مقابلہ ان لوگوں کو کہا جاتا تھا جو اس دور کی جنگی ضرورتوں کے لیے اپنے آپ کو
 مختص کیے ہوتے تھے۔

اس مقام میں یہ وضاحت کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے :
 مقابلہ کی اولاد کے وظیفے کے متعلق اس دور کے اکابر میں اختلاف رائے ہوا بعض
 اکابر کا یہ خیال تھا کہ مقابلہ کی اولاد کے لیے وظیفہ کا تقرر اس وقت ہونا چاہیے جس
 وقت بچے کا نظام ہر یعنی درودھ چھڑایا جائے۔
 اور بعض دیگر حضرات کی یہ رائے تھی کہ بچے کی ولادت سے ہی بیت المال سے اس
 کا وظیفہ مقرر ہونا چاہیے۔ (یہ وظائف اموال فنی سے ادا کئے جاتے تھے)
 قاسم بن سلام ابو عبید اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ :

۱۔ المصنف لعبد الرزاق ص ۲۹۰ تحت باب القضاة۔

۲۔ بخاری شریف ص ۵۲۶ باب مناقب علی بن ابی طالب۔ طبع نور محمدی دہلی۔

--- ان عمر بن الخطابؓ فرض لعیال المقاتلة ولذ ریتهم

العشرات قال (سلمان بن حبيب) فامضى عثمانؓ ومن

بعده من الولاة ذلك ۱۷

یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ نے مقاتلہ کے عیال اور اولاد کے لیے عشرات مقرر فرمائے

تھے۔ سلمان بن حبيب کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے بعد کے والیوں نے بھی ان وظائف کو اسی طرح قائم رکھا۔

اسی کتاب الاموال کے صفحہ ۲۲ پر درج ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ بھی مولود کے لیے اور نظام والوں دونوں کے لیے وظائف مقرر کرتے تھے اور بیت المال سے ادا کرتے تھے۔

اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے دور خلافت میں سابق حضرات کے عمل کے مطابق ان وظائف کا نظم اسی طرح قائم کئے ہوئے تھے اور مقاتلہ کے مولود کے لیے وظیفہ جاری فرماتے تھے۔

(۱۲۹۳) --- عن ابی الجعاف داؤد بن ابی عوف عن رجل من

عشعم قال : ولد لی من الایل مولودٌ فایت علیا حین

اصبم فالحقه فی مائة ۱۸

الوجاف کہتے ہیں کہ قبیلہ عشعم کے ایک شخص (جو مقاتلہ میں سے تھا) نے کہا کہ رات

۱۷ کتاب الاموال لابی عبیدہ ص ۲۲ بیع قدیم مصری .

۱۸ قول عشرات الخ اس دور میں وظائف کی یہ ایک مقدار مقررہ تھی ۱۲

۱۹ ما، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۱۳ تحت کتاب الجہاد۔ بیع کراچی۔

۲۰ کتاب الاموال لابی عبیدہ ص ۲۲۔ تحت العترض لذریة من الفی واجبراء

الارزاق علیهم ۱۹

کو میرا بچہ پیدا ہوا اور صبح کو میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور بچہ کی ولادت کا ذکر کیا)
تو حضرت علیؑ نے ماترہ (یکھد) کی فہرست میں اس مولود کو شامل کر دیا۔“
حاصل یہ ہے کہ :

سابق خلفاء اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کا اس مسئلہ میں عملی نظم متحد تھا۔
سیدنا علیؑ رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہؑ کے خلاف نہ تھے اور ان کے اقدامات سابق خلفاءؑ
کے موافق تھے اسی ضمن میں فقہی مسائل اس دور کے بھی شمار کئے جاتے ہیں کہ ان مسائل میں
سابق خلفاء کے مطابق حضرت علیؑ عمل درآمد رکھتے تھے مثلاً بیس تراویح کا جماعت سے ادا
کرنا جنازہ میں چار تکبیر کہنا وغیرہ وغیرہ

یہ تمام چیزیں ان حضرات کے درمیان اتحاد و یگانگت کی علامات ہیں۔ اور ایک دوسرے
کی تائید و تصدیق کے نمایاں نشانات ہیں جن کو تاریخی مغوبات کے ذریعہ جھٹلایا نہیں جاسکتا۔
تنبیہ

فقہی مسائل کے لیے عنتریب ہم ایک مستقل عنوان ان شاء اللہ ذکر کر دیں گے ان
میں حضرت سیدنا علیؑ کا طرز عمل اور طریق کار خوب طرح واضح ہو جائے گا۔

۵۔ ابن حزم اندلسی کا بیان

اسی مسئلہ کو ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب ”الفصل فی الملل“ میں بڑے عمدہ انداز
سے درج کیا ہے گویا یہ عہد علوی کے لیے ایک اجمالی تجزیہ ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :

--- شعرو لی علی رضی اللہ عنہ فما غیر حکماً من احکام

ابی بکر و عمر و عثمان ولا یبطل عہداً من عہودھم ولو کان

ذالک عندہ باطلاً۔ لہذا کان فی سعة من ان

بعضی الباطل و ینفدہ وقد ارتفعت

التقیہ عنہ ؑ

یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب والی ملامت ہوئے تو انہوں نے خلفائے ثلاثہ (حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان) کے کسی حکم کو تبدیل نہیں فرمایا (یعنی ان کے احکام کو برمال رکھا) اور ان حضرات کے معاہدہ جات میں سے کسی معاہدہ کو باطل قرار نہیں دیا۔ اگر حضرت علیؑ کے نزدیک یہ چیز باطل ہوتی تو حضرت علیؑ ایک باطل چیز کے اجراء اور نفاذ کے حق میں نہیں تھے اور صورت حالات یہ تھی کہ ”تقیہ“ مرتفع ہو چکا تھا اور آپؑ تقیہ کے حیلہ کے محتاج نہیں تھے۔

لے الفصل فی الملل والاعواء والنحل لابن حزم الاندلسی ص ۹۰ طبع بغداد۔

معاملات میں عدل و انصاف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختلف اوصاف و کمالات کے ساتھ متصف تھے۔ ان میں سے عدل و انصاف کا وصف ان میں نہایت نمایاں حیثیت رکھتا تھا۔ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں عدل و انصاف کے متعلق اسلام کی تعلیمات کتاب و سنت کی روشنی میں واضح طور پر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد اصل مضمون ذکر کیا جائے گا۔

انصاف و غم خواری پر فرمان نبوی
 عدل و انصاف کے متعلق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ:-

”..... عن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، اشد الاعمال ثلاثاً، ذكر الله على كل حال وانصاف الناس بعضهم من بعض ومراعاة الاخوان“ لہ

یعنی حضرت علی نقل کرتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لیے اعمال میں سے تین چیزیں مشکل ترین ہیں۔

- ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری و ساری رکھنا (اور اس سے غافل نہ ہونا)
- تمام لوگوں میں باہمی عدل و انصاف قائم کرنا۔
- مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں خیر خواہی اور غم خواری کرنا۔

لہ ۱، اخبار اصہبان ص ۱۶۹ (لابی نعیم الامیہ)

۲، الامالی للشیخ الطوسی الشیعی ص ۱۹، ص ۲۹۳ جلد ثانی۔ طبع نجف اشرف۔

اس فرمان نبوی معلوم میں معاشرتی زندگی کے بنیادی اور معیاری اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان کی وجہ سے لوگوں میں مواسات اور باہمی خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنی عملی زندگی میں ان اصولوں پر عمل کر کے امت کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ چنانچہ ذیل میں علوی عدل و انصاف کے چند ایک واقعات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

①

آزاد خاتون اور خادمہ کے درمیان مساوات

محدثین نے حضرت علی المرتضیٰؑ کے عدل و انصاف کے سلسلہ میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں دو عورتیں کچھ مالی اعانت کے لیے حاضر ہوئیں ان میں سے ایک خاتون عرب تھی اور دوسری اس کی لونڈی (اولاد اسحاقؑ میں سے) تھی۔ اس موقع پر جبکہ علی المرتضیٰؑ نے دونوں عورتیں کو مساوی طور پر غلہ کی ایک خاص مقدار (کُز) اور چالیس چالیس درہم نقد عنایت فرمائے۔ خادمہ کو جو کچھ ملا تھا وہ لے کر چلی گئی مگر عربی خاتون نے کہا یا امیر المومنین میں عربی خاتون ہوں آپ نے مجھے بھی اتنی ہی مقدار میں غلہ اور نقدی عنایت فرمائی ہے جتنی میری خادمہ کو۔ تو جواب میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نظر و فکر کی ہے اس مسئلہ میں اولاد اسمعیلؑ کو اولاد اسحاقؑ پر کوئی فرقیہت نہیں معلوم ہوئی۔

----- قال لہما علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی نظرت

فی کتاب اللہ عز وجل فلم ارفیہ فضلاً لولدا اسمعیل

علی ولدا اسحاق۔ لہ

لہ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۹ تحت باب "التسوية بین الناس فی القسمة۔"

(۲)

قاضی شریح کا منصفانہ فیصلہ

عدل و انصاف کے سلسلہ میں محدثین یہ واقعہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی المرتضیٰؑ نے ایک نصرانی یا یہودی کو ایک زرہ فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ آپؑ نے اپنی گمشدہ زرہ کو پہچانتے ہوئے اسے کہا کہ یہ زرہ میری ہے مسلمانوں کے قاضی کے پاس چل کر اس چیز کا فیصلہ طلب کر لیجئے چنانچہ یہ نزاع اس وقت کے مشہور قاضی شریح کی مجلس میں پیش ہوئی تو قاضی نے حضرت علی المرتضیٰؑ کو اپنی نشست پر بٹھایا اور خود اس نصرانی یا یہودی کے پاس بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت علیؑ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میرا ذلتی ثانی مسلمان ہوتا تو میں مجلس قضا میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے کہ ۔۔۔۔۔۔ ان لوگوں کو حقیر اور ذلیل قرار دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حقیر قرار دیا ہے اور پھر قاضی شریح سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اے شریح! میرے اور اس غیر مسلم کے درمیان زرہ کے مسئلہ میں فیصلہ کیجئے۔ اس پر قاضی نے غیر مسلم سے کہا کہ تو اس مسئلہ میں کیا کہتا ہے تو اس نے کہا کہ میں امیر المؤمنین کو جھٹلاتا تو نہیں لیکن یہ زرہ میری ہے (اور میرے قبضہ میں ہے) اس کے بعد قاضی شریح نے حضرت علی المرتضیٰؑ سے شہادت طلب کی تو آپؑ نے اپنے فرزند اور غلام قنبر کی شہادت پیش کی۔ قاضی نے والد کے حق میں بیٹے کی شہادت کو رد کرتے ہوئے نصرانی یا یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس پر غیر مسلم نے قاضی کے خلیفہ وقت کے خلاف فیصلہ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اور پھر تسلیم کیا کہ زرہ واقعی حضرت علی المرتضیٰؑ کے اونٹ سے گر پڑی تھی جسے میں نے اٹھالیا تھا۔ لیکن اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ نے یہ اپنی زرہ اسے غایت فرمادی۔

۔۔۔۔۔۔ امیر المؤمنین بحیثی الی قاضیہ وقاضیہ یقضی

علیہ ہی واللہ یا امیر المؤمنین درعک اتبعک من الجمعی

وقد زالت عن جملتك الا درق فاخذتھا۔ فانی اشھد ان

لا اله الا الله وان محمداً رسول الله قال فقال علی

رضی اللہ عنہ اما اذا اسلمت فمعی لك۔ ۱۷

واقعہ ہذا کو ابن کثیرؒ نے بھی البدایہ میں حضرت علی المرتضیٰؑ کی سیرت عادلہ کے تحت

اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے ۱۸

تنبیہ :

اس مقام میں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ قاضی شریح بن الحارث الکندی

تابعین میں سے ہیں اور اس دور کی بڑی پایہ کی شخصیت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو قضا اور فیصلہ

کی قوت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان کے فیصلے نہایت منصفانہ اور عادلانہ ہوتے تھے۔

اسی بنا پر خلفاء راشدین کے دور میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ خصوصاً امیر المومنین

سیدنا علی المرتضیٰؑ نے ان کی اہلیت کی بنا پر ان کا معقول و وظیفہ قائم کیا ہوا تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ ان کو بیت المال سے پانچ صد درہم

رسالانہ بطور وظیفہ عنایت فرمایا کرتے تھے۔

۔۔۔۔۔ عن ابی لیلی قال : بلغنی ان علیاًؑ رزق شریحاً

خمساً ۱۹

۱۷۔ السنن الکبریٰ مع جواہر التقریب للبیہقی ص ۱۳۶ کتاب اداب القاضی تحت باب انصاف الخصمین فی

المدخل علیہ والاستملاء منہما۔

۱۸۔ حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصبہانی ص ۱۳۹۔ ۱۴۰ تحت شریح بن الحارث الکندی۔

۱۹۔ البدایہ لابن کثیرؒ ص ۵۴۔ ۵۵ تحت فی ذکر شیء من سیرتہ العادلہ الخ۔

۲۰۔ طبقات لابن سعد ص ۵۹ جلد سادس۔ تحت تذکرہ شریح القاضی۔

(۳)

قرنفل کی تقسیم میں حضرت علی کا انصاف

معاشرتی زندگی میں جناب علی المرتضیٰؑ نے ہمیشہ انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ خصوصاً بیت المال کے معاملہ میں آنجناب کے واقعات عدل و انصاف کے باب میں مشہور و معروف ہیں۔

چنانچہ محدث ابن ابی شیبہؒ نے اس سلسلہ میں کئی واقعات ذکر کیے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؑ کی خادمہ (ام ولد) آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ کے سامنے قرنفل (لونگ) اسے تیار شدہ ایک ہار موجود تھا خادمہ نے اسے اپنی دختر کے لیے طلب کیا تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ دراہم لاؤ تاکہ تجھے قرنفل دیئے جائیں یہ مسلمانوں کا مال ہے (مفت نہیں دیا جاسکتا) اگر دراہم پاس نہیں ہیں تو کچھ مدت کے لیے صبر کر د تاکہ ہمیں ہمارا حصہ اس میں سے مل جائے تو ہم تجھے تیری دختر کے ہار کے لیے اس میں سے دے دیں گے۔

یہ حضرت علی المرتضیٰؑ کا بیت المال کے معاملہ میں کمال تقویٰ اور دیانت ہے کہ اپنے خدام اور کینروں کے لیے بھی بغیر استحقاق کے چند قرنفل دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

--- فقالت یا امیرالمومنین! هب لابنتی من هذا القرنفل

قلادة فقال هكذا، ونقربیدیه: ارفنا درهما جیدا

فانما هذا مال المسلمین والا فاصبری حتی یاتینا حظنا

(منه) فتم هب لابنته منه قلادة۔

الحافظ لابن ابی شیبہؒ ۲۸۵-۲۸۶ کتاب الزہد۔ طبع کراچی۔

(۴)

بیت المال سے لیموں کی منصفانہ تقسیم

حضرت علی المرتضیٰ کے انصاف کا ایک اور واقعہ محدث ابن ابی شیبہؒ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ آنجناب کی صاحبزادی ام کلثومؓ بنت علیؓ کا غلام ابوصالح تھا۔ وہ ام کلثومؓ کی خدمت کرتا تھا وہ ذکر کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ ام کلثومؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے دونوں برادران حضرت حسنؓ و حسینؓ بھی تشریف لائے۔ تو اس دوران انہوں نے فرمایا کہ اپنے غلام ابوصالح کو کھانے کے لیے کوئی چیز دی ہے؟ تو ام کلثومؓ نے کہا کہ اب دیتے ہیں۔ پس انہوں نے سالن کا ایک پیالہ بھیجا۔ اس میں ایک قسم کے غلہ کا شوربہ تیار شدہ تھا۔ ابوصالح کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ تم وقت کے امراء ہو اور مجھے یہ معمولی کھانا دیتے ہو تو اس کے جواب میں ام کلثومؓ نے فرمایا کہ اے ابوصالح! تو اگر امیر المؤمنین علی المرتضیٰؓ کو دیکھتا تو اور تعجب کرتا۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ کے انصاف کا ایک واقعہ سنایا فرماتے لگیں کہ ایک دفعہ کچھ لیموں حضرت علیؓ کی خدمت میں لائے گئے اور وہ بیت المال کی ملک تھے تو حضرات حسنینؓ اس میں سے اپنی ضرورت کے لیے لینے لگے تو حضرت علیؓ نے ان کے ہاتھ سے لیموں لے لیے اور حکم دیا کہ ان کو مستحقین پر تقسیم کیا جائے۔

--- فقالت امر کلثوم بنت علیؓ یا اباصالح فکیف

لورأیت امیر المؤمنین والی با ترنج فذهب حسن

او حسین یتناول منه اترنجة فنزعها من یدہ

و امر بہ فقسّمہ

۱۱، المصنف لابن ابی شیبہؒ ص ۲۸۲-۲۸۳ تحت کتاب الزہد طبع کراچی۔

۱۲، المصنف لابن ابی شیبہؒ ص ۲۲۰ تحت کتاب الجہاد طبع کراچی۔

⑤

شہد کے معاملہ میں انصاف

اسی طرح حضرت علیؑ کے انصاف کا ایک دیگر واقعہ علماء ذکر کیا کرتے ہیں کہ اس دور میں اصفہان وغیرہ کے علاقے پر عمرو بن سلمہ کو عامل بنایا تھا۔ وہاں سے وہ شہد اور دیگر اشیاء لائے تھے حضرت علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو وہ شہد اور دیگر چیزیں حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش کیں۔ آنجناب نے اس کو رجہ کے مقام میں ان چیزوں کو رکھوا دیا اور مسلمانوں میں تقسیم ہونے تک اس پر محافظ اور امن مقرر کر دیئے۔

اس دوران میں جناب کی صاحبزادی ام کلثوم بنت علیؑ کو اس مال کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ تو انہوں نے مال کے امین کے پاس آدمی بھیجا کہ شہد اور گھی کے مشکیزوں میں سے ایک ایک مشکیزہ ہمیں دے دیا جائے (ہیں ضرورت ہے)

حضرت علیؑ نماز کی طرف جب تشریف لے گئے تھے تو اس مال کو شمار کر کے گئے تھے جب واپس تشریف لائے اور مال کو ملاحظہ فرمایا تو اس مال میں سے دو مشکیزے ایک عمل کا اور ایک گھی کا کم پائے گئے پس آپؑ نے امین کو بلا کر اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا پھر بعد میں حضرت علیؑ کے زور ڈالنے پر اس نے اصل معاملہ عرض کر دیا آپ کی صاحبزادی ام کلثوم نے اس طرح آدمی بھیجا ہے اور میں نے انہیں یہ دونوں مشکیزے بھیجا دیئے ہیں۔

اس حقیقت حال معلوم ہونے پر حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کی طرف قاصد بھیجا کہ یہ دونوں مشکیزے شہد اور گھی کا واپس کر دیں جب وہ دونوں مشکیزے واپس لائے گئے تو ان پر دو میں سے کچھ مقدار کم پائی گئی پھر آپؑ نے تجار سے اس کم شدہ مال کی قیمت لگوائی تو اس کی قیمت تقریباً تین درہم سے کچھ زیادہ تھی اس کے بعد آنجناب

نے ام کلثوم کی طرف آدھی بھیجا کہ یہ قیمت ہماری طرف بھیج دیں (چنانچہ وہ درابہم حاصل کر لیے گئے) پھر اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے باقی شکمزدوں کے متعلق حکم دیا اور وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔

”۔۔۔۔۔ ثم بعث الى امر كلشومان رضى الزقين فاقى بهما
مع ما نقص منهما فبعث الى التجار قوموها مملوعين
وناقصين فوجدوا فيهما نقصان ثلاثة دراهم وشيئ
فارس الى هان ارسل اليها بالدراهم ثم امر بالزقاق
فقسمت بين المسلمين“ ۱۷

(۶)

ایک روٹی کی سات حصوں میں تقسیم

ما قبل میں چند ایک چیزیں معاشرتی زندگی میں انصاف اور عدل کے متعلق ذکر کی گئی ہیں انصاف کے واقعات میں ایک واقعہ یہ بھی علما نے لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے پاس ایک دفعہ اصہبان کے علاقہ سے کچھ مال آیا۔ اس کو آبخنا ب نے حسب موقع سات حصوں پر تقسیم فرمایا اس کے بعد ایک روٹی قابل تقسیم باقی رہ گئی حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس کے سات ٹکڑے بنوا کر مال کے ساتوں حصوں پر رکھوا دیئے اور پھر اس کے بعد گوگل میں قرعہ اندازی کے موافق اسے تقسیم کر دیا گیا۔

۔۔۔۔۔ ان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتاہ مال

من اصہبان فقسمہ بسبعة اسباع ففضل رغیف فکسرہ

۱۷ کتاب ذکر اخبار اصہبان لابی نعیم الاصبہانی ص ۲۱ تحت عنوان واما الموافقت مع النبی صلی

اللہ علیہ وسلم بعرفات۔ طبع لیڈن۔

یسبع کسر فوضع علی کل جزء کسرة ثم اقرع بین الناس
ایہو یا عذا اول“ ۱۷

بازار والوں پر سلام کہنا

اہل تراجم حضرت کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؑ بازار میں جب تشریف لے جایا کرتے تھے تو پہلے اہل بازار پر سلام کہتے تھے سلام کہنا اسلام کا اہم معاشرتی اصول ہے بنا بریں سید علی المرتضیٰؑ بازار والوں کے ساتھ ابتداء بالسلام کرتے تھے۔ اس طریقہ سے سنت نبوی کی اتباع ہوئی اور اہل اسلام کے لیے علماء اس مسئلہ کی تبلیغ اور ترویج بھی ہے۔

----- قال حدثني ابو سعید بیا ع الکرا بیس ان علیاًؑ

کان یاتی بالسوق فی الا یام فیسلم علیہم“ ۱۸

خریداشیاء اور کمال تقویٰ

بعض خصال حسنہ علی المرتضیٰؑ کی ایسی پائی جاتی ہیں جو دیگر حضرات میں بہت کم ملیں گی۔ ان خصوصی خصال کی بنا پر آنجنابؑ کا کمال تقویٰ انتہائی مدارج پر پہنچا ہوا تھا۔ تراجم نویس حضرات نے سیدنا علی المرتضیٰؑ کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ: ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰؑ لباس خریدنے کے لیے بازار میں تشریف لے گئے آپؑ نے صاحب دکان سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو اس دکاندار نے کہا کہ ہاں امیر المؤمنین میں آپؑ کو پہچانتا ہوں۔ تو آنجنابؑ اس دکان سے آگے بڑھ گئے

۱۷ (۱) السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۲۹ جلد سادس۔ تحت باب التسویۃ بین الناس فی القسمة۔

(۲) الاستیعات مع الاصابہ ص ۲۹ تحت حرف العین۔ تذکرہ علی بن ابی طالبؑ۔

۱۸ طبقات لایں سعد ص ۱۱ تحت ذکر صفة علی بن ابی طالبؑ۔

اور دوسرے دکاندار کے پاس پہنچ کر ارشاد فرمایا کہ آپ مجھ سے متعارف ہیں تو اس نے عرض کیا کہ میں آپ کو نہیں پہچانتا تو آنجنابؑ نے اس سے قیض کے لیے کپڑا خریدا اور اس کپڑے کا قیض تیار کر دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ذکر فرمائی۔

اس نوعیت کے واقعہ سے آنجنابؑ کا مقصد ظاہر طور پر یہی ہے کہ جان پہچان والے شخص سے اگر اشیا کی خرید کریں گے تو وہ بے چارہ ازراہ لحاظ کم قیمت نگا کر عایتاً فروخت کرے گا اور اس صورت میں اسے خسارہ برداشت کرنا پڑے گا جب کہ غیر متعارف شخص سے یہ بات صادر نہ ہوگی بلکہ وہ خرید شدہ اشیا کی پوری قیمت وصول کرے گا اور اس طرح وہ کسی خسارہ میں نہیں رہے گا۔

یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کمال تقویٰ اور دیانت داری ہے جس کی نظیر کا پایا جانا دشوار ہے۔ یہ اہل تقویٰ کا اعلیٰ کردار ہے جو عام لوگوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔

”۔۔۔۔۔ سمعت فردوخ مولیٰ لبنی الاشتراق رأیت علیاً

فی بنی دیوار وانا غلام فقال اعرفنی فقلت نعم انت
امیر المؤمنین مشعونی اشرف فقال اعرفنی فقال لا فاشتری
منہ قمیصاً زابیا فلبسہ۔“

حیلمانہ طرز عمل

محدثین نے بازار سے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کا ایک اور عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ بازار میں تشریف لے گئے۔ اتفاقاً بارش ہونے لگی تو اس حالت میں آنجنابؑ ایک دکاندار کے خیمہ کے نیچے بارش سے بچنے کے لیے کھڑے ہونے لگے وہ صاحب خیمہ جو آپ کو پہچانتا نہیں تھا آپ کو خیمے سے باہر نکالنے لگا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ

لے طبقات الامین سعد ص ۱۸۱ قسم اول تحت علی بن ابی طالب۔ طبع لیڈن

فرما رہے تھے کہ میں بارش سے بچنے کے لیے خیمے میں پناہ لے رہا ہوں۔

صاحب خیمہ فارسی تھا اسے بعد میں جب بتلایا گیا کہ یہ تو امیر المؤمنین علی المرتضیٰؑ تھے تو وہ اپنے فعل پر نہایت پریشان اور نشان ہوا اور اپنے اضطراب کا اظہار کرنے لگا۔

(۲۷۲) ----- ”عن درہم الجی عبید المہار جی قال:

رأيت علياً أصابتہ السماء وهو في السوق، فاستظل

بخيمة الفارسي، فجعل الفارسي يدفعه عن خيمته

وجعل عليٌ يقول انما استظل من المطر، فاخبر الفارسي

بعد انہ علیؑ فجعل يضرب صدره۔“

کار خویش بدست خویش

محدثینؒ نے حضرت علی المرتضیٰؑ کے اخلاق حسنہ اور متواضعانہ کردار کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے ایک دفعہ ایک درہم کے خرما خرید فرمائے اور ان کو اپنے کپڑے میں پیسٹ کر اپنے دوش پر اٹھا کر لے جانے لگے تو ایک شخص نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! یہ کھجور میں اٹھا کر پہنچاتا ہوں۔ تو سیدنا علی المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا جائے صاحب خیال اس چیز کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔“

گویا یہ عملی تعلیم ہے کہ انسان اپنا کام خود کرے تو بہتر ہے اور ساتھ ہی اتباع سنت نبویؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

----- حد ثنا صالح بیاع الاکسیة عن عبدہ

قالت رأيت علياً رضي الله تعالى عنه اشترى تمرأً بدرهم

فحملہ فی ملحفته فقلت له اوقال له رجلاً حمل

لہ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۵۲ تحت کتاب البیوع والاقتبہ۔ طبع کراچی۔

عنك يا امير المؤمنين! قال لا ابوالعبال احق ان يحمل۔ لہ

اہل السوق کیلئے مرقوم ہدایات

اسلام میں معاشرتی اصولوں کے تحت ہر ایک طبقہ کے لیے ہدایات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ تجار اور اہل بازار کے لیے بھی اسلام کی طرف سے ضوابط موجود ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سلسلہ میں بعض اوقات بازار میں خود تشریف لے جاتے تھے اور اہل بازار کو مندرجہ ذیل ہدایات دیتے۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے واقعہ ہذا کے ناقل نے بعض دفعہ کی ہیئت کدائی اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار بازار کی طرف تشریف لائے ہیں آپؑ دھوٹی چادریں زیب تن کئے ہوئے تھے اور آپ کا تہمد نصف ساق کے قریب اوچھا تھا۔ اور آپ کے دست مبارک میں درہ تھا اور بازار میں گشت کر رہے تھے اور اہل بازار کو حکم فرماتے تھے کہ اللہ سے خوف کرو، تقویٰ اختیار کرو، خرید و فروخت کے معاملہ میں راست بازی سے کام لو، اور آپ قول کے سلسلہ میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور گوشت کو پھلاؤ نہیں؟

کاروباری امور کے لیے یہ بنیادی اصول ہیں ان کے ملحوظ رکھنے سے خرید و فروخت کرنے والوں کے درمیان تجارتی معاملات درست رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا ضیاع نہیں ہوتا۔

----- قال رأيت علياً وهو يخرج من القصر

وعليه قبضتان ازار الى نصف الساق ورداء مشمر

قريب منه، ومعه درة له يمشي بها في الاسواق

ويا امر الناس بتقوى الله وحسن البيع ويقول:

لہ الادب المفرد للبخاری ص ۸۱ باب اکبر لبيع مصر۔

ارضوا لکيل والميزان، ويقول لا تنفخوا النحر^۱۔

عمال کیلئے منصفانہ طریق عمل کی تلقین

امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منصفانہ طریق کار کے چند ایک واقعات سابقہ ذکر ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں اب ان کے عمال و حکام کے متعلق آنجناب کا جو طرز عمل تھا اور جو خصوصی ہدایات دی جاتی تھیں اس کے متعلق بعض چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔

① — اکابر علماء نے اس نوعیت کا ایک واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ بنی ثقیف کے ایک شخص کو آنجناب نے ایک علاقہ (عکبرا) کی طرف خراج کی وصولی کے لیے روانہ کرنے کا قصد فرمایا تو اس موقع پر اس معاملہ کے لیے خصوصی ہدایات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

● ایک تو تم نے ان لوگوں سے خراج (شرعی ٹیکس) وصول کرنا ہو گا۔ اور اس معاملہ میں اپنی طرف سے کوئی رعایت یا معافی نہ کرنا ہو گی۔

- اور دوسرا یہ کہ وہ لوگ وصولی کے سلسلہ میں تجھ میں کمزوری نہ پائیں۔
- اس کے بعد ایک دوسرے وقت میں اسے بلا کر ہدایت فرمائی کہ جب تم ان لوگوں میں پہنچو تو خراج کی وصولی کے سلسلہ میں ان لوگوں کے گرمی یا سردی کے لباس انہی خوراک اور وہ جانور جن سے وہ بار برداری کا کام لیتے ہیں ان کو ہرگز نہ بیچنا۔
- فراہمی کے سلسلہ میں کسی شخص کو درے نہ لگانا۔
- طلب درہم کے سلسلہ میں کسی دیگر شخص کو مسلط نہ کرنا۔
- اور خراج کی وصولی کے لیے ان کے کسی شخص کے سامان کو فروخت نہ کرنا۔

۱۔ البدایہ لابن کثیر ص ۳ تحت ذکر شی من سیرۃ العادلہ الخ

۲۔ الاستیعاب ص ۴۸، ۴۹ جلد ثالث تحت حرف العین تذکرہ حضرت علیؓ۔

۳۔ طبقات لابن سعد ص ۱۸ تحت ذکر لباس علیؓ۔

● وصولی کے معاملہ میں ہمیں یہ حکم ہے کہ ان کی زائد چیزیں میں سے حاصل کیا جائے۔

پھر آنجنابؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں جو احکام دیئے ہیں اگر تم نے اس کا خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ موافقہ فرمائیں گے اور میں تجھے معزول کر دوں گا۔

یہ ہدایات سن کر وہ کہنے لگا کہ میں تو پھر جیسے جا رہا ہوں ویسے ہی لوٹ آؤں گا یعنی مجھے کچھ وصول نہ ہوگا) اس پر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا اگرچہ تو خالی ہاتھ ہی واپس لوٹے ان احکامات پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔

وہ عامل کہتا ہے کہ میں چلا گیا اور آنجنابؐ کی ہدایات پر عمل کیا اور پورا پورا خراج وصول کر کے واپس ہوا۔

یعنی ان اصولوں پر عمل کرنے کی یہ برکات تھیں کہ خراج کی وصولی صحیح طریقہ پر ہوئی اور بیت المال کی آمدنی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ کتاب الخراج میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے کہ :

----- عن عبد الملك بن عمير قال : حدثني رجل

من ثقيف قال : استعبلني علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه

على عكبراء فقال لي : واهل الارض معي يسمعون - انظرات

تستوفى ما عليهم من الخراج - وياك ان ترخص لهم

في شيء وياك ان يروا منك ضعفاً - ثم قال : رح الي

عند الظاهر ، فرحنت اليه عند انظهر فقال لي : انما

اوصيتك بالذي اوصيتك به قد امار اهل عملك لانهم

قوم رخدع ، انظر اذا قدمت عليهم فلا تبسعون

لهن كسوة شتاء ولا صيفا ولا رزقاً ياكلونه ، ولا

داية يعملون عليها ، ولا تضرين احداً منهم سوطاً

واحداً فی درهم، ولا تقمہ علی رجلہ فی طلب درهم،
 ولا تتبع لاحد منهم عرضاً فی شیء من الخراج فانا
 انما امرنا ان نأخذ منهم العفو فان انت خالفنا
 ما امرتک به یاخذک اللہ بہ دونی وان بلغنی عنک
 خلاف ذالک عزلک۔ قال قلت اذن ارجع الیک کما
 خرجت من عندک قال : وان رجعت کما خرجت۔
 قال فانا طقت فعملت بالذی امرنی بہ، فخرجت
 ولم انتقص من الخراج شیئاً۔

② اسی طرح ایک اور دوسرا واقعہ عمال کی نصیحت اور اصلاح کے متعلق اکابر علماء نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ نبی اسد کے ایک شخص کو حضرت علی المرتضیٰ نے عامل بنا کر بعض علاقوں میں روانہ فرمایا جب وہ اپنے فرائض کی سرانجام دہی کے بعد واپس ہوا تو حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضری دی۔ اور عرض کرنے لگا کہ اس سفر کے دوران چند اشیاء ہدیہ مجھے پیش کی گئی ہیں۔ اور وہ میں نے آنجناب کی خدمت میں حاضر کر دی ہیں اگر بہ صورت میرے لیے جائز اور حلال ہوں تو میں ان کو استعمال کروں اور اگر میرے لیے یہ حلال نہ ہوں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہیں (اب آپ جس طرح ارشاد فرمائیں)

تو اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰ نے ان ہدایا کو قبضہ میں لے لیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم ان چیزوں کو روک رکھتے (اور بیت المال میں نہ دیتے) تو یہ چیزیں غلول کے حکم میں ہوتیں یعنی اسواغ غنیمت سے جو چیز پوشیدہ طور پر حاکم وقت کی اجازت کے بغیر لے لی جائے اس کو اسلام میں غلول کہتے ہیں۔ اور وہ مال مسروقہ میں شمار کی جاتی ہے (حدیث، تاج الخراج، امام ابی یوسف ص ۱۵، تحت امارت ترغیب تہذیب۔)

۲۔ کتاب الخراج لیسوی بن آدم القبرشی ص ۱۱۱ باب واما الجزیۃ والخراج۔

(۲۰۶)۔۔۔۔۔ ”عن علی بن ربیعۃ (ان علیاً) استعمل رجلاً من بنی اسد یقال له ضبیعة بن زہیر او زہیر بن ضبیعة۔ فلما جاء قال: یا امیر المؤمنین! انی اهدی الی فی عملی اشیاء وقد اتیتک بها فان کانت حلالاً اکلتها، والا فقد اتیتک بها فقبضها علیّ وقال: لو جئتها کان غلواً“۔۔۔

یہاں سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ بیت المال کے اموال کی وصولی کے لیے جو لوگ اطراف میں بھیجے جاتے ہیں ان کو اس دوران جو ہرایا اور ستمخائف پیش کیے جائیں وہ بیت المال کا حق ہوتا ہے اور ان ہرایا کا ذاتی استعمال جائز نہیں۔

معاشرتی احوال

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰؑ کے معاشرتی احوال کے متعلق بعض چیزیں سابقاً ذکر ہوئی ہیں۔ اسی سلسلہ میں کچھ مزید چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

جذبہ خیر خواہی اسلام میں ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کے حق میں خیر خواہی کرنے کا حکم ہے اور دوسروں کی بھلائی اور

خیر خواہی عند اللہ نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ نصیحت اور خیر خواہی کے واقعات اکابرین امت میں بہت پائے جاتے ہیں قدم قدم پر ان کے اس کردار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت علی المرتضیٰؑ کا محدثین نے ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ عہد نبوی صلعم میں پیش آیا تھا۔

کہ ایک دفعہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا جنازہ

لحہ المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۵۴۹۔ کتاب البیوع والاقضیۃ۔ طبع کراچی۔

لایا گیا جس کے ذمے قرض تھا۔ اور اس کے ترکہ میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں تھی جس سے اس کے قرض کی ادائیگی کی جاسکے۔ جب یہ چیز جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اس شخص کا نماز جنازہ پڑھو (اس پر میں نماز جنازہ نہیں پڑھتا) تو اس وقت حضرت علی المرتضیٰؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص کے قرض کو ادا کرنے کا میں ذمہ لیتا ہوں آپ اس پر نماز جنازہ ادا فرمائیے۔ پھر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

۔۔۔ عن ابی سعید الخدری : قال آلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ لیصلی علیہا فقال هل علی صاحبکم دیۃ قالوا نعم۔ قال هل ترک لہ من وناہ قالوا لا قال صلوا علی صاحبکم قال علی بن ابی طالب علی دینہ یا رسول اللہ! فتقدم فصلی علیہ۔

ایک دوسری روایت میں اسی واقعہ کے متعلق کچھ مزید الفاظ اس طرح پائے جاتے ہیں:

وَقَالَ فَكَ اللَّهُ رَهَانُكَ مِنَ النَّارِ كَمَا فَكْتُكَ بِهَٰذَا أَخِيكَ الْمُسْلِمِ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقْضِي عَنْ أَخِيهِ دِينَہُ إِلَّا فَكَ اللَّهُ رَهَانَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

”یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ! تم نے اپنے مسلم بھائی کی گردن قرض سے آزاد کرائی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری گردن کو آتش جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ اور فرمایا کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے قرض کو ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو قیامت کے روز آزاد فرمائیں گے۔“

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۳ تحت باب الافلاس والانظار۔ الفصل الثانی۔ رواہ فی شرح السنۃ۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۳ رواہ فی شرح السنۃ تحت باب الافلاس والانظار۔ الفصل الثانی۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کی زندگی میں اس نوع کے بے شمار واقعات موجود ہیں۔ مجرم خیر خواہی کے بیان کرنے کے لیے یہی واقعہ کافی ہے اور ان کی طرف سے یہ امت کے لیے ایک عملی نمونہ ہے اور دوسری طرف قرض ادا کرنے والے کے لیے تعمیل کرنا لازم ہے۔ اور اس کے تاخیر کرنے میں ایسا وبال ہے کہ نبی اقدس صلم کی جانب سے نماز جنازہ کی سعادت سے محرومی ہوتی ہے اور پھر آخرت کا محاسبہ مزید برآں ہوگا۔

مجلسی آداب آداب مجالس کے لیے دین اسلام میں بے شمار ہدایات پائی جاتی ہیں ان آداب کو ذکر کرنا طوالت کا متقاضی ہے۔ فی الحال ہم یہاں حضرت علی المرتضیٰؑ کے متعلق ایک واقعہ ذکر کرنا مفید خیال کرتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ ایک شخص ابو خالد الوالی ذکر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب علیؑ انہما سے پاس مجلس میں تشریف لائے۔ ہم بیشتر ان کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ نے یہ صورت حالات ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ آپ خاموش میرے انتظار میں تیار اور حیران شکل میں کھڑے ہیں۔

(یعنی اس طرح لوگوں کا مجلس میں کھڑے رہنا آپ کو ناپسند ہوا اور آپ نے ان لوگوں کو یہ کلمات فرمائے)

--- "عن ابی خالد الوالی قال : تسوچ علینا علی بن ابی

طالب ونحن قیامہ منتظرہ لیتقد مرفقا مالی اراکوسا مدین

حاصل یہ ہے کہ درباروں میں اور بڑے آدمیوں کی مجالس میں لوگوں میں کھڑے رہنا اہل زمانہ کی رسوم تھیں اور اسلامی عادات کے برخلاف جاہلیت کے طرز و طریق تھے اس بناء پر جناب علی المرتضیٰؑ نے اس پر انہما زلفت فرمایا :

۴۶۵ طبقات لابن سعد ص ۴۶۵ تحت ابی خالد الوالی۔

معاشی احوال

ابتدائی حالات میں حضرت علی المرتضیٰؑ کا گزران نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ہوتا تھا جس طرح کہ ان کے اوائل زندگی کے احوال میں دستیاب ہوتا ہے پھر آنجنابؑ کی ازدواجی زندگی جب شروع ہوئی تو اس دور میں غزوات شروع ہو گئے آپؑ ان غزوات میں شریک ہوتے اور اموال غنائم اور خمس وغیرہ سے حصہ حاصل کرتے تھے اور خیر کے اموال غنائم سے دیگر مساکرام کے ساتھ ان کو بھی معقول حصہ ملتا تھا۔

عہد نبوی صلم میں غنائم اور خمس سے معاشی ضروریات پوری ہوتی تھیں اور آپؑ اپنا تمام وقت دین اسلام کے احیاء و بقا کے معاملات میں صرف کرتے تھے۔ اس مبارک عہد کے تمام واقعات اس چیز پر شاہد ہیں۔

سیدنا صدیق اکبرؑ کے عہد میں اموال فئی و خمس سے حضرت علیؑ کو حسب دستور حصہ ملتا تھا اور بنی ہاشم میں اموال مذکورہ کی تقسیم حضرت علیؑ کے ہاتھوں سے کی جاتی تھی بلکہ ان اموال کی تولیت بھی ان کے سپرد تھی۔

نیز عہد ناردقی میں بھی حضرت علیؑ کے لیے اموال غنائم اور خمس میر سے باقاعدہ حصہ ملتا تھا۔ اور خاص طور پر جناب فاروق اعظمؑ نے حضرت علی المرتضیٰؑ کے لیے بعض قطععات اراضی متعین فرما دیئے تھے۔ ینبع کے مقام پر ایک بڑی جائیداد انہی قطععات اراضی میں سے ایک تھی جس کی معقول آمدنی تھی۔

۱۔ ہماری کتاب ”رحمۃ بینہم“ حصہ صدیقی ص ۹۸ تا ۹۹ میں تفصیلات مسئلہ بڑا ملاحظہ فرمادیں۔

۲۔ ینبع کے مقام میں قطع اراضی کا دیا جانا مندرجہ ذیل مقامات میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۵۵ کتاب الجہاد۔ طبع کراچی۔

۲، السنن اکبری للبیہقی ص ۳۴ باب اطلاع الموات۔

زبقیہ حاشیہ اگلے سفر پر ملاحظہ فرمائیں

اور حضرت عثمان غنیؓ کے بعد میں دستور سابق کی طرح جو ذرائع آمدن اور معاشی اسباب تھے وہ بدستور قائم تھے اور حضرت عثمانؓ اموال نئی اور غنائم میں سے حضرت علیؓ کو باقاعدہ حصہ بھجوا کرتے تھے جیسا کہ ہم نے قبل ان میں بعد عثمانی کے حالات میں ذکر کر دیا ہے اور اپنی کتاب ”رحلہ بینہم“ حصہ عثمانی میں ص ۱۵۲ تا ۱۶۳ باب چہارم تحت عنوان ششم ان مسائل کو بالوضاحت ذکر کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کے اپنے بعد خلافت میں آنجنابؓ کے مالی حالات سابقہ احوال کے مطابق درست تھے۔

لیکن ذاتی طور پر آنجناب بیت المال سے بالکل قلیل وظیفہ حاصل کرتے تھے جو بقدر کفایت اور بقدر ضرورت ہوتا تھا۔

اس مقام میں علماء نے لکھا ہے۔ کہ شیخینؒ بیت المال سے ایک قلیل وظیفہ کے حصول پر اکتفا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ :

”... کان یاخذنی فی کل یوم من بیت المال ثلاثہ دراهم
اجرتاً“

یعنی حضرت صدیقؓ بیت المال سے روانہ تین درہم بطور وظیفہ حاصل کرتے تھے۔
(وظیفہ ہذا کے مسئلہ میں مؤرخین کے دیگر اقوال بھی ہیں جو طبقات لابن سعد جلد ثالث تحت تذکرہ صدیقؓ میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔)
وظیفہ کے سلسلہ میں سیدنا فاروق اعظمؓ کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ :

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا)

(۳) دینار الوفا للسمودی ص ۱۳۳ جلد رابع فصل ثامن تحت منبع۔

(۴) معجم البلدان للیاقوت حموی ص ۲۵۵ تحت منبع۔

(۵) رحلہ بینہم حصہ فاروقی ص ۱۷۲ تا ۱۹۱ فصل رابع میں مزید تفصیلات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ تاریخ الخلفاء (شیخی) ص ۱۳۶ طبع بیروت۔

”۔۔۔۔۔ کان عمر بن الخطاب يستنق كل يوم درهمين له

و ليعالہ“ ۱۷

یعنی حضرت عمر بن خطاب (خلیفہ ثانی) ہر روز دو درہم اپنے لیے اور اپنے عیال کے لیے خرچ اخراجات کے طور پر (بیت المال سے) حاصل کرتے تھے۔

سیدنا عثمان بن عفان (خلیفہ ثالث) کے متعلق اہل تاریخ نے لکھ دیا ہے کہ انہوں نے اپنے بارہ دن کم بارہ سال عہد خلافت میں اپنے مستحکم مالی حالات کی بنا پر بیت المال سے کوئی وظیفہ حاصل نہیں کیا۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ نے بھی کچھ قلیل وظیفہ بعض اوقات بیت المال سے وصول کیا ہے۔

لیکن بعض حالات حضرت علیؑ پر اس طرح پیش آتے تھے کہ آپ کے پاس کچھ مقدار بھی دراہم نہیں ہوتے تھے۔ مصنفین نے لکھا ہے کہ :

۔۔۔۔۔ خرج علی ذات يوم لم يبق له من بيتنا مني سيفي

هذا ؟ فلو كان عندي ثمن ازار ما بعته“ ۱۸

یعنی ایک روز جناب علی المرتضیٰؑ اپنی تلوار لے کر خرید و فروخت کے مقام میں تشریف لائے ہیں اور فرمانے لگے کہ یہ میرے پاس تلوار ہے اس کو کون خرید کرنے کے لیے تیار ہے؟ فرمایا اگر ایک چادر کی قیمت کے دراہم میرے پاس ہوتے تو میں تلوار کو فروخت نہ کرتا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات آپؑ کی مالی حالت اس درجہ تک بھی پہنچ جاتی تھی کہ ضروریات کے لیے قلیل دراہم بھی پاس نہ ہوتے تھے۔

۱۷ طبقات لابن سعد ص ۲۲۲ تحت تذکرہ عمر بن الخطاب (طبع لیدن)

۱۸ (۱) المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۸۵ کتاب الزہد۔ طبع کراچی۔

(۲) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاسفہانی ص ۸۶ تحت ذکر علی بن ابی طالب۔

اور بیت المال سے لباس حاصل کرنے کے متعلق علماء روایت درج کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیت المال سے بالکل بقدر کفایت بعض اوقات مال حاصل کرتے تھے بعضین نے درج کیا ہے کہ :

”..... عن عبد الرحمن بن ابی بکرۃ قال ما رآ علیؑ من بیت مالنا حتی فارقنا الاجبة مشوۃ و خمیصة دار بجردیۃ“^{۱۵}
یعنی عبد الرحمن بن ابی بکرۃ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بیت المال سے (لباس کے سلسلے میں) حضرت علی المرتضیٰؑ کچھ نہیں لیتے تھے مگر ایک سجتہ (پہننے کا پیراہن) اور استعمال کے لیے ایک چادر حاصل کرتے تھے۔

معاشی حالات کا دوسرا رخ

مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کے لیے متعدد اراضی متعین فرمادی تھیں۔ الفقیران، برقیس، والشجرة۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علیؑ کے لیے ینبع کے مقام میں ایک اراضی متعین کر دی تھی پھر وہاں حضرت علیؑ نے آبادی قائم کی اور اس ینبع کے ساتھ مزید وہاں اضافہ کر لیا۔

..... عن جعفر بن محمد قال : اقطع النبی صلی اللہ علیہ

وسلمو علیاً رضی اللہ عنہ اربع ارضین، الفقیران، و برقیس

والشجرة واقطع عمر ینبع و اضاف الیہا غیرھا^{۱۶}

۱۵۔ الاصحاف لابن ابی شیبہ ص ۵۹۵ کتاب الخاوی۔ طبع کراچی۔

۱۶۔ کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص ۷۷ تحت توفیر النبیؐ و انصارہم۔

۱۷۔ معجم البلدان للیاقوت الحموی ص ۲۰۴ طبع بیروت۔ تحت ”ینبع“۔

ینبع کے مقام جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جائیداد ملی ہے اس کی تشریح کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ:

”ینبع حصن به غنیل و ماء و زرع و بها و قوف علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، یتولاهما ولدہ“۔^۱

مطلب یہ ہے کہ ینبع ایک ایسا مقام ہے جس کی ایک قلع کی حیثیت حاصل ہے وہاں کھجور کے باغات ہیں اور وہاں پانی کے چشمے ہیں اور وہاں کھیتیاں ہیں۔ اور اس مقام میں علی بن ابی طالبؑ کے لیے کئی اوقاف تھے۔ اور ان کے متولی ان کی اولاد تھی۔

ینبع کے مقام میں جو حضرت علیؑ کے اوقاف تھے مزید علماء نے تشریح یہ بھی دی ہے۔ کہ ان کے متعلق آنجنابؑ کی طرف سے یہ شرائط تھے کہ:

”لایباع ولا یوہب ولا یورث کل مال فی ینبع“۔^۲

یعنی یہ صدقات قابل فروخت نہ ہوں گے اور نہ کسی دیگر شخص کو بیہ کئے جاسکیں گے اور نہ ان میں وراثت جاری ہوگی۔ (بلکہ یہ اوقاف للہ فی اللہ جاری رہیں گے۔ اور امور خیران کا مصرف ہوگا)۔

اس کے اسوار بھی علماء کرام نے حضرت علیؑ کی جائیداد میں اور صدقات مزید برآں۔ درج کیے ہیں ایک کا نام عین تحفہ اور ایک عین ابی نضر اور ایک عین البغیغۃ۔^۳

ان کی تفصیلات مندرجہ ذیل مقام میں اہل تحقیق ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

(۱) وفار الوفار از نور الدین السہودی ص ۱۲۷ تحت عین تحفہ۔

(۲) وفار الوفار للسہودی ص ۱۲۷ تحت عین ابی نضر۔

۱۔ معجم البلدان لیلیا قوت الحموی ص ۵۴۲ طبع بیروت۔ تحت ینبع۔

۲۔ الصنف لبد الرزاق ص ۲۷۵ تحت وصیت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

مندرجات بالا کی روشنی میں یہ بات واضح ہوئی کہ جناب علی المرتضیٰؑ کی متعدد جائیدادیں تھیں اور کئی اوقاف اور صدقات تھے جن میں سے بعض چیزوں کی نشاندہی اوپر کر دی گئی ہے۔ ادھر حضرت علیؑ کے زاہدہ حالات اور فقر و فاقہ کے احوال بھی پیش کئے گئے ہیں تو ان دونوں احوال زندگی کے متعلق علماء فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؑ طبعاً درویش منش اور فقیر طبع تھے۔ اور یہ جائیدادوں کی آمدنی کا مسئلہ اپنی جگہ درست ہے لیکن یہ سب چیزیں یہ لوگ الشکر کی راہ میں صرف کر دیتے تھے اور ان اموال میں سے ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے تھے۔ الشکر کی راہ میں صرف کرنا ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔

فلہذا ان کی معاشی حالات کے دونوں رخ اپنی اپنی جگہ پر بالکل درست ہیں اور ان میں کوئی تضاد نہیں۔

مخصوص صحیفہ کا مسئلہ

شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد میں ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؑ کے پاس اس قرآن مجید کے علاوہ ایک ”مخصوص صحیفہ“ تھا جسے بعض روایات میں ”الجامعہ“ اور ”مصحف فاطمہؑ“ کے اسماء کے ساتھ بھی ذکر کرتے ہیں۔

الجامعہ، مصحف فاطمہؑ اور ”مخصوص صحیفہ“ مال کے اعتبار سے ایک ہی چیز کے انواع و اقسام کے درجہ ہیں۔

شیعہ کے نزدیک ان کے چند احوال و اوصاف بطور تشریح کے درج ذیل ہیں:

① — الجامعہ

اس کے متعلق ان کے ائمہ کی روایات کا روشنی میں ذیل چیزیں مذکور ہیں۔

(النسائی) یہ وہ چیز ہے جس کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے المار کرایا اور حضرت علی المرتضیٰؑ کے ہاتھوں نے اس کو کھا ہے۔ یہ ستر ذراع یعنی ستر باقتہ طویل ہے۔
(جب) جب امام جعفر صادقؑ سے اس سچے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:
یہ صحیفہ ستر باقتہ طویل ہے اور ایک فراخ کمال میں رکھا ہوا ہے اور اونٹ کی فالج یعنی
بان کے برابر اس کی ضخامت ہے اس میں لوگوں کی ہر ضرورت کی چیز موجود ہے اور اس میں ہر
قابل فیصلہ امر کامل موجود ہے۔

--- عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انه سئل عن الجامعة
قال تلك صحيفة سبعون ذراعاً عرضاً الا دیو مثل
فخذ العالم فیها كل ما یتماجد الناس الیه ولیس من
قضية الا وهی فیها حتی ارش الخلدش“۔

② — مصحف فاطمہؑ

مصحف فاطمہؑ کے متعلق شیعہ علماء نے اپنے ائمہ سے بڑی تفصیلات درج کی ہیں ان میں
سے صرف ایک دو حوالے پیش خدمت ہیں۔

امام جعفر صادقؑ کی ایک طویل روایت میں ان کا شاگرد ذکر کرتا ہے کہ:
امام جعفر صادقؑ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ ہمارے پاس ایک مصحف فاطمہؑ
علیہا السلام ہے۔ لوگوں کو کیا معلوم کہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟ فرمایا مصحف فاطمہؑ وہ مصحف ہے

لے را بصائر الدرجات للشیخ ابو جعفر محمد بن حسن الصفار ص ۱۲۱ باب ۱۱۱ روایت ۱۱۱ تحت باب ۱۱۱ فی

الائمة ان عنده الصحيفة الجامعة التي هي املاء رسول الله ﷺ الخ ربيع ايران

۲۱ اصول کافی ص ۱۲۶ طبع کتبی باب فیہ ذکر الصحيفة والجمع والجامعة ومصحف فاطمةؑ

۳۱ احتجاج الطبرسی ص ۱۲۱ ربيع قديم ۱۳۱۸ تحت احتجاج حسن بن علی علی معاوية فی امامة من لیتمها

جو تمہارے قرآن سے تہی گنا بڑا ہے اور اللہ کی قسم اس میں تمہارے قرآن میں سے ایک حرف بھی نہیں۔ بے شک یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؑ کی طرف وحی سے لکھوایا اور حضرت علیؑ الترقیؑ لکھا کرتے تھے۔

یہ چیز بھی ان کے ائمہ سے منقول ہے کہ: اللہ کی قسم ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ ہے جس میں اللہ کی کتاب سے کوئی آیت نہیں اور تحقیق اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ نے املا کر آیا اور حضرت علیؑ نے اسے اپنے ہاتھوں سے لکھا۔

-----”شو سکت ساعة شوقا ل : وان عندنا مصحف

فاطمة عليها السلام وما يدريك ما مصحف فاطمة؟

قال مصحف فيه مثل قرآنكم هذا ثلاث مرات والله ما فيه

من قرآنكم حرف واحد انما هو شئ املاها الله

واوحى اليها۔۔۔

③ ————— مخصوص صحیفہ

شیعہ کے ائمہ کی روایات میں یہ چیز بھی موجود ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس ایک خاص صحیفہ تھا۔ ان کے ائمہ فرماتے ہیں کہ :

اللہ کی قسم ہمارے پاس ایک صحیفہ ہے جس کا طول شتر با تھہ (ذراع) ہے اور جو حلال اور حرام چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں حتیٰ کہ ایک غراش کی دیت تک بھی وہاں درج ہے۔ نیز فرمایا کہ ہمارے پاس ایک مصحف ہے اور

لہ (۱) بصائر الدرجات ص ۱۵۲ تحت فی الامۃ علیہم السلام انہم اعطوا الجعفر والجامعہ مصحف فاطمہؑ علیہ السلام

روایت ۲ (طبع ایران)

(۲) اصول کافی ص ۱۴۶ طبع کھنؤ باب ذکر الصحیفۃ والجعفر والجامعہ مصحف فاطمہؑ۔

وہ اللہ کی قسم قرآن نہیں (یعنی قرآن مجید سے الگ ایک چیز ہے)

۔۔۔۔۔ وعندهنا والله صحيفة طولها سبعون ذراعاً ما خلق

الله من حلال وحرام الا وهو فيهما حق ان فيهما ارش المحدث

وعندهنا مصحف اما والله ما هو بالقرآن" لہ

اور اصول کافی میں امام جعفر صادق سے یہ روایت بھی منقول ہے جس میں انہوں نے ایسا مخصوص قرآن اپنے پاس ہونا ذکر کیا ہے جس کی سترہ ہزار آیات ہیں۔ یہ قرآن جبرائیل علیہ السلام نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے تھے۔

۔۔۔۔۔ عن ابی عبد الله عليه السلام قال ان القرآن الذي

جاء به جبرائيل عليه السلام الى محمد صلى الله عليه واله

سبعة عشر الف آية" لہ

(قارئین کرام کو معلوم ہے کہ اصل قرآن مجید جو مسلمانوں کے پاس ہے اس میں صرف چھ ہزار چھ سو چھیانوے آیات ہیں۔ غلبۂ سترہ ہزار آیات پر مشتمل قرآن ان کا ایک مخصوص صحیفہ اور الگ قرآن ہے)

مندرجہ بالا احوال و اوصاف معلوم کر لینے کے بعد واضح ہوا کہ شیعہ عقائد کے اعتبار سے ان کے ہاں متعدد صحائف ہیں۔ یہ لوگ ان کو بعض اوقات "جفر" اور بعض اوقات مصحف فاطمہ یا "الحمامہ" کے ناموں سے ذکر کرتے ہیں نیز ان کے پاس سترہ ہزار آیات پر مشتمل ایک الگ قرآن مجید ہے۔

شیعہ کے نزدیک یہ چیز مسلم ہے کہ یہ مخصوص مصحف اور مخصوص قرآن مجید حضرت علی المرتضیٰؑ کے پاس تھا اور انہوں نے اسے آنے والے امام کے سپرد کیا اور اسی طرح ائمہ

لہ بصائر الدرجات ص ۱۵۱ باب مکارر روایت علی باب فی الامۃ علیہم السلام انہم اعطوا۔۔۔۔۔ الخ

لہ اصول کافی ص ۶۷ طبع کتب۔ آخر کتاب فضل القرآن۔

اس کو اپنے جانشینوں کی طرف منتقل کرتے رہے حتیٰ کہ آخری امام محمد مہدی کے سپرد کیا گیا جو اسے اپنے ساتھ لے کر غار ”سمرن رأی“ (سامرة) میں تشریف لے گئے اور تعامل اس میں غائب ہیں اصلی صحیفہ اور اصلی قرآن ان کے پاس ہے۔

اس عقیدہ اور نظریہ کے ساتھ ایک طویل تاریخ ملتی ہے جسے ہم یہاں بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا شیعی نظریات اور مخصوص روایات کی بنا پر لوگوں میں تاثر دیا جاتا ہے کہ اصلی قرآن وہی ہے جو ائمہ کے پاس مخفی اور مستور چلا آیا ہے اور اب امام مہدی کے پاس غار میں محفوظ ہے۔ اور یہ قرآن مجید جو مسلمانوں کے پاس ہے یہ اصلی قرآن نہیں۔ اس میں کئی نوع کی تبدیلیاں، موہجی ہیں اور بہت کچھ محرف و متبدل ہو چکا ہے۔ فلہذا شیعہ کے نزدیک یہ قرآن قابلِ اعتماد نہیں۔

مسئلہ ہذا کی وضاحت

اس مسئلہ کے متعلق سب سے پہلے خود جناب امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کا کلام ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ جن کے متعلق مذکورہ نظریات قائم کئے گئے ہیں ان کی زبانی ہی اس کی وضاحت سامنے آجائے۔

موجودہ مسئلہ کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کا
حضرت علیؑ کے فرمودات مفصل کلام بہت سی روایات میں موجود

ہے اور محدثین اور مؤرخین نے اپنے اپنے مقام میں اسے مدلل طریقہ سے درج کیا ہے۔ ہم بھی اس مقام میں جناب علی المرتضیٰؑ کے چند فرمودات مختصراً پیش کرتے ہیں یہ فرمودات عموماً آئینہ باطن کے اپنے دور خلافت سے متعلق ہیں

① ابراہیم التیمی اپنے والد یزید بن شریک التیمی سے نقل کرتے ہیں کہ میرے

والد نے کہا کہ ایک دفعہ علی المرتضیٰ نے عام پبلک میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ کی کتاب کے بغیر ان کے پاس کوئی کتاب ہے جس کی ہم قرأت اور تلاوت کرتے ہیں تو اس نے جھوٹ کہا اور دروغ گوئی کی۔ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب کے سوا صرف ایک مجموعہ یادداشت مسائل کا ہے جس میں چند فقہی احکام ہیں جو ادنیٰ کی غرض کے متعلق ہیں اور رخصوں کی دیت کے متعلق ہیں۔

”۔۔۔۔۔ عن ابراہیم التیسی عن ابیہ قال خطبنا علی فقال

من زعم ان عندنا شیئاً نقرأہ الا کتاب اللہ وھذا الصحیفۃ

(قال ابی رحمہ اللہ صحیفۃ فیہا اسنان الابل واشیاء

من الجراحات) فقد کذب۔“

(۲) نیز حضرت علی المرتضیٰ کے ایک خصوصی شاگرد ابو جحیفہ ”انجنا ب کی خدمت میں بطور سوال گزارش کرتے ہیں کہ یا حضرت! آپ کے پاس قرآن مجید کے علاوہ کوئی صحیفہ ہے؟ جو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خصوصی طور پر عنایت فرمایا ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ بالکل نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو اگایا اور روح کو پیدا فرمایا یا ہمارے پاس کوئی مخصوص چیز نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کتاب کا نعم وادراک بخشا ہے۔

ہمارے پاس مسائل کی یادداشت کا یہ ایک صحیفہ ہے جس میں نے عرض کیا اس صحیفہ میں کیا کچھ ہے تو انجنا ب نے فرمایا کہ اس میں چند مسائل بطور یادداشت محفوظ کیے ہوئے ہیں مثلاً دیت اور جرمانہ کے مسائل، قیدی کے واکزار کرانے کے احکام اور غیر مسئلہ کہ کافر کے قتل کے بدلہ میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جاتا وغیرہ وغیرہ

۱۔ کتاب السنۃ لایام احمد ص ۱۸۹ تحت ذکر الوصیۃ۔

۲۔ المسند لایام احمد ص ۸۱ تحت منہات علیؑ۔

----- عن الشعبي انه سئل في الوجيعة قال قلت لعل هل
 عندكم عن رسول الله شيء سوى كتاب الله؟ قال :
 والذي فلن الحجة وبرأ النسمة ما عندنا شيء سوى
 كتاب الله الا ان يوتي الله رجلاً فهم ما في هذا القرآن
 وما في هذه الصحيفة قال قلت وما في هذه الصحيفة؟
 قال : العقل وفكك الاسير ولا يقتل مسلموكا فرأته
 (۳) اسی مسئلہ کے متعلق ایک اور حضرت علی المرتضیٰ کا بیان محدثین نے ذکر کیا ہے
 جو آپ نے علی الاعلان منبر پر ارشاد فرمایا تھا۔

فرمایا کہ اللہ کی قسم! ہمارے پاس صرف اللہ کی کتاب ہی ہے جو ہم تمہارے
 سامنے پڑھتے ہیں اور یہ ایک مجموعہ مسائل کا (جس کو صحیفے سے تعبیر کیا) تحریر شدہ ہے
 اس کو ہم تلوار کی نیام میں معلق کیے ہوئے ہیں یہ مسائل ہم نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ
 وسلم سے حاصل کیے تھے اس میں صدقہ کے فرائض وغیرہ کا بیان ہے (یعنی چند فقہی
 مسائل جمع شدہ ہیں)۔

----- عن طارق بن شهاب قال شهدت علياً رضي الله
 عنه وهو يقول على المنبر والله ما عندنا كتاب نقرأه
 عيكوا الا كتاب الله تعالى وهذه الصحيفة معلقة بيسفله
 اخذتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها فرائض

۱۔ کتاب السنۃ لا امام الاثر ص ۱۸۷ تحت ذکر الوصیۃ والی الرسول اللہ ص ۱۸۷ علیاً شایاً۔۔۔ الخ
 (۲) المنتقى لابن الجارود (التوفی ۳۲۸ھ) ص ۲۶۸ (باب فی الدیات کے بعد روایت درج ہے)
 (۳) مشکوٰۃ شریف ص ۲ کتاب القصاص۔ الفعل الاول من الی حیفة۔ بحوالہ بخاری شریف۔

الصلادة معلقة بسيف له حليته حديد

(۴) ایک دیگر روایت بھی محدثین نے ذکر کی ہے جو اسی مسئلہ کے متعلق ہے۔ ایک شخص قیس بن عباد ذکر کرتا ہے کہ میں اور الاشتر جناب علی المرتضیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کوئی مخصوص چیز عنایت فرمائی ہے جو عام لوگوں کو نہیں دی گئی؟ تو انجناب نے اس کی نفی فرمائی اور فرمایا کہ میرے پاس ایک یہ تحریر ہے (جو انجناب کی تلوار کی نیام میں تھی) اور اس میں یہ مسائل درج تھے مثلاً:

- باہم مومنوں کا خون باعتبار دیت و قصاص کے برابر اور نساوی ہے۔
 - اور ان کو غیر مسلموں پر غلبہ اور بالائری حاصل ہے اور باہم تعاون و تناصر میں یہ واحد کی طرح ہیں ان کا تھاذل جائز نہیں۔
 - اور ان کے ادنیٰ آدمی کی بھی ذمہ داری اور امان کی رعایت کی جائے گی۔
 - اور کوئی مومن کسی کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔
 - اور جس کے ساتھ ساتھ معاہدہ ہوا ہے اس کی عہد شکنی نہیں کی جائے گی۔۔۔ الخ
- ۔۔۔ عن قیس بن عباد قال انطلقت انا والاشتر الى علي
فقلنا هل عهد اليك نبى الله شيئاً لا يعهد الى الناس
عامه؟ قال لا! الا ما في كتابي هذا قال وكان من خراب
سيفه فاذا فيه المؤمنون تكافأ دماؤهم وهو
يبدأ على من سواه وليسعى بذمتهم ادناهم الا

لہ، الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ج ۴ ص ۱۴۳ تحت الباب اثالث ذکر شیخین من خطبہ رضی اللہ عنہ۔
راہ مسند امام احمد ص ۱۱۱ تحت مسندات سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربيع اول ہجر۔

لا یقتل مومن بکافر ولا ذومعذہ فی عہدہ۔۔۔۔۔ الخ لہ

قابل غور

مندرجہ بالا تمام فرمودات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محدثین نے نقل کیے ہیں۔ جن میں مخصوص صحیفہ کے نظریہ کی بقدر ضرورت وضاحت آگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) کے ماسوا کوئی دوسرا صحیفہ اور کوئی دوسرا قرآن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں تھا اور نہ ہی کوئی مخصوص مصحف آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو ملا ہوا تھا۔

جو کچھ ان کے پاس تحریر تھی وہ چند مسائل کی ایک یادداشت تھی جو مختلف روایات میں پائی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر روایات بالا میں آگیا ہے یہ چند فقہی مسائل اور احکامات ہیں اس کے ماسوا کوئی مخصوص صحیفہ نہیں۔

نیز قابل توجہ یہ چیز ہے کہ مسئلہ ہذا پر دو قسم کی روایات ناظرین کرام کے سامنے ہیں ایک شیعہ روایات ہیں جو انہوں نے اپنے ائمہ سے نقل کی ہیں رجن میں ہے کہ اصلی قرآن اور مخصوص صحیفہ یا الجامعہ وغیرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جو امام مہدی تک ائمہ کے ہاں منتقل ہوتا چلا آیا۔

اور دوسری روایات خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمودات ہی ہیں جو ہمارے محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ نقل کیے ہیں (ان میں خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کسی دیگر قرآن اور صحیفہ کی نفی کر دی ہے)۔

لہذا کتاب السنۃ لا امام احمد ص ۱۸۴۔ طبع مکہ مکرمہ۔ تحت ذکر الوصیۃ وان الرسول صلی اللہ

علیہ وسلم یوصی عیالاً۔۔۔۔۔ الخ

۱۲۰ مسند امام احمد ص ۱۵۲، تحت مسند من تقویٰ شہ

ابن الدقم کی متقابل روایات کے صحیح ہونے یا غیر صحیح ہونے کے متعلق قرین قیاس یہ بات ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے کردار اور اس دور کے حقیقی واقعات پر نظر غائر کی جائے جس سے ایک منصف مزاج آدمی کسی فیصلہ پر پہنچ سکے۔

اس سلسلہ میں درج ذیل انشاء پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔

① سیدنا علم المرتضیٰؑ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اہل اسلام کے سامنے وہ اصل اور مخصوص قرآن کیوں نہیں پیش کیا؟ خاص طور پر جب کہ صدیق و در خلافت میں جمع قرآن کا مسئلہ پیش آیا تو اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ کو اپنا خاص صحیفہ اور اصلی قرآن قوم کے سامنے پیش کرنا چاہیے تھا۔

اسی طرح عثمانی عہد خلافت میں جب قرآن مجید کی اختلاف قرات کا مسئلہ پیش آیا اور اس کے لغت قریش پر متحدہ نسخے مدون و مرتب کرنے کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰؑ سمیت تمام اکابر صحابہ کرامؓ نے متفقہ طور پر کیا تو اس موقع پر حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنا اصلی قرآن کا مسئلہ کیوں نہیں پیش کیا؟ حالانکہ اس تمام واقعہ میں حضرت علی المرتضیٰؑ دیگر صحابہ کے ساتھ متعادون اور شریک کار تھے (اس چیز کو قبل ازیں ہم نے عہد عثمانی کے واقعات میں درج کیا ہے)۔

⑤ اور حضرت علی المرتضیٰؑ کے اپنے عہد خلافت میں یہی قرآن مجید بچکانہ نمازوں، عیدین اور تہ اربع میں پڑھا پڑھایا اور سنا سنا یا جاتا تھا۔ اس وقت اپنا اصلی قرآن اور مخصوص صحیفہ اہل اسلام کے سامنے کیوں نہیں پیش کیا گیا؟

③ عہد علوی میں اسی قرآن مجید کے اہل اسلام نے درس قائم کیے ہوئے تھے اور تمام ممالک اسلامیہ میں اسی قرآن مجید کی تعلیم تدریج کی جاتی تھی کسی دوسرے قرآن یا کسی دوسرے صحیفہ کی تلقین و تعلیم نہیں کی جاتی تھی۔ سیدنا علی المرتضیٰؑ نے اپنے مخصوص اور اصلی قرآن کو کیوں ظاہر نہیں فرمایا؟ اور اس کی تعلیم تدریج کی کیوں سعی نہیں فرمائی؟

⑤ نیز حضرت علی المرتضیٰؑ کے دور خلافت میں بھی اسی قرآن مجید کے احکامات پر عمل

درآمد جاری و ساری رہا۔ کسی دیگر صحیفہ یا قرآن کے احکامات کا نفاذ نہیں کیا گیا حالانکہ درود علوی میں اصلی قرآن کے اجزاء میں کوئی چیز مانع نہیں تھی۔

مختصر یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد اصلی قرآن اور غیر اصلی قرآن کا مسئلہ بعض لوگوں نے خود تجویز کر لیا ہے یہ چیز کتاب اللہ (قرآن مجید) کی حفاظت کے خلاف ایک تحریک ہے اور کتاب اللہ سے قوم کا اعتقاد اٹھانے کی ایک مذموم سازش ہے جسے کوئی مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا۔

ان گزارشات پر نظر فرمائیے کہ بعد اصل مسئلہ خود بخود منکشف اور واضح ہو گیا کہ کتاب اللہ (قرآن مجید) جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے رکھی ہے وہ ہر دور میں تغیر و تبدل سے بالاتر ہے اور اہل اسلام کے سینوں میں محفوظ و مامون ہے۔

فلہذا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا اقوال و افعال ہمارے نظریات کے مؤید ہیں اور ہمارے لیے حجت ہیں اور قرین قیاس بھی یہی چیز ہے کہ اہل اسلام کے ہاتھوں میں جو قرآن مجید ہے یہی صحیح ہے اور کوئی دیگر قرآن کسی کے پاس نہیں ہے۔

خصوصی امامت کا مسئلہ

اور

ائمہ کا مقام

شیعہ عقائد کی رو سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری ایام میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خاص خلیفہ اور قائم مقام مقرر فرمایا تھا اور آنجناب کی امامت و خلافت کے متعلق خاص وصیت فرمائی تھی۔ دوسرے لفظوں میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان

کے حق میں منصب امامت مخصوص کیا گیا تھا اور آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص وصی قرار پائے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ اپنے بھتیجے حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدینؑ) کو فرماتے ہیں کہ..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصایت اور امامت اپنے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ کے لیے پھر ان کے بعد امام حسن کے لیے اور پھر ان کے بعد امام حسین کے لیے متعین فرمائی تھی..... الخ

----- عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قتل الحسین ارسل
محمد بن الحنفیة الی علی بن الحسین علیہ السلام فخلایہ ثم
قال له یا بن اخی قد علمت ان رسول الله صلی الله علیہ
وآلہ کان قد جعل الوصیة والامامة من بعده الی علی بن
ابی طالب علیہ علیہ السلام ثم الی الحسن علیہ السلام ثم
الی الحسین علیہ السلام..... الخ

نیز اس چیز کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ شیعہ کے نزدیک ان کے ائمہ کا مقام یہ ہے کہ ہر ایک امام کی اطاعت لوگوں پر اس طرح فرض ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی اطاعت فرض فرمائی ہے۔

چنانچہ اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ کا فرمان اس طرح منقول ہے کہ :

----- اشهد ان علیاً امام فرض الله طاعته وان الحسن
امام فرض الله طاعته وان الحسین امام فرض الله طاعته
وان علی بن الحسین امام فرض الله طاعته وان محمد بن

الح إمام الدرجات الست باب مناقب الأئمة عليهم غفر الله عنهم " شیخ ابی جعفر محمد بن الحسن الصفار الشیعی۔

علی امام فرض اللہ طاعتہ۔

وفی روایۃ یقول: نحن قوم فرض اللہ طاعتنا۔ لہ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے حلفاً فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، حضرت زین العابدینؑ اور حضرت محمد باقرؑ کی امامت اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر فرض قرار دی ہے اور ساتھ ہی دوسری روایت میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ہم ائمہ وہ قوم ہیں جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر فرض فرمائی۔

شعیرا کا برہ نے حضرت علی المرتضیٰؑ اور دیگر ائمہ کی امامت کے متعلق خاص وصایا اپنی کتابوں میں بہت کچھ ذکر کئے ہیں جن کا ذکر کرنا موجب طوالت ہے مزید تفصیلات برائے امام و امامت مطلوب ہوں تو اصول کافی کتاب الحجۃ کی طرف رجوع فرمائیں۔ ہم نے یہاں ان کے ایک دو قول اجمالاً توضیح مسئلہ کے لیے درج کر دیئے ہیں۔

مسئلہ ہذا کی وضاحت تمہیداً یہ بیان کر دینا قارئین کرام کے لیے مفید ہے کہ ”امامت اور خلافت“ کا مسئلہ شیعہ کے نزدیک فقہی

ہے (خاص نص شرعی سے ثابت ہے) اور ہمارے نزدیک یہ مسئلہ فقہی نہیں بلکہ شریعتی ہے۔ نیز شیعہ کے نزدیک مسئلہ ”امامت و خلافت“ اصول دین اور ارکان دین میں سے ہے جیسا کہ توحید، نبوت اور قیامت۔ جبکہ ہمارے نزدیک یہ مسئلہ فروع میں سے ہے اصول میں داخل نہیں۔

جیسا کہ ہم نے سابقاً خصوصی صحیفہ کے مسئلہ میں طریق اختیار کیا ہے اسی طرح ہم اس مقام میں بھی وہی طریق اختیار کرتے ہوئے سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰؑ کے فرمودات ذکر کرتے ہیں اور بقدر کفایت اس کے بعد دیگر چیزیں ذکر کریں گے اس طریقہ سے مسئلہ ہذا خوب واضح ہونے لگا۔

لہ اصول کافی ص ۱۰۹ کتاب الحجۃ باب فرض طاعتہ الامتہ۔ طبع نول کشور کتبہ قدیم طبع۔

مسئلہ ”امامت و خلافت“ کی وضاحت کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کے بے شمار فرمودات میں سے چند ایک یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔ ان فرامین میں حضرت علی المرتضیٰ نے مسئلہ ہذا کا بہتر حل فرما دیا ہے اور کسی دیگر جواب کی حاجت ہی نہیں رہی۔

① ایک شخص قیس بن عباد نے حضرت علی المرتضیٰؑ سے اس وقت سوال کیا جب آپؑ اپنے عہد خلافت کے ادائل میں غالباً بصرہ کی طرف تشریف جانے کا قصد فرما رہے تھے۔ عرض کیا یا حضرت! کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کے حق میں کوئی خصوصی عہد خلافت فرمایا تھا؟ جس کی بنا پر آنجنابؑ اس منصب کے لیے آمادہ ہو گئے تو سیدنا علی المرتضیٰؑ نے ادلاً تو اس سوال کا جواب دینے سے اعراض فرمایا لیکن جب قیس بن عباد وغیرہ نے اصرار کیا تو آنجنابؑ نے حلفاً فرمایا کہ دوسرے لوگوں کے بغیر میرے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خصوصی عہد نہیں فرمایا۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ بعض لوگ حضرت عثمان بن عفانؓ کے خلاف ہو گئے اور انہیں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس منصب کے لیے ہیں نے اپنے آپ کو زیادہ حقدار سمجھا اور آمادہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ ہمارا یہ اقدام درست ہے یا خطا۔ میرے؟

”... فهد إليك رسول الله شيئاً في ذلك فاعرض عنا

فَالْعِزُّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا عَمِدَ إِلَى رَسُولٍ

الله صلى الله عليه وسلم عهد الاثني عشر عهد الى الناس

ولكن الناس وقعوا على عثمان فقتلوه ثم انى رأيت الخ

احقہم بهذا الامر فوثبت عليه فالله اعلم واصبنا له واخطانا“ لہ

۱۔ کتاب السنۃ الامام احمدؒ تحت ذکر الوصیۃ (طبع مکہ مکرمہ)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) جناب علی المرتضیٰؑ کے فرمان سابق کی تائید میں ایک اور روایت پیش کی جاتی ہے جس میں قیس بن عباد نے ہی جناب علی المرتضیٰؑ کے خصوصی معادن اور با اعتماد شخصیت حضرت عمار بن یاسرؓ سے ہی سوال کیا کہ اے عمار! تم لوگ جو کچھ حضرت علی المرتضیٰؑ کو م الشرجہ کی خلافت کے معاملہ میں مساعی کر رہے ہو یہ تمہاری اپنی رائے ہے یا اس چیز کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تمہارے ساتھ خصوصی عہد فرمایا تھا؟ تو جناب عمارؓ نے جواب میں کہا کہ اس مسئلہ میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ کوئی ایسا وعدہ یا عہد نہیں فرمایا جو دیگر لوگوں سے نہ کیا ہو۔

----- (م۔ قیس بن عباد) قال قلت لعمارؓ أ رأیت وصیہ کو

هذا الذی صنعتہ فی امر علیؑ أ رأیاً رأیتہ وہ ؟ ا م

شیئاً عہدہ الیکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟

فقال ما عہد الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شیئاً لوصیہ عہدہ الی الناس كافة۔۔۔۔ الخ لہ

مندرجات بالا کے ذریعہ معاملہ واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ کے حق میں جناب نبی اقدس صلی

نے کوئی خصوصی وصیت امامت و خلافت کے لیے ارشاد نہیں فرمایا:

حضرت صدیقیہ کا بیان مسئلہ ہذا کے متعلق صحابہ کے دور میں ہی لوگوں میں ایک بات مشہور کی گئی کہ نبی اقدس صلی اللہ

ﷺ نے اپنے انتقال مبارک سے قبل جناب علی المرتضیٰؑ کے حق میں امامت اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کا) (۱۲) الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ج ۱۳۹ تحت الباب الرابع فی خروج

عائشہ وطلحہؓ۔

(۱۳) الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ج ۱۳۹ تحت الباب ماجاء فی خلافتہ رابع الخلفاء الراشدینؓ۔

لہ جامع الاصول للجزیری ج ۱۹۹ تحت الکتاب السالغ فی النفاق۔ بحوالہ مسلم خریف

نیابت کی خصوصی وصیت فرمائی تھی۔

اس کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے بیان میں لوگوں کے اس زعم کی پُر زور تردید کرتے ہوئے فرمایا: کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری اوقات میں میری گود میں تھے یا میرے سینہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طشت (پيالہ) پانی کا منگوا یا اور اسی حالت میں آپ پر میری گود میں اضحلال طاری ہوا اور میں (اپنی نو عمری کی وجہ سے) معلوم نہیں کر سکی تھی کہ اسی حالت میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ فرماتی ہیں کہ سرورِ دجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے ہتی میں کس وقت وصیت فرمائی؟ (کہ ہمیں اس وصیت کی خبر ہی نہیں ہو سکی)۔

۔۔۔۔۔ عن ابراہیم عن الاسود قال ذکر واعد عائشۃ ان

علیاً کان وصیاً فقال من اوصی الیہ فقد کنت مسندتہ

الی صدری اوقالت فی حجری۔ فذبانطشت فلتد انخنت

فی حجری وما شعرت انه مات فعتی اوصی الیہ؟^۱

حاصل یہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس نوع کی خصوصی وصیت نبویؐ کی نفی کر دی ہے اور لوگوں میں مشہور شدہ زعم کی تردید فرمادی۔

گزشتہ اوراق میں اس مسئلہ پر حضرت علی المرتضیٰؓ کے اکابر علماء کی تصریحات

فرمایا ہیں اور اکابر صحابہ کے بیانات ناظرین کے سامنے آچکے ہیں۔

اب کبار علماء کی تصریحات میں سے چند ایک اقوال درج کئے جاتے ہیں۔

① حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ میں لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ جو اپنے مضمون میں

الحمد والثناء کے ساتھ آج کے امام احمدؒ ص ۸۶ تحت ذکر الوصیۃ وان الرسول صلعم لم یوص علیاً۔

۲، المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۰ کتاب الامراء۔ طبع کراچی۔

واضح تر ہیں اس چیز پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی الترقی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے لیے خلافت کے متعلق کوئی وصیت بالکل نہیں فرمائی بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسے اشارات پائے جاتے ہیں جن سے حضرت صدیقؓ کی خلافت کی تائید ہوتی ہے۔

”۔۔۔۔۔ والا حدیث الصحیحة الصریحة دالة علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یوص الیہ ولا الی غیرہ بالخلافة بل نوح بذكر الصديق۔ و اشار اشارة مفہمة ظاهرة جداً الیہ۔ كما قد مناہ ذالك واللہ اعلم۔“

نیز ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس مقام میں بیشتر شیعہ جہلاء اور بہت سے واعظ اغبیاء جس بات سے دھوکہ کھا جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے لیے حضرت علی الترقیؓ کے حق میں وصیت فرمائی۔ پس یہ بات سراسر کذب اور افتراء عظیم ہے۔

کیونکہ اس بات سے یہ چیز لازم آتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اس امر میں خیانت کر کے خطا کر کے کبیر کے مرتکب ہوئے اور صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے نفاذ کے خلاف، معاذنت کی اور وصیت نبوی معلوم کے انعام کے خلاف تعاون کیا اور بغیر کسی معقول وجہ کے صحابہ کرامؓ نے وصیت ہذا کو اپنے محل و مقام سے صرف کر ڈالا (اور نافذ نہ کیا)۔

حالانکہ جو مومن بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ یقین رکھتا ہے وہ یقیناً اس افتراء کے بطلان پر خوب واقف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ انبیاء علیہم السلام کے بعد بہترین مخلوق ہیں۔ اور وہ اس امت کے خیر القردون ہیں جو نبص قرآن اور اجراء سلف اللہ الباریۃ لابن کثیرؒ ۲۲۲ تحت خلافت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ۔

”----- واما ما اغتربه كثير من جهلة الشيعة والقصاص
الانبياء من انه اوصى الى علي بالخلافة فكذب وبهت واختراع
عظيم يلزم منه خطأ كبير من تخوين الصحابة وممالاقتهم
بعده على ترك النفاذ وصيته وايصالها الى من اوصى
اليه وصرفهم اياها الى غيره لاسمعي ولا لسبب وحصل
مؤمن بالله ورسوله - يتحقق ان دين الاسلام هو الحق
يعلم بطلان هذه الافتراءات الصحابة كانوا خير الخلق
بعد الانبياء وهم خير قرون هذه الامة التي هي
اشرف الامم بنص القرآن واجماع السلف والخلف
في الدنيا والآخرة - والله الممد” اهـ

ابن کثیرؒ کی ان توضیحات کے بعد اب ہم آخر میں اس مسئلہ پر عبدالرحمن بن عوف بن محمد
الادماعی (امام ادماعیؒ) کا ایک تجزیہ ذکر کرتے ہیں جو مسند عمر بن الخطابؓ میں بالفاظہ اذیل
منقول ہے۔

”..... قلت لو كانت الخلافة وصية من رسول الله صلى الله عليه وسلم ما رضى علي بالحكمين“ ٥٢

یعنی امام اوزاعیؒ کہتے ہیں خلافت علوی کے متعلق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اگر وصیت ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰؑ حکمیں (یعنی تحکیم) قبول کر لینے پر رضامند

۱۔ ابدایہ لابن کثیر ۲۲۳-۲۲۵ تحت خلافت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ -

۲۷ مسند عمر بن الخطاب ص ۶۶ تحت روایات الاوزاعی - طبع اول - بہرہ -

نہ ہوتے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا حکمیں کہ قبول کر لینا اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ ان کے حق میں خلافت و امامت کی حیثیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بالکل نہیں تھی۔ عنوان ہذا کے تحت اب یہ مسئلہ اپنی حدود میں بالکل واضح ہو چکا ہے اب مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں۔

(امام اوزاعی کا یہ قول بحث ”غدير خم“ کے آخر میں بھی ذکر ہو چکا ہے)

بعض نصائح اور وصایا

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جناب امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کو بعض نصائح اور وصایا فرمائے جاتے تھے۔ اور حسب موقعہ یہ چیزیں پیش آتی رہتی تھیں۔ یہ عنوان اپنی جگہ پر کافی طوالت کا مقتضی ہے تاہم ان میں سے بعض چیزیں ذکر کرنا مفید سمجھی گئی ہیں۔

ایک دفعہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ کو ارشاد فرمایا کہ اے علی! تین چیزوں کو اپنے موقعہ سے مؤخر مت کریں اور ان کو اپنے وقت پر تمام کر دیں۔

الف : پنجگانہ نماز بر وقت ادا کریں اور اسے اپنے وقت سے مؤخر نہ کریں۔

ب : جس وقت کسی مسلمان کی میت کا جنازہ آجائے تو اس پر نماز جنازہ بر وقت ادا کریں۔ اس میں تاخیر نہ کریں۔

ج : وہ عورت جو بغیر خاوند کے ہے جب اس کا کفول جائے تو اس کے نکاح و شادی میں تعیل کریں تاخیر نہ کریں۔

یہ روایت احادیث کی متعدد کتب میں پائی جاتی ہے۔ یہ نصائح امت کے حق میں

قابل اتباع ہیں اور ان پر عمل درآمد اہل اسلام پر لازم ہے۔

”۔۔۔۔۔ ان محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہدایت
عن ابیہ عن جلدہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاثۃ یا علی ! لا تؤخرھن
الصلاۃ اذا اتت والجنارۃ اذا حضرت والایسوا اذا وجبت
کفوا“۔۔۔

(۲) نیز محدثین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک شخص منشی نے حضرت علی المرتضیٰؑ کو
دیکھا کہ آپ دو مینڈھے ذبح فرما رہے ہیں تو اس نے عرض کیا کہ یہ دوسرا مینڈھا کس
لئے ہے؟ تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے کہا کہ جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت
فرمائی تھی کہ میں ان کی طرف سے ایک قربانی کروں۔ یہ دوسرا مینڈھا میں نے نبی اقدس صلی
اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ذبح کیا ہے۔

”۔۔۔۔۔ عن حنظل قال رأیت علیاً یضیی بکبشین۔ فقلت
لہ ما هذا؟ فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ارصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔ رواہ ابو داؤد
والترمذی نحوہ“۔۔۔

۱۔۔۔۔۔ سند لام احمد ص ۱۵۰ جلد اول۔ تحت مسند علی بن ابی طالب۔

(۲) القاری کبیر لام بخاری ص ۱۴۰ القسم الاول تحت روایت ۵۳۸

(۳) جامع الترمذی ص ۱۴۰ تحت باب ما جاء فی تعجیل الجنارۃ۔ بیع کسرو

۲۔۔۔۔۔ سند لام احمد ص ۱۵۰ جلد اول۔ تحت مسند علی بن ابی طالب۔

(۲) مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸ الفصل الثانی باب فی الاضحیۃ۔۔۔

تنبیہ :

نصائح اور وصایا کا باب بڑا وسیع ہے اور یہ چیز بہت سی روایات میں دستیاب ہوتی ہے۔ اسی سلسلہ میں بعض چیزیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جو اکل و شرب اور لباس وغیرہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰؑ کو ارشاد فرمائی ہیں۔ اس نوع کی روایات کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ایسی روایات کے بڑے ذخیرہ کو بے اصل قرار دیا ہے۔

”..... وما قد یقتضہ بعض القصاص من العوام وغیرہم

فی الاسواق وغیرہا من الوصیۃ لعلی فی الآداب

والاخلاق فی الماکل والمشرَب والملبس مثل ما

یقولون : یا علی لا تعتم وانت قاعد یا علی لا تبس

سراویدک وانت قائم یا علی لا تمسک عضادتی الباب

ولا تجلس علی اسکفة الباب ولا تحیط ثوبک وهو علیک

ونحو ذالک۔ کل ذالک من الہدایات فلا اصل لشیء

منہ بل هو اختلاف بعض السفلة الجہلۃ، ولا یعول

علی ذالک ویفتربہ الاغبی عتی“۔

پھر اسی نوعیت کی کچھ روایات (جو اخلاق سے بھی گری ہوئی ہیں) کا ذخیرہ شیعہ کے مشہور فاضل شیخ صدوق نے اپنی تصنیف علل الشرائع کے باب ۲۸۹، علل نوادر النکاح روایت ۵ صفحہ ۲۱۵-۲۱۶ (طبع نجف اشرف) میں یا علی کے خطاب سے ذکر کیا ہے اس کو نقل کرنا بھی دیانت و شرافت اور اخلاق حسنہ کے غلام ہے۔ اس مقام کو براہ راست ملاحظہ کریں۔ اسی طرح کی روایات بالکل جعلی اور فرضی ہیں اور انہیں تنقیص مرتبت کا باعث ہیں۔

۱۔ البدایہ لابن کثیر ۲/۲۲۵ تحت غلافہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب۔

سیدنا علی المرتضیٰ اور بعض فقہی مسائل

حضرات صحابہ کرامؓ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نہایت ارفع مقام ہے جس طرح اپنے کارناموں کے اعتبار سے آپؓ قوم میں شجاعت کے ساتھ مشہور ہیں اسی طرح فطانت و ذہانت کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ فہیم ہیں اور دین کے فقہی مسائل میں ان کی بہت بلند حیثیت ہے۔ اسی بنا پر خلافت راشدہ کے دور میں ”اقضانا علیؓ“ کے لقب سے مشہور تھے۔ اور اس خصوصی نقابہ کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ کے فقہی مسائل اسلام میں خصوصیت کے حامل ہیں۔

فلہذا حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرمودات کی روشنی میں چند فقہی مسائل کو ایک ترتیب سے ذکر کرنا مناسب خیال کیا گیا ہے۔ تاکہ عوام اہل اسلام کو ان مسائل میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا موقف معلوم ہو سکے اور اس کے مطابق ان پر عمل درآمد جاری رکھ سکیں۔

مثلاً وضو میں غسل یاہ، کلمہ اور اذان۔ ہاتھوں کا نازکے دوران باندھنا یا کھولنا
روضۃ ایدین وارسال ایدین، جنازہ کی تکبیرات۔ تہجد کی پینل رکعت، منتہی اور ماتم وغیرہ وغیرہ

①

غسل پاؤں میں حضرت علیؑ کا عمل

وضو میں ہاتھ اور منہ کو دھویا جاتا ہے سر کا مسح کیا جاتا ہے اور پاؤں کو بھی دھونے کا حکم ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے شاگرد ابو حنیفہؒ نے ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا انہوں نے مسح سر کے بعد اپنے دونوں قدموں کو ٹخنوں تک دھویا۔ اور پھر وضو کے بعد کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے پسند کیا ہے کہ تم لوگ ان کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔

--- عن ابی حنیفۃ قال رأیت علیاً توضأ --- و مسح

برأسه مرة ثم غسل قدمیه الی الکعبین ثم قام

فأخذ فضل طهوره فشربه و هو قائم ثم قال

أجبت ان اربکوا کیف کان طهور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم۔

غسل پاؤں کا یہ حکم اور حضرت علیؑ کا یہ دوائی عمل مندرجہ ذیل مقامات میں بھی مذکور

ہے ملاحظہ فرمائیں۔

① مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۸ باب سنن الوضوء (الفصل الثانی) عن ابی حنیفہؒ : "بجو التبریدی نائی۔"

لے تبریدی شریف ص ۲۷۸ باب فی وضو النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف کان "بیح لکھنؤ۔"

- مسئلہ ہذا شیعہ کتب میں** مسیح رحلیں کی روایات بھی ملتی ہیں تاہم غسل پابر کی روایات بصرحت موجود ہیں۔ فلہذا ہم یہاں مسئلہ مذکورہ بالا کے تحت غسل رحلیں کی چند روایات ان کی کتب سے بالاختصار درج کرنا چاہتے ہیں تاکہ لوگوں پر یہ مسئلہ خوب واضح ہو جائے۔

حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا -----
وان نسيت مسم رأسف عقی تغسل رجلیک فامسم
رأسک ثم اغسل رجلیک۔

- ① فردغ کافی مج ۱۹ باب الشک فی الوضوء۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔
- ② تہذیب الاحکام الشیخ محمد بن حسن الطوسی ص ۲۱۰ باب صفۃ الوضوء۔ طبع قدیم ایران
- ③ الاستبصار للطوسی ص ۳۸ تحت الابواب الوضوء۔ طبع قدیم لکھنؤ۔
- ④ الامالی للشیخ طوسی ص ۳۸ طبع اول۔
- ⑤ کتاب الارشاد للشیخ المفید ص ۲۶۶ باب معجزاتہ۔ طبع جدید۔ طهران۔

مندرجہ بالا شیعی کتب کے مذکورہ مقامات میں غسل و طہین (وضو میں پاؤں دھولے) کا مسئلہ بصراحت موجود ہے اور یہاں تفسیر کی تائید کا کوئی موقعہ محل نہیں۔
مختصر یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ ان کی اولاد اور ائمہ کرام وضو میں پاؤں کو دھوتے تھے۔ اور یہ مسئلہ فرقہ کی کتب سے ثابت کر دیا گیا ہے اور اسی رشتہوں کے

سوا تمام صحابہ کرامؓ اور تمام اُمت مسلمہ کا تعامل چلا آیا ہے عہدِ رضوی میں اسی پر عمل درآمد جاری رہا۔ اور یہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور فرمان ہے۔

وضو میں پاؤں کے دھونے کا حکم اصل تو قرآن مجید کے چھٹے پارہ کی آیت وضو میں موجود ہے وہاں بعض علمی مباحث ہیں۔ ان سے قصداً اجتناب کیا ہے کہ وہ عوام کی لیاقت سے بالاتر ہیں۔ یہاں صرف حدیث سے یہ حکم درج کیا ہے۔ اور شیعہ کی معتد روایات سے تائید ذکر کر دی ہے۔

(۲)

کلمہ طیبہ

اسلام میں کلمہ طیبہ کے دو اجزاء ہیں توحید اور رسالت اور یہ دونوں اجزاء لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ قرآن مجید میں متفرق صورت میں موجود ہیں تیسری جز (ان علیا ولی اللہ و خلیفہ بلا فصل) قرآن مجید میں کہیں مذکور نہیں اور سنت نبویؐ میں بھی مفقود ہے۔ فلہذا دین اسلام میں کلمہ طیبہ کے یہی دو اجزاء ہیں تیسرا جز نہیں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنے دور خلافت میں اور دیگر ائمہ نے اپنے اپنے ایام میں اسی کلمہ شریف کو پڑھا اور اسی کلمہ کی تعلیم دی ہے اور اسی کو نجات اخروی کے لیے کافی سمجھا ہے۔ چنانچہ ذیل میں چند ایک حوالہ جات اس کی تائید میں پیش کیے جاتے ہیں۔

① شیعہ کی معتبر کتابوں میں جہاں ایمانیات کا مسئلہ درج ہے وہاں صرف دو شہادتیں (توحید و رسالت) موجود ہیں تیسری شہادت ولایت علیؑ نہ درآورد۔

----- بنی الاسلام علی خمس شہادة ان لا اله الا الله

وان محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ عبدہ و رسولہ واقام الصلوٰۃ

وايتاء الزکوٰۃ و حج بیت و صیام شہر رمضان۔۔۔۔۔ الزلمہ

لحدود اصول کافی ص ۱۱۱ کتاب الکفر والایمان - طبع نول کشور لکھنؤ۔ (بقیہ مائیدہ اگلے صفحہ پر)

- ② پروردگار عالم نے قلم کو فرمایا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لہ
(دلائت علیٰ کی تیسری جزو ندارد)
- ③ جب عرش پر آدم علیہ السلام نے نظر کی تو یہ کلمہ شریف نظر آیا لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ ﷺ (یہاں بھی تیسری جزو ولایت علی ندارد)
- ④ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہوئی کہ لوگوں کو کہہ
دیجئے کہ کہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ
- ⑤ حضرت خدیجہ الکبریٰ کو جب آپ نے کلمہ شریف پڑھایا تو اس میں یہ فرمایا کہ لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ (ان مقامات میں بھی تیسری جزو ولایت علی
ندارد)
- ⑥ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت میں جو دونوں کنہ حوں کے درمیان تھی اس
میں دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ سطر اول میں لا الہ الا اللہ اور سطر دوم میں محمد رسول
اللہ تھا ﷺ (تیسری جزو ولایت علی ندارد)
- مذکورہ بالا تمام مقامات میں تیسری جزو یا تیسری شہادہ نہیں پائی جاتی۔ فلہذا یہی
کلمہ جس کے صرف دو اجزاء توحید و رسالت ہیں صحیح ہے اور آخرت میں نجات کے لیے
(یعنی حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) (باب ان الاسلام قبل الایمان کے بعد متعل باب میں مسئلہ مذکور ہے)
-
- ① اصول کافی ص ۲۸۲ کتاب الکفر والایمان تحت باب ان الایمان بثبوت بحارچ البدن۔ طبع کعبہ۔
- ② جلاء العیون از باقر مجلسی ص ۱۴ در بیان ابتدائے نور شریف حضرت رسول اللہ است۔ طبع ایران
- ③ جلاء العیون از باقر مجلسی ص ۱۴ در بیان خلقت آدم و حوا۔ طبع تہران
- ④ حیات القلوب از باقر مجلسی ص ۳۳ باب اول فضل دوم۔ در بیان ابتدائے حدوث نور شریف طبع کعبہ۔
- ⑤ حیات القلوب از باقر مجلسی ص ۲۴ باب ۲۳ در بیان مبعوث گریدن بہ رسالت۔
- ⑥ حیات القلوب از باقر مجلسی ص ۳۶ باب ۱۴ فضل عظیم رفتن عبدالطلب نزد بادشاہ مین۔

یہی ضروری ہے اور سیدنا امیر المؤمنینؓ کے اقوال و اعمال اسی کے مزید ہیں اور ان کے دورِ خلافت میں یہی کلمہ پڑھا پڑھایا جاتا تھا اور اسی کلمہ کی تعلیم و تلقین جاری تھی تیسری جز والا کلمہ ان کے بعد والے لوگوں نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور ماہر الاتیاء قائم کرنے کے لیے مرتب کیا ہے۔

(۳)

اذان

ان مسائل میں سے ایک مسئلہ اذان میں تیسری شہادت یعنی (شہادت توحید و شہادت رسالت کے بعد حضرت علیؓ کی ولایت و خلافت بلا فصل کی شہادت) کا ہے۔

اس کے متعلق حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا اپنی خلافت راشدہ میں جو معمول تھا اور جو انہوں نے اذان اپنے حکم سے جاری کی ہوئی تھی وہ ہی اذان ہے جو در رسالت میں بھی جاتی تھی۔
 اس اذان میں تیسری شہادت علیؓ رضی اللہ عنہ وصی رسول اللہ و خلافتہ بلا فصل بالکل نہیں تھی)

بلکہ تیسری شہادت کے ساتھ اذان باثبات ائمہ کے عہد میں بھی کبھی مروج نہیں رہی اور نہ ہی ائمہ نے جاری کرنے کا حکم دیا ہے۔

گوہ شریف میں جو دو روایت ہیں اذان دی جاتی تھی وہ ابو مخدومہ کی اذان کہلاتی ہے اور مدینہ شریف میں اذان حضرت بلالؓ رضی اللہ عنہ کی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیا کرتے تھے۔ ان تمام اذانوں میں تیسری شہادت مفقود ہے۔

بعدہ خیر القول کے اندر اہل اسلام کے کسی ملک اور علاقہ میں یہ تیسری شہادت پر مشتمل اذان نہیں کہی گئی۔

مختصر یہ ہے کہ عہد نبوت سے لے کر تمام اہل اسلام کا تعامل اسی پر چلا آیا ہے کہ اذان میں تیسری شہادت کہیں ذکر نہیں کی گئی۔

احادیث کی تمام کتابوں میں رجوع فرما کر اس مسئلہ کی تسلی کی جاسکتی ہے اذان کی متعلقہ روایات کا درج کرنا موجب طوالت ہے۔

شیعہ کتب سے مسئلہ ہذا کی وضاحت

① — فردع کافی باب بدء الاذان والا قامة کی سوئم روایت میں درج ہے کہ امام محمد باقرؑ فرماتے تھے کہ اذان کے اٹھارہ کلمات ہیں اور اقامت کے سترہ کلمات ہیں۔ یہاں اس مقام میں شہادت توحید اور شہادت رسالت کے بعد تیسری شہادت نذر (۔)

یہ امام محمد باقر کی روایت ہے اور تیسری شہادت سے خالی ہے۔

② — شیعہ کے اصول اربعہ کے مشہور مصنف شیخ صدوق نے اپنی معتبر تصنیف ”من لا یحضرہ الفقیہ“ میں امام جعفر صادقؑ سے تفصیلاً اذان نقل کی ہے اس میں اذان کے اٹھارہ کلمات الگ الگ شمار کر کے بیان کئے ہیں۔ ان تمام کلمات میں شہادت توحید اور رسالت الگ الگ ذکر کی ہے اور تیسری شہادت مرتضوی مفقود ہے۔ اس روایت کے بعد صاحب کتاب شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ اذان صحیح (اٹھارہ کلمات والی) یہی ہے لایزالہ و لاینقص (یعنی نہ اس میں زیادہ کرنا چاہیے اور نہ اس میں کم کرنا چاہیے) ”المفروضة“ بعہم اللہ نے چھوٹی روایات تیار کر رکھی ہیں اور ان میں تیسری شہادت علی دلی اللہ --- الخ) دو بارہ انہوں نے اذان میں بڑھادی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی دلی اللہ --- ہیں لیکن اصل اذان میں یہ کلمات داخل نہیں۔^۱

③ — لمعة دمشقیہ کی شرح روضة البہیۃ میں اس بات کی بڑی وضاحت

۱۔ فردع کافی ص ۱۱۱ باب بدء الاذان والا قامة۔ قدیم طبع لول کشور کھنڈ۔

۲۔ کتاب ”من لا یحضرہ الفقیہ“ ص ۱۱۱ تحت الباب الاذان۔ طبع جدید ایران۔

کی ہے کہ ان کلمات کا عبادت میں داخل کرنا صحیح نہیں ان کلمات کا داخل کرنا بدعت ہے جیسا کہ نماز میں ایک رکعت کا بڑھا لینا یا ایک تشہد کا زیادہ کر لینا شرعاً ناجائز ہے۔۔۔۔۔ نیز فرماتے ہیں کہ:

”قال الصدوق ان ادخال ذلك فيه من وضع المفوضة وهو

طائفة من الغلاة“ ۱۷

تنبیہ :

کتاب شرائع الاسلام، مقدمہ السابعہ (کیفیت الاذان) اور اس کی شرح مسالك الافهام (بحث الاذان) میں مسئلہ ہذا بڑی عمدہ نوعیت کے ساتھ درج ہے لکھا ہے کہ اذان میں یہ اضافہ کرنا شرعاً ناجائز ہے۔

(۴) — ان کے مفسرین نے معراج شریف کا واقعہ جہاں درج کیا ہے وہاں لکھتے ہیں کہ آسمانوں پر فرشتہ نے اذان دی تھی اس اذان کو ان کے علماء نے نقل کیا ہے اس میں شہادت توحید اور شہادت رسالت تو موجود ہے لیکن تیسری شہادت ولایت علیؑ والی مفقود ہے ۱۸

معلوم ہوا کہ اصل اذان میں چاہے وہ آسمانوں پر کہی جائے یا زمین پر کہی جائے تیسری شہادت (علوی) مفقود ہے۔

مختصر یہ ہے کہ صحیح اذان دین اسلام میں وہی ہے جو اہل اسلام میں ابتدائے سے لے کر آج تک مروج ہے اس میں تیسری شہادت نہیں پائی جاتی اور شیعہ ائمہ اور علماء کی

۱۷ ”ردنہ بہیہ شرح لمع دمشقیہ ص ۱۶۱ الفصل الثالث فی کیفیت الصلوۃ۔۔۔۔۔ الخ

ربیع تہران۔

۱۸ ما تفسیر ص ۲۴ تحت واقعہ معراج (آیت سبحن الذی اسری بعبدہ۔۔۔ الخ) طبع قدیم

۱۹ تفسیر الصافی ص ۹۵۴ تحت آیت سبحن الذی اسری بعبدہ۔۔۔ الخ طبع جدید تہران۔

تصریحات میں بھی یہ تیسری شہادت بالکل نہیں۔ یہ ان کے علماء اور مجتہدین نے اپنی طرف سے اذان میں اضافہ کی ہے جس طرح اور مسائل انہوں نے اسلام میں اضافہ کر دیئے ہیں اسی طرح اذان میں بھی انہوں نے یہ تیسری شہادت اپنی طرف سے اضافہ کی ہے کتاب و سنت میں اور ان کے ائمہ کے قول و فعل میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اور مسلم بن الغفریقین یہ مسئلہ ہے کہ احکام شرعیہ میں کسی واجب حکم کا اپنی طرف سے اضافہ اور یا زیاد کرنا ناجائز ہے اور درست نہیں۔ اذان جیسے شعائر اسلامی میں یہ کس طرح صحیح ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے کئی مسائل میں ماہہ الاختیار قائم کر کے لیے اضافے کر دیئے ہیں ان میں سے یہ اضافہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

(۴)

وضع الیدین وارسال الیدین

اسلام میں نماز ادا کرنے کا جو طریقہ ہے مشہور و معروف ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں قیام کے دوران دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے قریب رکھا جاتا ہے یہ طریقہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم فرمایا اور حضرت علی المرتضیٰؑ سے یہ مسئلہ مندرجہ ذیل الفاظ میں منقول ہے۔

--- عن علی قال من السنة في الصلوة وضع اليكف

تحت السرة۔

اور دوسری روایت میں حضرت علیؑ سے اس طرح مروی ہے کہ جنابؑ نے فرمایا،
ان من سنة الصلوة وضع اليمين على اليسار

تحت السرة - ۱۷

یعنی آئینہ بفرماتے ہیں کہ نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ دستوں کو راست چپ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

یہ مسئلہ دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے تاہم حضرت علی المرتضیٰؓ کے ایک دو فرمان ہم نے ذکر کر دیئے ہیں جو اصل مسئلہ کے مؤید ہیں اور ہاتھ کھول کر نماز ادا کرنا سنت نبوی اور حضرت علیؓ کے قول و فعل کے برخلاف ہے نہ حضرت علیؓ نے اور نہ ان کے جانشینوں نے کھلے ہاتھوں نماز پڑھی ہے نہ مکہ میں نہ مدینہ میں نہ کوفہ میں نہ اور کسی دیگر مقام میں ہاتھ کھول کر نماز ادا کی گئی۔

شیعہ کی طرف سے مسئلہ ہذا کی تائید

شیعہ کی معتبر کتابوں میں تحریر ہے کہ جب عورت نماز ادا کرنے لگے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر اس طرح رکھے کہ پستان اس کے ہاتھوں کے نیچے ہوں۔

----- فتاویٰ یدیعھا الی صدرھا کمکان ثدیہا۔ ۱۷

حضرت علی المرتضیٰؓ کی تمام مکی اور مدنی زندگی میں نماز میں ہاتھوں کا باندھنا ثابت ہے حتیٰ کہ اپنے دور خلافت میں بھی حضرت علی المرتضیٰؓ نے اسی پر عمل جاری رکھا اور ہاتھ کھول کر نماز ادا نہیں کی۔

فہرۃ اہل اسلام کے لیے یہی تعلیم ہے اور ثبوت مسئلہ کے لیے یہی حجت ہے۔

۱۷۱، مسئلہ امام احمدؒ ص ۱۱۱ تحت مسند حضرت علیؓ طبع اول، قدیم مصر۔

۱۷۲، السنن للدارقطنی ص ۱۶۹ جلد اول باب اخذ الشمال بالیمن فی الصلوۃ - مطبع انصاری، دہلی۔

۱۷۳، فردخ کافی ص ۱۹۹ باب الیقام والقعود فی الصلوۃ - طبع نول کشور، کعبہ۔

۱۷۴، تہذیب الاحکام للشیخ طوسی ص ۱۶۱ کتاب الصلوۃ باب التکیلات - طبع قدیم ایران۔

پھر ان مسائل کو اگر کوئی شخص "تقبہ" پر محمول کرے تو وہ حضرت علی المرتضیٰ کی تمام زندگی ان کے تمام اعمال کو اشتباہ میں ڈالنے کی مذہب کو شش کر رہا ہے۔ اور یہ چیز حضرت علی المرتضیٰ کی صداقت دیانت اور شجاعت کے برخلاف ہے یہ حضرت راست گواراست کردار تھے ان کے ہاں دورخی پالیسی ہرگز نہ تھی۔

⑤

جنازہ میں چار تکبیریں

سابقہ فقہی مسائل کی طرح نماز جنازہ میں تکبیرات اربعہ کا مسئلہ مختصراً درج کیا جا رہا ہے اس مسئلہ میں روایات مختلف پائی جاتی ہیں تاہم جو آخری قول و فعل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ یہ ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نماز جنازہ پڑھائی وہ چار تکبیرات پر مشتمل تھی۔

اس مسئلہ پر صحابہ کرام میں حضرت علی المرتضیٰ کی شمولیت کے ساتھ حضرت ابوسعید انصاریؓ کے گھر میں مجلس شادرت ہوئی اور یہ مجلس شادرت حضرت عمر فاروقؓ کی نگرانی میں منعقد ہوئی تھی۔ اس اجتماع میں صحابہ کرام نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل جنازہ پر چار تکبیروں کا ہے لہذا جنازہ پر چار تکبیریں کہنا چاہئیں (اس سے زائد تکبیریں جو سابقہ مروی ہیں وہ متروک العمل ہیں)

----- اجتماع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی

بیت ابی مسعود الانصاری فاجمعوا ان التکبیر علی الجنازۃ اربع ۱۰

۱۰ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۳۰ کتاب الجنائز باب ما یتدل بہ علی ان اکثر الصحابۃ اجمعوا علی اربع۔

نیز ایسے مواقع کے لیے کبار محدثین نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ :

”وَأَذَانُ زَعِ الْخَبْرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرُ الْحَاصِلِ
مَاعَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ“۔^۱

یعنی اگر دو روایتیں متعارض پائی جائیں تو آنجنابؐ کے بعد آپ کے صحابہ کے عمل کی طرف نظر کی جائے گی کہ ان کا کیا معمول ہے ؟

① ان حالات میں مزید مسئلہ کو پختہ کرنے کے لیے جناب علی المرتضیٰؑ کا جو اپنے دور کا معمول تھا اس کو ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ جنازہ پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے پنا پختہ جب آپ نے ایک شخص یزید بن الکفف کا جنازہ پڑھا یا تو اس پر چار تکبیریں کہیں۔

عن علی بن ابی طالبؑ انه صلی علی یزید بنت الکفف
فکبر أربع تکبیرات - وهو آخر مشی کبره علی علی الجنائز۔^۲
② کبار علماء نے واقعہ نقل کیا ہے کہ جب امیر المومنین علی المرتضیٰؑ کی شہادت ہوئی اور نماز ادا کرنے کے لیے جنازہ لایا گیا تو یزید ناحس نے حضرت علیؑ پر نماز جنازہ پڑھا تو اس پر چار تکبیریں کہیں۔

”-----
عن الشعبي ان الحسن بن علی صلی علی بن ابی طالب
فکبر علیه أربع تکبیرات“۔^۳

③ جناب علی المرتضیٰؑ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسدؑ کی نماز جنازہ جناب نبی

۱۔ سنن ابی داؤد ص ۱۱ کتاب الصلوٰۃ - باب من قال لا یقطع الصلوٰۃ شیء بیع مجتہائی دہلی -
۲۔ کتاب الآثار لامام محمد ص ۲۴ باب الصلوٰۃ علی الجنائز - بیع قدیم کتبہ۔

۳۔ کتاب الآثار لامام محمد ص ۸۲-۸۳ باب الصلوٰۃ علی الجنائز بیع مجلس علی کراچی - ڈا جیل -

۴۔ طبقات لابن سعد ص ۲۵ القسم الاول تحت تذکرہ علی بن ابی طالبؑ ”بیع یزید بن
۵۔ المستدرک للحاکم ص ۱۳۳ تحت مقتل امیر المومنین علیؑ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیرات کے ساتھ ادا فرمائی۔
مسئلہ ہذا کی تفصیل کتاب رحماء بینہم حصہ صدیقی کے ص ۷۷ اور ص ۷۸ (تحت مسئلہ
جنازہ) پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

شیعہ کتب سے تائید

نیز شیعہ کتب میں مسئلہ ہذا بعض روایات میں موجود ہے مثلاً فردع کافی میں امام جعفر
صادقؑ کی روایت لکھی ہے کہ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پر پانچ تکبیریں کہتے تھے
پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو منافقین پر نماز جنازہ ادا کرنے سے منع فرما دیا تو آپ جنازہ
پر چار تکبیریں کہتے تھے اور لوٹ آتے تھے اور منافق میت پر دعا نہیں کرتے تھے۔

فلما نھاہ اللہ عزوجل عن الصلوة علی المنافقین کبر وتشہد

شوکبر و صلی علی النبیین صلی اللہ علیہ وسلم شکبر و

دعا للمؤمنین شکبر و الرابعة والنصر و

یدع للمیتؑ

حاصل یہ ہے کہ مسئلہ ہذا میں نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل، صحابہ کرامؓ
کے اتفاق حضرت علی المرتضیٰؑ کے عمل سے اور حضرت امام حسنؑ کے فعل سے جنازہ پر چار
تکبیرات ثابت ہوئیں اور اس پر امت مسلمہ کا تعامل چلا آیا ہے فلہذا نماز جنازہ میں چار تکبیر کا
مسئلہ درست ہے اور واجب العمل ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰؑ کی یہی تعلیم و تلقین ہے اور

۱۔ جمع الشرائع ج ۲، بحوالہ لبرانی کبیر وادسط۔

۲۔ ۷، فردع کافی ص ۹۵ جلد اول کتاب الجنائز باب علیہ تکبیر الخس مل الجنائز۔ نول کشور کھنڈ۔

۳۔ علل الشرائع ص ۳۰۳ باب ۲۴۴ جمع نجف اشرف۔

۴۔ تہذیب الاحکام للشیخ محمد بن حسن الطوسی ص ۷۷ باب الصلوة علی الاموات۔ طبع قدیم

واضح ہوا کہ خمسہ تکبیرات کا مسئلہ متروک العمل ہے۔

(۶)

صلوۃ التراویح

دین اسلام میں جماعت تراویح کی بڑی اہمیت ہے اور یہ مسنون طریقہ ہے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے نماز تراویح جاری ہے لیجہ اور عہد نبوی صلعم کے بعد صحابہ کرامؓ نے اس سنت کو جاری رکھا لیجہ اس کی تفصیلات اپنے مقام میں محدثین نے ذکر کی ہیں یہاں اس مسئلہ کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں صرف حضرت علی المرتضیٰؑ کے موقف کا ذکر کرنا کافی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے عہد کے ایک بزرگ عرفجہ ذکر کرتے ہیں کہ رمضان شریف کی راتوں میں حضرت علی المرتضیٰؑ ٹمرد وزن کو ارشاد فرماتے تھے کہ وہ نماز تراویح کے لیے جمع ہوں آپؑ مردوں کے لیے الگ اور عورتوں کے لیے جدا جدا امام مقرر فرماتے تھے جو ان کو تراویح پڑھائے۔ عرفجہ کہتے ہیں کہ عورتوں کی امامت کے لیے آپؑ نے مجھے حکم فرمایا۔ (پس میں عورتوں کو نماز تراویح پڑھانا تھا)

اور خواتین کو نماز تراویح پڑھانے کا باپردہ انتظام ہوتا تھا۔

① ---- عن عمر الثقفی عن عرفة (الثقفی) ان علیاً

كان يامر الناس بالقيام في شهر رمضان ويجعل للرجال

۱۔ را الصبیح لابن خزيمة ۲۲۶-۲۲۸ باب ذکر قیام الیل کلہ للصلی مع الامام فی قیام رمضان۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۴ تحت قیام شہر رمضان۔

۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۴۹۶ باب ما روی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان۔

ایما ما وللنساء اما ما قال فامر لی فاممت النساء ^۱
 (۲) ابو عبد الرحمن السلی حضرت علی الرضی عنہ نقل فرماتے ہیں کہ آنجناب (حضرت علیؑ)
 نے رمضان شریف میں قرآن مجید کے قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص
 کو حکم دیا کہ تم لوگوں کو بیٹل رکعت تراویح پڑھایا کریں اور جناب علی الرضیؑ وتر
 کی نماز خود پڑھاتے تھے۔

--- عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن السلی عن
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامرهم
 رجلاً یصلی بالناس عشرين رکعة وكان علی رضی اللہ عنہ
 یوتر بهم۔ وروی ذالک من وجه اخر عن علیؑ

(۳) حضرت علی الرضیؑ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں سے ایک بزرگ شتیر بن شکر بن عثمان
 شریف میں لوگوں کو بیٹل رکعت نماز تراویح اور تین رکعت نماز وتر پڑھاتے تھے۔

--- روى عن شتیر بن شکر وحسان من اصحاب علی
 رضی اللہ عنہ انه كان یؤتم فی شهر عشرين رکعة
 ویوتر ثلاث ^۲

(۴) سوید بن غفلہ (جو حضرت علی الرضیؑ کے ایک مشہور شاگرد ہیں) کے تعلق محدثین نے
 لکھا ہے کہ رمضان شریف میں وہ تراویح پڑھایا کرتے تھے جو بیٹل رکعت اور پانچ

۱ (۱) المصنف عبد الرزاق ^{۱۵۲} ۱۵۲ روایت ۵۱۲۵۔ بیع مجلس علی

۲ (۲) المنقی للذهبی ^{۵۲۲} ۵۲۲ بیع مصر

۳ (۳) السنن الکبریٰ للبیہقی ^{۴۹۶-۴۹۷} ۴۹۶ باب "ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان"

۴ (۴) المنقی للذهبی ^{۵۲۲} ۵۲۲ بیع مصر

۵ (۵) السنن الکبریٰ للبیہقی ^{۴۹۶} ۴۹۶ جلد ثانی باب "ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان"

تردید پر مشتمل ہوتی تھیں۔

۔۔۔۔۔ انباء ابو العصب قال کان یؤمنا سوبید بن غفلۃ ف

رمضان فیصلی خمس ترویجات عشرین رکعة ۱۷

⑤ اہل علم کی اطلاع کے لیے یہ بات عرض کرنا خالی از فائدہ نہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے رمضان شریف میں رکعت (نماز تراویح) پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا ہے کہ :

۔۔۔۔۔ ان علیاً امر رجلاً یصلی بحسوف رمضان عشرین

رکعة ۱۸

حاصل یہ ہے کہ رمضان شریف میں نماز تراویح کا پڑھنا اور بیس رکعت کے ساتھ ادا کرنا ہمیشہ سے جاری ہے اور خصوصاً حضرت عمرؓ کے دور میں ۱۸ سے اس عمل پر عوامت پائی گئی ہے پھر عبدالغنیؒ میں بھی اس پر عمل درآمد جاری رہا۔ پھر عبدالعلویؒ میں سابقہ طریق کے مطابق نماز تراویح باجماعت ادا کی جاتی رہی ہے۔ اور بیس رکعات کے ساتھ پڑھی گئی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کے فرمان کے مطابق یہی عمل جاری رہا ہے۔ جہد مرتضویؒ میں نہ تو تراویح کو ترک کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کی تعداد بیس رکعات میں کمی کی گئی ہے۔

پس اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کا تعامل پایا گیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰؑ اور ان کی اولاد کا بھی تعامل اسی پر جاری رہا ہے اس میں کوئی اختلاف جہد علویؒ میں رونما نہیں ہوا۔ اس وقت سے یکایک مسجدوں میں جماعت تراویح تسلسل سے چلی آ رہی ہے تعامل امت میں کتنی قوت ہے اس کے لیے کبار علماء نے ایک قاعدہ درج کیا ہے اہل علم کے لیے ہم اسے پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۷ السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۹۶ تحت باب اردی فی عدد رکعات الایام فی شہر رمضان ۱۸

۱۸ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۹۶ تحت باب کم یصلی فی رمضان من رکعة ۱۹ بیہ کن۔

القاعدہ

التوارث والتعامل هو معظم الدين يعني اذا ثبت تعامل الصحابة
بامر فهو حجة قاطعة وسنة ثابتة لا يمكن دفعها عنه
مطلب یہ ہے کہ ایک معاملہ پر توارث اور تعامل دین کا اہم مسئلہ ہے یعنی جب ایک
بات تعامل صابر سے ثابت ہو جائے تو وہ چیز سنت ثابتہ اور قطعی حجت ہے اس کا رد کرنا
ممكن نہیں۔

نیز یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
کہ ”لا تجتمع امتی علی الضلالة“ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی۔
فلہذا اترادح کے مسئلہ پر تمام ادوار میں مسلمانوں کا تعامل گمراہی پر اصرار نہیں ہے اور
نہ ہی یہ بدعت ہے بلکہ سنون طریقہ ہے۔

اب ہم اس مسئلہ پر شیعہ مذہب کی کتب سے تائید پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کرام
کو پوری طرح تسلی ہو جائے۔ اور واضح ہو جائے کہ یہ عمل بدعت نہیں بلکہ اسلام میں ایک سنون
طریقہ ہے جس کو ابوالاتمہ (علی بن ابی طالب) اور ان کی اولاد شریف نے دواۓ جاری رکھا ہے

شیعہ کتب سے تائید

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم رمضان شریف میں جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو عشاء کی نماز کے بعد نوافل
میں اضافہ فرماتے جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو دو گ آپ کی اقتدار میں نماز ادا
کرتے پھر کچھ دیر بعد آپ صلعم ان لوگوں کو چھوڑ کر گھر تشریف لے جاتے۔ پھر گھر سے
لے فیض الباری ص ۲۵۴ (حاشیہ صحیح بخاری) از حضرت مولانا اور شاہ صاحب کثیرؒ۔

باہر تشریف لاتے اور لوگ آپ معلم کی اقتدار میں کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح کئی بار جناب نبی کریمؐ ان لوگوں کو چھوڑ کر گھر تشریف لے جاتے اور پھر باہر تشریف لا کر نماز پڑھاتے۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد رمضان شریف کے سوا نوافل نہ پڑھا کرو۔

اسی طرح عشاء کی نماز کے بعد بائیس رکعات نوافل ادا کرنے کی روایت بھی یہاں مذکور ہے۔

”۔۔۔۔۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی صلواتہ فی شہر رمضان اذا صلی العتمة صلی بعدہا فیقوم الناس خلفہ فی داخل ویدعوہ ثم یخرج ارجاً فیجیشون ویقرمون خلفہ فیدعوہ ویدخل مراراً۔ قال وقال لا تقبل بعد العتمة فی غیر شہر رمضان“۔

مندرجہ بالا روایات سے مسئلہ واضح ہوا کہ رمضان شریف میں صلوٰۃ العشاء کے بعد نوافل کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی رہی ہے اور بعض روایات کی مدد سے نوافل کی بائیس رکعات کا پڑھنا ثابت ہو رہا ہے۔ اسی کا نام صلوٰۃ التراویح ہے صرف نام کا فرق ہے کہ وہ حضرات اس کو نوافل کہتے ہیں اور ہم اسی نماز کو ”صلوٰۃ التراویح“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

۱۔۔۔۔۔ فروغ کافی ج ۳۹۶ کتاب الصیام باب ما یزاد من الصلوٰۃ فی شہر رمضان۔ طبع کتب خانہ الاستبصار للشیخ ابی جعفر الطوسی جلد اول باب الزیادات فی شہر رمضان۔ طبع کتب خانہ التہذیب الاحکام للشیخ الطوسی ص ۱۳۱ کتاب الصلوٰۃ باب فضل شہر رمضان والصلوٰۃ فیہ زیادة علی النوافل المذکورہ۔ طبع ایران

④

ماتم

اسلامی احکام میں ماتم کے عدم جواز کا حکم معروف و مشہور ہے۔ اسلام نے ماتم سے ہمیشہ منع فرمایا ہے۔ اور کتاب و سنت میں صبر کی تعلیم دی گئی ہے۔ اب جتنے ماتم کے مظاہرے ہیں یہ سب صبر کے برخلاف چیزیں ہیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی الرضیٰؓ اور دیگر ائمہ نے اپنے فرمودات میں تمام انواع ماتم قائم کرنے سے روکا ہے۔

① — نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو فرمان ہے کہ جس شخص نے منہ پر لٹا نچے لگائے اپنے گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کے دور کی طرح واہل کیا فلیس منا یعنی یہ شخص ہماری جماعت میں سے نہیں اور وہ اس امت میں سے نہیں ہے۔^۱

② — اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراؓ کو بطور وصیت ارشاد فرمایا :

”اذا نامت فلا تخمشي علی وجهها ولا ترخي علی شعرها
ولا تنادی بالويل ولا تقیعی علی ناکتہ“^۲

③ — حضرت علی الرضیٰؓ کا ارشاد صبر کی تلقین کے متعلق شیعہ سنی دونوں مذاہب کی کتب میں بڑی وضاحت کے ساتھ مذکور ہے۔ ان فرامین مرفعوٹی میں سے ایک فرمان

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۱ الفصل الاول باب البکاء علی المیت۔ بحوالہ

۲۔ کتاب معانی الاخبار للشیخ صدوق الشیعی ص ۱۱۱ باب ۲۴۵ بیع قدیم ایران۔

۳۔ فروع کافی ص ۲۲۲ کتاب النکاح باب مفعۃ مباہعت النبی صلعم الفسار

۴۔ حیات القلوب از ملا باقر مجلسی ص ۵۵ جلد ثانی باب شست و سوم (۷۳) در وصیت حضرت رسولؐ

یہاں درج کیا جاتا ہے حضرت علی المرتضیٰؑ ارشاد فرماتے ہیں :

”..... دَاعِلَمُوا انْ مَنْزِلَةَ الصَّبْرِ مِنَ الْاِيْمَانِ كَمَنْزِلَةِ

الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ وَ اِذَا ذَهَبَ

الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِيْمَانُ“ ۱

یعنی حضرت علی المرتضیٰؑ کا فرمان ہے کہ لوگو! یقین کرو کہ صبر کا ایمان میں وہی مرتبہ ہے جیسے سر کا مرتبہ جسم میں ہے۔ جب سر چلا جاتا ہے تو جسم ختم ہو جاتا ہے اسی طرح جب صبر چلا جاتا ہے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے۔

یہ صبر کے متعلق بڑی اہم تلقین ہے صبر کے چلے جانے سے گویا کہ ایمان ضائع ہو جاتا ہے مختصر یہ ہے کہ جتنی ماتم کی رسومات ہیں یہ سب صبر کے برخلاف ہیں ان کے قائم کرنے سے صبر جاتا ہے اور صبر کے جانے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ ماتم کرنے والے کو ظاہر مسلمان کہلاتے ہیں مگر انہیں مومن نہیں کہا جاسکتا ایمان کا مقام بہت اونچا ہے جو کبھی بے صبری کرنے والے کو نہیں ملتا۔

(۴) — اس کے بعد سیدنا حسینؑ کا فرمان جو آپؐ نے اپنی گرامی قدر خواہر حضرت زینب کو کر بلا میں دیا تھا وہ پیش کیا جاتا ہے اس میں سیدنا حسینؑ نے اپنی ہمشیرہ گرامی کو وصایا کے درجہ میں فرمایا :

”اے گرامی قدر خواہر! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ جب میں ظالموں کی

تیغ سے عالم بقا کی طرف رحلت کر جاؤں تو میرے سوگ میں گویاں چاک نہ

۱۔ المصنف لابن ابی شیبہ ص ۲۸۴ طبع کراچی تحت کتاب الزہد۔

۲۔ نوح البلاغہ ص ۱۵۴ طبع مصر تحت متفرق اقوال سیدنا علیؑ۔

۳۔ منہج البلاغہ ص ۱۴۰ طبع مصر تحت متفرق اقوال المرتضویؑ۔

۴۔ شرح نوح البلاغہ لابن میثم البحرانی ص ۳۱۹-۳۲۰ تحت متفرق اقوال المرتضویؑ متعلق صبر طبع ایران۔

کرنا۔ اپنے چہرہ کو زخمی نہ کرنا اور بے مہر میں وا دیکھنا نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔“
 ----- فقال لها يا اختاه تعزّي بعزاء الله فان لم
 ويكل مسلما سورة برسول الله ثم قال اني اقسم عليك
 ها بربى قسمي لا تشقى على جيبا ولا تخمشى على وجهي ولا تدعى
 على بالويل والثبور ----- الخ لہ

یعنی انواع ماتم سے سیدنا حسینؑ نے اپنے اقارب کو بطور وصیت منع فرمایا یہ روایت
 شیعہ سنی دونوں کی کتب میں مذکور ہے۔ ہم نے صرف چند شیعہ حوالہ جات پر اکتفا کیا ہے
 زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں۔ یہ شیعہ حوالہ جات ذیل میں درج کر دیئے ہیں۔
 پھر ماتم اجتماعی شکل میں کرنا اور اختیاری طور پر کرنا ان آہوں اور آنسوؤں سے بالکل
 جھلا ہے جو عین صدمے کے موقع پر اضطراری درجہ میں کسی فرد سے ظاہر ہوں اور صدمہ کے
 بعد تین دن کے اندر اندر ہوں

یہاں سے واضح رہے کہ ماتم اور جو عزاداری شہداء کہ بلا میں صدیوں سے ہو رہا ہے
 یہ ہمہ انواع ممنوع ہے اور بعض لوگ جو منع ماتم کی روایات کے ساتھ ایک استثناء
 (الاعزاز الحسینیؑ) کا اضافہ کر کے جواز پیدا کرتے ہیں وہ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہ استثناء
 خود سیدنا حسینؑ کے آخری فرامین کے متعارض اور برخلاف ہے لہذا یہ تاویل صحیح
 نہیں بلکہ فاسد ہے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی الشیعہ ص ۲۴۲ تحت مقتل حسینؑ۔ طبع بیروت۔

۲۔ جلاء العیون الشیعہ ص ۴۳۳ تحت بیان احوال شب عاشورا طبع ایران۔

۳۔ ناسخ التواریخ الشیعہ ص ۲۵۳ کتاب دوم۔ تحت وصیت کردن امام حسینؑ زینب و دیگر
 اقارب مرد و زن۔ طبع قدیم۔

۴۔ اخبار ماتم الشیعہ ص ۲۲۱ مجلس ۲۳ تحت تلقین مہر۔ قدیم طبع۔

(۸)

مستعنه

شیعہ کے نزدیک مستعنه کا مفہوم یہ ہے کہ ایک عاقل و بالغ مرد ایک عاقلہ بالغہ عورت کے ساتھ ایک مقرر مدت کے لیے عہد کرے اس کے لیے کوئی معاوضہ متعین کرے اور اسے بیوی کی طرح استعمال کرے اس میں ان کے نزدیک نہ ہی شہادت درکار ہے نہ اعلان عام ہے اور نہ ہی عورت کے ولی کی اجازت یا اسے اطلاع ضروری ہے۔

جب کہ اہل سنت کے نزدیک نکاح موقت اور مستعنه ایک ہی چیز ہے وقت عہد تمتع کا لفظ پولیس یا نکاح کا جس میں وقت کی قید ہو دونوں کا حاصل ایک ہے فرق صرف استعمال الفاظ میں ہے۔ اور یہ دونوں نکاح موقت ہو یا مستعنه حرام ہیں سورہ عمل اسلام میں ناجائز ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں نکاح موقت کی صورت، کچھ زمانہ جائز رہی ہے لیکن اس میں شہادت ہوتی تھی یہ کوئی چھپا عمل نہ تھا۔ بعد میں اسلام نے اس فعل سے دواماً منع کر دیا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کہ دیگر کئی امور ایک زمانہ تک جائز رہے لیکن بعد میں ان سے منع کر دیا گیا جیسے مسلم اور کافر کا نکاح اور ضرب ظہر اور ممانعت از زیارت قبور وغیرہ۔

مسئلہ ہذا اپنی جگہ پر تفصیلات کا متقاضی ہے لیکن طوالت سے بچنے کے لیے ہم یہاں صرف فرمان نبویؐ اور اقوال علی المرتضیٰؑ بقدر ضرورت مختصراً پیش کرتے ہیں۔

فرمان نبویؐ بقول علی المرتضیٰؑ
 محمد بن حنفیہ اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰؑ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب علی المرتضیٰؑ کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گور ہوا بعد اللہ بن عباسؓ

متعۃ النساء کے حجاز کے متعلق قول کر رہے تھے تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے یہ معلوم کر کے ابن عباسؓ کو ارشاد فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر کے روز سے متعۃ النساء اور گزشتہ کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا تھا۔

”----- عن عبد الله والحسن ابني محمد بن الحنفية عن ابيهما

ان علياً مدياً بن عباس وهو يفتي في متعة النساء انه

لا بأس بها قال له علي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

فهي عنهما وعن لحوم الحمر الاهلية يومئذٍ”

اس کے بعد ابن عباس اس مسئلہ کے حجاز کے قول سے رک گئے اور سابق قول سے

رجوع فرمایا۔

اسی طرح سبہ بن معبد الجبلی و دیگر صحابہؓ نے بھی جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا متعۃ النساء سے دواماً منع کا فرمان نقل کیا ہے اور یہ احادیث کی بیشتر کتب میں صحیح اسانید کے ساتھ موجود رہے چنانچہ ان میں سے ایک روایت ذیل میں پیش کی جاتی ہے

سبہ بن معبد کہتے ہیں کہ :

”----- فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا كنا قد اذنا

لك في هذه المتعة فمن كان عنده من هذه النسوان

۱۔ (۱) کتاب السنن بسید بن منصور ص ۲۱۱، باب ما جاز فی المتعة (مجلس علی)

۲۔ المصنف عبد الرزاق ص ۵۱۵، باب المتعة (طبع مجلس علی)

۳۔ طحاوی شریف ص ۱۴۴، باب نکاح المتعة (طبع دہلی)

۴۔ جامع الترمذی ص ۱۳۳، باب ما جاز فی نکاح المتعة (طبع مجتبیٰ دہلی)

۵۔ مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۲، متفق علیہ فصل اول، باب اعلان النکاح والخیطة (نور محمد دہلی)

۶۔ المسند لمام احمد ص ۱۲۱، تحت مسند علی کرم اللہ وجہہ۔

شئى فیہ سئلہ فان اللہ قد حرّمھا الی یوم القیامۃ

ولا تأخذوا مِمَّا اتیتْ مَوْھُتٌ شَیْئاً ۝

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے متعہ کے معاملہ میں تمہیں اجازت دے رکھی تھی اب جس کے پاس متعہ کے تحت کوئی عورت موجود ہو اسے اپنے پاس سے نکال دے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اب متعہ کو یوم قیامت تک حرام فرمادیا ہے اور ان عورتوں کو جو کچھ تم نے دے دیا تھا وہ ان سے واپس نہ لو۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا متعہ کے متعلق یہ آخری فرمان ہے جس کی بنا پر اسلام میں متعہ النساء ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اور بعض حضرات سے جو جواز کا قول پایا جاتا ہے وہ سابق دور کے متعلق ہے اور متروک ہے۔ ان کو آخری حکم نہ پہنچے کی بنا پر ان سے یہ قول صادر ہوا۔

سابق خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں متعہ ممنوع رہا اور اسی عہدِ علوی طرح حضرت علی المرتضیٰؑ کے اپنے دورِ خلافت میں بھی متعہ کے امتناع پر دوا مائل جاری رہا۔

فلہذا حضرت علیؑ اور ان کی اولاد شریفین کے فرمودات کے مطابق حرمت متعہ دواً ثابت ہے۔ پھر اس کے خلاف عمل نہیں پایا گیا۔

۱۔ کتاب السنۃ الحمیدی ص ۳۴۲ تحت مسانید سمرقہ بن معبد۔ طبع مجلس علمی۔

۲۔ السنن للدارمی ص ۲۸۲ عن سمرقہ بن معبد باب نبی عن متعہ النساء

۳۔ مسلم شریف ص ۲۵۰ کتاب النکاح باب تحريم المتعہ۔ طبع دہلی۔

۴۔ المغت لابن ابی شیبہ ص ۲۹۲ باب نکاح المتعہ (طبع حیدرآباد دکن)

شیعہ کتب سے تائید

اقتناعِ متعہ کے متعلق شیعہ کے اکابر علماء نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے اپنے دور میں حلتِ متعہ کا فرمان جاری نہیں کیا۔ بلکہ حسب سابق حرمتِ متعہ کا حکم قائم رکھا۔ چنانچہ فردغ کا کافی کتاب الروضہ میں حضرت علی المرتضیٰؑ کا ایک مفصل خطبہ مذکور ہے جس میں بہت سے احکام ایک ایک کر کے شمار کیے ہیں جن کو حضرت علی المرتضیٰؑ نے بدستور قائم رکھا اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکے۔ ان احکام میں متعہ النکاح اور متعہ الحج بھی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

لو امرت ----- وامرت باعلال المتعتین -----

اذا اختلفوا عني - لحد

یعنی اگر میں متعہ النساء اور متعہ الحج کے حلال ہونے کا حکم کروں۔۔۔۔۔ تو

اس وقت لوگ مجھ سے متفرق ہو جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ متعہ النساء کو حضرت علی المرتضیٰؑ نے حلال قرار نہیں دیا اور اپنے عہد خلافت میں بدستور سابق اس کی حرمت کا حکم قائم رکھا۔

جب کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام برحق ہیں اور امام کے فرائض کی انجام دہی ان کی قدرت اور دسترس میں ہے اور امام اپنے دور حکومت و خلافت میں اپنے فرائض کی کما حقہ ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ اچھا رسدنت اور اقامت الخدود اس کے اولین فرائض میں سے ہے امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل درآمد کا اقتدار ہے۔

۱۔ فردغ کا کافی کتاب الروضہ ص ۲۹-۳۰ تحت خطبہ امیر المومنینؑ طبع نوری کشور مکسور۔

۲۔ روضۃ من الکافی مع ترجمہ و شرح فارسی ص ۱۹۶ تا ۱۰۴ طبع تہران (دو جلدوں میں)۔

۳۔ نبج البلاغہ ص ۲۳۲ تحت فریغۃ الامامؑ (طبع مصر)

فہمذا امام برحق نے حرمت متعہ کے حکم کو بدستور قائم رکھتے ہوئے اپنے فرائض کی بطریق احسن ادائیگی فرمائی۔

(۹)

ایک فقہی مسئلہ ماقبل میں چند ایک فقہی مسائل ذکر کئے گئے ہیں اور انکی تائید میں حضرت علی المرتضیٰؑ کے اقوال اور فرامین درج کر دیئے ہیں اب اسی سلسلہ میں ایک مشہور مسئلہ درج کرنا مناسب خیال کیا ہے وہ یہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰؑ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک عورت اور اس کی بھوپھی اور اسی طرح ایک عورت اور اس کی خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔

----- عن علیؑ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یجمع بین المرأة وعمتها و بین المرأة وخالها لہ اسی طرح دیگر اکابر علماء مثلاً ابو بکر الجصاص الحنفی نے احکام القرآن میں ب عبارت ذیل یہ مسئلہ بالوضاحت درج کیا ہے۔

----- وقد وردت الآثار متواترة فی النهی عن الجمع بین المرأة وعمتها وخالها رواہ علیؑ وابن عباس و جابرؓ وابن عمرؓ والیوموسیؓ والیوسعید الخدریؓ والیوہریرہ وعائشہؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالها ولا علی بنت اخیها ولا علی بنت اختها لہ

لہ کتاب السنۃ لمحمد بن نصر المروزی مشہ تحت ذکر الایۃ الثانی من السنن۔

لہ احکام القرآن لابن بکر الجصاص الحنفی ص ۱۶۲ فصل فی النهی عن الجمع بین المرأة وعمتها وخالها۔

یعنی نکاح ہذا کی منع میں متواتر روایات وارد ہوئی ہیں روایات حضرت علی ابن عباس جابر ابن عمر ابو موسیٰ اشعری ابو سعید الخدری ابو ہریرہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہیں ان سب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھوپھی اگر نکاح میں ہے تو اس پر اس کی بیعتی نکاح میں نہ لی جائے اسی طرح اگر اس کی خالہ نکاح میں ہے تو اس کی بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ اگر بیعتی نکاح میں ہے تو اس پر اس کی پھوپھی نکاح میں نہ لی جائے اور اگر اس کی بھانجی نکاح میں ہے تو اس کی خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔

حاصل یہ ہے کہ مسئلہ ہذا بشمول حضرت علی المرتضیٰؑ بہت سے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے اور فرمان نبویؐ معلوم ان سب حضرات نے نقل کیا ہے کہ پھوپھی اور اس کی بیعتی، خالہ اور اس کی بھانجی کسی ایک مرد کے نکاح میں یک وقت جمع نہیں ہو سکتیں۔ نیز علمائے کبار نے جہاں امت کے اجماعی مسائل جمع کیے ہیں وہاں مسئلہ ہذا کو عبارت ذیل نقل کیا ہے:

----- و اجمعوا علی ان لا تنکح المرأة علی عمتها، ولا علی

خالہا۔۔۔۔۔ الخ لہ

شیعہ لوگ جو اس نکاح کے جواز کا قول ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ہرگز درست نہیں۔ اسلام میں ایسا نکاح بالکل ناجائز ہے۔ اور یہی ابوالائمہ حضرت علیؑ کی تعلیم و تلقین ہے۔ حضرت علیؑ کی اولاد فرمان نبویؐ اور اپنے جد علیؑ کے فرمان و فیصلہ کے خلاف کیسے حکم صادر فرماتے تھے؟



لہ "الاجماع" لابی بکر محمد بن ابراہیم بن النذر (نیشاپوری متوفی ۳۱۵ھ) ص ۸۵ تحت کتاب النکاح

مسئلہ ۳۶۹ طبع آسیا باد۔ کراچی۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کی شہادت کا واقعہ

واقعہ ہذا کے متعلق مسنین نے کئی تفصیلات ذکر کی ہیں ان میں سے بقدر ضرورت یہاں درج کی جاتی ہیں بعض چیزیں یہاں واقعہ ہذا سے قبل پیشین گوئیوں کی صورت میں ہیں پھر اس کے بعد اصل واقعہ اور اس کا پس منظر بیان کرنا مناسب ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در خلافت میں کئی عناصر آئینہ خناب کے خلاف تھے ان میں سے خاص طور پر خارجی لوگ تو حضرت امیر المومنین کی خلافت و امارت کو کسی صورت میں برداشت کرنے پر تیار نہیں تھے۔

شعبان ۳۵ھ میں جنگ نہران جب خارجیوں سے ہوئی ہے اور ان کے بے شمار لوگ اس جنگ میں مارے گئے تو ان لوگوں کے سینوں میں عناد کی آتش ہمیشہ بھڑکتی رہی۔ اور جذبہ انتقام میں یہ لوگ اپنے اپنے موقع کے انتظار میں رہے پھر آنحضرتؐ کی شہادت کا واقعہ ان لوگوں کی عداوت کے نتیجہ میں پیش آیا۔

قبل از شہادت کے حالات میں مؤرخین نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ مراد سے ایک شخص جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا آنجنابؑ مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے از روئے محیر خواہی اگر عرض کیا کہ آنجنابؑ اپنی حفاظت کا انتظام فرمائیں قبیلہ مراد کے بعض لوگ آنجنابؑ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کوئی حارس اور نگران مقرر فرمائیں تو بہتر ہوگا حفاظتی تدبیر کی صورت میں یہ چیز ضروری ہے۔

تو اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے مسئلہ تقدیر کا بیان کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: کہ ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوفرشتے حفاظت کے لیے لگے ہوئے ہیں جب تقدیر غالب آجاتی ہے تو اس شخص سے الگ ہو جاتے ہیں اور اجل ایک

مضبوط وصال ہے

..... عن ابی مجلز قال جاء رجل من مراد الى علي وهو يصلي
فب المسجد فقال اختر من فات ناسا من مراد يريدون قتلك
فقال ان مع كل رجل ملكين يحفظانه مما له يقدر فاذا جاء

القدر عليا بينه وبينه وان الاجل جنة حصينة - ل

آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی الرضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت کی پیشین گوئی کئی روایات میں پائی جاتی ہے۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت علیؑ کے مدینہ سے خارج ہونے کے وقت ایک بات ذکر کی تھی کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں انہوں نے فرمایا عراق کا ارادہ ہے تو انہوں نے اس وقت کہا کہ شاید وہاں آپ پر تلوار سے وار کیا جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ بات معلوم ہے مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوگا۔۔۔ الخ ل

مختصر یہ ہے کہ کئی روایات میں موجود ہے کہ حضرت علی الرضیؑ کو اپنے قتل کے متعلق نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پیش گوئی معلوم تھی اور آپ اس پر یقین رکھتے تھے اور اس سے خائف نہیں تھے۔ اور رضایا بقضاء کے مسئلہ پر عمل کئے ہوئے تھے۔

جنگ نہر دال کے بعد کہ تشریف کے حرم میں تین خارجی جمع ہوئے اور
قائلانہ حملہ انہوں نے ایک منصوبہ تیار کیا اور اس کے پورا کرنے کے لیے اپنی جانوں کو ذرا کرنے کا عہد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک کہ یہ تین شخص یعنی علی بن ابی طالبؑ، معاویہؓ

لہ طبقات لابن سعد ج ۲۲ تحت علی بن ابی طالبؑ، تحت عبد الرحمن بن ملجم المرادی و بیعة علی

ورودہ ایام -

لہ ۱۱، سنن الحمیدی ج ۱ تحت احادیث علی بن ابی طالبؑ -

۱۲، الاصابہ معہ الاستیعاب ج ۱۵۵ تحت ابی خراثة الانصاری -

بن بانی سفیان اور عمرو بن العاص زندہ ہیں تو اس قائم نہیں ہو سکتا۔ اور ان کے قتل کرنے سے اہل بلاد کو راحت پہنچانی لازم ہے اور ان لوگوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ پس ان تینوں شخصوں کا خاتمہ ضروری ہے۔

اس پر انہوں نے آپس میں اس طور پر معاہدہ کیا کہ عبدالرحمان بن ملجم مرادی نے کہا کہ علیؑ کے قتل کا میں ذمہ لیتا ہوں اور برک بن عبداللہ نے کہا کہ معاویہ کو ختم کرنے کا میں عہد کرتا ہوں اور عمرو بن بکر نے کہا کہ عمرو بن العاص کے ہلاک کرنے کے لیے میں تمہیں کافی ہوں اور شہر و ممالک کی تاریخ لے لی کہ ان کے بلاد میں پہنچ کر ان تینوں پر حملہ صبح کی نماز پر کیا جائے۔

چنانچہ اس منصوبہ کو تمام کرنے کے لیے پختہ عہد کر کے یہ لوگ کوفہ شام اور مصر کی طرف چل دیئے۔

عبدالرحمان بن ملجم کوفہ میں پہنچا حضرت علی المرتضیٰؑ کی عادت مبارک تھی کہ فجر کی نماز کے لیے بہت سویرے اٹھتے تھے اور نماز کی طرف جاتے ہوئے لوگوں کو الصلوٰۃ الصلوٰۃ کے ساتھ ندا کرتے چلے جاتے۔ ابن ملجم اپنی مخصوص تلوار کے ساتھ اندھیرے میں چپا ہوا تھا۔ اس نے آپ کے سر مبارک میں زور سے تلوار لگائی جو سر میں گہری چلی گئی۔ خون سے جناب کی ریش مبارک تر ہتر ہو گئی۔ اور لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا نماز تیار تھی نماز کے لیے جمعہ بن ہمیرہ کو آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھائیں پس اس نے فجر کی نماز لوگوں کو پڑھائی اور حضرت علیؑ کو اپنے گھر کی طرف اٹھا کر لایا گیا اور عبدالرحمن بن ملجم کو بھی جکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں بچ نہ سکوں اور فوت ہو جاؤں تو اس کو قتل کر دینا اور اگر میں زندہ رہا تو میں جو معاملہ مناسب سمجھوں گا اس کے ساتھ کر دوں گا۔

۱۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۲۶۶ جلد سابع تحت صفۃ مقتل علیؑ۔

۲۔ مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۳۹ جلد تاسع باب احوال علیؑ۔

۳۔ طبقات لابن سعد ص ۲۱۰ تحت ذکر عبدالرحمان بن ملجم المرادی وصیۃ علیؑ۔

برک بن عبداللہ غارجی ملک شام دمشق پہنچا اور
حضرت امیر معاویہؓ پر حملہ سابقہ متعین تاریخ کو صبح کی نماز میں جب حضرت

امیر معاویہ تشریف لائے تو اس نے اپنی تلوار سے حضرت امیر معاویہؓ پر وار کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ جھکے
 تو تلوار کا داران کی سرین پر پڑا اس طرح حضرت امیر معاویہؓ کی جان بچ گئی لیکن سخت زخمی ہوئے۔
 برک بن عبداللہ کو کھڑ لیا گیا (اس حالت میں اس نے اپنی دیگر ساتھیوں کے حملہ کا پروگرام بتایا)
 پھر اس کو اس کے شرفِ سامے پہنچنے کے لیے قتل کرا دیا گیا۔ اور حضرت امیر معاویہؓ علاج معالجہ
 کے بعد صحت یاب ہو گئے۔

نیز حضرت امیر معاویہؓ نے اس واقعہ کے بعد نماز کے لیے کھڑے ہونے کے مقام میں
 منقولہ ہوا یا اور شرطی (نگران) کو بطور محافظ مقرر کرنے کا انتظام کیا۔

”----- واما البرک بن عبد اللہ فقعد لمعاویة فخرج
 لصلوة العذاة فشد عليه بسيفه وادبر معاویة هارباً
 فوق السيف في الميتة ---- فامر به فقتل ---- فامر
 معاویة بعد ذالك بالمقصورات وقيام الشرط على
 رأسه ---- الخ“

تیسرے غارجی عمرو بن بکر نے مصر میں پہنچ کر صبح
حضرت عمرو بن العاصؓ پر حملہ کی نماز کے وقت امام نماز پر حملہ کیا اس روز

حضرت عمرو بن العاصؓ اتفاقاً بیمار ہو گئے تھے اور اپنی جگہ پر انہوں نے نماز پڑھانے کے لیے
 غارجر بن حبیبہ کو بھیجا تھا۔ غارجی کے حملے میں غارجر و صوف قتل ہو گئے اور عمرو بن العاصؓ بچ
 گئے۔ عمرو بن بکر غارجی کو لے آیا۔ جب اسے حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں پیش کیا تو آپؓ نے

لے ۱۷، مجمع الزوائد للیثی ص ۱۳۲ جلد تاسع باب آخر احوال علیؓ۔

۱۷ البلاء لابن کثیر ص ۲۲۹ تحت صفة مقتل علیؓ۔

فرمایا۔ تو نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے خارجہ کی موت کا ارادہ فرمایا۔

مختصر یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا گیا تاکہ بعد افسا ختم ہو جائے۔

----- واما عمرو بن بکر فقد لعمر بن العاص في تلك

الليلة التي ضرب فيها معاوية فلم يخرج واشتكي فيها

بطنه فامر خارجة بن عبيد وكان صاحب شرطته

وكان من بني عامر بن لؤي فخرج يصلي بالناس فشد عليه

وهو يرى انه عمرو بن العاص فضربه بالسيف فقتله----

قال عمرو اردتني والله ارد خارجة وقد مده وقتله.....

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی پر حملہ ہوا ہے تو وہ نہایت شدید رخصا

اس میں سے جانبر ہونے کی امید نہ رہی۔ اس موقع میں متعدد چیزیں پیش آئی ہیں۔

ایک آنجنابؓ کے اختلاف اور قائم مقامی کا مسئلہ تھا تو

استخلاف کا مسئلہ بعض حضرات نے عرض کیا کہ آنجناب اپنا خلیفہ مقرر فرمائیے

تو حضرتؓ نے ارشاد فرمایا،

”۔۔۔۔۔ قالوا فاستخلف علينا قال لا ولكن اترككم الى

ما تترككم اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم“

یعنی میں اپنا خلیفہ مقرر نہیں کرتا لیکن میں تمہیں اس حالت پر چھوڑتا ہوں جس طرح کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو چھوڑا تھا۔ آپؐ نے کسی کو اپنا نامزد خلیفہ مقرر نہیں فرمایا

اور بعض دیگر روایات میں اس طرح ہے کہ جناب بن عبد اللہ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا۔

الح ۱۱، مجمع الزوائد البیہقی ۱۳۲ جلد ۵، باب آخر احوال علیؑ۔

۱۲، کتاب المعبر ۲۹۲ (طبع جدید آباد کن) لابی جعفر بغدادی

۱۳، البدایہ لابن کثیر ص ۳۲۹ تحت صفۃ مقتل علیؑ۔

۱۴، مسند امام احمد ج ۱۳، تحت مسند علیؑ۔

”یا امیر المؤمنین ان مت نبایع الحسن ؟ فقال لا امرکم ولا

انماکم، انتما البسرا“

یعنی اے امیر المؤمنین! اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو ہم (آپ کے فرزند) حسن کے ساتھ بیعت (خلافت) کریں؟ تو آنجنابؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں نہ تم کو اس بات کا حکم کرتا ہوں اور نہ اس بات سے منع کرتا ہوں۔ تم خود اس بات کو جس طرح بہتر سمجھو۔

اس کے بعد آنجنابؑ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حسنؑ اور حسینؑ کو **بعض وصایا** کتاب و سنت پر قائم رہنے، تقویٰ اور پرہیزگاری سے متعلق

سے وصایا فرمائے اور محمد بن حنفیہ کے حق میں بھی ان کو وصیت فرمائی۔ ان کے ساتھ بہتر معاملہ رکھنا ہو گا۔ اسی طرح بہت سے وصایا علمائے کرام نے لکھے ہیں جن کی تفصیلات اپنے مقام پر موجود ہیں یہاں ہم نے اجالا دین چیریں ذکر کی ہیں۔

جس وقت آنجنابؑ پر ابن سکرم نے حملہ کیا ہے تو حمله کے بعد اس کو کپڑے کی جو کوشش کی گئی تھی اس میں علمائے کرام نے یہ بات لکھی ہے کہ مغیرہ بن نوفل بن حارث (ہاشمی) نے ابن سکرم کو کپڑے کے لباس پر ایک چادر ڈالی اور لیٹ کر زمین پر دے مارا اور اس کے ہاتھ سے تلوار کھینچ لی اور پھر اسے قید خانہ میں دے دیا۔

----- وهو الذی (مغیرہ بن نوفل) طرح علی ابن ملجم

القطیفۃ لما ضرب علیاً فامسکہ وضرب به الارض ونزع

منہ سیمتہ وسجنہ۔۔۔۔ الخ

۱۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ ص ۳۲۷ تحت صفحہ مقتل علیؑ۔

۲۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیرؒ ص ۳۲۷ تحت صفحہ مقتل علیؑ۔

۳۔ ما، الاصابہ لابن حجرؒ ص ۳۳۷ مع الاستیعاب تحت ”مغیرہ بن نوفل بن حارث“ (الہاشمی)

۴۔ اسد الغابہ ص ۳۳۷ تحت ”مغیرہ بن نوفل بن حارث“ (الہاشمی)

امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ابن بطیم نے جامع مسجد کوفہ میں سترہ رمضان المبارک شہر کو صبح کے وقت حملہ کر کے آنجناب کو شدید زخمی کر دیا تھا تین روز بعد تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا :
 امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد ابن بطیم کو سنگین طریقہ سے قتل کر دیا گیا۔

غسل کفن و دفن اور صلوٰۃ جنازہ سیدنا علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد ان کے غسل اور کفن کا انتظام اس طرح کیا گیا کہ جناب کے صاحبزادے سیدنا حسن اور سیدنا حسین اور جناب کے برادر زادے عبداللہ بن جعفر پیارے نے جناب کو غسل دیا اور کفن پوشی کی۔ آنجناب کا کفن تین کپڑوں پر مشتمل تھا جس میں قمیص نہیں تھا۔

۔۔۔۔۔ وغسلہ الحسن والحسین وعبداللہ بن جعفر وکفن

فی ثلاثہ اثواب لیس فیہا قمیص۔۔۔

اس کے بعد جناب پر نماز جنازہ کی تیاری ہوئی۔ علماء تراجم نے یہاں ذکر کیا ہے کہ آنجناب پر آپ کے صاحبزادے سیدنا حسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیروں کے ساتھ یہ نماز ادا کی۔

یہ مسئلہ گزشتہ فقہی مسائل کے باب میں مسئلہ ۵ کے تحت گزر چکا ہے۔

جنازہ سے فراغت کے بعد آنجناب کے دفن کا مسئلہ پیش آیا۔ آنجناب کو کوفہ میں مسجد الحماۃ

۱۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۳/۳۴۰ جلد سابع تحت صفۃ مقتل علیؑ۔

۲۔ طبقات لابن سعد ۲/۲۵۰ قسم اول تحت علی بن ابی طالب۔

۳۔ المستدرک للحاکم ص ۱۳۲ تحت مقتل امیر المؤمنین علیؑ۔

۴۔ طبقات لابن سعد ۲/۲۵۰ قسم اول تحت علی بن ابی طالب۔

کے قریب الرجم کے مقام میں قبل از نماز فجر رات کو ہی دفن کر دیا گیا۔

----- ان الحسن بن علی بن علی بن ابی طالب فکبر علیہ اربع تکبیرات و دفن علی بالکوفة عند مسجد الجماعة فی الرحبة معاویلی البواب کئدة قبل ان ینصرف الناس من صلوة الفجر۔^۱ لہ اور سیدنا علی المرتضیٰؑ کے مقام دفن کے معاملہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے عبارت ذیل تحریر کیا ہے کہ:

”--- و دفن بدار الامامة بالکوفة خوفاً علیہ من الخوارج ان ینبشوا عن جثته ، هذا هو المشهور من قال انه حمل علی راحلته فذهبت به فلا یدری ابن ذہب فقد اخطأ وتکلف ما لا علم له به ولا یسیفہ عقل ولا شرع ، وما یعتقدہ کثیر من جملة الزوافض من ان قبره بمشهد النجف فان دلیل علی ذالک ولا اصل له۔^۲

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کو کوفہ میں دار الامارۃ میں دفن کیا گیا اس وجہ سے کہ خاریجیوں کی طرف سے یہ خطرہ لاحق تھا کہ وہ آنجناب کی نعش مبارک کی توہین اور بے حرمتی نہ کر ڈالیں۔ یہ قول مشہور ہے۔

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنجناب کی نعش مبارک کو ایک سواری پر باندھ کر چھوڑ دیا گیا اور پھر معلوم نہ ہوا کہ سواری کس طرف چلی گئی؟ تو یہ ان کا قول بالکل غلط۔ ہے اور انہوں نے ایک نامعلوم چیز کے متعلق خواہ مخواہ تکلف کیا ہے اور نہ یہ عقلاً درست ہے اور نہ ہی شرعاً صحیح ہے۔

لحد طبقات لابن سعد ج ۲۵ قسم اول تحت ذکر عبدالرحمن بن عوف المزدی و بیعة علی الر۔

لہ البراہین لابن کثیر ج ۲۲۹ تحت صفة ”مقتل علیؑ“

ردافض لوگ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنجنابؑ کی قبر مشہد (بخف اشرف) میں ہے اس بات پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ چیز بے اصل ہے اور شہرت یافتہ ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰؑ کی شہادت کے وقت آنجناب
عمر مبارک و عہد خلافت کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی اور آنجناب کی خلافت کی مدت چار سال اور نو ماہ ہے۔

”... دکانت خلافة علی اربع سنین وتسعة اشهر...
 عن ابی اسحاق قال توفي علیؑ وهو یومئذ ابن ثلاث وستین سنة“

حضرت حسنؑ کے ساتھ بیعت امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؑ کے کھن دفین کے بعد جس مسئلہ پر تعیلاً عمل کیا گیا وہ سیدنا حسن بن علی المرتضیٰؑ کی بیعت تھی سیدنا حسنؑ نے دارالامارۃ کو ذہین لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو تمام لوگوں نے آنجناب کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے بیعت خلافت کر لی۔

”... ثم انصرف الحسن بن علی من دفته فدعا الناس الى بیعته بنایعوه“

حضرت علی المرتضیٰؑ کے ازواج اور اولاد

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعدد ازواج ہیں اور پھر ان سے ذکر اور اثاث اولاد بھی ہے۔ یہاں پہلے مختصراً آنجنابؑ کے ازواج کا ذکر کرتے ہیں اس کے بعد

۱۔ طبقات لابن سعد ص ۲۵ تحت تذکرہ حضرت علی المرتضیٰؑ۔
 ۲۔ البدایہ لابن کثیر ص ۳۲۵ جلد سابع تحت صفۃ مقتل علیؑ۔
 ۳۔ طبقات لابن سعد ص ۲۵ تحت تذکرہ علی المرتضیٰؑ۔

آنحضرتؐ کی اولاد کا اجمالی ذکر کیا جائے گا۔

ازواج

① آنجنابؐ کی پہلی زوجہ محترمہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ ان سے اولاد شریف معروف و مشہور ہے۔ (جیسا کہ آگے اجمالاً ذکر آ رہا ہے) سیدہ فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے احقرؑ کو دوسری شادی نہیں کی۔

غزوہ بدر کے بعد ان کے ساتھ نکاح ہوا تھا (نکاح کی تفصیلات بقدر کفایت کتاب بنات اربعہؑ میں ہم نے ذکر کر دی ہیں) ان سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں متولد ہوئیں۔ زوج اور زوجہ کے تعلقات نہایت بہتر بن گئے ان کی تفصیلات میں ہم نہیں جاسکتے۔ حدیث اور تراجم کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد اٹھائیس یا انیس سال کی عمر میں حضرت فاطمہؑ نے انتقال فرمایا (مشہور قول ہی ہے)

سیدہ فاطمہؑ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو سیدہ موصوفہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عیسٰیؓ کو وصیت فرمائی کہ جب میں انتقال کروں تو میرے غسل کا انتظام آپ کریں چنانچہ انہوں نے حسب وصیت حضرت فاطمہؑ کے غسل کا انتظام کیا۔ اور قاعدہ شرعی کے مطابق حضرت فاطمہؑ کو بعد از وفات غسل دیا گیا۔ اور آپ کے ساتھ اس انتظام میں معاونت کرنے والے حضرت علی المرتضیٰؑ اور سلیمان (ام رافع) تھیں۔

”۔۔۔۔۔ ولما حضر تھا الوفاة اوصت الی اسماء بنت عیسٰی امرأة

الصديق ان تغسلها فتسلتها هي وعلی بن ابی طالب وعلی امر رافع۔“

لحمہ ۱، البیہار النہایت لابن کثیرؒ ج ۳ ص ۲۳۲ تحت ذکر من توفي فی ہذہ سنة (سنة)

۱۱۱۰ھ حلیۃ الاولیاء لابن نعیمؒ ص ۳۳۲ تحت تذکرہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ۔

اور بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ حضرت سیدہؓ نے اپنی وفات سے قبل ہی خود غسل فرمایا اور وصیت فرمائی کہ اس کے بعد مجھے غسل نہ دیا جائے اس قول کے متعلق ابن کثیرؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ ”فضیحت لا یعول علیہ واللہ اعلم“ اے اور قاعدہ شرعی کے بھی خلاف ہے۔

اہل علم کی توجہ کے لیے مختصراً اتنا عرض کر دینا مناسب ہے کہ عدم اغتسال کا یہ قول محمد بن اسحق نے نقل کیا ہے جن بعض روایات میں یہ چیز ملتی ہے وہاں محمد بن اسحق کے ذریعے مروی ہے اور محمد بن اسحق کے متفردات میں شمار کیا جاتا ہے (یہ ایسا قول ہے کہ لا یتابع علیہ) پھر بعد از غسل جناب سیدہ کا حضرت صدیق اکبرؓ نے جنازہ پڑھایا اور تستر کی رعایت سے رات کو ہی جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا سیدہ کا وصال سہ رمضان شریف ۱۱ھ کو ہوا۔

(۲) حضرت اسماء بنت عیسٰیؓ شخصیت پہلے یہ خاتون حضرت علی المرتضیٰؓ کے برادر حضرت جعفر الطیارؓ کے نکاح میں تھیں اس سے ان کی اولاد عبداللہ بن عونؓ اور محمد بن جعفر متولد ہوئی تھ ان کی شہادت کے بعد آنحضرتؐ حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان سے اولاد ہوئی ان میں سے محمد بن ابی بکر مشہور ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے بعد حضرت اسماء بنت عیسٰیؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے نکاح کیا۔ اور ان سے آپ کے فرزند یحییٰ بن علیؑ ہیں۔

(۳) حضرت امامہ بنت ابی العاص بن ربیع بن عبد شمس حضرت زینب بنت

۱۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۳۳ تحت ذکر سن ثانی (۱۱ھ)

۲۔ نسب قریش ص ۱۷ تحت ولد جعفر بن ابی طالب۔

۳۔ نسب قریش ص ۱۷ تحت ولد علی بن ابی طالب

۴۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر ص ۳۳۱ جلد سابع تحت ذکر زواجہ ونبیہ وبناتہ (علیؑ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کی وصیت کے مطابق ان کی وفات کے بعد حضرت علی المرتضیٰؑ نے حضرت امامہ بنت ابی العاص سے نکاح کیا۔ بقول بعض مؤرخین امامہ سے حضرت علی المرتضیٰؑ کا ایک صاحبزادہ محمد لاد وسط متولہ ہوا۔ اسیے حضرت علی المرتضیٰؑ کی شہادت کے وقت امامہ جناب کے نکاح میں تھیں۔ آنجناب کی شہادت کے بعد امامہ نے مغیرہ بن نوفل بن حارث (الہاشمی) سے نکاح کیا۔

۔۔۔۔۔ واما ماہ بنت ابی العاصی: اوصی بها ابو العاصی الی

الزبیر بن العوام۔ فتزوجها علی بن ابی طالب فقتل عنها

فتزوجها المغیرہ بن نوفل فہلکت عندہ۔ ولسوتلا۔

(۷) لیلی بنت مسعود بن خالد یہ خاتون بنی تمیم سے ہے حضرت علی المرتضیٰؑ سے ان کے دو صاحبزادے عبید اللہ اور ابوبکر متولہ ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کی شہادت کے وقت یہ بھی آپ کے نکاح میں تھیں اور آنجناب کی شہادت کے بعد لیلی بنت مسعود نے حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار سے نکاح کیا تھا۔

تنبیہ: (مسئلہ رجعت)

بعض لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰؑ کی شہادت کے بعد یہ نظریہ تجویز کیا ہے کہ جناب علی المرتضیٰؑ قیامت سے پہلے واپس اس دنیا میں تشریف لائیں گے گویا کہ وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہیں اور فوت نہیں ہوئے۔ اس نظریہ کی تشریحات انہوں نے اپنے مذہم کے مطابق بہت کچھ قائم کر رکھی ہیں جو بالکل غلط اور کتاب و سنت کے شرعی قواعد کے برخلاف ہیں۔

۱۔ کتاب نسب قریش ص ۲۲ تحت اولاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) اسد الغابہ للجزیری ص ۲۴ تحت مغیرہ بن نوفل بن حارث۔

(۳) اسد الغابہ للجزیری ص ۲۵ تحت امامہ بنت ابی العاص بن ربیع۔

۲۔ کتاب السنن لیسعید بن مسعود ص ۲۴ جلد ثالثہ قسم اول تحت باب الجمع بین ائمتہ الرعول وامراتہ۔

اس نظر پر یہ کی تردید کے لیے اور اس کے کتاب و سنت کے برخلاف ہونے پر صرف ایک واقعہ یہاں درج کیا جاتا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد کسی دیگر چیز کی حاجت نہیں۔ یہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے خاندان کا اپنا فیصلہ ہے۔

فیصلہ

ایک شخص عمرو بن الاثم ذکر کرتا ہے کہ میں ایک بار حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام حسنؑ اس وقت عمرو بن حرث کے مکان میں فرود کش تھے میں نے امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! بعض لوگ یہ گمان کتے ہوئے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰؑ قیامت سے پہلے واپس تشریف لائیں گے۔ یہ بات سن کر امام حسنؑ ہنس پڑے اور فرمایا کہ سبحان اللہ! اگر ہم اس بات کا یقین رکھتے تو ہم جناب علی المرتضیٰؑ کی بیوگان کا نکاح دوسری جگہ کرتے۔ اور آنجنابؑ کی میراث کو باہم تقسیم نہ کرتے۔

”۔۔۔۔۔ عن عمرو بن الاثم قال دخلت على الحسن بن علي

وهو في دار عمرو بن حرث فقلت له ان نساء يزعمون

ان علياً يرجع قبل يوم القيامة - فضحك وقال سبحان الله!

لو علمنا ذلك ما نزوجنا نساء ولا ساھمنا ميراتھ“۔۔۔

مطلب یہ ہے کہ آنجنابؑ کی وفات کے بعد جناب کی بیوگان کا دوسری جگہ نکاح کر لینا (جیسا کہ اوپر اختصاراً ذکر ہوا ہے) اور جنابؑ کے ترکہ کا وارثوں میں حسب حصص تقسیم کیا جانا

۱۔ بلقات لابن سعد ج ۲۶ القسم الاول تحت تذکرہ علی بن ابی طالب

۲۔ مسند امام احمد ج ۱۵۰ تحت مسند علیؑ - طبع قدیم۔

۳۔ المستدرک للحاکم ج ۱۵۰ تحت کتاب معرفة الصحابة۔

۴۔ الفتح الربانی (ترتیب مسند احمد) ج ۱۳۵

یہ چیزیں مذکورہ نظریہ رحمت کی تردید کے لیے کافی وافی ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے ازواج مذکورہ کے علاوہ متعدد عواتین آپ کے نکاح میں تھیں مثلاً ام البنین، ام حبیبہ بنت زعمہ، ام سعیدہ بنت عروہ، بن مسعود، خولہ بنت جعفر بن قیس۔ نیز کئی کنیزی آپ کے پاس تھیں ان کو ام ولد کہا جاتا ہے۔ ان سے بھی اولاد ہوئی ہے۔

اولاد ذکور حضرت علی المرتضیٰؑ کے صاحبزادے مورخین نے چودہ ذکر کئے ہیں اور بعض نے اس سے زائد بھی ذکر کئے ہیں۔

حضرت حسنؑ، حسینؑ، عباسؑ، جعفرؑ، عبداللہؑ، عثمانؑ، عید اللہؑ، ابوبکرؑ، محمد الاصفہرؑ، عونؑ، عمرؑ، محمد الاوسطؑ، محمد الکبیرؑ (ابن الحنفیہ)

مذکورہ بالا فرزندوں میں سے پانچ صاحبزادوں سے نسل مرتضوی جاری ہوئی۔ باقی فرزندوں سے جاری نہیں ہوئی۔ جن فرزندوں سے نسل جاری ہوئی ان کے اسامہ مندرجہ ذیل عبارت میں مذکور ہیں۔

وانما كانت النسل من خمسة وهم الحسن والحسين و
محمد (ابن الحنفية) والعباس بن العباس بن عبد المطلب وعمر بن
تغلبية رضي الله عنهم واجمعين

اولاد اناث امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؑ کی اولاد میں فرزندوں سے بعض کی نسل نہیں چل سکی۔

حضرت سیدہ فاطمہؑ زہراؑ سے حضرت زینبؑ الکبریٰ اور ام کلثومؑ الکبریٰ متولد ہوئیں۔ اور باقی ازواج میں سے بہت سی صاحبزادیاں ہیں مثلاً رقیہ، ام الحسن، رملہ، زینب الصغریٰ، ام المہدیہ والہامیہ لابن کثیرؒ جلد ۳ ص ۳۱۱ تحت ذکر زوجاتہ وبنیہ وبناتہ۔
ام المہدیہ والہامیہ لابن کثیرؒ جلد ۳ ص ۳۱۱ تحت ذکر زوجاتہ وبنیہ وبناتہ۔

رقیہ الصغریٰ، ام حانی، ام الکرام، ام جعفر (جانتے) ام سلمہ وغیرہ حاکم دیش سولہ عدد مؤرخین نے ذکر کی ہیں یہ

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنجناب کی صاحبزادی حضرت زینب الکبریٰ کا نکاح آنجناب کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر الطیار سے ہوا اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔

اور دوسری صاحبزادی ام کلثوم الکبریٰ زوجہ سیدہ فاطمہ الزہراء سے ہیں (کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؑ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ سے کر دیا تھا۔ اور ان سے ام کلثوم کی اولاد میں میں ایک فرزند زید بن عمرؓ اور ایک لڑکی رقیہ بنت عمرؓ متولد ہوئی۔ یہ اور نکاح ام کلثوم کے مسئلہ کو ہم نے اپنی کتاب ”رحماء بینہم“ حصہ فاروقی میں با دلائل ذکر کر دیا ہے۔



اختتامی کلمات

مولف کی طرف سے یہ اعتراف ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی مکمل سیرت اور سوانح پیش کرنے کا ہم حق ادا نہیں کر سکے اور ان کے عالی منصب اور شان کے مطابق احوال ترتیب نہیں دیئے جاسکے۔ اختصار کے پیش نظر کئی مضامین زیر بحث نہیں لائے جاسکے۔

جو کچھ مواد پیش کیا گیا ہے وہ اپنے خیال میں اس دور کے تقاضوں کے

۱۔ نسب قریش لعصب الزہری ص ۲۶۸ تحت ولید علی بن ابی طالب۔

۲۔ نسب قریش ص ۲۶۸ تحت ولید عمر بن الخطاب۔

تحت مرتب کیا گیا ہے اس میں جو کئی اور غامی رہ گئی ہوا اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ اسکی اصلاح فرمائیں اور دیگر حضرات جو چیز اس میں نفع مند خیال کریں اس سے استفادہ کریں اور دعائے خیر سے موافقت کو یاد فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر کو شش کو منظور فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ وصلى الله تعالى
على نبيه وخلفائه رحمة الله العالمين وعلى ازواجه واهل بيته
واسماه واتباعه باحسان الى يوم الدين۔ برحمتك يا ارحم
الراحمين۔

ناچنیر

دعا جو — محمد نافع عفا اللہ عنہ

قریہ محمدی شریف۔ ضلع جھنگ

ڈاک خانہ جامعہ محمدی شریف (پاکستان)

محمد الحرام ۱۴۰۹ھ اگست ۱۹۸۸ء

مراجع ومصادر کتب

برائے سیرت سیدنا علی المرتضیٰ (علیہ السلام)

۱	کتاب الخراج - الامام ابی یوسف الانصاری	۱۸۲ھ
۲	کتاب الآثار - الامام ابی یوسف الانصاری	۱۸۲ھ
۳	کتاب الآثار - الامام محمد ابی عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۱۸۹ھ
۴	کتاب الخراج - لیث بن آدم القرشی	۲۰۳ھ
۵	المصنف - عبد الرزاق (مناظر الکبیر ابی یکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی) (مجلس علمی)	۲۱۱ھ
۶	سیرت لابن ہشام (ابو محمد عبد الملک بن ہشام)	۲۱۳ھ
۷	المسند للحمیدی (امام ابی یکر عبد اللہ بن الزبیر حمیدی) (مجلس علمی)	۲۱۸ھ
۸	کتاب الاموال - ابی عیسیٰ القاسم بن سلام	۲۱۹ھ
۹	المسنن لسعید بن منصور (مجلس علمی)	۲۲۲ھ
۱۰	الطبقات الکبیر - محمد بن سعد (طبع لیڈن)	۲۲۴ھ
۱۱	المصنف - لابن ابی شیبہ (ابو یکر عبد اللہ بن محمد بن ابی ہشام بن عثمان بن ابی شیبہ)	۲۳۰ھ
۱۲	نسب قریش - المصعب الزبیری	۲۳۵ھ
۱۳	تاریخ خلیفہ ابن خیاط - (ابو عمرو) خلیفہ بن خیاط	۲۳۵ھ
۱۴	المسند - الامام احمد بن حنبل اشیبانی (طبع مصر) قدیم	۲۳۹ھ
۱۵	کتاب السنۃ - الامام احمد بن حنبل اشیبانی (طبع مصر)	۲۴۱ھ

۱۶	کتاب الحجۃ - لابی جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بغدادی	۲۲۵
۱۷	المسند للدارمی ابی عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل التیمی سمرقندی الدارمی	۲۵۵
۱۸	الادب المفرد - لامام محمد بن اسمعیل البخاری	۲۵۶
۱۹	اصح البخاری - لامام محمد بن اسمعیل البخاری (طبع نور محمد دہلی)	۲۵۶
۲۰	التاریخ الکبیر - لامام محمد بن اسمعیل البخاری	۲۵۶
۲۱	اصح المسلم - لامام مسلم بن حجاج القشیری (طبع نور محمد دہلی)	۲۶۰
۲۲	اسنن لابن ماجہ - (ابو عبد اللہ محمد بن یزید ماجہ) طبع دہلی	۲۶۳
۲۳	اسنن لابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۶۵
۲۴	شعائل ترمذی - لابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۶۵
۲۵	المراسل - لابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی	۲۶۹
۲۶	النساب الاشراف - لاحمد بن یحییٰ البلاذری	۲۶۵
۲۷	کتاب المعرفة والتاریخ - لابی یوسف یعقوب بن سفیان البسوی	۲۶۹
۲۸	کتاب السنۃ - لابی عبد اللہ محمد بن نصر المروزی	۲۷۷
۲۹	کتاب قیام الیل و قیام رمضان والوتر لابی عبد اللہ محمد بن نصر المروزی	۲۹۲
۳۰	المتقی - لابن جارود (لابی محمد عبد اللہ بن علی بن الجارود النیسابوری	۳۰۷
۳۱	التاریخ - لمحمد بن حبیر ابی جعفر الطبری	۳۱۰
۳۲	کتاب الکئی - للشیخ ابی بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی	۳۱۰
۳۳	الصمیح - لابی بکر محمد بن اسحاق بن نزمیر السملی نیشاپوری	۳۱۱
۳۴	کتاب المصاحف - للحافظ ابی بکر عبد اللہ بن ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی	۳۱۱
۳۵	الاجماع - لابی بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری	۳۱۸

۳۶	احکام القرآن - لابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی	۵۳۷
۳۷	الفتنہ و وقعتہ الجمل - السیف بن عمر الضبی الاسدی	۵۴۰
۳۸	المستدرک للحاکم نیشاپوری (ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ)	۵۴۵
۳۹	حلیۃ الاولیاء - لابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۵۴۳
۴۰	ذکر اخبار اصبہان - لابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۵۴۴
۴۱	فضائل الصدیق - لابی طالب محمد بن علی العشاری (مکتبہ سلفیہ ملتان) مع دیگر	
	رسائل بحوالہ محدث ابی عوانہ	۵۴۶
۴۲	افصل فی الملل والاسماء والنحل - لابن حزم الاندلسی (ابو محمد علی بن احمد بن	
	سعید المعروف ابن حزم الظاہری الاندلسی	۵۴۶
۴۳	اسنن الکبریٰ - لابی بکر احمد بن حسین البیہقی	۵۴۸
۴۴	الاعتقاد علی مذهب السلف - لابی بکر احمد بن حسین البیہقی	۵۴۸
۴۵	دلائل النبوة - لابی بکر احمد بن حسین البیہقی	۵۴۸
۴۶	تبصیر فی الدین - لابی المظفر الاسفہانی	۵۴۱
۴۷	اصول الشریعہ - شمس الامین ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل النحوی	۵۴۳
۴۸	مفردات القرآن - لابی القاسم حسین بن محمد بن الفضل الراغب الاصفہانی	۵۴۲
۴۹	کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد - محمد بن محمد بن محمد ابو حامد الغزالی الطوسی	۵۵۵
۵۰	کیمیائے سعادت (فایہی) - محمد بن محمد بن محمد ابو حامد الغزالی الطوسی	۵۵۵
۵۱	کتاب الفائق - للزحشری	۵۳۸
۵۲	العواصم من القواصم - قاضی ابی بکر ابن العربی المالکی	۵۴۳
۵۳	شرح الصحیح الترمذی - قاضی ابی بکر ابن العربی المالکی	۵۴۳
۵۴	نفیۃ الطالبین (مترجم) - للشیخ کامل ابو محمد عبد القادر بن ابی صالح جنی دوست	

۵۹۱	البحرانی	۵۹۱
۵۹۱	تہذیب و تخلص - ابن عساکر لابن بدران عبدالقادر	۵۵
۵۹۶	المنتظم - لابی الفرج ابن الجوزی	۵۶
۶۰۶	النهاية في غريب الحديث والاثار لمحمد بن محمد المعروف لابن اثير الجوزی	۵۷
۶۰۶	جامع الاصول من احاديث رسول - (ابو السعادات مبارک بن محمد)	۵۸
۶۲۰	المغنی - لابی محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ	۵۹
۶۲۶	معجم البلدان - لشہاب الدین ابی عبداللہ المعروف یاقوت الحموی	۶۰
۶۳۰	الکامل لابن اثير الجوزی - (ابو الحسن علی بن ابی الکرم)	۶۱
	اسد الغابۃ - ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن عبد الکريم الشيرازي المعروف	۶۲
۶۳۰	ابن اثير الجوزی	
۶۶۰	مختار الصحاح - لشيخ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی - طبع مصر - تالیف	۶۳
۶۷۱	تفسیر جامع الاحکام القرآن - لابی عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی المالکی الاندلسی	۶۴
۶۷۶	تہذیب الاسماء واللغات - محی الدین یحییٰ بن شرف النووی	۶۵
۶۷۶	شرح مسلم شریف - محی الدین یحییٰ بن شرف النووی	۶۶
۶۸۱	التاریخ - لابن خلکان	۶۷
۶۹۶	ذخائر العقبی - لمحب الطبری	۶۸
۷۲۸	منہاج السنۃ - لاحمد بن عبد حکیم احرانی المدنی المعروف ابن تیمیہ	۶۹
۷۳۶	مشکوۃ المصابیح - لولی الدین خطیب تبریزی - تالیف	۷۰
	کتاب التہمید والبیان فی مقتل الشہید عثمان رض - لمحمد بن یحییٰ بن ابی بکر	۷۱
۷۴۱	الاندلسی	
۷۴۸	سیر اعلام النبلاء - لشمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی	۷۲

۴۳	تذکرۃ الحفاظ - شمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی -	۵۴۴۸
۴۴	میزان الاعتدال - شمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی -	۵۴۴۸
۴۵	المنتقى - شمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی -	۵۴۴۸
۴۶	العبر - شمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی -	۵۴۴۸
۴۷	دول الاسلام - شمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی -	۵۴۴۸
۴۸	میزان الاعتدال - شمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی -	۵۴۴۸
۴۹	تاریخ الاسلام - شمس الدین ابی عبد اللہ الذہبی -	۵۴۴۸
۵۰	اعلام الموقعین - شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن ابی الدمشقی	
	المعروف ابن قیم الجوزیہ -	۵۴۵۱
	نصب الرایۃ - للشیخ جمال الدین ابی محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی	۵۴۵۶
	الزیلعی - (مجلس علی)	۵۴۶۲
۸۲	البدایہ والنہایۃ - لابن کثیر (رحمہ اللہ) الدمشقی	۵۴۷۲
۸۳	تفسیر القرآن - لابن کثیر	۵۴۷۵
۸۴	التاریخ - لابن خلدون (عبد الرحمن بن محمد بن خلدون الحضرمی - تالیف	۵۴۷۹
۸۵	شرح المقاصد - لسعد الدین مسعود بن عمر قفازانی	۵۴۹۱
۸۶	شرح الطحاوی فی عقیدۃ اہل البیت - لقاضی صدر الدین علی بن علی بن	
	محمد بن ابی العزیز الحنفی	۵۴۹۲
۸۷	تفسیر البرہان فی علوم القرآن - لمام بدر الدین محمد بن عبد اللہ زکشی	۵۴۹۴
۸۸	مجمع الزوائد - لنور الدین الہیثمی	۵۸۰۷
۸۹	شرح المواقف - لسیّد شریف علی بن محمد البحر جانی	۵۸۱۶
۹۰	القاموس - للشیخ محمد بن یعقوب مجد الدین فیروز آبادی	۵۸۱۷

۸۵۲ھ	الاصابہ - لابن حجر العسقلانی	۹۱
۸۵۲ھ	فتح الباری شرح بخاری شریف - لابن حجر العسقلانی	۹۲
۸۵۲ھ	شرح منجۃ الفکر - لابن حجر العسقلانی	۹۳
۸۵۲ھ	تہذیب التہذیب - لابن حجر العسقلانی	۹۴
۸۵۵ھ	عمدة القاری شرح بخاری - لیدر الدین العینی	۹۵
۹۰۰ھ	سیرۃ الحلبیہ - علی برہان الدین الحلبی	۹۶
۹۰۲ھ	مقاصد الحسنۃ - شمس الدین السخاوی	۹۷
۹۰۹ھ	المسامرہ - لکمال الدین بن محمد بن محمد ابی شریف القدسی الشافعی	۹۸
۹۱۱ھ	وفاء الوفاء - للشیخ نور الدین السہودی	۹۹
۹۱۱ھ	اللآلئ المصنوعۃ - لجلال الدین سیوطی	۱۰۰
۹۱۱ھ	در منثور - لجلال الدین سیوطی	۱۰۱
	ارشاد الساری شرح بخاری شریف - لشہاب الدین احمد البو بکر بن عبد المالک	۱۰۲
۹۲۳ھ	المسطلاتی	
۹۲۲ھ	کتاب الیواقیت و الجمایم - للشیخ عبد الوہاب الشعرانی - تالیف	۱۰۳
۹۴۰ھ	تاریخ الخلیف - لیدار البکری (ایشیخ حسین بن محمد بن الحسن	۱۰۴
۹۷۳ھ	الصواعق المحرقة معہ تطمیر الجنان - لابن حجر مکی	۱۰۵
۹۷۵ھ	کنز العمال - لطی متقی الہندی (طبع اول)	۱۰۶
۱۰۶۴ھ	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف - لملّا علی بن سلطان القاری	۱۰۷
۱۰۱۴ھ	الموضوعات الکبیر - لملّا علی بن سلطان القاری	۱۰۸
۱۰۱۴ھ	شرح فقہ کبر - لملّا علی بن سلطان القاری	۱۰۹
۱۰۳۴ھ	مکتوبات امام ربّانی - مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی	۱۱۰

۱۱۱	نسيم الرياض شرح الشفاہ - لشباب الدين الخفاجي	۱۰۵۸ھ
۱۱۲	جميع الفوائد - لمحمد بن محمد بن سليمان الفاسي المغربي	۱۰۹۴ھ
۱۱۳	شرح مواهب اللدنیہ - لمحمد بن عبد الباقي الزرقاني المالكي - تاليف	۱۱۱۷ھ
۱۱۴	قرة العينين في تفضيل الشفيين - لشيخ احمد بن ايشخ عبد الرحيم المعروف شاه	
	دلى اللہ دہلوی	۱۱۷۶ھ
۱۱۵	ازالۃ الخفاہ - لشيخ احمد بن ايشخ عبد الرحيم المعروف شاه دلى اللہ دہلوی	۱۱۷۶ھ
۱۱۶	تحفة اثنا عشرية - از شاه عبد العزيز بن احمد بن عبد الرحيم دہلوی	۱۲۳۹ھ
۱۱۷	النابيه عن طعن امير المؤمنين معاوية رضيہ - از مولانا عبد العزيز بن ہاروی	۱۲۳۹ھ
۱۱۸	الموضوعات - لمحمد بن علي الشوكاني	۱۲۵۰ھ
۱۱۹	الفوائد المجموعة - لمحمد بن علي الشوكاني	۱۲۵۰ھ
۱۲۰	تفسير القرآن - للشوكاني	۱۲۵۰ھ
۱۲۱	روح المعاني - للسيد محمود آلوسي بغدادی	۱۲۷۰ھ
۱۲۲	منحة السجود في ترتيب مسند الطيالسي ابی داؤد - تاليف احمد عبد الرحمن	
	النباء الساعاتی	۱۳۵۱ھ
۱۲۳	فیض الباری حواشی صحیح بخاری - حضرت مولانا سید محمد النور شاہ	
	کشمیری رح	۱۳۵۲ھ
۱۲۴	مسند عمر بن الخطاب - لابن يوسف يعقوب بن شبة بن الصلت (ديوث)	
۱۲۵	حدیث ثقلین - از مولانا محمد نافع - مؤلف کتاب ہذا - سن تاليف	۱۳۸۲ھ
۱۲۶	رحماء بینہم - حصہ صدیقی : از مولانا محمد نافع مؤلف کتاب فہرست لیب	۱۳۹۱ھ
۱۲۷	رحماء بینہم - حصہ فاروقی : " " " " " "	۱۳۹۶ھ
۱۲۸	رحماء بینہم - حصہ عثمانی : " " " " " "	۱۳۹۸ھ

۱۲۹	کتاب سند اقرار نوازی - از مولانا محمد نافع حسن تالیف	۱۴۰۰ھ
۱۳۰	بنات البصر - " " " " " "	۱۴۰۳ھ
۱۳۱	مجلہ فکر و نظر - از ادارہ تحقیقات اسلامی - اسلام آباد -	۱۴۰۵ھ
جولائی - ستمبر ۱۹۸۵ء		

شیعہ کتب سے

مراجع و مصادر برائے سیرۃ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۱	کتاب سلیم بن قیس السلولی الکوفی الشیعی	۹۰ھ
۲	تاریخ یعقوبی - لاحمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی الشیعی	۲۵۶ھ
۳	اخبار الطوال - لاحمد بن داؤد ابی حنیفہ الدینوری الشیعی	۲۵۸ھ
۴	بصائر الدرجات - لشیخ ابی جعفر محمد بن حسن الصفار الشیعی	۲۸۲ھ
۵	قرب الاسناد - لعبد اللہ بن جعفر الحمیری من اصحاب حسن العسکری	۲۹۰ھ
۶	جفریات طحہ بہ قرب الاسناد - للابی علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی	قرن ثالث
۷	تفسیر القمی - لعلی بن ابراہیم القمی کان فی عصر الامام العسکری	۳۰۷ھ
۸	مقاتل الطالبیین - للابی الفرج علی بن الحسین بن محمد الاصہبانی متوفی	۳۵۶ھ
	تالیف	۳۱۳ھ

۹	اصول کافی - محمد بن یعقوب الحلیفی الرازی	۳۲۹ھ
۱۰	فروع کافی - " " " " " "	۳۲۹ھ
۱۱	کتاب الروضة من کافی - " " " " " "	۳۲۹ھ
۱۲	مروج الذهب - لابی الحسن علی بن الحسن بن علی المسعودی الشیعی	۳۲۶ھ
۱۳	علل الشرائع - شیخ صدوق ابی جعفر محمد بن علی بن الحسن بن موسیٰ ابن	۳۸۱ھ
	بابوہ اقمی	۳۸۱ھ
۱۴	کتاب معانی الاختیار - شیخ صدوق ابی جعفر محمد بن علی بن الحسن بن موسیٰ	۳۸۱ھ
	ابن بابوہ اقمی	۳۸۱ھ
۱۵	رجال کشی - لابی عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی	قرن الرابع
۱۶	نہج البلاغہ - للسید الشریف الرضی ابی الحسن محمد بن ابی احمد الحسین	۴۰۲ھ
۱۷	کتاب الشافی مئة تلخیص شافی - للسید مرتضیٰ علم الہدی	۴۰۶ھ
۱۸	کتاب تنزیہ الانبیاء والائمة - للسید مرتضیٰ علم الہدی	۴۰۶ھ
۱۹	کتاب الارشاد - لشیخ محمد بن نعمان المفید (شیخ المفید)	۴۱۳ھ
۲۰	الاستبصار - لشیخ ابی جعفر الطوسی (محمد بن حسن)	۴۶۰ھ
۲۱	الامالی - لشیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائف الطوسی	۴۶۰ھ
۲۲	تہذیب الاحکام - للابی جعفر محمد بن حسن الطوسی	۴۶۰ھ
۲۳	الاحتجاج للطبرسی - لشیخ ابی منصور احمد بن علی الطبرسی	۵۴۸ھ
۲۴	شرح نہج البلاغہ - لابن ابی احمد ابو حامد عبد الحمید بن بہاؤ الدین محمد	۶۵۶ھ
	المدائنی (الشیعی المعترلی)	۶۵۶ھ
۲۵	شرح نہج البلاغہ - لکمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی	۶۶۹ھ
۲۶	کشف الغمہ فی معرفة الائمة - لعلی بن عیسیٰ اللہبلی - سن تالیف	۶۸۷ھ

٢٤	عمدة الطالب في انساب آل أبي طالب - السيد جمال الدين ابن عتبة	٨٢٨ هـ
٢٨	بحار الانوار - محمد باقر بن محمد تقی المجلسی	١١١٠ هـ
٢٩	جلد العیون - محمد باقر بن محمد تقی المجلسی	١١١١ هـ
٣٠	حیات القلوب - از ملا محمد باقر بن محمد تقی المجلسی	" "
٣١	حق یقین - از ملا محمد باقر بن محمد تقی المجلسی	" "
٣٢	تفسیر الصافی - محمد بن الرقنی الحسن اقلب بافیض کاشانی (قرن هادی عشر)	١٢٩١ هـ
٣٣	الدرة الخفية (شرح نهج البلاغة) للشيخ ابراهيم بن حاجي حسين النبيل	١٢٩١ هـ
٣٤	ناسخ التواريخ - از لسان الملك میرزا محمد تقی وزیر اعظم سلطان ناصر الدین	
	تاجار ایران	١٢٩٤ هـ
٣٥	اخبار قائم - تالیف محمد حسین بن محمد علی (مطبوعه رامپور) تالیف	١٢٨٥ هـ
٣٦	فتی الآمال - للشيخ عباس القمی	١٣٥٩ هـ
٣٧	سیرت امیر المومنین علیه السلام - از مفتی جعفر حسین الشیعی (آف گو جرنواله) - قرن یازدهم عشر	

